بعون صانع عالمین و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شائع ہوا

اطلاع - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہیں قیمت بھی ارزاں ہر اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادہ ہیں ہم انہیں کتب مذہب اہل سنت و جماعت کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

(فقہ) اردو

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ -
مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری
حقیقۃ الصلواۃ - مع رسالہ بے نمازان -
ترجمہ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی -
کشف الحاجات - ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین -
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ - (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - از افاضات مولوی عبد السلام -
شرح محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -
تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -
حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین نگلوری -
جواب السائلین - بطور استفتا -
کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان
چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین نگلوری

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -
رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو بہت مستند اور متداول ہے دو مجلد کامل -
شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف
فتح الحج - مسمے بہ نہایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -
تحقیق الانساب - از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق
تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -
تبیان - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین -
مبادی منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی
نامہ حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -
مائۃ مسائل - صد مسائل از مولانا احمد اللہ حمید اللہ
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -
مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان -
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -
قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم عبد البدیع
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ

مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ
شرح مختصر وقایہ کو ہیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد العلی بن محمد معروف -
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -
فتح القدیر - پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ شمس الدین افندی کامل چار مجلد ضخیم -
عینی - یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بہ عینی نہایت معتبر کامل شرح - چھ مجلدات ضخیم -
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد محشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں (مجلد اول) دونوں جلدیں اولین - عبادات

فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار

صفحہ	مضمون

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہی اجارہ کے احکام مین مترجم کہتاہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدم الہبۃ لکونہا تملیک عین وہذہ تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنے اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وہی ما یستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ لیقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو لہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین کہ خدا تجکو اجر عظیم دیوے ہم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدور کا اور اجیرا در اجارہ کام کی خرچی خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء الطحطاوی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اسپر دلالت کرتی ہی انتہے یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کرا، اجیر اور اجر کی تفسیر الیستحق علی عمل الخیر کی ہی وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ لیجنبہا بین یدیہ او دارا لا یسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذلک لا یستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجئ اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہی اُس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لیتا کہ اُنسے تجمل اور آرایش حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ سے لے تاکہ اپنے آگے کوتل چلاوے یا گھر کرایہ سے لے اسواسطے کہ اُسمین سکونت کرے یا غلام یا درہم یا سوا اسکے اور چیز کرایہ سے لے اسواسطے کہ استعمال مین نہ لاوے بلکہ تاگمان کرین آدمی کہ وہ چیز اُسی کی مملوک ہی تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجرت نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہی عین سے کذا فی البزازیۃ اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم نفع کی قید سے بیع اور ہبہ خارج ہوگئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونے کی قید نہین لگائی اشیاء مذکورہ کے اجارہ مین اجرت ثابت نہوگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود مین استعمال کرے اور یہ جو فقہا کا قول ہی کہ اجارہ فاسدہ مین انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہی تو اُس صورت پر محمول ہی جب کہ نفع مقصود مین استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ اور جو چیز ثمن یعنے بیع مین بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ہم ثمن دین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہی تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی و لا ینعکس

ام
قال الطحطاوی
قال العینی نے
شرح کنز الاجیر
الاجیر ...
من کرا الاجیر
یستحق علی
الاجر ...
علی الخیر ...
بنیقال اعظم اللہ
...
سم
یعنی بیع ...
عقد ... بعین
... ۱۲

كليا بحلاف الفعال فالا يجوز ثمنا لا يجوز اجرة بجواز اجارة المنفعة بالمنفعة اذا اختلفا كما سيجي اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہین ہو یا قولون نہ بولین کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہین اسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے بعوض منفعت کے بسبب کہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آوے گا ہم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہی اور بیع مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی و تحقیقہ یا تری کما ہو ذا ہر فی الدر شہرا ایکذا الا ان العاریۃ بعوض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہی برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسد ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وہبتک او اجرتک منافعہا شہر ایکذا یا منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر بعوض اسقدر کے افاد ان رکنہا الایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب اور قبول ہی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہی کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ نہین ہوسکتا بدون ایجاب اور قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ کیفیت ایجاب اور قبول کی منعقد ہے لفظ سے نکلتی ہی اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب اور قبول کے ربط سے وشرطہا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان جہالتہما تفضی الی المنازعۃ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت کا اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعہ کی طرف پہونچاتا ہی وحکمہا وقوع الملک فی البدلین ساعۃ فساعۃ اور حکم یعنے اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین دمبدم اور گھڑی گھڑی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوتی جاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا تو بالضرور تراخی فی المنفعۃ موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر ودل منعقد بالتعاطی ظاہر الخلاصۃ نعم ان علمت المدۃ وفی البزازیۃ ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب وقبول لفظی ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہی اور اگر کمتر نہ ہو تو منعقد نہین ہوتا ہم امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین تو جائز نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے اور تتمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی نا دمین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین جاتا ہی یا سقے سے پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیۃ وتعلم النفع ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت وان طالت ولو مضافۃ کاجرتکہا غدا وللموجر بیعہا ویبطل الاجارۃ بہ یفتی خانیۃ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول پر فتوے ہی کذا فی الخانیۃ ہم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر اور مستاجر اس مدت تک زندہ نہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہی اور بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی اور تابید مبطل اجارہ ہی یہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی ولم تزد فی الاوقاف

علی ثلث سنین فی الضیاع وعلے سنة فی غیرہا کما ھو فی بابہ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہ ہوگی اراضی مین
اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین جیسا کہ گھر اور دکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلة ان یعقد
عقودا متفرقة کل عقد سنة بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج
ہو تو اجارۂ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت
حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اسکا فسخ کرڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیة وفیہا لو شرط
الواقف ان لا یؤجرہا الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامة اور خانیہ مین ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارۂ وقف
کی مدت شرط کرے تو اس شرط کی پیروی لازم ہے مگر جب کہ اسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ
قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قدمنا فی الوقف ان المفتوی علی ابطال الاجارة الطویلة
ولو بعقود وسیجیٔ متنا فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کرچکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارۂ طویلہ پر فتوی ہے اگرچہ بعقود
جداگانہ ہو اور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارة
اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا وتفسخ فی کل المدة لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری
الہدایة ورجحہ المصنف علی ما فی انفع الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح ہوگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد وہ
جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی ہے انفع الوسائل
کے قول پر م انفع الوسائل مین مذکور ہے کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہے تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہے تو
ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاة فیستاجر ارضہ الخالیة من الاشجار بمبلغ
کثیر ویساقی علے اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے انگور کی وقف لینے
سے یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا
کرتا ہے وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے م یعنے ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے
مساقی معین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارة لا فی المساقاة تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ مین نہ مساقات
مین یعنے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہے درختون کے
سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاة بالاولے لان کلا منہما عقد جدید
تو مفاد اس کا یعنے منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولے فساد ہے مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک ان دونون مین سے
یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے م منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض
وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اس واسطے کہ اجارۂ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال
ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہ ہوگا اسکے
وجہ اولویت کی یہ ہے کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونون ہے اور باوجود اس کے فاسد ہے تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو جیسا کہ
مساقات مذکورہ تو اسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہے ضمیر مفادہ کی اسکی طرف راجع ہے جو اسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی

قلت وقيد الاسراية الفساد في باب البيع الفاسد بالفساد القوي المجمع عليه فيسري كجمع بين حر وعبد بخلاف الضعيف المختلف فيه فيقتصر على محله
لا يتعدى كجمع بين عبد ومدبر قلت میں کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب میں فقہانے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہی تو کل عقد
میں فساد پھیلیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہر رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا
جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد میں تو اسکو تامل کر ہم پیشارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد
ضعیف ہی تو زیادت پر ٹھہر رہیگا اور تمام تک نہ پھیلیگا کذا فی الطحطاوی وجعلوه ايضا من الفساد الطاري فتنبه اور یہ بھی ہی کہ فقیہون نے طول اجارہ کو فساد
طاری قرار دیا ہی تو آگاہ رہ ہم یہ دوسری تائید ہی یعنی جب کہ یہ فساد طاری ہی تو کل عقد میں ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے میں تامل ہی یعنی
اسواسطے کہ صلب عقد میں داخل ہی اور طاری وہ ہی جو بعد عقد کے لاحق ہو و من حوادث الروم وهي زيد باع ضيعة من تركة ابيه على انها ملكه ثم ظهران بعضها
وقف مسجد هل يصح البيع في الباقي اجاب فريق بنعم وفريق بلا والف لبعضهم رسالة ملخصها ترجيح الاول فتامل اور ملک روم کے حوادث سے
یہ مسئلہ مسؤلہ ہی کہ زید کے وصی نے اسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا اور اسے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہی پھر ظاہر ہوا
کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہی کیا باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہان باقی یعنی غیر موقوف میں بیع صحیح ہی اور دوسرے فریق نے
جواب دیا کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہی تو اسکو تامل کر ہم شارح نے امر بالتامل
سے انفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہیں ہی تا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری سے دلالت کرتا ہی
اعقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہوجاتا ہی کذا في الطحطاوي وفي جواهر الفتاوى اجر ضيعة وقفا ثلث سنين وكتب في الصك انه اجر ثلثين عقدا كل عقد
عقيب الآخر لا يصح الاجارة وهو الصحيح وعليه الفتوى صيانة للاوقاف ثم قال ولو قضى قاض بصحتها تجوز ويرتفع الخلاف انتهى اور جواهر الفتاوی
میں ہی کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ اسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنی
عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اوقاف کی حفاظت کے واسطے یعنی
تاکہ اتنی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم
دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہوجائیگا انتهى ہم رفع خلاف اسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی
اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا في الطحطاوي قلت ويجي ان المتولي او الوصي لو اجر بدون اجر المثل يلزم المستاجر تمام اجر المثل وانه يعمل
بالانفع للوقف میں کہتا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اسپر عمل ہوگا جو زیادہ
نافع ہو وقف کیواسطے وفي صلح الخانية متى فسد العقد في البعض بمفسد مقارن يفسد في الكل اور صلح خانیہ میں ہی کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اس مفسد کے جو
مقارن ہی عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ہم مصنف اپنی شرح میں اس قول کو لایا ہی تاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کیواسطے ويعلم النفع ايضا ببيان العمل كالصباغة
والصبغ والخياطة بما يرفع الجهالة اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہی چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اس طرح کا بیان جو
جہالت کو دور کرڈالے ہم عمل زرگری میں ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز
اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضروری ہی اور دوخت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہی اور رشوب میں کپڑے کا معین ہونا ضروری ہی ولهذا
محیط میں ہی کہ اگر بن دیکھے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہی اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہوچکا ہو اسواسطے کہ کپڑا
غلظت اور رقت میں مختلف ہوتا ہی انتهى فيشترط في استيجار الدابة للركوب بيان الوقت او الموضع فلو خلا عنهما فهي فاسدة بزازيه تو سواری کیواسطے

جانور سکو کرایہ لینے مین بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہی تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے
کہ بیان مذکور رافع جہالت نہین و یعلم النفع ایضا بالاشارۃ کنقل ہذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہی جیسا کہ لیجانا
اس طعام کا فلانے مکان تک تمام ہو جبکہ منفعت مشار الیہ نہین ہی لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ فعل مخصوص مراد ہی کذا فی الدرر ثم الان
الاجر لا یلزم بالعقد فلا یجب تسلیمہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہین عقد سے تو واجب نہین
اس کی تسلیم یعنی اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارۃ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہی ہم اور جب
کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کردی تو اب اسکو نہین پھیر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الغایۃ اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل
اجماعا اور اجارہ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق و قیل تجعل عقودا فی کل الاحکام
فیفتی بروایۃ تملکہا بالشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیۃ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاسے پھر اجرت
کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاسے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ہم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بالفعل تفصیل
مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا مین متعارف ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین مثلا تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے
مین اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نرہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز
مین مختلف ہین بعضے مجوز ہین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین سو اسلئے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سوا سے عقد اول
کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارہ مضافہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام شہید نے
کہا ہمارے نزدیک صحیح یہ ہی کہ درحق سائر احکام عقود متعدد کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ ہی کہ
اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر تو مقدم مذکور ہوچکا کہ اسمین اشتراط تعجیل باطل ہی اور با قل سال اجرت لازم ہوگی چنانچہ طحطاوی نے بیان کیا
ہی و اللہ اعلم حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہی اور اگر شارح یون کہتا قیل تجعل عقودا و حینئذ فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط
التعجیل ای علی ہذا القول تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کر چکنے سے او تمکنہ منہ الا فی ثلاث
مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صور مین کہ باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ہم جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اس وقت مین اگر
مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی تو اگر موجر کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہین یا فارغ
تسلیم کی مدت کے نہین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اسکو محل اجارہ مین رکھا اور اسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کی طرف سے کوئی
عذر نہین لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صور تو نہین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صور تو نہین سے پہلی صورت
یہ ہی کہ قدرت علی الاستیفاء اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اسپر سوار
نہو تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو
پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علیہ بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت و لم تسکن لوجود تمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت
واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور سکونت اسمین مستاجر نہین ہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی و ہذا اذا کانت

الاجارۃ الصحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسطہ فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اُس وقت ہے
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارہ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع فقط قدرت سے چنانچہ اُسکو عمادیہ میں مشرح بیان کیا ہے و
ظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف تجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکالا گیا ہے وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد
اجارہ میں بھی واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ہم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارہ فاسدہ میں اگر زراعت اور سکونت نہو تو
اجرت لازم نہیں متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہو جا انکہ متاخرین کا خلاف اسمیں نظر نہیں آیا اور اجناس میں
خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور نہ بعض اسکا تصحیح ہے علاوہ وجوب اجرت ہے جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا اسمیں شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وفی مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی بیع
الوفاء علی ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع یعنی میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہو اور بیع الوفا کے
اجارہ والی چیز ہو جب فتوے علماے روم بھی اسیطرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کچھ تردد کا مقام نہیں
چنانچہ ہم مذکور کرچکے ہیں اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اسمیں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اُسکے حکم میں کچھ تغیر نہیں انتہا بیع الوفا کی یہ صورت
ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اُس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ
صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اُسکے ہاتھ میں باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا اسمیں خلل ہے کہ
بعد انقضاے مدت اجارہ اصلا اجارہ نہیں کذا فی الطحطاوی وبقولہ وتسقط الاجرۃ بالغصب ای بالحیلولۃ بین المستاجر والعین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور
مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے
کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی ولا تنفسخ بالغصب قال
فی الہدایۃ نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں فسخ ہو جاتا ہے برخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض المدۃ فبحسابہ
اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اُسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ
مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ ہم اگر بدون خرچ امکان
اخراج مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اُسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اُسکا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب المؤجر وادعاہ المستاجر ولا بینۃ لہ یحکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ہم یعنی اگر مستاجر گھر میں تنہا ہو غصب
کے حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اسمیں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اسپر کرایہ نہ ہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر میں
اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری رہنے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑنے کے وقت تو موجر کا
قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی البحر ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد ذخیرہ اور گھر کے رہنے والے کا قول قبول ہوگا اسواسطے
کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ
وبقولہ ولا یعتق قریب المؤجر لو کان اجرۃ لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد
نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اسواسطے کہ موجر اسکا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اُس کی یہ ہے

کہ زید کا بھائی خالد ہے محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ مجرد عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہیں ہوجاتی والمراد من تمکنه من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع
اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلم العین الموجرۃ بعد مضی
بعض المدۃ والاجرۃ فلیس لاحدهما الامتناع من التسلیم والتسلم فی الباقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیها لاجله
اور اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذرجانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے
امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو جسمیں امتناع
دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیها ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی او حوانیتها زمن الموسم فانه لا یرغب فیها بعد
الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجله خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ویسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے
کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دکانین موسم حج کے زمانہ میں ہوا سواسطے کہ بعد موسم حج اُن کی خواہش
نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اس وقت میں تسلیم نہ کرے جسکی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے
نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے گئے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذرجانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید
میں اختیار ہوگا ولو سلمه المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعه ان امکنه الفتح بلا کلفة وجب الاجر والا لا اشباه اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی
سو مستاجر اس کے کھولنے پر قادر نہوا بسبب گم ہوجانے کنجی کے تو اگر اس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں
تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ هم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمیں رہ مگر اسنے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا
میں اسمیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یون حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیون نہ
قفل توڑ ڈالا اور کیون نہ اسمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بهذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیة لم تصح صیرفیه
میں کہتا ہون اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی
الصیرفیه ولو اختلفا تحکیم الحال اور اگر دونون میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس
ہے مستاجر کہتا ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونون کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال
سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو برهنا فبینة الموجر ذخیرہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز
مستاجر کی ساتھ منح الغفار میں کہا گھر خرید کیا اور کنجی اسکی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں
کذا فی المنح وقیل ان قال له اقبض المفتاح وافتح الباب فهو تسلیم والا لا کما بسطه المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور
دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجر
طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابة کل مرحلة اذا اطلقه ولم یبین تعیین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز
اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہوگیا ہو تو وہی تعیین ہوگا
شرط کے موافق وللخیاطة ونحوها من الصنائع اذا فرغ وسلم فلو هلك قبل تسلیمه سقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے او

پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی ایسے مزدوری کا مطالبہ بدون نہیں بلکہ کام
کر چکے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اس چیز کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی مثلاً ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اُسکی باقی
جل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی تلف ہوا ہی وکذا کل من لعملہ اثر اور اسیطرح
ہر ایک اُس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود رہے جیسے بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان
اور کپڑے اور زیور میں موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا و مالا اثر لہ کالحمال لہ الاجر لما فرغ وان لم یسلم
اور جسکے عمل کا اثر نہیں ہوتا چنانچہ حمال تو اسکو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو مثلاً تو بعد فراغت کے تلف
ہوجانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان عمل فی بیت المستاجر دوخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہیں بدون فراغ
اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر میں کیا ہو مثلاً مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر میں عمل سے فارغ ہونا تسلیم
نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہی اسواسطے کہ زیلعی میں ہی کہ خیاطت وغیرہ میں مستاجر کے گھر میں تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر
کے گھر میں ہی اور گھر اس کے قبضے میں ہی تو اس میں تسلیم حقیقی کی حاجت نہیں تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو جب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف
ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت اجیر کی بسبب تسلیم حکمی کے لازم ہوا ہی ایسے اگرچہ تسلیم نہ کی ہی لیکن تسلیم بائی نہیں کی بدایہ میں یوں ہی کہ بعض
اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہیں تا وقتیکہ عمل سے فارغ نہ ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہیں تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہوگا
اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر میں عمل کرے مستوجب اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعۃ میں ہی کہ جب مستاجر کے گھر میں بعض
ثوب کی دوخت کرے پھر اسکی چوری ہوجاوے تو بقدر دوخت اسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی اور بحر میں ہی کہ مجمع
بدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر میں عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہیں اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر میں مذکور ہی کہ جب بعض
دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اسکے حساب سے اجرت واجب ہی تو اگر کپڑا چوری ہوجاوے کچھ سینے کے بعد تو اسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی
نعم لو سرق بعد ما خاط بعضہ او انہدم بعض ما بناہ فلہ الاجر بحسابہ علی المذہب بحر و ابن کمال ہاں اگر کپڑا چوری ہوجاوے بعد اسکے کہ درزی نے اسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار
گر پڑی بعد بنانیکے تو اسکا اجر ثابت ہوگا اسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر و ابن کمال ہم یہ استدراک بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے
گھر میں ہی تو اجرت واجب ہی خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر میں ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہیں بدون تسلیم کے اور دیوار
اُٹھانا تو نہیں ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق میں ہی کہ مسئلہ بنا خود اصل میں مختلف فیہ ہی کہ بعض عمل سے اجرت اسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے
اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان میں ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا اور لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی میں اسکو
پسند کیا ہی اگرچہ اسکی عبارت کنز میں مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوب خاطہ الخیاط باجر ففتقہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ بل لہ تضمین
الفاتق کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون ادھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اسکے واسطے مزدوری نہیں بلکہ درزی
کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا یجبر علی الاعادۃ وان کان الخیاط ہو الفاتق فعلیہ الاعادۃ کانہ لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی
اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہ ہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اسپر دوبارہ سینا واجب ہی گویا اُس نے نہ سیا تھا برخلاف
اجنبی سے یعنے اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہیں وہل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطۃ الاصح لا اشباہ لکن فی حاشیتہا
معزیا للمضمرات المفتی بہ نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رأیت فی التاتارخانیۃ معزیا للکبریٰ ان الفتوی علی الاول فقال اور

کیا خیاط کے واسطے کپڑا بیونتنے سے بدون سینے کے مزدوری ہی یا نہیں قول اصح یہ ہی کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہیں
کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ حضرات سے منقول ہی کہ قول مفتی بہ یہ ہی کہ ان اجرت ہی اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا جواب لائق یہ ہی
کہ رواج پر حکم ہو انتہی بحر میں ہے تاتارخانیہ میں فتاوے ابی سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہی تو تامل کرو صورت مسئلہ یہ ہی کہ جب کپڑا درزی
کو سینے کے واسطے دیا سو اُسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی ہوا اسواسطے کہ نقل تاتارخانیہ وغیرہ
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی ہوا اسواسطے کہ حاشیہ حضرات اور صاحب کبری دونوں نے ذکر کیا ہی کہ وجوب اجرت پر فتوی ہی اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہی کہ عدم لزوم پر فتوی ہی اور حالانکہ ایسا نہیں ہی تامل کذا فی الطحطاوی والخباز یطالب الاجر اذا خبز فی بیت المستاجر بعد اخراجه من التنور لان تمام
[illegible] بالاخراج ولبعضه بحسابه جوہرہ اور روٹی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہی مستاجر کے گھر میں تنور سے نکال لینے کے بعد
اس واسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہی اور بعض روٹیوں کے نکال لینے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی
الجوہرہ فان احترق بعده ای بعد اخراجه الخبز فله الاجر لتسلیمه بالوضع فی بیته ولا غرم لعدم التعدی وقالا الغرم مثل دقیقه ولا اجر وان
شاء ضمنه الخبز واعطاه الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جل جاوے تو اُسکا اجر ثابت ہی بسبب تسلیم کردینے طباخ کے
مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جلجانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اُسکی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ
تاوان دے اُس کے آٹے کے برابر اور اُس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اُس کو روٹی
پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبله لا اجر له ویغرم اتفاقا لتقصیره درر وبحر اور اگر روٹی جل گئی تنور سے نکالنے سے پہلے تو اُس کی
مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اُسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لم یکن الخبز فیه ای
فی بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر له لعدم التسلیم حقیقة ولا ضمان لو سرق لانه فی یده امانة خلافا لهما
وهی مسئلة الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نانبائی کے گھر میں ہو یا کہیں اور پھر جل جاوے یا چوری جاوے
تو اُس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اُسپر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اُس کے پاس
امانت ہی برخلاف صاحبین کہ اُنکے نزدیک تاوان ہی اور یہ مسئلہ ہی اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہی
تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یده قبل الاخراج فعلیه الضمان
ثم المالک بالخیار فان ضمنه قیمته مخبوزا فله الاجر وان ضمنه قیمته دقیقا فلا اجر له للهلاک قبل التسلیم ولا یضمن الحطب والملح اور
اگر روٹی جل گئی یا اُسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور سے نکالنے سے پہلے تو نانبائی پر ضمان ہی پھر مالک کو اختیار ہی کہ اگر اُس سے پکی روٹی کا تاوان لے
تو اُسکی مزدوری ثابت ہی اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہوجانے کے قبل تسلیم کے اور اُسپر لکڑی اور نمک کا تاوان
نہیں والطبخ بعد الغرف الا اذا کان لاہل بیته جوہرہ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہی نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جبکہ پخت مستاجر کے گھر والوں کیواسطے ہو نہ اہل
دعوت کیواسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ اس میں رواج ہی یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہی تو نکالنے کے بعد
مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد مزدوری ملیگی سو کہا کہ جس محل میں نکالنا نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہی فان افسده ای الطعام الطباخ
او احرقه او لم ینضجه فهو ضامن للطعام یعنی اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہی یعنی طعام کی قیمت کا

عادت اہل بستی و محلہ کو ملحوظ رکھنا ۱۲

اُسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شیء من السکان لعدم التعدی جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اُسمیں سے ایک چنگاری گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اُسپر تاوان نہیں کیونکہ اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاوے رہنے والوں کا بوجہ عدم تعدی کے جوہرہ میں نے کہا یہ مسئلہ منصوص یا جمیع بلیغ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے ولیضرب اللبن اجیر الا باقامتہ قالا لابعد تشریحہ ای جعل بعضہ علی بعض و بقولہما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مستحق اینٹ کھڑی کردینے کے بعد ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگادینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے یہ نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے

وہذا اذا ضرب فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجرۃ حتی یعدہ منصوبا عندہ و مشرجا عندہما زیلعی اور یہ اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹیں پاتھی ہوں اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹیں پاتھی ہوں تو اجرت واجب نہیں جبتک شمار نہ کرے کھڑی کرکے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر صاحبین کے نزدیک یہ کذا فی الزیلعی مترجم کہتا ہوں تسلیم شرط کی ہے شمار اور شرط تسلیم ہے پس ہر اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر فلیحفظ مسائل [illegible]

الاجیر علی اللبان فالتراب علی المستاجر واخراج الخبز علی الخباز لا صبہ فی الجوالق او صب المرقۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا اجیر [illegible] اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ ہے اور مٹی اینٹ بنانے کے واسطے مستاجر پر اور روٹی کا تنور سے نکالنا اجیر پر ہے اور [illegible] شوربا ڈالنا اجیر پر نہیں مگر شرط کر لینے سے والاکاف و ادخال الحمل بیت المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجہ لادنا [illegible] واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری پر ہے اور اسی طرح رسیاں اور بورئیں مکاری پر ہیں والحبر علی الکاتب و اشتراط الورق علیہ یفسدہا حبر یہ اور روشنائی [illegible] کاتب کے ذمہ ہے اور کاغذ شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا فاسد ہے کذا فی الظہیریۃ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار یحبسہا لاجل الاجر [illegible] اجیر کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو چیز میں جیسا کہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اُس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے [illegible] اور دھوبی سے وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوتے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگاکر فقط غاسل ثوب جیسی یہ ہے کہ [illegible] حبس بالاجرۃ کے واسطے ہوا چنانچہ بیع میں کذا فی الدرر [illegible] المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشا والغراء [illegible] فغاسل الثوب وکاسر الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف والحالق [illegible] لعدم حبس العین بلا اجر علی الاصح مجتبے اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی چیز مملوک مراد ہے جیسا کہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمین دو قول ہیں یعنے ایک قول یہ ہے کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا چیز کا اجرت لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ثم بحر الرائق میں ہے کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد دھلائی میں حق حبس نہیں تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی درر میں نہایہ سے قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سوا میل چھڑانے کے اس میں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اُسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہوگئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اُسنے سپیدی ایجاد کردی ظاہر کردینے سے فہذا اذا کان حالا اما اذا کان مؤجلا فلا [illegible] کما لو عمل فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنے حق حبس اسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہوگئی ہو تو اجیر اُسکے حبس کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے ولم یضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر پر تاوان

الا نہ نقص ... ن سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی النہایۃ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے
چیز روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اُسکی مزدوری نہیں اور نہ اُسپر تاوان ہے بواسطہ عدم تعدی کے ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ والدابۃ
والملاح وغاسل الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ فتحقیق فلیس لہ ان یحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہ ہو چیز میں جیسا کہ اپنی پیٹھ پر یا جانور
پر بوجھ لادنے والا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا اجیر کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کے واسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوے
اُسکے طاہر کرنے کے واسطے نہ تحسین کے واسطے کذا فی المجتبیٰ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اُسکے فعل سے
ظاہر ہو گئی تو گویا اُسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو تحسین ثوب حبس کا مالک ہو گا نہ تطہیر ثوب اور یہ بات یوں کہا کہ غلام کہ نہ تھے کہ پکڑ لانے والے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اُسکے
عمل کا اثر نہیں فلو حبس ضمن ضمان الغصب وسیجی فی بابہ پس اگر اجیر نے کو حبس کرے تو غاصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے
باب میں یعنی اگر حبس میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار ان شاء ضمنہ
قیمتہا ای بدلہا شرعا محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جوہرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حال سے اُسکو محمول اعتبار کرکے اُسکی قیمت
یعنی اُسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرۃ واذا شرط علی الصانع
بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصۃ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اُس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نہ لے مگر دایہ کہ اُسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور
بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصۃ ہم خانیہ میں ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اُسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کروا دیا تو اجرت واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان اطلق کان لہ ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبہ
صرح فی الخلاصۃ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا بصورت تلف ہونے کے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اسکو صریح بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانہ لو شرط الیوم او غد
فلم یفعل وطالبہ مرارا فسرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج
یا کل کے دن کی شرط کی سو اُسنے اُسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اُسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہو گئی تو تاوان اجیر پر لازم
نہ ہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصۃ وقولہ علی ان الاطلاق لا التقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یون کہنا کہ
استیجار ہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے یہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اُسکے اہل وعیال کو لے آوے سو انمیں کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی
لوگوں کو لے آیا تو اُسکی مزدوری ثابت ہو گی اُسکے حساب کے موافق ہے اسواسطے کہ اُسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہو گا پھر اگر نصف کو لایا نصف عیال ہوں تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہوں تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا
وقید بقولہ لو کانوا ای عیالہ معلومین ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بکلہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اُسکے اہل وعیال معلوم ہوں یعنی
عاقدین اُنکو جانتے ہوں تب بقدر حساب بعض عیال یعنی اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سبکے مقابلہ میں پڑے والا یکونوا معلومین فکلہ ای لکل الاجر ونقل ابن
الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام سعد نے
سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اُسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لا ایصال خط ای کتاب او زاد الی زید ان ردہ ای المکتوب او الزاد لموتہ ای زید او غیبتہ لاشئ لہ لانہ نقضہ بعودہ کالخیاط اذا خاط ثم
فتق یعنی جبکہ مقرر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اُسکے واسطے
کچھ مزدوری نہین اسواسطے کہ اُسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کردیا اُسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جبکہ سیا پھر اُس کو
اُدھیڑ دیا الام مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونون کو ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی
چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہی اور امام محمد کی جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الخانیۃ استاجر لیذہب الموضع
کذا ویدعو فلاناً باجر مسمی فذہب للموضع فلم یجد فلاناً وجب الاجر اور خانیہ مین ہی کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے معین مزدوری
پر پس اجیر وہان گیا اور اُسنے اُس شخص کو نپایا تو مزدوری واجب ہوگی ہم خانیہ مین تبلیغ رسالت مذکور ہی نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکسان
(پہونچانا پیام کا ۱۲)
قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذہاب وہو نصف
الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وعولوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القہستانی عن النہایۃ انہ ان شرط المجئ بالجواب فنصفہ
والا فکلہ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب مین اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثون کو درصورت موت زید کے یا اُس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے
جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت ہی یہی کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہی
صاحب درر کا لیکن در محشیون نے اعتراض کیا ہی اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہی لیکن قہستانی مین نہایہ سے منقول ہی کہ اگر جواب
لانا شرط کیا ہی تو نصف اجرت لازم ہی اور نہین تو تمام اجرت لازم ہی تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول
ہی اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہی وان لم یجدہ ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شئ لانتفاء المعقود علیہ ہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو
پایا اور خط اور توشہ اُسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اُسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما
لو مزقہ اور اسمین اختلاف ہی اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضون کے نزدیک آنی مزدوری واجب ہی اور بعضون کے نزدیک واجب نہین متولی ارض الوقف
اجرہا بغیر اجر المثل یلزم مستاجرہا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق مین تلخیص
وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہین وکذا الحکم وصی واب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہی وصی اور باپ کا چنانچہ
مجمع الفتاوی مین ہی یعنی اگر وصی یا باپ نے غیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر ویفتی بالضمان فی
غصب عقار الوقف وغصب منافعہ وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی نقضوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظراً للوقف وصیانۃ
لحق اللہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہی غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین
اور اسیطرح ہر ایک اُس چیز کا فتوی ہی جو وقف کیواسطے نافع تر ہی جسمین عالمونکا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہی فقہا نے زیادت فاحشہ کے نزدیک
بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہوجانا ہی بلا تعنت چنانچہ عنقریب
فروع مین مذکور ہوگا مات الاجر وعلیہ دیون حتی فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر اولی من فی یدہ ولو العقد فاسداً اشباہ حق بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی
الاجرۃ المعجلۃ مرگیا ایک اجارہ کا دینے والا اور اُسپر لوگون کے دین ہین تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہی اجارہ کی
چیز کا اُسکے اور قرضخواہون سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ مین ہو اگرچہ عقد فاسد اُسکے تصرف مین ہو

الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیؤجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر میں لوگون کو تغابن ہوتا ہے نقصان اٹھا نہ اسقدر میں جسمین تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو سوجیا اسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اُسکے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی ما فی فتاوی مؤیدزادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان الاجرۃ اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا ینقض قال وبہ اجاب شیخ الاسلام الشیخ بخطہ اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے شیخ الاسلام نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہون نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اُس سے متصل ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ؞

باب ما یجوز من الاجارۃ و مایکون خلافا فیہا ای فی الاجرۃ

یہ باب ہے اُس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارہ یہ باب ہے اُن افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں **تصح اجارۃ حانوت** ای دکان **و دار بلا بیان ما یعمل فیہا** لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اُس فعل کے جو اُسمین کیا جائے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اُسمین سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت نہیں ہے **و بلا بیان من یسکنہا** فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما سیجئ اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی **و لہ ان یعمل فیہا** ای الحانوت والدار **کل ما اراد** فیتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ و یستنجی بحائطہ و یتخذ بالوعۃ ان لم تضر و یطحن برحی الید وان ضر بہ یفتی قنیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو میخ گاڑے اور اپنے جانور اُسمین باندھے اور لکڑیاں توڑے اور اُسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنا دے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اُسوقت جائز ہے جبکہ جانورون کیواسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصطبل نہ بنا دے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید ان کان لا یضر یمنع علیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوی ہے ہموے نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ اسکی شرط ہوگئی ہو یا مالک اُس فعل سے راضی ہو جاوے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی **غیر انہ لا یسکن** بالبناء للفاعل و المفعول **حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ** لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سوے اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اُسکی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے ہم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حداد وغیرہ کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے **وان اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر** کما لو انکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے میں مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا **وان اقاما**

باب ما یجوز من الاجارۃ و مایکون خلافا فیہا ای فی الاجرۃ

البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لانہا تثبت الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی
الخلاصۃ وفیہا استاجرہ للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے تو اسکو اسمیں آہنگری درست
ہے اگر گاذری اور آہنگری کا ضرر یکساں ہو ولو فعل مالیس لہ لزمہ الاجر ان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے
جو اسکو درست نہیں ہے تو اسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اس کام سے عمارت منہدم ہوجاوے تو اسکا تاوان دیوے اور اس صورت میں کرایہ
نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل یبطل
التقیید لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال
کرنے والے کے اختلاف سے اسمیں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ قید لگانا کچھ مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف
ما یختلف بہ کما سیجیئ بخلاف اس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مثلاً رکوب اور کپڑا پہننا
کہ اسمیں تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف استعمال کے تو تاوان لازم ہوگا بوجہ مخالفت شرط کے وللمستاجر ان یواجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو
اجارہ دیوے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی خیرات کرے ہم یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات
کرے اسپے صرف میں نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئاً مگر دو صورتوں میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے کہ گھر کو کرایہ دے
خلاف جنس پر یا گھر میں کچھ درستی کردی ہو تو خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی
کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کردے یا پلستر کرے اور دیوار وغیرہ درست کرے اصلاح میں داخل نہیں ولو آجرہا بالموجر لا یصح وتنفسخ الاجارۃ
فی الاصح بحر معزیا للجوہرۃ وفی تصحیح خلافہ فتنبہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک دہندہ کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق
میں جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا
وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان یزرع فیہا ما شاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب
صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اسمیں بوئی جاویگی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں
اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم
مزروع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسد پلٹ کر صحیح ہوجاویگا اسکی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار
نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان
زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جبکہ جہالت دفع ہوگئی
زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت
ہے ہم اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے
واسطے اور بدون دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع
جائز ہے اور اسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف میں
ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا الی السقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد
جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہ ہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے آخر باب وہی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہے تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹ کے اور
زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکر جائز ہوجائیگا مالم یستحصد الزرع فتجوز ویومر بالحصاد والتسلیم به یفتی بزازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ
جائز نہیں جبتک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرہا مضافۃ الی
المستقبل فتجوز مطلقا مگر جبکہ زراعت والی زمین کو زمانہ مستقبل کی طرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ام بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی العمادی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ اور کسی اولا فتاوی قاری الہدایۃ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایۃ وفی الوہبانیۃ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ وابتداء
المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اسکے خالی کر دینے
کا اور ابتداے مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وقدمنا فی المتفرقات اور اشباہ
میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آوے گا وتصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے
اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں
کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یہ اجارہ
زراعت کے واسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما
سو اگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے ہم معنی
نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کیا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا بان تقوم الارض بہما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جبکہ موجر مستاجر کو کھودے مکان یا درخت کی قیمت کا
تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر
تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار وتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہوجاوے اسواسطے
کہ اسمیں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر وہذا الاستثناء
من لزوم القلع علی المستاجر فافادہ انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص تملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا
اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں
اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہوجاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کرکے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو
اسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد اداے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس
لہذا والارض لہذا ایا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجر کی شارح نے کہا یعنی عطف ہے بغیرہم پر وہذا الترک ان بامر فاجارۃ والا فاعارۃ فلھما ان یؤاجرو ہا لثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض
بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ یعنی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھودنے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ
اجارہ ہے والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور دونوں شخص اجرت کو زمین
کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کرین پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی مثلا اگر زمین کی قیمت
دو سو ہے اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن
القیم ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف مین ہے کہ فی سبیل اللہ گھر مین کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون
اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اسکی قیمت دلانے پر مکان بنانیوالے کے واسطے زبردستی کیجاے
الی آخر العبارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلاوے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارضا وقفا وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر
استبقاؤہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین
اجارہ لی اور اسمین درخت لگاے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختونکا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہے جبکہ اس باقی
رکھنے مین وقف کو ضرر نہو اور جنپر زمین وقف ہے وہ نہ مانین سواے کھودنے کے تو انکو اسکا اختیار نہین کذا فی القنیۃ ثم ظاہر بیان مصنف یہ دلالت
کرتا ہے کہ وہ جو سابق مذکور ہوچکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہے
اور اسعاف اور حاویہ مین قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت سبب وقف کو ضرر نکرے تو اسکے کھودنے پر بنانے والے پر زبردستی کیجاے انتہی اور علما
ذکر کیا ہے کہ قنیہ کا نرالا قول لائق عمل کے نہین تو کیونکر اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابون کے مخالف ہو یا اسکو خلاف مشایخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی مختصرا
قال فی البحر وبہذا العلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضا فی اوقاف الخصاف بحر الرائق مین کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ
معلوم ہوتا ہے اور وہ اوقاف خصاف مین بھی منقول ہے یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط اجتماع عاریت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر باقی رکھے اور
اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کیواسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہے خلو کا جو اول کتاب البیع
مین مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھودا
جاے مدت گذر جانے کے بعد رطبہ ما بین شجر اور گیاہ کے ہے فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین بیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال رہتا ہے اسواسطے وہ
در حکم شجر ہے نہ در حکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابدا وانما یقطع ورقہ وینبع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے کہ جڑ زمین
مین ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑے جاوین اور پیدا ہون اما اذا کان لہ نہایۃ معلومۃ کما فی الفجل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع فیترک
باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق
یہ ہے کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑی جاے اسیطرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز مین اور اسکو
تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مولی اور گاجر کی مثال درست نہین ہو اسواسطے کہ ایکبار اکھاڑ لینے
سے پھر باقی نہین رہتی قلت بقی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الجلبی فلیحفظ تقییدہ مین کہتا ہون
یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا نرکل تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کما فی فتاوی ابن الجلبی
تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت مثل لیکر اسکے

پکنے تک دونوں جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہوا تو
پکنے تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں مقرر ہوچکی بخلاف موت احدہما قبل ادراکہ فانہ یترک
بالمسمی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان ابقاءہ علی ما کان اولی ما دامت المدۃ باقیۃ اما بعدہا فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا موجر کہ کھیت
پکنے سے پہلے ہو اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہوگیا ایک شخص کی موت سے ہو اسواسطے کہ ہم کا
باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جبتک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاے مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی وملحق بالمستاجر المستعیر فیترک الی ادراکہ باجر
المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نہ کیا جاے کھیت سے اسکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک
نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجرت مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر یہ ہے حکم
ہے عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیومر بالقلع مطلقا لظلمہ اور غاصب کو کھیت کاٹ
ڈالنے کا حکم ہوگا اسیطرح اگرچہ کھیت پکا ہو اسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب الہدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد فیہ لم یترک الزرع باجر المثل قضاء او تعاقدا
حتی لا یجب الاجر الا باحدہما کما فی القنیۃ فلیحفظ کلمہ پہ دریافت کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نہ کیا جاے اجرت لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم
سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہوگی بلکہ قضا یا عقد متعاقدین سے چنانچہ قنیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا
فی البحر وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر
لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ و در مین کافی سے منقول ہے کہ اگر
بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے فلا تصح اجارۃ الدابۃ لیجنبہا ای لاجل ان
یجعلہا جنیبۃ بین یدیہ ولا یرکبہا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اسکو خالی لے چلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اسکو کوتل کرلے چلے اپنے سامنے
اور اسپر سوار نہ ہو ولا تصح اجارتہا ایضا لاجل ان یربطہا علی باب دارہ لیراہا الناس فیقال لہ عرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اسکو
باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلا صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان یزین بیتہ او حانوتہ بالثوب لما مر ہنا
ان ہذہ منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارات ثلثہ مذکورہ اس قبل سے
جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں مذکور کرچکے کہ جانور کا کوتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت
غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں انکا فرش کرے اور انپر نہ بیٹھے اور نہ سووے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت بلا اجر اور جبکہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا لو استاجر بیتا لیصلی
فیہ او طیبا لیشمہ او کتابا او شعرا لیقراہ اصلا شرح وہبانیہ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تا کہ اسمیں نماز پڑھے یا خوشبو دار چیز کرایہ لے سونگھنے
کے واسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا
نماز کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہے اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت
انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہوجاے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے
تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یقید بالرکوب واللبس ارکب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوا
ر کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر نے موجر سے کہ سوار کرد نگا یا

پہنا دیگا جسکو چاہیگا کذا فی الحموی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کہے اسواسطے کہ ایسے ہی واسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح ذکر کریگا
وتعین اول راکب فلابس اور متعین ہوجائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہوجاویگا کہ یہی شخص
اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اسپر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذا فی الدر عن الزیلعی وان لم یعین بن یہ کہا فسدت للجہالۃ اور اگر مستاجر نے
بیان نہ کیا کہ کون اسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو لون کہنا صواب تھا (ولو استاجر للرکوب مطلقا)
یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے
کذا فی الطحطاوی وتنقلب صحیحۃ برکوبہا اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہوجاویگا جانور پر سوار ہونے سے خواہ مستاجر آپ سوار ہوا یا غیر کو سوار
کرے از راہ استحسان اجرت مسمیٰ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی
تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہائی تعیین کو ابتدائی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور سوار پر تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے
اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں بجہت عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید براکب اولابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور
زیادتی کرنے والا
اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اسکے خلاف کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ جانور ہلاک ہوجاوے اور اسپر اجرت لازم نہیں
اگرچہ اسنے تسلیم کی ہو بسبب مخالفت سے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دست میں متفاوت ہوتے ہیں اسواسطے کہ اکثر ہلکے اور بہتیرے
کہ انکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقفکاری کے اور بہت ہوتے ہیں کہ جنکی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے
واقف ہوتے ہیں بخلاف ما لا تفاوت فیہ کحداد او شرط اسکنت بحیث الاجر او الحکم لانہ لما تحکم ہمین انہ لم تخالف وانہ ما لا یوہن الدار کما فی الغایۃ یہ خلاف اس
دکان کے جسمین مستاجر نے مثلا لہار کو بٹھلایا اسواسطے کہ اسمین اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اسنے دکان
تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہیں کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحطاوی نے کہا ہے کہ گفتگو
اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانہ مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہم یہ تعلیل ہے
مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی البحر ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط اور جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز کہ متفاوت
اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ کے کھڑے کرنے میں
اور مکان نصب کے تجویز کرنے میں اور اسکی میخین گاڑنے میں متفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے
بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں برابر ہے کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیاں اجرت
وفیما لا یختلف بہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لان التقیید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف
مستعمل کے تو اسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اسکے غیر کو اسمین بسادے اسواسطے
کہ مذکور ہو چکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار
کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اسکے مانند اور اس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا کر قسم کا پیمانہ ہے
نہیں بارہ صاع کا پیمانہ ہے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمینا اٹھائیس سیر کا ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہوں کے برابر اور گیہوں اسکے
وزن کے برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہیں والاصل ان من استحق منفعۃ
مقدرۃ بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو یا اسکی

ہلا یا اس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہیں ومنه تحمیل وزن البر قطنا لا الشعیر الی الآخ اور منجملہ غیر جائز صورت کے
یہ لادنا روئی کا جو برابر گیہوں کے وزن کے نہ لادنا یہی قول اصح ہے یعنی اگر من بھر گیہوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر روئی
جانور پر لادی تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اس میں گرمی بھی زیادہ ہے تو اسکا ضرر زیادہ ہے اور گیہوں
اور گیہوں کی عوض اگر جو اسیقدر لادے اور جانور مرگیا تو تاوان نہیں بقول اصح اسواسطے کہ جب جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا
ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیلاؤ کے یہی فتویٰ ہے بر صدر شہید کا حاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اُسے اور چیز لادی اور وزن دونو
کا برابر ہو مگر محمول کمتر پھیلتا ہو جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہوں کے وزن کے برابر لوہا لادا
اور اگر محمول اسکی زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر مسمی سے تو تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے
تاوان لازم نہ آویگا مگر جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر متجاوز ہو چنانچہ روئی عوض گیہوں کے کذا فی الحاوی [illegible]
اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اس شخص کو سوار کر لیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکتا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے گا
اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الغایۃ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے کہ
آدمی غیر موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سواری کے واقف کار سے جانور کو
ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے وہذا ان کانت الدابة تطیق حمل الاثنین والا فالکل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اس وقت ہے
جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر پر ہر حال میں یعنی خواہ بذات خود تھم سکے یا نہ ہو سکا لو حمله
الراکب علی عاتقه فانه یضمن الکل وان کانت تطیق حملهما لکونه فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھا لیا تو
مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ ایک جگہ
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الردیف صغیرا لا یستمسک یضمن بقدر ثقله اور اگر پیچھے سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت
جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہو گیا صغیر کے سوار کرنے سے اتنا تاوان لازم ہوگا کحمله
شیئا آخر ولو من ملک صاحبها کولد الناقة لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اٹھا لینے سے بقدر اسکے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول
جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس المراد ان الحمل
یوزن بل ان یسال اهل الخبرة کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تولا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل دانش سے پوچھا جائے کہ کتنا
بوجھ زیادہ ہو گیا حمل صغیر یا حمل شئی آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان
دیگا بموجب اس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہو گیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرة اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو
یعنی درصورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا ولو ما یلبسه الناس ضمن بقدر ما زاد مجتبی اور اگر اسقدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر
زیادتی کے ضمان دیگا کذا فی المجتبی واذا هلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لرکوبه بنفسه مع التضمین ای تضمین نصف القیمة لرکوب غیره اور پیچھے سوار
کرنے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہونچنے کے ہلاک ہو وے تو ساری اجرت واجب ہوگی اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی
نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم ان ضمن الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجرا من المستاجر والا پھر اگر سوار یعنی مستاجر
راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ پھیرے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے پھیر لے اگر اسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہو اور اگر ردیف بطریق اجارہ

سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بالوثہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ
روایت میں جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صور
مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی ولو ہو اردفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف روایت
کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو غاصب ٹھہریگا تو اسپر اجرت لازم ہو گی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ
کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل بخلافہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ معزیا الی الابرد الضمان لایجتمعان لیکن سراج
وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وجمع ما بین الاجرت والتضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کیونکر یہ
اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے
سوار ہو یا پیچھے دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا
ذکر بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا ہوا اور اجتماع تاوان
کا اجرت کے ساتھ وہاں ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جاوے اور یہاں ایسا نہیں ہے اذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدارا فحمل
علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ لادا اور وہ ہلاک ہو گیا تو
تاوان دے بقدر زیادہ ہوجانے بوجھ کے ہم مثلا تین من لادنا مقرر ہوا سو اسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہو گیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا
تاوان لازم ہوا وہذا اذا حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عمادیہ اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ خود
مستاجر اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی العمادیہ خواہ کم
زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہو گا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیوں نہ تول لیا تھا علامہ
مقدسی نے کہا اسمیں تامل ہے اسمیں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کے تتمہ
تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملاہا معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر لفعلہ وہدر فعل ربہا یعنی اور اگر مستاجر اور
مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا
فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی العینی ولو کان الحمل فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقا ای وعاء کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا …
لا ضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلا گیہوں ہو دو گون میں اور مستاجر اور مالک ہر ایک نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد
اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک تار ہے گیہوں کے مانند مثلا ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ
ثم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا
پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ ہو ما یوجد
فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی فتنبہ
میں کہتا ہوں اور جو خلاصہ میں ہے وہ اس متن کے بعض نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی …

پھر جانور کے مالک نے اور اگر اُسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصہ تو ضمیر وارد ہوئی
قول غیر معتمد ہے وہذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابة المستاجرة تطیق مثلہ اور یہ یعنی مسئلہ اولی میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادتی فقط کے
اسوقت ہے جبکہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمة لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر
للحمل والضمان للزیادة غایة اور جبکہ جانور اُتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور
مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنیکے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنیکی جہت سے کذا فی غایة التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا
سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں جمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ
کہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادة انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ
ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادة وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت محل معین کی جنس سے ہے
تو اگر زیادتی اُسکے مغایر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا جیسا کہ بحر میں ہے اور یہیں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط محل معین بلا خلط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال ولم یتعرضوا للاجر اذا سلمت لظہور وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا
صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جبکہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط
مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکة وظہور وجوب المسمی
سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جبکہ محل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہونچا تو زیادہ لادنے سے کچھ اجر کا استحقاق
ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا وکبحہا بلجامہا لتقیید الاذن بالسلامة اور مستاجر تاوان دے
درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کرا کرنے کے واسطے
مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہاں تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جاوے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب او الوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بزجر و
تعریک تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مر جاوے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا
لا یضمنان بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام
کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایة عن التتمة الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایة التحقیق میں تتمہ سے مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے
قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا الضمن بسوقہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایة ان للمستاجر الضرب
للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول یہ دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ
اباحت ضرب متعارف معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابة نفسہ فقال فی القنیة عن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالی لا یضربہا اصلا ویخاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک
کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اُسکو بالکل نہ مارے اور اُس سے مواخذہ ہوگا اُس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہو ہم یعنی
ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جبکہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج ووضع الاکاف سواء یوکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے
زین کے اُتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اُسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا
اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے و لہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت
نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے و بالاسراج بما لا یسرج بمثلہ جمیع قیمتہ اور اسطرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اُس

گدھے پر نہیں باندھا جاتا اُسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہی تو تاوان لازم نہیں مگر در صورت زیادتی
وزن حقائق میں عیون سے منقول ہی صاحبین کے قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ولو بتبدله اسرجها مکان الاکاف لا یضمن الا اذا زادوزنا
فیضمن حسابه ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپر باندھا جاتا ہی بجاے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ ہوگا مگر جبکہ تول میں
زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین ہو چار سیر کا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجرہ بغیر لجام فالجمہا بلجام لا یلجم مثلہ بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا در صورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے
پھر اُسکے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم
ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدلکر لگائی جیسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی ہو اسواسطے کہ گدہا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ہم
طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر متعدی ٹھہرا و سلک طریقا غیر ما عینہ المالک وتفاوتا بعدا او
وعورا او خوفا بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغایر تھی اُس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہیں
متفاوت تھیں دوری یا سختی ہونے یا خوف میں اسطرح کہ لوگ اُس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قیدہ بالبر مطلقا سلکہ الناس
او لا لخطر البحر فلو لم یقیدہ بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لادلیگیا دریا میں جبکہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ
لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب خطرناک ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی تلف ہو جانے سے تاوان بلغ
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا دریا کی راہ سے تو اُسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے
یعنی تو گویا اُس سے مخالفت متحقق نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے
گیہوں بونیکا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہی گیہوں سے یعنی اسواسطے کہ
رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجی اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اسواسطے کہ رطبہ
بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہی اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنے میں اجرت ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضررا
لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان میں مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب
ہوگی ہم اقل مضرت کی صورت یہ ہی کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہوں بویا وضمن بخیاطۃ قباء وامر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اُسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم قبا اُسکو کہتے ہیں جسکا آگا کھلا ہوا اور
قمیص وہ ہی جسکا آگا اور پیچھا دونوں سیا ہو وله ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اُسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہی قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہی یعنی
اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہی جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا لو خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح قنیۃ
الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جبکہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہی اصح قول میں یعنی مستاجر
مختار ہی چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اُسکی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہی ہم درر میں تخییر کا حکم در صورت قمیص اور قبا
کے مذکور ہی مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا اتفاقی ہی ہر مخالفت کا یہی حکم ہی وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض و
ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو اتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز
کیواسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی ولو صبغ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض خلاصہ
اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو
سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان
اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو وہ کم ہوا فقط از ضمن سو اگر بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو
معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اسکا تاوان دیگا قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص
کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اسکو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہیں تو اسپر تاوان
لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ اسنے دھوکا دیا ولو قال الیکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا
کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہیں کرتا تو اسپر تاوان لازم
نہیں ہے اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بالسرقۃ او مطر ضمن لو
السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اترا میدان میں اور وہان سے کوچ نہ کیا یہانتک کہ مال فاسد ہوگیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش
وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہان کے چھوڑنے سے اور اگر
غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ میں ہے مددگاری
چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اسکا مال بیچدے سو اسنے مزدوری مانگی تو انکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت اسنے مال بیچدیا پھر مزدوری مانگی تو
اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں وکذا لو
ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کرانے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوبا اور عدم وجوبا
اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر
عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اسکو کپڑا بننا سکھادے اور مولی نے استاد پر
ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام
میں معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاسے اور اگر عرف مولی کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد کو
لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وہو قولہما والیہ رجع الامام
کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہانسے بڑھاکر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک
ہوگیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا اصح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقا اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے
رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ہم مطلقا یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہرصورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت
لیجانیکا کہ تاوان لازم آویگا مطلقا مکان معہود سے تجاوز سے وفیہ عن فوائد المکاری فرجع واعاد الحمل لمحلہ الاول لا اجر لہ ینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوکون النسخ مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والیکو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اسپر زبردستی کیجاسے
دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی الصباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ ورد علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو

تا اُسکو رنگے بقدر اجرت پر پھیر مالک بولا کہ اُسکو مت رنگ اور مجھکو پھیردے سو اُسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہیں ذخیرہ
سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلا لیعمل له فی الضیعة فلما خرج نزل المطر وامتنع لسببه بل له الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اُس شخص کے
حکم کا سوال ہوا جسنے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ اُسکا کام کرے زمین میں سو جب یہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اُسکے سبب
کیا اُسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی سو اسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابة لیحملها کذا فرضت فحملها دونها الی الشریکی
الرجوع بحصته قال لا لانه رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اُسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصّہ کے موافق
کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحی فمنعه الجیران عن الطحن لتوهین البناء
وحکم القاضی بمنعه یسقط حصته مدة المنع قال لا الا اذا منعوا عن الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اُسکو پڑوسیوں نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہوجانے
مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصّہ کرایہ ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر میں پیسنے سے منع نکیا
جائیگا ہم مراد یہی ہے واللہ اعلم کہ لوگ اُسکو چکی نہ پیسنے دیں یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دیں کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنة فغرق مدة قبل
یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے
جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوہبانیة ویسقط فی وقت العمارة مثل ما اذا انہدم بعض الدار فالہدم یحرر اور وہبانیہ میں
ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت میں مانند اُس اجر کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجاوے تو انہدام تخمین کیا جاوے ہدم یعنی مقدار انہدام
تخمین کرکے بقدر اُسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایة ہے کہ ظاہر الروایة یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے گرجانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیة لعبد البر وخالف فی قدر العمارة آجر فالقدم فیها قول لا آمر اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار
میں تو اس میں مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں
مجرا کرلینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے
کذا فی الطحطاوی عن خزانة الاکمل قلت ومفاده رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجر بمجرد الامر فی الاتی تنور او بالوعة فلا بد من شرط الرجوع علیه میں کہتا ہوں
اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اُس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو مجرد امر کرنے کے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ کے بنانے میں رجوع مجرد امر کے نہیں ہے
ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجر پر ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں ہے کوری
اسطرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنادے مالک کے امر سے تو جسقدر اُسکا صرف ہوا ہو امر سے پھیر لے اگرچہ رجوع صریحا شرط نہو پھر
قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ میں رجوع مجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی ما فی القنیة تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح ہے نہ مفاد ولو خربت
الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ به ما لم یفسخها المستاجر بحضرة الموجر هو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہیں ہوجاتا
جبتک اُسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے ہم اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے حیلہ سے قاضی کی
مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی اُسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کردے کذا فی الطحطاوی عن القنیة واذا انفسخت لا خیار له
اور جبکہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی سو اسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا فی سکنی عرصتها لا یجب الاجر
ابن الشحنة قلت وفی نفیه نظر ولعله اراد المسمیٰ لا اجرة المثل او حصته العرصة فلا مانع من لزومها فتامله ویبنی فی فسخها ما لیفیده فتشه اور خانہ منہدم کے پیش
دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں کہ اسکی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت

معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اس میدان کے کہ کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور فسخ اجارہ کے باب میں یہ قول دیکھا جو لزوم اجرت کا
مفید ہوگا سو خبردار رہنا ہم باب الفسخ کا قول کہ کوئی ہے یعنی یہ کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ مکان ہوا سے پیسنے کے لائق انتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت پورا
لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اس کے حصہ کے اجرت لازم ہوگی انتہی اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو کوئی کہ اگر
گھر منہدم ہو جاوے تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ پیش دروازہ سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی استاجر حماما وشرط حط اجرۃ شہرین للعطلۃ فان شرط
حط قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البزازیہ
ہم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والسجان فی زماننا علی رب الدین
خزانۃ الفتاوی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی لیکن اسواسطے کہ آئی
کے واسطے تو مدیون مقید ہوا ہے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لا یلزمہ الکراء لہذہ السنۃ اذا لم یکن علی وجہ الاجارۃ
کذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی ید امراتہ لان المراۃ لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک
سال اسمیں رہا تو بھی کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسیطرح اگر مدت اجارہ ہو جاوے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر
کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں آوے گا اسواسطے کہ عورت اسمیں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دارہ کل شہر بکذا فلکل الفسخ عند تمام الشہر فلو غاب المستاجر قبل تمام الشہر
وترک زوجتہ ومتاعہ فیہا لم یمکن للآجر الفسخ مع المراۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ اجارتہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی فتنعقد الثانیۃ فتخرج منہا المراۃ وتسلم
للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہوا مہینہ تمام ہونے
سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مستاجر کا خصم نہیں اور مستاجر کی عورت
سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ
منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اسمیں سے نکلیگی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیۃ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقود میں سے عقد فاسد وہ ہے کہ جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف
اسکا ہم عدم مشروعیت وصف جہالت سے یا اس شرط کے اشتراط سے عارض ہوتی ہے جسکو عقد مقتضی نہیں والباطل مالیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ
اور عقد باطل وہ ہے جو کسیطرح مشروع نہ ہو نہ اسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اسکا ہم اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لمنا العوض مردار اور خون کے اور بت تراشی
یا تصویر بنانے کیواسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب
ہونا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو اس عمل میں یعنی جو ایسا
کام کرتا ہو اس مال اور مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو لوگوں میں تو متوسط کا اعتبار ہوگا
اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اسکا سبب حرام ہے یہ قول ہے حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں یہی قول صحیح تر ہے اور اجرت مثل
وہاں علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور درصورت تسمیہ اجرت مثل اجر مسمی سے زیادہ نہوگی اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ درصورت تسمیہ
اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجر فیہا بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت
نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ

فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اس واسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کے قبض کر لینے سے
بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارہ فاسدہ کے کہ اسمیں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا
تو اسکو جائز نہیں کہ اور شخص کے اجارہ میں دے ولو آجرہا وجب اجر المثل ولا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر معزیا للخلاصۃ اور اگر مستاجر نے اسکو اجارہ دیگا
تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک ہو اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے
خلاصہ سے منقول لکن فی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جازت وقیل لا اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ہم
معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونو کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی
العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہیں وہ شرطیں جو مقتضا سے عقد کے مخالف ہیں ہم چنانچہ ہم بیع میں لکھ چکے کہ اجارہ میں شرط ہوئی کہ اگرچہ پانی منقطع ہو جاوے
تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اس واسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ
او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر او خراج او مؤنۃ رد اشباہ ہر وہ چیز جو بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی
چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے
گھر کی مرمت اور اسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہونچا دینے کا شرط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ
یہ ہے کہ اعمال مذکورہ تتمہ اجرت کے قرار دیئے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ
للحموی وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دار او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ انفع الوسائل وعمادیہ فی الفصل الثلثین اور
شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو
اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع الوسائل اور عمادیہ میں ہے تیسویں فصل سے ہم فصولین میں ہے کہ اگر ایک زمین مشترک ہو
چند شخصوں میں تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد علی
الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر لاثنین فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری
اجارہ کا مفسد نہیں بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ
دی پھر ایک موجر مر گیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مر گیا ہم صورتین اخیرتین میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ
کے حصہ میں اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اس واسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کما لو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز میں اجارہ کر کے
پھر بعض میں فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہو جانا ہم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اسکی دو تدبیریں
ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو
وہ اسکے جائز ہونیکا حکم دے الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز وشیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جبکہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے
دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا
یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر
فتوی ہے کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق میں یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی میں ہے ایسا
شاذ ہے جسکا قائل معلوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین میں ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور زیلعی

اعتماد کیا ہے کہا ماربا بہ صحیح اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرایا ہے فی البدائع لو اجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو ابطلہا الحاکم ثم قسم [illegible] وسلم
ہم کہتا ہوں اور بدائع میں ہے اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے بسبب دور ہو جانے
مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں وفی جوازہ لو ابتدار الرجل فی العرصۃ لاجل
فصولین میں الفصل الحادی والثلثین یعنی الواسطہ اور فتوی دیا جاتا ہے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اسکی دوسرے شخص کی چنانچہ
فصولین میں ہے اکتیسویں فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے ہم یعنی اگر صاحب عمارت اسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اسکے غیر کو تو جائز ہے
اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الجامع وتفسد بجہالۃ المسمی کلہ او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا
المستاجر لصیرورۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا
سو درہم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی
اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہوگا ہم کپڑا اور جانور تمام اجر کے مجہول ہونیکی مثال ہے اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درہم
اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وتفسد بعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نام نہ لینے سے یا شراب یا سور کے نام
لینے سے ہم عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فاذا
فسدت بالاخیرین لجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سببوں یعنی مسمی کی جہالت سے
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گی یعنی بیچ کی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہو گی مسمی سے ہم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں خلل ہے اسواسطے کہ
دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں اسواسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ
حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہو گی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل
کرنے سے اجرت واجب ہو گی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہو گی کتنی ہی کیوں نہ ہو بسبب نہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا جاوے ولا ینقص عن المسمی
اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع الیہ کے مخالف ہے وافاد بطلان الشرط ذلک بشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد
اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو
اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہو گی بسبب راضی ہو جانے موجر و مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ
میں اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا میں عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذوات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ انکی قیمت عقد یا شبہ
عقد سے ٹھہرتی ہے پھر جبکہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اسکے
اسقاط پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول یا معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسیطرح لائق
ہے اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے
واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ
لیا اس شرط پر کہ مستاجر اسمیں سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اسمیں سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہو گی جسقدر کہ ہو ہم یہ فساد
اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر
علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی مجہول ہے تو اجرت مثل واجب ہو گی تو در حقیقت

تو سال تمام ہوگا دوسرا سال کی ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر
عبدا باجر معلوم وبطعامہ لم یجز بہا تہ لبعض الاجر کا مر نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر تو جائز نہین ہے بسبب مجہول ہونے
بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہین کہ خوراک کسقدر ہو آدہ
سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط مین ہے کہ جس اجارہ مین خوراک یا جارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے یا دایہ کا اجا
کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے
قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ مین تو غلام کہاتا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی و جاز اجارۃ الحمام
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ وللتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف
لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتفاقی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے ہین اگرچہ اعمال کے پانی کی اور وہان کے
ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین ہوتا سو اہسبا لہذہ مین ہے کہ دخول
حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما راٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما
ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے مین کہتا ہون اور اہل حدیث
کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان
کیا ہے ہم مقاصد حسنہ مین ہے کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل دیکھے سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک ہے اور جسکو
مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین مذکور کیا ہے کذا فی الطحطاوی یہ حدیث
حجیت اجماع کی دلیل ہے وجاز بناؤہ للرجال والنساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردون و عورتون کے نہانے
کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ عورتون کے نہانے کے اسباب بہت
ہین وکراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے اس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو
کذا فی الزیلعی و فی احکامات الاشباہ وکرہ لہا دخول الحمام فی قول وقیل الا لمریضۃ او نفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق
العورۃ وقد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات مین ہے اور مکروہ ہے عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس
والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقاً کراہت نہین ہے مین کہتا ہون اور ہمارے زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین ہے بے پردگی کے ثبوت سے اور
اسکا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہوچکا ہے والحجام لانہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطی اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ
جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے والظئر
باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے
کیواسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظاء معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے ولہا الاطعام
والکسوۃ ولہا الوسط وہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اسکے واسطے
متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہے

بچے کی محنت اور شفقت سے ہم فتاوی کبری میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور غایۃ البیان
(وقت معین کرنا ۱۲)
اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت
نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہیں ہے وللزوج ان یطأہا خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے بخلاف امام مالک کے کہ انکے
نزدیک جائز نہیں لا فی بیت المستاجر الا باذنہ ذکرہ فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نکرے اُس سے مستاجر کے گھر میں اسواسطے کہ گھر مستاجر کا ملوک ہے
تو آمین داخل ہو مگر اسکے اذن سے وللزوج فسخہا فی نکاح ظاہر ای معلوم بغیر الاقرار منہا اسطلعا شانہ اجارتہا ولا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اُس
نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار دایہ کے فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اسکو عیب لگتا ہو یا اسکی شہرت
یا عیب نہ لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان علم باقرارہما فلا فسخ الا ان قولہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونوں کے
اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نکریگا اسواسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وفجورہا فجورا بیّنا
ونحو ذلک من الاعذار و مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہوجانے سے اور اسکی بیماری اور اسکی ظاہر بدکاری سے اور مانند اسکے
اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ لڑکا اسکے دودھ کو قے کرڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اسکا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل
جو ہم صغیر کو ضرر ہو تو اسکا منع مستاجر کو پہونچیگا جیسے زمان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو ضرر نہو اسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے مستثنی
ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی لا بکفرہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اسکا صغیر کو ضرر نہیں
کرتا ولو ماتت الصبی او الظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہیں
ٹوٹیگا اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اسکے باپ کیواسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرطیکہ مال الصبی اجارہ باطل ہوگا وعلیہا
غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن للعرف والمعتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اسکے کپڑوں کا دھونا
اور اسکا کھانا درست کرنا اور اسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح دال
عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اسکی شرط نہوتی ہو اجارہ میں تو اسمیں
رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اسپر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اس
قول کو صحیح ترکہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہوجاوے اور اسپر صغیر کا
کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا ثمنہما ای ثمن شیئ من ذلک وما ذکرہ محمد من ان الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں
اُن چیزوں کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی وہو ای ثمنہ واجرۃ عملہا علی
ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اُسکے دودھ پلانے کی اجرت اسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال
نہو اور اگر اسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اسکا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فان ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام
ومضت المدۃ لا اجر لہا سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان
المعقود علیہ ہو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایۃ اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا شرط ارضاعہا
علی الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اُسنے اُسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اُس عورت کو

جا کر کہ بچہ صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی کیونکہ جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلانے سے
سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی یقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے نہ اصح کیونکہ فتاوی صغری میں
منقول ہے کہ قول اوجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری
عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو اجرت نفسہا لانہ لک لقوم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعتہما وفرغت اثمت ولہا الاجر کاملا علی الفریقین
تشبیہا بالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایہ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے
مستاجروں کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا پھر دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اسکو پوری اجرت لازم
ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی
نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونوں جگہ ممکن ہے بخلاف اسکے مانند اور صحیح قول شرح
اسبیجابی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص
ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وہو نزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے
کے واسطے ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت
کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اسپر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ چلپی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق
عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہوں
کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر روئے اور اسکی خوبیاں بیان
کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہ یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسیطرح طبل قافلہ
درست ہے مستقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور نہیں تو اسکو خیرات
کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی
قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہیں جاتی کذا فی الطحطاوی ملخصا و لا لاجل الطاعات مثل
الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل
فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدۃ شرح وہبانیہ من الشرکۃ ویحبس بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم
قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس
مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت اجارہ مذکور
نہ ہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ میں کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاوے اسی قول کا فتوی ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ
جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش
بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور
مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہ ہو تو قرآن اور
فقہ مفقود ہو جاویں لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا

اجرت مشترک جواز اجرت ۱۲

عدم جواز اجرت نوحہ گری و ملاہی ۱۲

جواز نوکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان ۱۲

فی المنح وغیرہ تو زمانِ سابق مین اجارہ ندکورہ بالیقین مستحق رجاً نہ تھا اور اس زمانے مین جائز ہے بوجہ ضرورت واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے وتجبر علیٰ دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی ما یہدی للمعلم علیٰ روس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہدار الحلاوی اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیزین ہین جو معلم کو دیجاتی ہین قرآن شریف کے بعضی سورتون کے شروع کرنے پر چنانچہ سورہ تبارک اور فتح اور یس پر دینا اُسکی شیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق میں یہ عادت تھی اور اب شیرینی ہدیۂ بلاد مین ہوگا ولو دفع غزلا لاخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو بن دے اسکی نصف پر یعنی نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج مزدوری کے بدلے پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اسکے گیہون پیس دے کچھ آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہین اور اصل اس باب مین قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین بیع الوفا کے باب مین ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتون مین قادر نہین بلکہ عاجز ہے کیونکہ بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا غیر کے فعل سے ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہین شمار ہوتا بحر یہ بات کہا ہے کہ یہ اصل کہیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ مین کہیر ایک کھیت کا اجارہ کیا اسپر کہ تل کی مزدوری پر یا زمین دی تاکہ دوسرا شخص اسمین درخت لگاوے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر مین نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہین درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکی عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار یا جو کا مانڈنا یعنی بالیون سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہون کا کھیت پختہ کا کاٹنا نصف پر اور باندھنا اسکا اور اجارات جائز نہین ہین کذا فی الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہون کے پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہے اُسی گیہون سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر کہ اللہ تعالی روزی دے وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال مین پانی اونٹ پر لادا لادیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنے والے کا ہوگا اور جال کی اجرت مثل اُسپر واجب ہوگی اور اگر گاے یا مرغیان دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہون وہ دونون مین نصفا نصف ہین تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہین اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اُسنے اپنا چارہ دیا تو اسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گایون اور مرغیون کو اُسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کر دے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون دوسرے شہر مین ہے اُسنے مزدور سے کہا کہ اُسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لادیگا تو تجکو دس درم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ معنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ہم تمیع مسائل مذکورہ قفیز طحان مین داخل ہین وتحیلۃ ان یفرز الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل مذکورہ کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت پہلے سے جدا کرے یعنی جا ایک کو سوت اور حمال کو طعام قبل از نسج وحمل دے یا قفیز طحان کی صورت مین ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یون نہ کہے کہ اس گیہون کا آٹا پھر اسکو ایک قفیز آٹا اسکے پیسے آٹے سے دے تو جائز ہوگا اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہون کی طرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا مستحق

مشار الیہ ہونا جائز ہے اسیطرح اسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اُسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے
کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط واو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ
غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا
من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اُسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لاد لیچل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اُسنے پورا من لادا تو اسکو کچھ مزدوری ثابت نہوگی
کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اُس غلہ کو لادے جو اُسمین اور اُسکے غیر مین مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہین ہوتا اسواسطے کہ جو عمل اپنے
شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا دیکھ اشکال از زیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین
اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اُسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح مین امام زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال ذکر کیے ہین اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور
حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے ملک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر
ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب
یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین ہے اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بموجب عقد اور
تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ ہے کہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ
شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین تنافی نہوئی بلکہ اول سودی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ
یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کردینے اجرت کے
اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلاء نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت
واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال صرحوا بان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا تخصیص عنہا حتی بالعرف کما زعمہ مشایخ بلخ
نے اپنی شرح مین کہا اور علماء نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشایخ بلخ نے گمان کیا ہے امام زیلعی مین ہے کہ مشایخ بلخ اور نسفی نے عمل
طعام کو بعض محمول اور نسیج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر محمول کرتا ہے
حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہے تعارف سے اور اگر یون کہے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کی نص اسکو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص
ہوجاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا ہے کہ استصناع مین قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اسکی تخصیص کی گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشایخ اس
تخصیص کو جائز نہین رکھتے ہین اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اسی سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہوسکتی بخلاف استصناع کے کہ اسکا رواج جمیع بلاد مین
ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوجاتا ہے انتہی اور عنایہ مین ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے
بعض افراد یعنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشایخ بلخ نے ثیاب مین تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص
مین عموم ہی نہین کہ اسکا مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی واستاجر خبازا لیخبز لہ کذا کقفیز دقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما فیفضی
الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منہ الیوم جازت اجماعا یا نان پز سے اجارہ کیا کہ اسکو اتنی روٹی مثلا ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکادے ایک درہم کی مزدوری
پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر
اجارہ کرے کہ نان پزی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے ہم جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

اور کوئی اُنمین سے اولی نہین تو یہ جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہیں تا تو گویا یون کہا کہ اگر
بعض یوم مین تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو ان بڑی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایہ مختصراً او اوضیٰ بشرط ۔ شنیہا ای یحرثہا
مرتین کو یکری انہارہا العظام او لیسرقنہا لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اسکو دوبارہ جوتے اس شرط پر
کہ زمین کی بڑی نہرون کو کھودے اور صاف کرے یا زمین مین مستاجر یا انس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کامونکے اثر کے مالک زمین کیواسطے
تو اگر انکا کچھ اثر باقی نرہے تو اجارہ فاسد نہوگا کام دو بار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت
دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیون کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کیواسطے مفسد اجارہ نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے
کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہے وہ مفسد نہین او اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کیواسطے ہوتا ہے اور جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا
تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس
ڈالنا اور زمین کو بعد مدت کہ موجر کو دینا کذا فی الطحاوی او بشرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری لما یجئ ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے
اجارہ لیا کہ مستاجر زمین مین زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے تو اجارہ فا
سد ہے اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ
سکنے کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل مین اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات مین ہے اور یہان مقدرات مین گفتگو نہین تو بہتر تعلیل
یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس او را بجا
جنس مین اگر استیفاء منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف وقولہ فسدت جواب الشرط وہو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ
قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنے ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اُسکے جمیع معطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجرہا علی ان یکربہا و
یزرعہا او یسقیہا و یزرعہا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اسکو جوتے اور بووے یا اسکو سینچے اور بووے اسواسطے
کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینہما فلا اجر لہ لانہ لا یحمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک
سے اجارہ کیا اُس غلہ کے لادنے کا جو دونون مین مشترک ہے تو اُسکے واسطے کچھ اجرت نہین اسواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل
خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہوگا ہم اور اگر شریک کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اُسکے غلام یا جانور
کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیۃ کراہن استاجر الرہن من المرتہن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بملکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن
کیواسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے ہم حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو
تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف نہین کر سکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی
ملک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواہر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض احمد قانہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یستر و بعض المعقود علیہ وہو منفعۃ الحمام
فی المدۃ ولا یسقط شیئ من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی مین ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے
تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ
بعض معقود علیہ معلوم نہین استاجر ارضا ولم یذکر انہ یزرعہا او ای شیئ یزرعہا فسدت الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی
اور یہ بیان نکیا کہ اُسمین زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو فاسد

ہوگا بخلاف اجارہ دار کے کہ اسمیں جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے کسی [illegible] پر اور کسی [illegible] نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہوچکا واذا
فسدت فزرعها فمضى الاجل عاد صحيحا فله المسمى استحسانا وكذا لو لم يمض الاجل لارتفاع الجهالة بالزراعة قبل تمام العقد فانقلبت فلو [illegible] فمضى الاجل [illegible]
فی شرح الجامع لکان اولی اور اجارہ مذکورہ بسبب فاسد ہوا پھر مستاجر نے کوئی چیز بودی سو مدت اجارہ منقضی ہوگئی تو اجارہ صحیح ہوگیا اور اسکے واسطے اجرت
بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہوجائیگا بسبب دور ہوجانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے
عقد یعنی قبل از مدت میں کہتا ہوں تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضى الاجل کو حذف کرتا جسطرح قاضیخان نے شرح جامع میں حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا طحطاوی نے
کہا کہ اگر شارح بجاے تمام العقد تمام المدة کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الى بغداد ولم يسم حمله فحمله المعتاد فهلك لم يضمن لفساد الاجارة فانه
امانة كالصحيحة اور اگر گدہا بغداد تک کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کتنا بوجھ اسپر لادیگا پھر اسپر معتاد لادا سو گدہا مرگیا تو مستاجر پر ضمان نہیں بسبب فاسد ہونے اجارہ کے
کیونکہ یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہے ہم [illegible] اسواسطے تاوان لازم نہ آیا کہ مطلق اذن [illegible] متعارف شہر
ہے اور گدہا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اسکا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کیا [illegible] فان بلغ فله المسمى لما مر في الزراعة پھر اگر
گدہا لادکر بغداد میں پہونچا تو اجر مسمی ثابت ہے کہ اس دلیل سے جو زراعت میں گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہوگئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع
فی مسئلة الزراعة او الحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارة دفعا للفساد لبقائه پھر اگر دونوں میں نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ
میں یا حمل میں نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کر ڈالا جاے دفع فساد کیواسطے بسبب قائم ہونے فساد کے ولو استاجره ثم جحد الاجارة في
بعض الطريق وجب عليه اجر ما ركب قبل الانكار ولا يجب لما بعده عند ابي يوسف لانه بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا يجتمعان وعند محمد
يجب [illegible] كانه لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جسمیں وہ سوار ہوا قبل انکار کے اجرت
لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہوگیا تو اس پر تاوان لازم ہوا اور
اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہے کہا طحطاوی نے [illegible]
کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے وفي الاشباه قصر الثوب المجحود فان قبل الجحد فله الاجر [illegible] اور اشباہ
میں ہے کہ دہوبی نے دہونے سے انکار کیا پھر کپڑا دہلایا یعنی مقر ہوکر تو اگر کپڑا اسنے دہویا انکار سے پہلے تو دہوبی کی اجرت ہے اور نہیں تو اجرت نہیں اور یہی
حکم ہے رنگریز اور جولاہہ کا یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو غاصب ہے تو مالک مختار ہے چاہے کپڑا لے اور اسقدر
قیمت دے جسقدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا اسکا [illegible] اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے لے اور جولاہہ نے اگر قبل انکار
کپڑا بنا تو اسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں اور کپڑا جولاہہ کا ہے اور اسپر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیة اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال حاصل
ہوگیا اجارة المنفعة بالمنفعة تجوز اذا اختلفا جنسا كاستيجار سكنى دار بزراعة ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جبکہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس
ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحدا لا تجوز كاجارة السكنى بالسكنى واللبس باللبس والركوب بالركوب ونحو ذلك لما
تقرر ان الجنس بانفراده يحرم النساء فيجب اجر المثل باستيفاء النفع كما مر لفساد العقد اور جبکہ دونوں منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس
سے اور سواری کا سواری سے اور ماسوا اسکے [illegible] اسواسطے کہ متحقق ہوچکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار کے ادھار کو حرام کرڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے
اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجره ليصيد له او ليحتطب له فان وقت لذلك وقتا جاز والا لا کسی نے ایک شخص کو ٹھیکا مقرر کیا [illegible] تا مستاجر
کیواسطے شکار کرے یا لکڑیاں اسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا جائز ہے ورنہ نہیں [illegible] شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے اسواسطے

کہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے والا فلو لم یوقت وعین الحطب فسد و اور اگر شکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا عین الحطب وہو ای الحطب ملکہ فیجوز بحثی وبقی حسیر فیہ یکرہ جبکہ عدم تقرر وقت اپنی لکڑی معین کر دی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبی اسی کا فتوی دیا گیا ہے کذا فی العیسری یعنی اگر وزن کا ذکر ہوگا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہو گی اور اجارہ صحیح ہوگا یہ فتوی حاوی میں مذکور ہے اور بصیرہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ ایام مذکور ہو جیسا کہ ہم انصار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے استاجر امرأۃ لتخبز اخبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز صیرفیہ یعنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں اور بیچنے کیواسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیرفیہ عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوجہ کے واسطے تو وہ پروردہ کے لیے پکانا واجب ہے باعتبار دیانت کے ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیئے تھے علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا علیہا السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضیٰ پر کذا فی الطحطاوی آجرت دارہ لزوجہا فسکنا ہا فلا اجر اشباہ وخانیہ لکن فی حاشیتہا معزیا للصمرات معزیا للکبری قال قاضیخان بہا الفتوی علی صحتہا لتیبیتہا فی الکنی فلم تبطل وعبہ بلے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں اس گھر میں رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیہ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ منوبر للصمارین مضمرات نسبت بغدادی کبریٰ یہ منقول ہے کہ قاضیخان نے کہا کہ بیان اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہے اسواسطے کہ زوجہ زوج کے تابع ہو سکونت میں تو اس کے ساتھ دینا کر دیکھا جا چہ ظیم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادات میں قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزین العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیہ اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دولہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ ہم شہر بلالی نے منیہ وہبانیہ میں کہا العمل والمدۃ کا واؤ بمعنی او ہے وجاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتوی ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات ہم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں ہو اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہے ۞

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک وخاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص الاول من یعمل للعامۃ لا لواحد کما یاتی وتحوہ تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے فقط ایک شخص کا نہ کرے جیسا کہ درزی اور مانند اسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک شخص کے او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کیواسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی غیر مستاجر کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترعی غنم غیری یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بکریاں چرانے کیواسطے ایک مہینہ درہم کی نفری پر ... تو وہ اجیر مشترک ہوگا مگر یہ کہ مستاجر یوں کہے کہ تو سوا میرے سوا اور شخص کی بکریاں کو اور کسی کی ... ظاہر ہوگا وفی جواہر الفتاوی ... اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ جولاہے کو اجارہ لیا اگر اسنے پھر اس جولاہے نے ... دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں اجارہ صحیح ہیں اسواسطے کہ معقود علیہ منفعت والمستحق للمشترک الاجیر العمل کالقصار ... ومثال والملاح والدلال ... اجیر مشترک ... چنانچہ دھوبی اور مانند اسکے

پہنچانے والا جیسے رسی بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور دلال لہ خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہی ہر ایک اُس عمل میں جو مختلف ہوجاتا ہی محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبی ہم مجتبی میں ہی کہ دھوبی سے ثوب مروے کے دھونے کی شرط کی ایک درہم کی اجرت پر اور وہ راضی ہوگیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا میں راضی نہیں تو یہ اسکو جائز ہی اور یہ صطلح درزی کا حکم ہی اور اصل یہ ہی کہ جو کام کہ مختلف ہوجاتا ہی محل کے اختلاف سے اُسمین خیار الرویت ہی محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اُسمین اجیر کو خیار نہیں چنانچہ معین گیہون کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی حجامت کذا سے الخ

ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کمافی عامۃ المعتبرات وبہ جزم اصحاب المتون فکان ہو المذہب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اُس چیز کا جو اُسکے پاس تلف ہوجاوے اگرچہ اُس پر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہی جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہی اور اسی قول کا فتوی ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہی اور اسی قول پر مصنفین متون نے تقریر کیا ہی تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ میں ہی کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہی انتہی امام کا یہی مذہب ہی کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتشزنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہی فاروق رضہ اور مرتضی رضہ سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر تاوان ہی مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہان ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہی فاروق رضہ اور مرتضی رضہ سے زیلعی میں ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہوگئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگون کے اموال محفوظ رہیں گے اور خانیہ او محیط اور تتمہ میں ہی کہ امام کے قول پر فتوی ہی تو اس مسئلہ میں فتوی مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہی ہم ظہیریہ میں ہی کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضون نے زبردستی صلح پر فتوی دیا ہی تا دونون قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یؤمر بالصلح عمادیۃ اور بعضون نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکوکار ہو تو اُسپر تاوان نہیں اور اُسکے برخلاف ہو یعنی فاسق بیباک ہو تو تاوان اُسپر ہی اور اگر اُسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہی کذا فی العمادیۃ قلت وہل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم کمن تمت مدتہ فی وسط البحر اوالبریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر میں کہتا ہون اور صلح پر کیا زبردستی کیجاے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہی کہ ہان زبردستی ہوگی صلح پر مانند اُس شخص کے کہ اُسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہی کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہی اور علمائے سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہی بلاجبر ویضمن ما ہلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہ جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوہ کما یاتی عمادیۃ اور اجیر مشترک پر اُسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اُسکے عمل سے جیسے پھاڑ نا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤن رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ہم غرق کشتی میں کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اُسپر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا میں صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث کے مذکور ہی سو تامل کر ہم حاصل تقریر درر یہ ہی کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی اٹکل سے دریافت کر سکتا ہی کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہی یا نہیں لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہی تو حجام اور فصاد اُسکو دریافت نہیں کرسکتا لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہا نے کہا ہی کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اُسپر تاوان ہی میں کہتا ہون لائق یہ ہی کہ اُسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام

عمل مین عیب تو تاوان ہے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لیکن قوی قہستانی قول صدر الشریعۃ تنبیہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعۃ کے قول کی تقویت کی ہے محیط
وغیرہ سے قول نقل کرکے تو غیر واربہا ام شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے اور وجہ قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ استاد
اور ملائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ہذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ
اور منیہ مین ہے کہ یہ اپنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اسکا وکیل کشتی مین موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر
ضمان نہوگا جبکہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہ کیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہے یعنی فقط اجیر ہی وان نہین بلکہ صاحب متاع یا وکیل اسکا بھی ان ہے
تو وہ سپرد فقط اسکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ مین ہے کہ اسباب کے
مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اسپر سوار ہوا پھر اسکو کرایہ کرنیوالے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہو گیا تو اسپر تاوان نہین بالاتفاق یعنی
اسواسطے کہ محل عمل اسی کی طرف مسلم نہین قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا الی الزیلعی ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ مین کہتا ہون کہ اشباہ سے نسبت زیلعی مقدم ذکر
کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ط طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام مین مجکو معلوم نہین ہوئی
ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ والجنایۃ لا توجد
فیہ جو آدمی ناؤ مین ڈوب گئے انکا تاوان یعنی دیت لازم نہین ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول الصحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو
تاوان نہین اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا تو نہ عقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہان جنایت
نہین ہے اسواسطے کہ اسکا اذن ہے یہان یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ
ولا اجر او فی موضع الکسر اجرہ بحسابہ اور اگر اسکا راہ مین ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے حمل کے
مکان مین اور اسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلگیا ہو تو نصف اجرت
اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان زحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اسصورت مین ہے اگر مٹکا اسکے فعل اور کرتب سے
ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگون نے اسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا
تاوان واجب ہے اور اجرت اسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار دینا کو نہین ہے کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یتجاوز الموضع المعتاد
اور تاوان نہین حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا ہو یعنی جسنے موضع مقرری
سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام و جراح پر تاوان نہین فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم
یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک
نہو گیا ہو ط طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہکیا اور شاید کہ سلوتری مین مراد یہ کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اسکی
قیمت لیجاے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت مین دونون طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے بکیفیت مقدمہ
واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اسپر لازم
ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد مین مثلاً
نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونون فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان
لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع جیکا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت
خونبہا پورا واجب ہوا اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند عضو کامل ہے یعنی
عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں نفس میں تو اسکا بدل مقدر ببدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان میں ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو
اکثر واجب ہوا اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفہا لحصول تلف النفس بفعلین احدہما ماذون فیہ وہو قطع الجلدۃ و
الآخر غیر ماذون فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مر گیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک
فعل تو وہ ہے جسمیں اذن تھا یعنی کھالڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی
نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن کما مر اور اگر حجام وغیرہ سے اسطرح
کا عمل شرط ہوا جو تلف کی طرف پہونچانیوالا نہ ہو تو یہ شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ بات اسکے اختیار اور قدرت میں نہیں مگر جبکہ فعل غیر معتاد کر دیا تو تاوان دیگا کذا
فی العمادیہ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء
اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اسنے فصد معتاد کھولی پھر اسکے سبب سے
وہ مر گیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اسنے بالقصد
کہ اسنے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس فصاد
کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اسکو چھوڑا بلا بندش زخم یہاں تک کہ وہ مر گیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے
یعنی اسواسطے کہ یہ ایسا پہنچانیوالی چیز سے اسکو قتل کیا والثانی وہو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدوری دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے
ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ مقدم ہے
کہا کہ اگر چند شریکوں نے اپنی مشترک مجموع بکریاں چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریاں نہ چراوے تو وہ بھی
اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکلجاوے جو ایک مستاجر
کا کام کرے بلا توقیت جیسے درزی ایک شخص کا کپڑا سیوے اور سینے کی مدت مذکور نہ ہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت
مقرر کر کے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجیر الخاص الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ جوہرہ وان لم یعمل
کمن استوجر شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی باجر اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے اپنی مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی
الجوہرہ اگرچہ بعد حاضر ہونے کے کام نہ کرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریاں چرانے کیواسطے معین ورماہوار پر
ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وقت صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سو رہیں عشاء کے بعد کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو اخرہ لمدۃ بان استاجر للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر برخلاف اس صورت کے
کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لے بکریاں چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جبکہ مستاجر یہ شرط کرے
کہ اجیر کسی کی خدمت نہ کرے سوا اسکے اور کسی کی بکریاں نہ چراوے سوا اسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہر جائیگا اور تحقیق اسکی درر میں
ہے علم ورزین یوں ذکر ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اسوقت اجیر خاص ہوتا ہے جبکہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول ذکر ہوا ور وجہ اسکا یہ ہے کہ جب مدت ہے
اول کلام واقع ہوا تو منافع اسکے مستاجر کیواسطے اس مدت میں مخصوص ہوگئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا

احتمال رکھتا ہی کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہوگا اور یہ بھی احتمال ہی کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہی اسکا بیان ہی یعنی مدت خاص مین منظور ہو
اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہین تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہین ہو سکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا
جبتک اسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا
مذکور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر عمل
کریگا تو اسکی اجرت سے بقدر اسکے عمل کے کم کردیا جاے کذا فی فتاوی النوازل ان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ
مادام یرعیٰ منہا شیئا لان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل قبلہ الاجرۃ ولو ہلک کلہا وبہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ مین آدھی یا زیادہ بکریان
ہلاک ہوگئین تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہی جبتک کہ بعض کو انمین سے چراوے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہی نہ عمل کذا
فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہی کہ اجرت پوری باقی ہی اگرچہ سب بکریان ہلاک ہوجائین اور اسی کی تصریح کی ہی عمادیہ مین ہم کہتے ہین جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا
تو عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہوا اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہی تو یہ قول جوہرہ کی تقیید بہلاک بعض پر مقدم ہوگا ولا یضمن ما ہلک فی
یدہ او بعملہ کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اسکا نہ دے جو اسکے ہاتھ مین یا اسکے عمل سے تلف ہوگیا
جیسے کپڑا پھٹ گیا اسکے کوٹنے سے مگر جبکہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند وجہ یہ کہ بصورت تعمد فساد ہم عدم تاوان اسوقت ہی کہ عمل جائز
ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اسکی کھوپڑی پھوٹ جاوے یا پاؤن ٹوٹ جاوے تو تاوان دیگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی عقد مین داخل نہین اور چرانا تو ہلکا دھکے
اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ من الحلی لکونہا اجیرۃ خاص
نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہین دایہ پر اس لڑکے مین جو اسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر
خاص ہی ہم اجیر خاص اسوقت ہی جبکہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق
وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہین بازار کے چوکیدار اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہین اور
صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ہی لیکن ذخیرہ مین ہی کہ اول قول پر فتوی ہی کذا فی الحموی عن البزازی وصح ترديد الاجر بالترديد فی العمل کان خاطہ
فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہی عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیون کے
سیگا تو ایک درہم اجرت ہی اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیگا تو دو درہم اجرت ہین ہم تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور
ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحہ شیخنا اور زمان عمل کی تردید صحیح ہی اول مین ایسا ہی
ہی مصنف کے خط سے متن کے ساتھ الحاق اور مصنف نے اس قول کی شرح غفار مین شرح نہین کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ و اول کے
مین ہم یعنی قولہ وزمانہ فی الاول شرح الغفار مین داخل نہین لیکن نسخہ متن مین داخل ہی بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خاطہ الیوم
فبدرہم او غدا فبنصفہ ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہی کہ تردید جائز ہی پہلے دن مین نہ دوسرے دن مین چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون
کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درہم مزدوری ہی یا کل کے دن سی تو نصف درہم مزدوری ہی ومکان کان سکنت ہذہ فبدرہم او ہذہ فبدرہمین وکان
مکان مین تردید صحیح ہی چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر مین تو رہیگا تو ایک درہم کرایہ ہی یا اس دوسرے گھر مین رہیگا تو دو درہم کرایہ ہی والعامل
کان سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہی عمل کرنیوالے مین چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر مین عطار رکھیگا تو ایک درہم کرایہ
ہی یا لوہار کو رکھیگا تو دو درہم کرایہ ہی والمسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہی مسافت مین چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کو وہ تنگ گیا تو ایک درم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہے و الحمل کان جاءت بشعیر فبدرہم او برا فبدرہمین اور لو حملا لا بہمین تردید صحیح ہے خیاط
کو یون کہنا حال ہے کہ اگر تو جو لا دیگا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہون لا دیگا تو دو درم و کذا لو خیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور
مکان عمل او عامل او مسافت اور حمل مین اگر اسکو اختیار دے تین چیزون مین دو مین اربعۃ لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزون مین اختیار دے تردید ہے
تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین و یجب اجرما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی وفی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم ولو خاطہ بعد
غد لا یزاد علی نصف درہم وفیہ خلاف فیما اور تردید مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اسکی اجرت واجب ہوگی سوا تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی وجہ سے
مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی وجہ مین وہ اجرت مثل جو درم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو پرسون سیے گا تو اسکی اجرت مثل نصف
درم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی وجہ
مین ایک درم اور دوسرے دن کی وجہ مین نصف درم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی مین ہین اور
مین بنی المستاجر تنورا او دکانا عبارۃ الدرر او کانونا فی الدار المستاجرۃ فاحترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعضے مکانات یا پورا گھر جلگیا تو مستاجر پر کسیطرح تاوان نہین خواہ اسنے صاحب خانہ
کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجاے دکان مذکور ہے کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان کا
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقادہ نارا لا یوقد مثلہا فی التنور والکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اسنے مستاجر نے زیادتی کی اسکے اسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ندمن قطیعۃ شاۃ فخاف
علی الباقی الہلاک ان ینتہالانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلا گدہا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے یعنی یظن غالب
کہ اسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانے والا اسکی ریوڑ سے مثلا ایک بکری بہاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اسکا پیچہا کریگا تو باقی
جانور تلف ہوجاوینگے تو اسپر تاوان نہین سو اسواسطے کہ اسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہے یعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین قالا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین
نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگون کی
بکریان ملا دین اگر اسکو جدا کر دینا اسکا ممکن ہو تو اسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کر دینے مین اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمۃ عمادیہ اور اگر اسکو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملانے کے دن تہا اس جانور کی قیمت
ہوا اور مقدار قیمت مین چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیہ ولیس للراعی ان ینزی علی شیئ منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بلا فعلہ فلا ضمان[1]
چوپہرہ اور چرانے والے کو جائز نہین چڑہانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑہا مادہ
پر بلا فعل راعی کے تو اسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرہ یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ مشقۃ
اور مستاجر سفر مین نہ لیجاے اس غلام کو جسکو اسنے خدمت کے واسطے کرایہ لیا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک علیہ اسام لک مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری مقررت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر
ملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اسمین یا نقصان و کذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

مستاجر کا سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہی اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہی ہم معلوم ہونیکی صورت یہ ہی کہ اجارہ کے وقت
وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ برخلاف اُس غلام کے جسکی
خدمت کرنیکی بابت مولی نے موصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اُسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہی ہر طرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو
اسواسطے کہ اُسکا خرچ موصی لہ پر ہی بخلاف غلام اجیر کہ اُسکا خرچ مولی پر ہی نہ مستاجر پر ولو سافر بہ المستاجر فھلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ
وان سلم لان الاجر والضمان لایجتمعان وعند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لے گیا پھر غلام مر گیا تو اُسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا
اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہو گیا اور اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور امام
شافعی کے نزدیک اُسکے واسطے اجرت مثل ہی ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعودہا بعد الفراغ صحیحۃ استحسانا اور مستاجر
غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اُسنے اُسکو دی اُسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہو گیا ہی بطور
استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہی جسنے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہی کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب
عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی آجر العبد نفسہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب کی
اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت نفع اُسکے سبب نہ متقوم ہونیکے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہی مال محرز متقوم کے تلاف
سے اور یہ مال محرز نہین ہی اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہی غلام کا اور نہ اُسکا نائب اور غلام اپنے اختیار مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہی تو وہ
مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہی اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا
لو اجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا لمالکہ جیسا کہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ و ائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ اجرت غاصب
کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم رقم مسمی غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا
لو آجر نفسہ لا لو آجرہ المولی الا بوکالۃ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہی اگر اُسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہی غلام کا قبض کرنا اگر
مالک نے اُسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہی اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہی اور دوسری مین عاقد مولی ہی کذا فی العنایہ
فلو وجدہا مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہ لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو
لے لیوے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی ملک اُسمین ہنوز باقی ہی لہذا
اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ ولعکسہ خمسۃ دو مہینے کو
اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہی ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کرے گا تو چار
درم پاوے گا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جریی ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول
من یشہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اُسکی بیماری مین یا پن چکی کے پانی جاری ہونے مین تو حال
حکم اور پنچ فیصلہ کرنے والا ہوگا یعنی قول اُسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اُسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر
واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جسطرح حال حکم ہوتا ہی اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین اور بائع اور
مشتری پھل کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اُسکا قول ہی جسکے ہاتھ اور قبضہ مین پھل ہو والاصل ان القول لمن یشہد
لہ الظاہر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ اُس شخص کا قول مقبول ہی جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

سے جاری ہو دو عادت اور خلاصہ مین ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہو گیا تو اُسکے حساب سے موافق اجرت ساقط ہو گی اور اگر پانی پھر جاری ہو گا تو اجارہ پھر
آ رہیگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا
قول مقبول ہے اور اگر خود پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر
وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم یعنی مالک تو
کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے
کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان
الصانع حاملا لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر در بار کے ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اُسکی مزدوری ثابت ہوگی ورنہ نہین
یعنے اگر پیشتر اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل ای وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ
کان القول قولہ لشہادۃ الظاہر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور
اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا
قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اُسوقت ہے جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی
سینے اور رنگنے کے بعد مثلا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فروع مسائل ملحقہ شارح کے فعل الاجیر کل
الصانع لیضاف لاستاذہ فما اتلفہ یضمنہ الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اُس کے استاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف
کریگا تو اُس کا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی مالم یتعد فیضمنہ ہو عمادیہ یعنے استاد اُسوقت تاوان دے جبتک مزدور کی طرف سے
زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور درصورت قصور مزدور ہی تاوان دے گا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دوکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اُسپر
تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دوکاندار کا لہذا اُسپر تاوان نہین مگر درصورت قصور وفی الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن الدار المعد للاستغلال الغصب
لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ فتنبہ اور اشباہ مین ہے کہ سرائے کے اترنیوالے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو
مکان کہ کرایہ کے واسطے بنا اُسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین
ہے واسطے عدم اجارہ تو اُسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا حکم ہے یعنے دعوی غصب سے اُسکی بھی اجرت
ساقط نہین بقول مفتی بہ تو آگاہ رہیو وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ
قلت وہو ما اعتمدہ فی الولوالجیۃ اور اشباہ مین ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے
پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول
کو معتمد کہا ہے ولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ اُسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج
واجب نہین ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ ما بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی
اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نرہے جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت
کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اُس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شیٔ
حیث قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خان مین

فعل اذا زال ہو یا موجر اس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر فعل زائل جس سے نفع حاصل کرے تو اسکا اختیار فسخ ساقط ہو گا بسبب زائل ہو جانے سبب فسخ کے ہم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اس کے بال جھڑ جانے اور ازالۃ العیب کی یہ صورت ہے کہ وارث مستاجر کو بہت جلد تیار کر دے و عمارۃ الدار المستاجرۃ و تطیینہا و اصلاح المیزاب و ما کان من البناء علی رب الدار و کذا کل ما یخل بالسکنی اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت میں خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ ہے ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہے جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابوں میں چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا الا ان یکون المستاجر استاجرہا و ہی کذلک وقد رآہا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو تو اب نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر و اصلاح بئر الماء و البالوعۃ و المخرج علی صاحب الدار لکن لا جبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع و لہ ان یخرج ان ابی ربہا خانیۃ ای الا اذا استاجرہا کما مر اور کوئیں کے پانی اور نجس پانی کے چہ بچے اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کے مالک کے ذمہ ہے لیکن اسپر زبردستی نہیں ہو اسلئے کہ مالک پر مملوک کے درست کرنے کو زبردستی نہیں کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر کو اس گھر سے نکلجانا جائز ہے اگر اسکا مالک اشیاء مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیۃ یعنے مگر اس صورت میں نکلنا درست نہیں جبکہ اسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا و سنے الجوہرۃ و لہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ میں ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم و لو استاجر دارین فسقطت او تعیبت احدہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اسکو دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں ہمراہی یکبارگی عقد کیا ہو یعنے اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہیں چھوڑ سکتا قلت و فی حاشیۃ الاشباہ معزیا للبنایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد و ان مشتبہا لا ینفرد و ہو الاصح میں کہتا ہوں اور حاشیہ اشباہ میں بنایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ میں منفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمیں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو منفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو منفرد نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان و لعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ و موت عرس او اختلاعہا استوجر لطبخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنے اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اس ڈاڑھ کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور اس زوجہ کا مر جانا یا اسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا ہم یعنے جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے میں صریحاً مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ و بعذر بخیار شرط پر عطف ہے کنز میں مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہیں و بعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بالعیان ان لانہ او بیان ای بینۃ او اقرار و الحال انہ لا مال لہ غیرہ ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ بالمعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہین ہے اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بیچی جاے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی الاشباہ هم یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے بعقد رابرت موجر کو پیشگی دی ہو تو بقتضاے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستاجر دکان لیکر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس کرایہ دار کے مفلس ہوجانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین تجارت ممکن نہین وبعذر افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرتہ استاجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اصطلاح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہے وبعذر بدا لمکتری دابۃ من سفرہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے هم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اُسکو سفر کرنا بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذافی قاضیخان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجران استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا کذافی شرح وہبانیہ والخانیۃ بخلاف بدا المکاری فانہ لیس بعذر لامکانہ ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہین ہے اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے وفی الملتقی ولو مرض فعذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ الاصل قلت وبالاول افتی فی الملتقی اور ملتقی مین ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہے ثم قال ولو استاجر دکانا لعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل اخر فعذر یعنی صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی درزی کے عمل کے واسطے پھر سینے ورخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے هم یہ قول تفصیل فتاوی کبری کے مخالف ہے فتاوے عالمگیری مین کبری سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان مین مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہین یا وہین نقض جائز ہے انتہے اور اسی کو شارح بعد اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہے اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہے مانی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار لاسکنی عذر دون سفر موجرہا اور قہستانی مین ہے سفر کرنا اس مستاجر کا جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستاجر فیحلف بانہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یون قسم کھاے کہ اُسنے سفر کا ارادہ کیا ہے وفی الوالوالجیۃ تحولہ عن صنعۃ الی غیرہا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ مین ہے پھر جانا مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہوگیا ہو جبکہ اُسکو اُس پیشہ کا کرنا دکان مین ممکن نہ ہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین وفی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ مین ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہین اور نہ بھیجنا غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے وبخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبدا لیخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان العمل برخلاف اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا درخت کے واسطے پھر درخت ترک کی تا کہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے

کہ جمع بین المطلبین ممکن ہے یعنے دونون کام ہو سکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ہم طحطاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا (وبخلاف خیاطۃ استاجر عبدالخیاطۃ فترکہا لیعمل فے الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ ایضا لیس بعذر بدون لحوق دین کما مر ویتوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا ہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فے شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچڈالنے موجر کے اُس چیز کو جسکو اُس نے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اُسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر فاراد المستاجران یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اُسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اُسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اُسکی بیع فسخ کرے ہم لیکن عمادیہ مین فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اُسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدہا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اُسکو جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فے الطریق فیبقی الی مکۃ فیرفع الامر الے القاضی لیفعل الاصلح فیؤجرہا لہ ان کان امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برہن علیہ دفعہا ویقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو جانور کو بقیمت بیچڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اُس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اُسکے قبضے مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اُسمین دو مہینے سکونت کی اُسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہے تو اجرت لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قات فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ مین کہتا ہون اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اُسپر اجرت لازم ہوگی اُسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل یلزمہ اجر ذلک قیل نعم للمضیہ علے الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اُسکو اُسکی اجرت لازم ہوگی یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے مانند ہے ہم یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو لازم نہین وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ بل یلزم المسمی

او اجر المثل ظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیہ اور رائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہ ہو جبکہ وارث موجر کا مکان
خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت
معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفی القنیۃ مات احدہما والزرع
بقل یعنی اعتبر بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور قنیہ میں ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہے یعنی ہنوز کھیتی خام ہے تو عقد اجارہ
باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضا مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وہو کبیر
ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای بجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای بجوازہا بالتعاطی فتامل اور جامع الفصولین میں ہے اور اگر موجر کا وارث
بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اسپر راضی ہو تو جائز ہے انتہی مافی الفصولین یعنی باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیا گئی یعنی
جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بوسیلہ تعاطی کے اسکو تامل کرو وفی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من
سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا فاسوۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ ترحقدار ہیں عین کے باقی دین والوں
سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر
موجر مرگیا اور اسپر دیون ہیں تو اور دین سے مستاجر زیادہ ترحقدار ہے اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبض میں نہیں آئی کہ بائع
مرگیا اور اسپر دیون ہیں تو مشتری احق ہے یعنی اور مشتری اپنا حق لیگا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہے گا تو اور ارباب دیون پاوینگے وان عقدہا
لغیرہ لا تنفسخ کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہوگا جیسا کہ اجارہ لینے کا
وکیل یعنی مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہ ہوگا
اسواسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء
الاعیان فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل فہو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی
شرح المجمع والبزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائے گا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے
تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہے
ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند شرح مجمع
اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابوطاہر
من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی مستاجر
کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف
منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابوطاہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں اور یہی صحیح تر قول ہے
چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لانہم قالوا
بعدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد
نے اعتراض کیا ہے اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار
وکیل کی عدم آزادی پر ہے اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ
لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ یستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں
ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم و وصی واب وجد
وقاض ومتولی لوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے
متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مر گیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ
باطل ہوگا اسکی موت سے کذا فی الدرر ثم مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ
لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ
معزیا للوہبانیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتی قاری الہدایہ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ
متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا
اسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا
اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے میں کہتا ہوں اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا ہی مصنف
نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجر الواقف
ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ
فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد
ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین
وقف کر دی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتدا عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف
میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رأیتہ فی عدۃ
نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر
وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے
فتاوی مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہیو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ
مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اسی فتاوے میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے
اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف
یعنی وہبانیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان
لا یبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مر جاوے تو استحسان میں
اجارہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہیں نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ
میں ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہے
تو ان کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفس فقط

وبقیت فی حصة الحی اور دو مستاجرون یا دو موجرون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اُس کے
حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ مین

فروع مسئلہ لمصنف شارح کافی وقت الاشیاء تخلیة البعید باطلة فلو استاجر قریة وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح بل ینبغی للمتولی ان یذہب للمحلة ثم
مع المستاجر او یخبرہ بتخلیة بنفسہ وبینہا او یبعث وکیلہ او رسولہ الیہا ملمال الی الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن جامع الفتاوی
قاری الہدایہ انہ متی مضی مدة یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ مکان
بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف مین کردینا باطل ہے تو اگر گاؤن اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہے تو اسکا تخلیہ
صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤن مین جاکے مستاجر کے ساتھ یعنی اُسکے وکیل کے ساتھ تخلیہ کردے یعنی
مستاجر اور درمیان گاؤن کے یعنی بلا مزاحمت اسے اُسکے تصرف مین کردے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اُس کے ساتھ بھیجے
مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے مین کہتا ہون لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین فتاوی
قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جائے کہ جسمین مستاجر گاؤن کی طرف جائے اور اُس کے
داخل ہونے مین قادر ہو تو وہ گاؤن کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہریگا انتہی
اور زواہر الجواہر ہم ذخیرة الناظر مین ہے کہ اگر گاؤن اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اُسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار
اُسکا باطل ہوتا وقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے کہ جسمین وہان جائے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر
اپنے وکیل یا رسول بھیجین کذا فی الطحطاوی مسائل شتی چند مسائل متفرقات ہین احرق حصائد ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض
مستاجرة او مستعارة جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین قصب یعنی بانس اور نرکل
بطریق مثال کے ہے اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھونٹھیون کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی وشملہ ارض

بیت المال المعدة لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقتہ
مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علیہ ما علیہ المفتی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو
قافلون اور بھاری اسباب کے اُتارنے کے واسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے مین کہتا ہون
اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہو زمین مین تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اُسی
مکان مین بمجرد رکھنے آگ کے نہ اُس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا ہی کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
فاحترق شئی من ارض غیرہ لم یضمن لانہ تسبب لا مباشرة اجارہ یا عاریت کی زمین مین کھیت کی ٹھونٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین
سے کوئی چیز جلگئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہے اسواسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے
والتسبب ان لم یضطرب الریاح فلو کانت مضطربة ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط سے ہے کہ ہوائین
زور سے نہ چلتی ہون اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اُسکی زمین مین ٹھہری
نہ رہیگی تو وہی شخص احتراق کا مباشر ہے یعنی جلانے والا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ انما سے ذلک الموضع
لا یضمن علی کل حال اذا تلفت بذلک الموضوع شئی سواء تلف بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسی طرح جس موضع مین کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہیں ہر حال مین جب کہ اُس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاے خواہ چیز تلف ہوا اس حال مین کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہوا اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شی دہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا مزیل کوضع جمرۃ فی الطریق ثم اخر اخری فتدحرجتا فاناسر یاضمن کل جمرۃ صاحبہ ان زال بمزیل کریح فیعل الضمین الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہی جبکہ رکھنے والے کا اُس مکان مین رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اُس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضوع اپنے مکان مین ہی اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہان رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہی ان مسئلون مین چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہی ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بہ شی ضمن لتعدیہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین سو اُسکے سبب سے کوئی چیز جلگئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہی نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس لہ فی حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اُس موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہیں ہم حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اُسمین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہی اور مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہی اور کہا ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا ذہبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو دحرج السیل الحجر وبہ یفتی خانیۃ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اُڑا لیجاے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے کا فعل مٹا دیا یعنی اب احتراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکا یا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان مین پھر اُسپر ہتوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری نکل گئی اور اُسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اُسپر ہتوڑا نہیں مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہیں کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر التسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر بکثرت سینچی کہ زمین اُسکو تحمل نکر سکی سو پانی اُبلکر اُسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اُسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ مباشر ہی فساد کا نہ سبب انگیز اقعد خیاطا او صباغا فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سوا اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنایع فہذا بوجاہتہ یقبل وہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اُس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی کے ساتھ تو یہ درست ہی باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہی صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہی تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت اور روا داری کے کام لیتا ہی اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی کاستیجار جمل لیحمل علیہ محملا وراکبین الی مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورویتہ احب وکذا اذا لم یر الوطاء واللحاف جیسے صحیح ہی کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اُسپر محمل لادا جاے اور دو سوار اُسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہی اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہی یعنے قطع نزاع کے واسطے اور اسیطرح اجارہ

جواز کرایہ با وجود عدم تعیین جانور
واز [illegible] سواری

جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا دیکھا ہو ہم شامل ہیں مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسا اور دو شخص اوس پر
سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونا ایکر سو شکاری نے سوار ہونے والوں کو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر گیہوں
ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لادا دیگا
جسقدر لوگ لادلاتے ہیں تو یہ اجارہ قیاس میں فاسد ہے بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اسکا رواج
جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی
ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الطحاوی وفی الولوالجیۃ ولو تکاری ابلا الی مکۃ بلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز والمحمل المعقود علیہ
علا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ محمل او المرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور والوالجیہ
میں ہے اور اگر چند بے نام اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے کہ مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہے شکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ اٹھانے
کے آلات ہیں اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے
مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹوں کے تو صحیح ہے واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہے استاجر جملا لیحمل مقدارا من الزاد فاکل
منہ رد عوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ میں سے کچھ کھا لیا تو اسکی عوض توشہ
یا مانند اسکے اور چیز پھر اسپر لادی جاوے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی
لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہیں تو کرایہ اسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے
گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ
لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت میں کرایہ واجب نہ ہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی
ملک گواہوں سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر بملکہ ولکن لم یرض بالاجر
لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اسنے عدم رضا کی
تصریح کر دی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل فقال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزمہ ما سمی
اور اشباہ میں ہے کہ چپ رہنا اجارہ میں رضا اور قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کرو
نہیں تو نکلجا پس رہنے والے نے کہا کہ میں اجرت سالقہ پر راضی نہیں بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی
جتنی اسنے معین کی تھی سکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان بہ صمم نعم والا لا ظاہرا باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے
سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہو تو ان
تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہ ہوگی بنابر عمل بظاہر جاز للمستاجر ان یوجر المؤجر بعد قبضہ قبل وقبلہ من غیر موجرہ واما من
موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اسکے قبضہ کرنے کے اسکے مالک کے سوا
اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں
اگرچہ تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی
ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اسکے قائم مقام ہے کذا فی الطحاوی وہل تبطل الاولی

بالاجارۃ و للمالک الفسخ لا سیما انہ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا
ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے کہ
اور اسی قول پر فتوی ہے وقدمنا عن البحر معزیا للجوہرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثم ونقل ہنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ ان قبضہ منہ بعد ما استاجرہ بطلت
والا لا فلیکن التوفیق فتامل اور بحر الرائق سے نسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے
سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے
اجارہ کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہو گیا
اتفاق ہو گیا سو اسکو غور کرے علم یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض جبر پر محمول ہے جیسا میں ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہیں کیا
تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے فلا تسقط الاجرۃ ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز
موجر کے قبض میں ہے اس میں اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ میں مشروح مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل
العین المؤجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصیل فی الحقوق ویرجع الوکیل بالاجر علی الآمر لنیابتہ عنہ فی
القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور
وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اسواسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور
وکیل اجر پھیرلے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے میں تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا ہم
وکیل موکل سے اجرت پھیرلے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر
وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الآمر الدار منہ فانہ یرجع الیہا لمصیرورۃ الآمر قابضا بقبضہ ما لم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے
پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے
پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ پھیرلیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل
کی جانب سے منع ظاہر نہ ہوئی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل تعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما
حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے
تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کرسکیگا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت
کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز
لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضروں اور سجلوں کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے
ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے حق منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب
علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیۃ وتمامہ فی
قضاء الوہبانیہ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل وقال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی

البزازیہ اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا میں ہے و فی الحصیر قضیۃ حکم و طلب اجرۃ لکتابۃ شہادۃ جاز وکذا المفتی لو فی البلد غیرہ و
قیل مطلقا لان کتابۃ لیست بواجبۃ علیہ اور حصیر قنیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی
حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقاً طلب اجرت تحریر شہادت
پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی
کے دستخط یا مہر والا بیان اگذشتگو قاضی میں ہے نہ شاہدین اور وہ ہوشش سمجھو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ
وفیہا استاجرہ لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور حصیر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اس
واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھ دے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کر دے ہم ہو اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہوگئی
تو معلوم ہو گیا اسقدر سطور کی اسمین گنجایش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہر اخط سے
مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ
مکتوب نسخ انقرویہ میں حصیر قنیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہوسکتا ہو اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ
لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی المالک والعین مستاجر مدعا علیہ
نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں ہے مثلاً ایک گھر زید نے کرایہ لیا
سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گرو ہے یا میں نے اسکو خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق
ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ
عین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہوسکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے ذیل فی شرط حضور الآجر مع المشتری قولان ذکرہا حاصل
ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اسمین دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں فسخ الاجارۃ و فسخہا
والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون
کل واحد منہا مضافا واسطۃ الزمان المستقبل کاجرتک او فسختک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی
مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضمانتی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف
جب کہ ہر ایک اسوقت کو وقت زمان مستقبل کی طرف منسوب ہوں چنانچہ میں نے تجھکو اجارہ دیا یا تجھسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق ہم
الایصاء کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت
کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی لا البیع مضافا للاستقبال کل
من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ و فسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال و ابراء الدین وقد مر فی
متفرقات البیوع صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل جو کچھ کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت
اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے
غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی ہو اسواسطے کہ
اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی

یہ یعنی اجرت مثل سے زیادہ ہو گئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو بڑھا وے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک
متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتوے ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی
مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا او العین فی ید المستاجر فلیحفظ موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو
حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہان تک کہ عوض کا مال پھر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ
مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحة اجارة
المشغول ویومر بالتفریغ والتسلیم مالم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین
چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا
اور تسلیم کا جبکہ خالی کرنے مین ضرر نہو تو اسکو اسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاة لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز
لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین بسبب عدم رواج کے
المستاجر فاسدا اذا آجر صحیحا جازت لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل وکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ
صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکور صحیح نہین اور سب
مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعة اذا وقعت بشروط الاجارة
فہی صحیحة لان العبرة للمعانی وقدمناہ فی الجہاد دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار
معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ
بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم ببیان الاجرة والمدة
صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزمہ الاجر وان کان
دابة لا ایک چیز اجارہ لی تا اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی
اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اسپر سوار نہ ہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر
جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اسکا قصور ہے
اخطأ الکاتب فی البعض ان اخطأ فی کل ورقة خیر ان شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ واخذ منہ القیمة کاتب چوک گیا بعض سطور مین اگر خطا
ہر ورق مین ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اسکو لے اور اسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اسکو اسپر چھوڑے اور کاتب
سے قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقون مین ہو تو اسکو اجرت معینہ
دے اسکے حساب کے موافق ہم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون انکی اجرت ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اسکے موافق
اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصغیر فی یا جبر اذا ظہرت الزیافة فی الکل استرد الاجرة وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ
کھوٹا ہونا سب دراہم یا دنانیر مین ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اسکے حساب سے استرداد ہوگا
دلنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشی لاجلہ اگر مجکو فلانی چیز بتا دے تو اسکے واسطے اجرت ہے سو اسکو بتا دی تو بتانے والے کیواسطے
اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے دلنی علی کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لمن دلہ اذا عین الموضع جو شخص

مجکو فلانی چیز بتا دے تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہین مگر بسبب موضع دلالت معین کے
ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہے اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ طحطاوی نے
بزازیہ سے یون نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اُسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو اُسکی دو صورتین
ہین اگر اُسنے یہ کلام بسبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجکو بتا دے تو اجرت باطل ہے اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل
نہین ہے جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بسبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجکو
فلانی چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل
واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے
نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ فی الکل عبارت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی استاجر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ
کان لہ ربع الاجر الکل مین الاشباہ اجارہ لیا دہ در دہ حوض کے کھودنے کا اور اُسکا عمق بیان کردیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا سو مزدور نے پنج در پنج
کھودا تو اُس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ در دہ
یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوتے اور پچیس
چوتھائی ہے سو کی تو جو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہے مثل طلاق کے نہین کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار طریق
للمرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا ہذا قولہما وہو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور بیان کیا ہو
مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع جواز اجارہ طریق اس صورت مین ہے کہ جب طریق ایک شخص کی ملک
مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار من دلنا علی کذا جاز لان الاجر متعین بدلالۃ اور اختیار مین ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجکو فلانی چیز بتا دے اُسکا اتنا
اجر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہے اُسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور
اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اُسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت مسمی مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ
ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض ملخصا اور تتارخانی کی غایۃ البیان مین ہے کہ میرا گھر تیرے
واسطے اجارہ ہے ہبہ تو اجارہ غیر لازم صحیح ہے تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم اور اسی
طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے
سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان اید عدم لزومہا بان علیہ الفتوی سے اور اجارہ مضافہ
کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہے اُسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے
وفی المجتبی لاتجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو منتفعا بہ کجدار وسقف وبہ یفتی اور مجتبی مین ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے
ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زمین کا
بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا
اور اُسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہے ہم مختارات النوازل مین ہے کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

نکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی ایسی ایک روایت ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وفی الوہبانیۃ وفی
الکلب البازی قولان والبناء کام القری اذا جعلہا لیس تو مرہ * اور وہبانیہ میں ہے اور کتے اور باز کے اجارہ میں اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی
عمارت میں اختلاف ہے اسواسطے کہ وہان کی زمین کا اجارہ نہیں ہوتا ہے کتے اور باز میں اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہے
اور بلی کا اجارہ چوہے پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدلال ثوبا لتاجر * لیقلبہ لوراح لیس یخسر اور اگر دلال نے
وہ کپڑا جسکو بیچ کے واسطے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ومن قال قصدی ان اسافر فاتحن * لحلفہ او
تاسال رفاقا لیدکروا اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کرون سو اجارہ کو فسخ کرو تو اسکو قسم دے یا اسکے رفیقون سے سوال کرے تا وہ
بیان کردین ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہیں کریگا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا
ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ ہاں تو عذر فسخ ثابت
ہوگا ولیفسخ من ترک التجارۃ دابا اکری * ولو کان فی بعض الطریق وموجب * لہ فیہا اوبات منہا معین * وطلق ینقوب وبالعقد عنہ بتدکر * اور ترک تجارت
سے فسخ ہوگا اجارہ اس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹون کے اجارہ
میں ایک معین اونٹ مرجاوے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی اونٹ معین ہون خواہ غیر معین ہر کیف فسخ جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف رحمہ اللہ کا عقد
کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہیں ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مر گئے تو اجارہ
فسخ ہو گیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص
اونٹون پر واقع نہیں ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھ حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ اجارہ خود بخود
فسخ ہو جاتا ہے تعیین کی موت سے کذا فی الطحطاوی وایجار ذی صعف من الکل جائز * ولو ان اجر المثل من ذاک اکثر * اور اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے
جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اسکے اجر معین سے زیادہ ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہمگی مال مثلا پانچ اونٹ ہین اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہے اور
اسپر دیون ہین اور اسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دیئے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکور جائز ہے اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف
جائز نہیں جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین
رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ * فوفاہ للمستاجر الحبس اجدر اور جو شخص مدیون مر گیا اور اس نے
اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اسکے
ارباب دیون اس شیٔ مجیرہ میں اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام میں مناسبتہ للاجارۃ ان فی کل منہا مالک الرقبۃ لشخص ومنفعتہ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہے کہ دونون
میں رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اسکی غیر شخص کو رلی مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین رقبہ مجیر کا مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ
من الکتب ای الجمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو
کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا
اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار میں کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے کاتب مکاتبہ سے اور مولی مکاتب ہے بکسر تا اور اصل اسکی کتب سے

(ازادی تصرف ۱۲) (گردن ۱۲)

ہے اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے ہے کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اسی سے ہے کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کی اور اسی سے
ہے کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اس میں ملانا ہے حریت ید کا حریت رقبہ کے
ساتھ یا اسواسطے کہ اس میں قسطیں یا زیادہ جمع ہوتی ہیں یا اسواسطے کہ غلام و مولی دستاویز لکھ دیتے ہیں اور یہی وجہ اظہر ہے یہ ہیں معنی لغوی وشرعا
تحریر المملوک یدا ای من جہۃ الید حالا ورقبۃ مآلا یعنی عند اداء البدل حتی لو ادی حالا عتق حالا اور شرع میں کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد
کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے
فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فورا آزاد ہو جائیگا مثلا مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا سو درم پر مثلا یعنی اگر سو درم کما لاوے
تو آزاد ہو جاوے تو بحکم اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری وغیرہ بطور خود تصرف کرتے
ہیں ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اس میں مولی کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سو درم ادا کریگا تو اسکی ذات آزاد ہو جائیگی تو مکاتب عبد اور
حر دونوں سے مشابہ ہے عبد سے اسواسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہیں تا ادائے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزادوں کی طرح تصرف
کرتا ہے ورکنہا ای کتابت کا رکن یہ ہے ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او ما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتابت یا
جو لفظ کہ ہم معنی کتابت ہو جاوے مثلا مولی کہے غلام سے کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے
اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کر یا یوں کہے مجھکو ہزار درم ہر مہینے میں سو درم کرکے ادا کر اور تو
آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور بلفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب
عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے
اس بدل کا جو کتابت میں مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رقیت کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار و جنس معلوم نہو تو کتابت
فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی البدائع لا کونہ منجما او موجلا لصحتہا بالحال نہ ہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح
ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہیں منجم اور موجل میں فرق یہ ہے کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک
مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جسکی کئی مدتیں ہوں مثلا ہزار درم کی دس قسطیں ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انتفاء الحجر فی الحال
وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا
آزادی کا تصرف کرنے کے حق میں نہ گردن کے حق میں مگر ادائے بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال
ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملکیۃ اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر
کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اسپر مولی قبض کرے اور غلام کا پھرنا مولی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز
ہو کاتب قنہ ولو صغیرا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجوما
اولہا کذا وآخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام
کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اسکی
قسطیں مقرر ہو گئی ہوں چند مہینوں پر یا مولی نے یوں کہا کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر
قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہے اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب

ہو جائے گا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالی کے اس قول کے کہ فکاتبوھم یعنی غلامون کو مکاتب کرو ھم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور
سو جل اور منجم سب کو شامل ہی والامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہی بنابر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا
مذہب ہی اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علما حنفیہ سمجھے ہین والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہی کہ مسلمانون کو غلام ضرر نہ پہونچے
آزاد ہونیکے بعد ھم یعنی یہ جو قرآن شریف مین وارد ہی کہ اگر تم غلامون مین خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہی فان یضرھم
فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانون کو ضرر پہونچاوے تو افضل یہ ہی کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیہ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہی اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولی اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہین تاکہ غلام کا
حق عتق باطل ہو جاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ مین ہی واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یؤدی کل البدل لحدیث ابی داؤد
المکاتب عبد ما بقی علیہ درھم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکلگیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ
تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابی داؤد کہ مکاتب غلام ہی جبتک کہ اسپر ایک درم باقی رہے ھم اور یہی مذہب ہی زید بن ثابت کا اور اسی پر
عمل ہی علماء امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولی عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولی پر ھم عقر آزاد عورت مین مہر مثل ہی اور
لونڈی مین اسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا فانہ یغرم ارشہا او
مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولی قتل کرے تو دیت دے او
اتلف المولی مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لا حد ولا قود علی المولی للشبہۃ ھم یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہو گیا ہان یہ البتہ ہی کہ مولے پر حد نہین وطی سے اور قصاص نہین قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولی مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ ہونے
کا حق ہی سو اسکو اسکے اسقاط مین اختیار ہی بلا اخذ بدل وفسد ان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق مین تو اگر میان اور غلام دونون ذمی ہون تو کتابت
مذکورہ جائز ہی ھم کتابت جائزہ اور فاسدہ مین فرق یہ ہی کہ فاسدہ مین مولی کو اختیار ہی کہ اسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ مین بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہین اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونون مین بلا رضامندی مولی کے
فسخ جائز ہی کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہی اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ھم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہی اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت مین قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہین او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہی غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ھم معین کی قید سے
نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہی اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ مین نقود متعین نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار
لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہی سو دینار پر تاکہ اسکا مولی اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول
ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہین مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہی اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فهو ای عقد الکتابة فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون
مذکورہ مین فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لمالیتهما فی الجملة وسعی فی
قیمته بالغة ما بلغت یعنی قبل ان ترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب
مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور
اپنی قیمت مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا امر قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال اھ یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل
ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل وقوع مین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی واعلم انه متی سمی مالا وفسدت
الکتابة بوجه من الوجوه لم ینقص من المسمی بل یزاد علیه اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہوا اور کتابت فاسد ہو جاوے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ
تو مال مسمی سے نقصان نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبه علی میتة ونحوها کالدم لبطل العقد لعدم مالیتهما اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء
الا اذا علقه بالشرط صریحا فیعتق بالشرط لا بالعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اسکے چنانچہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ
مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق
کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے مثلا یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجھکو دے تو تو مکاتب
ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسه فقط لا نوعه
وصفته ویؤدی الوسط او قیمته ویجبر علی قبولها اور عقد کتابت صحیح ہے اس جاندار پر کہ فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مہیا
اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من الکافر کاتب عبدا
کافرا مثله علی خمر لمالیتها عندهم معلومة ای مقدرة لتعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن
اور الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جاوے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وای من المولی
والعبد اسلم فله قیمة الخمر وعتق بقبضها لتعلیق عتقه باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمته کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب
کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے
غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمته شهرا ای للمولی او لغیره اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے
مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی وحفر بئر وبناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئین کھودنے
پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاوے کہ نزاع کو رفع کر دے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت
کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا تفسد الکتابة بشرط لشبهها بالنکاح ابتداء لانها مبادلة بغیر مال وهو التصرف کتابت
فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف
غلام کا ہے ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاوے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت
باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ
غیر مال سے ہے یعنی آزادی کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسے ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان
یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبهها بالبیع انتهاء لانه فی البدل هذا هو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو

تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہے یہی قاعدہ کلیہ ہر مطلب عقد مین شرط ہونا چاہیے چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہر کہ مبادلہ ہر مال کا مال سے انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہوجاتی ہر شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین متمکن ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعله

وہ باب یہ ہر یعنی ان افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہر اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء ولو بمحاباة یسیرة مکاتب کو خرید و فروخت جائز ہر اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہ ہر کہ ایک معاملہ مین کاہے نقصان قبول کرتے ہین تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہر اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطے کہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہر تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج امتہ وکتابۃ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کردینا جائز ہے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہر اسواسطے کہ نکاح سے مہر و نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہر بلکہ اس سے زیادہ تر والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہر اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہوجانیکے بعد والا بان ادا قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد بلکہ قبل اسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اسکا مولی یعنی پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہین یعنی اسواسطے کہ یہ کتابت مین داخل نہین اور اسمین مولی کا ضرر بھی ہر کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہر اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہر مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہر ہم ذخیرہ مین ہر ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہر اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہر ولا التکفل مطلقا ولو باذن مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہر مطلقاً اگرچہ مولی کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہر اور مکاتب تبرع کا اہل نہین ہر ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال ورنہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہر اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو وبیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہر غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہر وتزویج عبدہ لنقصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہر بسبب ناقص ہوجانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہر نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے والاب والوصی والقاضی وامینہ فی رقیق صغیر تحت حجرہم کمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اسکا امین اس صغیر کے غلام مین جو انکی پرورش مین ہر مکاتب کے مانند ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہر اور اعتاق عبد اور عبد کو اسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کردینا جائز نہین بخلاف مضارب وماذون وشریک ولو مفاوضۃ علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارۃ بخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہین اسواسطے کہ انکا تصرف تجارت مین مخصوص ہر اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونون کو شامل ہر ولو اشتری اباہ او ابنہ تکاتب علیہ تبعا لہ والا لم ترد قرابۃ الولاد اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہر اور قرابت سوا اسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا اور اسنے بدل کتابت سے تو اسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب

ادا ے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولاد کالاخ والعم لایکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب
نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا جیسا کہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت میں داخل ہوگا یہ خلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک
داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہ جوہرہ لم یجز بیعہا لتبعیتہا للولد یا ولکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب
نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اس فرزند کے ساتھ جو اسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہو گی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے
تابع ہے لیکن فرزند کی کتابت میں وہ داخل نہو گی ام ولد کے تابع ہے یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہیں اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے
درست نہیں اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ ام ولد کو اسکے ولد نے آزاد کر دیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان
یطاہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہو گی اسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہوا
تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح لونڈی
مکاتبہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اسکے شوہر کو اسکی وطی بملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا الا ان تحرر ثم
من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا یعنی
بخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے مراد یہ ہے
ہو کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحاوی ولو ملکہا بدون ولد ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما
اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ دخل فی کتابتہ
علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اسکی لونڈی سے پھر اسنے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اسکی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی
تبعیت سے ہم بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ نسب حلت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے
فرزند کی لونڈی کی وطی میں یا مشترک لونڈی کی وطی میں درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لان کسب کسبہ اور
مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب کا کسب
ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح
کر دیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت میں داخل ہوگا اور اسکی کمائی اور اسکی قیمت اگر اسکو کوئی
قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماں کی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود میں وہ صفات
شرعیہ جو ماں میں ثابت ہیں چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہیں کذا فی الطحاوی مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت
انہا حرۃ باذن مولاہ فنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے
اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر
نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہیں بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانیوالے کا فرزند ہے
ہم محمد کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن انکے نزدیک قیمت دینا
مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی الغایۃ وخصا المغرور بالحر لاجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص
کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہوجاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے ہم وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم
ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولی مفروض ہے تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال قیمت لازم ہووے نہ مکاتب
پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولی نے تو نکاح کا اور اسکے متعلقات یعنی مہر و نفقہ کا
اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولی اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی منح مختصراً ولو اشتری
المکاتب امۃ شراءً فاسداً فوطئہا ثم ردہا للفساد او شراہا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابتہ
لان الاذن بالشراء اذن بالوطئ اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کہ پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے
یا اسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق مالک غیر نکلی تو مکاتب پر عشر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اسکے آزاد ہونے سے پہلے بسبب
داخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت میں اسواسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنیکا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی
اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل
نہیں کذا فی الطحطاوی منح مختصراً ولو وطئہا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی کو بسبب قربت
کی اور ہو اس نکاح کے جو اسنے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ
داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہیں وہ المأذون کالمکاتب فیہما ای الفصلین
اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں ولو ولدت مکاتبۃ من
سیدہا فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا وان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ وثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃ
اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر چاہے
اپنی ذات کو عاجز کر لے یعنی ادا سے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت
ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد
مجانا بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد
کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیدہ فقیراً لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر کو اپنی قیمت کے
دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اسطرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولو
دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبراً والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموتہ ای المولی معسراً لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا
تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں
اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولی کے اسطرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے وان کان
مات موسراً بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجاناً لقیام ملکہ اور اگر مولی اسطرح
مالدار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکلتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو
آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالا صح استحساناً ہونے مکاتب کیا غلام کو ہزار درہم
والے پر پھر مکاتب سے صلح کر لی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے خلافاً لزفر کے نزدیک ہر بعض کاتب عبدہ علی الف الی

سنۃ فمات المریض والحال ان قیمتہ الف درہم ولم تجز الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد
ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ او رد رقیقا لقیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی
مدت مقرر کر کے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم ہیں اور مولی کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولی نے سوا اسکے
اس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نہ کر سکے تو پھر کر غلام بنایا جاوے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے
بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی وان کاتبہ علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ
حالا او سقط الباقی او رد رقیقا اتفاقا لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فتعتبر بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کر کے اور
حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اسکے
ساقط ہوگا یا اگر ادا نہ کرے تو پھر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل میں تو محاباۃ معتبر ثلث
میں جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم علی انی ان ادیت الیک الفا فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا الحر
وقبل المولی ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط وکذا اذا لم یقل ان ادیت فادی یعتق استحسانا لانہ نفذ تصرف الفضولی فی کل ما لیس بضرر ولا یرجع الحر
علی العبد لانہ تبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجکو ہزار درہم ادا
کروں تو وہ غلام آزاد ہے سو مولی نے اس شرط پر اسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درہم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط
مذکورہ کے اور اسیطرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اسنے ہزار درہم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے
تصرف فضولی کے ہر ایک امر میں جو ضرر نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درہم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے سواء ضم قولہ قبل المولی
شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین میں قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار
مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچے یعنی قبول ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی
تو وہ مکاتب ہو جائیگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اسپر لازم ہوجاوے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں
بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا
فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلانے غلام کی
طرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصالۃ صحیح ہے اور غائب
غلام میں تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا
کریگا تو دونوں غلام آزاد ہو جاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اسکے حصہ کے مطالبہ نہ کرسکیگا اور مالک اسپر مجبور کیا
ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو مجبور قبول کرنا ہوگا ولا یطالب
العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اسنے عقد کتابت قبول
نہیں کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو لا یتغیر بہ ابا ما اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں جیسے اسکے رد
کرنے کتابت کا اعتبار نہیں ہم قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکی تو بعد اسکے

قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حرره سقط عن الحاضر حصته اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اُسکا
حصہ بدل کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ غائب عقد مین قصداً داخل ہے اگرچہ مقصود بالخطاب نہین ہے بدل کتابت دونون پر منقسم ہو گیا اگرچہ اُس سے
مطالبہ بدل کا نہین ہے ولو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصته حالا والا رد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل
کتابت سے نقد ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاوے ولو ابرأ الحاضر او وهبه عتقا جميعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا
تمام بدل کتابت اُسکو ہبہ کر دیا تو دونون غلام آزاد ہو جاوینگے مفت ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے
کذا فی الطحطاوی ان کاتب الامة عن نفسها وعن ابنین صغیرین لها وقبلت صح استحسانا کما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد
کیا اُسکی ذات سے اور اُسکے دو چھوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کر لیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃً لونڈی کی طرف
سے اور تبعاً اُسکے بیٹون کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی من ذکر لم یرجع علی الآخر لانه متبرع ویجبر علی القبول ای الآخر امر اور اشخاص مذکورین
مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور مولی پر ہر شخص کے ادا سے بدل کے قبول پر جبر ہوگا اور آخر
احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی مین ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک مان کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر
اُنکے حصہ کے اُسکو فی الحال ادا کرین اور مولی مکاتبہ بدل کا اُنکی مان سے کرے نہ اُنسے اور اگر مولی اُنکو آزاد کرے تو اُنکی مان پر سے اُنکا حصہ ساقط ہوگا
اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا اُنکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اُنکی مان کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو مان بھی آزاد ہوگی اور اُسکے ساتھ اُسکی
اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ المحققہ شایع کاتب نصف عبده فادی الکتابة عتق نصفه و
فی بقیته قیمته وقالا العبد کله مکاتب علی ذلک المال وبه ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف
غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اُسی قدر مال پر
اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابة العبد المشترک

یہ باب ہے عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدهما لصاحبه ان یکاتب حظه بالف ویقبض بدل الکتابة فکاتب الشریک
المأذون له نفذ فی حظه فقط عند الامام لتجزی الکتابة عنده ولیس لشریکه فسخه لاذنه غلام ہے دو شریکون کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک
کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اُسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط
اُسی کے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اُنکے نزدیک مانند اعتاق کے اور اُس کے شریک کو
فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اُسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اُسکے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور بصورت عدم اذن اُسکو فسخ
مین اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اُسکا حق منقطع ہو جاوے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام
کو اسکا اذن ہے کہ مال کتابت کو حاصل کر کے شریک کو دے تو اُسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادائے بدل وہ مکاتب کو منع
کرے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصاً واذا قبض بعضه بعض الالف فعجز فالمقبوض کله للقابض لاذنه له
بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادائے بدل سے عاجز ہو گیا تو بالکل مال
مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اُسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم

قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہوجاویگا ہم نہ ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ جسنے قبض کیا اسکو رقابض سے ہمکو کذا فی الطحطاوی امتہ بین
شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ الواطی اتفاقی صحت دعوتہ لقیام ملکہ
ظاہرا فان اللہا ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اسکو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے
اُسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اُس سے قربت کی سو وہ دوسرا بچہ جنی سو دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی
کا دعوی کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اُسکی ملک ہنوز قائم ہے بخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے
بنا بر تکمیل استیلا و لو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن
شبہ ملک کے سبب سے اسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وتبینت انہا فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من
الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادا سے بدل کتابت کے بعد اسکے یعنی دونوں وطی اور دونوں دعوت کے بعد تو یوں ٹھہرایا جائیگا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی
اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہوجانے اُس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک
اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت
زائل ہوگئی تو مقتضی تملک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر فتضمن وطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے ہم یہ جواب ہے
اُس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک
اول اپنے شریک کو اُسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے حقیقت میں غیر کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اُسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہے اسواسطے کہ اُسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی ملک جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اُسکی ملک اسمیں نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہے اُس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت ترده للمولی اور دونوں
شریکوں میں سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادائے بدل کتابت
سے تو عقر مولی کو پھیر دے وان دبر الثانی ولم یطاہا الاول والمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اُس سے
وطی نکی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اُس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اُسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی ادائے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اسمیں ملک باقی نرہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اُسکی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اُسی کی ام ولد ہے وان کاتباہا فحررہا احدہما موسرا فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اُسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنے والا اپنے شریک کو اُسکی نصف قیمت کا تاوان دے ویرجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عنده لا عندہما
اور تاوان دینے والا شریک اسکو مکاتبہ سے پھر لے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنے والے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مردون کا ایک غلام ہو ایک نے اُسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور رو الاہو یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کرادے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہی مکاتب کی موت اور اسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہی کہ عاجز ہو گیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اسکو ملیگا چنانچہ اسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہ مدت ہی کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہی ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مرتد کی مہلت دینے مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے وفسخہا بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد تعجیز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب ہی گناہ مٹانے کے واسطے وللمکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقہ لفسخہا اور اسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبۃ وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہی اگرچہ خیرات ہوا ور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات ولہ مال کفی بالبدل لم تنفسخ وتؤدی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہوگی اور بدل کتابت اسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاے کتابت اور ادا بدل کتابت سے فائدہ یہ ہی کہ ہنگام کتابت کے فرزند اسکے آزاد ہون اور اگر مال ادا کتابت سے بچے تو وہ اسکے وارث ہون وحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اسکی آزادی کا اسکے اجزاے حیات مین سے اخیر جز مین ہم یہ مذہب ہی جمہور کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اسکی کتابت کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ انکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول وفروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خریدا کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ انکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اسکی کتابت مین کذا فی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادا بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اسکے وارثون کی میراث ہی ہم یعنی اگر قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اسکے مال کے وارث ہونگے اور انمین سے کوئی نہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم یترک مالا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفاء بقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابۃ ابیہ علی نجومہ المقسطۃ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نچھوڑ گیا اور ایک اُسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادا کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت مین کوشش کرے بموجب اسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ وبعتقہ تبعا پھر جب اسکا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اس کے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا
اور والی حال رقیقا وسویا بینہما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اُسنے اپنی کتابت کی حالت میں مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو
فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیر جائیگا یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ
اُسکا باپ اور صاحبین نے دونوں بیٹوں کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنی بموجب اقساط کے
بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے واما الابوان فیردان للرق کالامۃ وقالا ان ادیا حالا عتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ بعد
موت مکاتب کے مولی کی طرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں فی الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے ورنہ نہیں آزاد نہ ہونگے
ہم شرح مجمع اور شرنبلالیہ میں مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہیں ادا بدل کتابت میں بموجب اقساط معینہ کے تو غور کرنا
چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہاں سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لو تحررا
عن ابن جبر کا مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مر گیا اتنا مال چھوڑ کر کہ اداے بدل کتابت کے واسطے کافی ہے تو اُسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد ہو کر مر گیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اُسکے ساتھ
اُسی وقت اُسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوے تو معلوم ہو گیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الحلبی و کذا ارثہ لو کان ہو وای المکاتب
وابنہ الکبیر مکاتبین کتابۃ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور یہی طرح مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا
بالغ بیٹا مکاتب ہوں ایک کتابت سے بسبب ہوجانے دونوں کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خطا صریح غور کے
مخالف ہے حیث قال لو کوتب ہو وابنہ صغیرا او کبیرا کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یوں جواب ہوسکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ
بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یفی بہ لہا فجنی الولد فقضی بہ ای بالدیۃ علی
عاقلۃ امہ ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیزا لابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے
لوگوں کا اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے موجب جنایت اُسکی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا
اس ضرورت سے کہ اُسکا باپ ہنوز آزاد نہیں ہوا عدم اداے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہیں ہے بعلت عدم منافاۃ یعنی
حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ام حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہیں اور جنایت سے جنایت خطا
مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد میں برادری پر دیت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہیں یعنی ماں کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو
رجوع نہیں کر سکتی ہے اسواسطے کہ جب اُنھوں نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے
بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لاتنافی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید ہو اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا
متروکہ عین ہوگا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہیں حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے اداے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ
بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بالعجز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی ماں کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت
کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا میں تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ میں واقع ہوئی ہم یعنی جبکہ بیٹا مر گیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اُسکی میراث میں سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی تھا اور عدم بقاے کتابت میں اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہ ہوگی بدون اسکے یعنی اگر کتابت فی

ہو کہ بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہر گیا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث ماں کی قوم کیواسطے ہوگی اور
صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہو بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہو کہ جب مکاتب مر جاوے بدل کتابت چھوڑکر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہوکر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب
ہو کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق
نافذ ہو جاتا ہو تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفہ للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز لتبدل
الملک وفی جملۃ حدیث بریرۃ ہی لک صدقۃ ولنا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادا کے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے
مولی کو حلال ہو اگرچہ مولی خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہو کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہو اور ہمارے واسطے
ہدیہ ہو ہم یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہو تو گویا وہ اور چیز ہوگئی اور آپکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کیواسطے
صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی اسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت میں مکاتبہ تھیں کذا فی الزیلعی وقاری ہدایہ نے کہا
بالمد یہ مجرد کھین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی جیسا کہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مرگیا صدقہ چھوڑکر تو اس
صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہو لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے
تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن سبیل اخذہا ثم وصل الی مالہ ہی فی یدہ ای الزکوۃ اور جیسا کہ اس مسافر میں جسنے زکوۃ کا مال لیا
پھر مسافر پہنچگیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ میں ہو تو وہ اسکو حلال ہو اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ محتاج تھا کفقیر استغنی وہی فی یدہ فانہا
تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہو تو زکوۃ اسکو حلال ہی ہم اسواسطے کہ غنی پر ابتداء سے اخذ زکوۃ حرام ہو کیونکہ اسمین
ذلت ہو تو اسکو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت میں لیا تو بعد اسکے نہیں مگر استدامت تو حلال ہوگا
کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت ہو اور پچھلے دو مسئلوں میں تبدل حال علت ہو بخلاف فقیر اباح لغنی او ہاشمی عین
زکوۃ اخذہا لا یحل لان الملک لم یتبدل برخلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کردیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں
اسواسطے کہ ملک متبدل نہیں ہوگئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہیں ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہو مبیح کی ملک پر فان جنی
عبد وکاتبہ سیدہ جاہلا بالجنایۃ او جنی مکاتب فلم یقض بہ ای بموجبہ فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا
اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا
تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب
مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہو وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اسپر
حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جائیگا اسمیں اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضا کے
سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحلبی عن النہایۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب
کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہیں اسکے کسب میں اور لازم ہوتا ہو اسپر جو کمتر ہو قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کمتر ہو دیت
سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہو قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمتہ واحدۃ وان بعدہ فقیم اور اگر قبل از
قضائے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اسپر لازم
ہونگی ہم یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ ہی کرے قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی بقدر جنایات کے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اسپر قیمت لازم ہوگی اسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اسپر ہوا ہو یہان تک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدر عن القاعدیۃ یعنی درحق مولی جنایت باطل ہوا اور اسکا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہو لینے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین لان فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مرگیا تو کتابت فسخ نہین ہوجاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور جیسا کہ دین کی میعاد باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے بعد اسکے وارثون کو اسکی قسطون کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اسکے وصی کو دیا جاوے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب خراب ہو جانے اسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مرجاوے تو مدت باطل ہوگی اسواسطے کہ اسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ معین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی فاذا اداہ عتق وصح ولو فی مرضہ [illegible] پہنچے آدمی مال اقساط سابقہ کے بموجب اسوقت ہی جبکہ مولی نے اسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اسنے بیماری میں مکاتب کیا ہو تو اسکا ٹھہرنا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ ای کل الورثۃ فی مجلس او اعتق عتق مجانا استحسانا وکل ابرا اقتضاء اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کردیا ایک ہی مجلس مین تو وہ مفت آزاد ہوجایگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابرا قرار دیا جاویگا بطریق اقتضا کے ہم قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہوا اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین ہواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوتا وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جاویگا بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا معاف کردینا ہوگیا بطریق اقتضا کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہوگیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہوگیا کذا فی الطحطاوی فان حررہ بعضہم فی مجلس والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس مین آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس مین آزاد کیا تو اسکا عتق نافذ نہوگا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اسکا مالک نہین ہوا فلو عجز بعد موت المولی اعاد رقیقا اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے بعد موت مولی کے تو اسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہوجایگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا تحل لہ ان یطأہا حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اسکو اسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اسکا مالک ہوا تو اسکو اسکا وطی کرنا حلال نہین تاوقتیکہ کہ وہ لونڈی سوائے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہوچکا ہے اپنے مقام میں ہم یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہین تاوقتیکہ اسکے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند ہین ام ولد اور مدبر اور ام ولد کا بیٹا اور غلام ساعی ہے اسواسطے کہ عدد طلاقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہے تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوجاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا لہما کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد فعجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی دو مالکون نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونون نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونون مالک جمع ہون اسواسطے کہ دونون ایک شخص کے مانند ہین بخلاف وارثون کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہرادیگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبی وفیہ کاتب عبدیہ کتابۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبی میں ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کرلینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونیکے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیرا گیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی میں جائز نہیں ہم عالمگیریہ میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسط میں آہی کردائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیریں تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقۃ بتاریخ کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی و مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیوں کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پرسے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیۃ اور محبوس نہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوائے دین کتابت میں دو قول ہیں حبس اور عدم حبس میں کذا فی السراجیہ ہم سوائے دین کتابت جیسا کہ دین استہلاک یا وہ دین جو اسنے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اسیر ثمن مبیع تھا قلت وفی عتاق الوہبانیہ شعر وفی غیرہ یحبس الحق یحبس سیدا ٭ مکاتبہ والحبس بعد فیہا مخیر میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی کتاب اعتاق میں یہ ہے اور غیر دین حق میں مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم اس بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہیں اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بطور مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہو اور مولی اسکو لیکر بدل کتابت میں مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہیں کرسکتا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولی راضی نہ ہو کذا فی شرح الوہبانیہ شعر ولاء لاولاد زوجین حررا ٭ لمولی ابیہم لیس للام معشر اولاد زوجین معتقین کی میراث انکے باپ کے مولی کی ہے ماں کے موالی کو ہمیں دخل نہیں ہم ہر چند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر توفی وما وفی فاما لمیت ٭ من الولد یبعی والتی تسعی وتحضر ٭ مکاتب مرگیا اور نہ بدل ادا نہیں کیا تو مکاتب کی اس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر کرے قسط بندی کے موافق ای ان لم یکن بہا ولد میت وان کان تسعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاسکے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاسکے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ٭

کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولا کے احکام میں ہم کتاب الولا کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنح ہو لغۃ النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولا لغت عرب میں بمعنی نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بفتح واو و سکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہم اور قرب ولا مصطلح میں حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنی ارث قریب بلکہ اور حاصل ہوجاتی ہے بلا فصل جبکہ اسکی شرط پائی جاسکے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع میں ولا عبارت ہے باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالات کے

سوا ئی الذی یعنی ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے و لہذا معتق کی طرف سے اسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولا شرعی عبارت اُس قسم قرابت سے رکھی ہے جو
قرابت نسبی کے بعد قریب قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اسکے نکاح کرنے اور اسپر نماز پڑھنے کی ولایت اسکو حاصل ہوتی ہے انتہی اور یہ تعریف
بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئندہ یہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث
والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولا کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کردینے کی ولایت
مولی کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولا نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہ
تعریض ہے صدر الشریعہ کی طرف کہ انھوں نے ولا کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم غیر نادر الوجود نہیں وسببہ العتق
علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد والارث والتدبیر یحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہوجانا ہے مولی کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلیے کہ
استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت والے کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہوجاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہوجاتی ہے مولی کے
موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت والا بحکم میراث کے آزاد ہوجاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولا عتق علی الملک اولی ہے نہ اعتاق
فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولا اسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری ہے غالب حال پر ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی
اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص نہوتی شارح نے جواب دیا کہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے کہ عتق
عتق ای حصل لہ العتق باعتاق ولو بوصیۃ او بفرع لہ کتابۃ وتدبیر واستیلاد او بملک قریب فولاؤہ لسیدہ جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کردینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اُس آزاد ہوجانے والے کی ولا اسکے مالک کے واسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت
یہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کردیا تو اسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا
فعل موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ صورت اسکی یہ ہے کہ مولی مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جاملا تو اسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہوکر
آیا سو اسکے ام ولد اور مدبر مرگئے تو اب دونوں کی ولا مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت
ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا مولی کیواسطے ہوچکا ہے اسواسطے کہ ولا کا حق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولا مولی کی
طرف سے اسکے عصبہ کو پہونچتی ہے کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتیں نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اس سے ادا کیے جاوینگے ہم حق ولا مولی کا ہے اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ
افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولا حق مولے کا ہے اگرچہ
عدم ولا مولی شرط ہوگیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امۃ زوجہا قن للغیر
فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اسکا شوہر
غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اسکا ولا منتقل نہ ہوگا
اسکی ماں کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو بالیقین
معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اسکا حمل بھی آزاد ہوگیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تھا اور اعتاق واقع ہوا ہے اسکے

تمام اجزاء پر تو بچہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اُسکا ولاء آزاد کرنے والے سے منتقل نہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر و
الآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توأمین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولاء نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی
ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہو اسواسطے کہ دونوں
لڑکے توام بالضرور ہیں ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ
ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولاء معتق سے منتقل نہ ہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاتہ لموالی
الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اُسکی بھی میراث موالی ام کو ہو اسطے
ہوا اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہے اُسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق القن ای وہو الاب قبل موت الولد لا بعدہ جر ولاء ابنہ
الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاویگا
بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکوں کا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے
ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اُسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اُسکا باپ
آزاد ہو گیا تو اُسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولاء نسب کے مانند ہے اور نسب
باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والدہ کے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی
مستحق ولاء ہو چکے تھے اُسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولاء نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا لم تکن معتدۃ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے
ابتداء اعتاق اُسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت میں نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لا ینتقل لموالی الاب اور اگر
لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے
مالکوں کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ او لم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لا یکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو لعربی فولدت منہ
فولاء ولدہا لمولاہا اُس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اُسکا ویسا مولی نہو نکاح کیا اُس معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو معتقہ
اُس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اُسکے مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی اُنکے انساب کے قوی ہونے سے
ہم عجمی کے مولا سے موالات ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا اُسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے ایک مرد سے
عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولی کے واسطے
ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ لا فی العجم وولاء الموالاۃ مولاء معتقہ کے
واسطے اسواسطے میراث ولاء کی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقہ قوی چیز ہے یہانتک کہ اُسمیں کفاءت یعنی ہمسری معتبر ہے نہ عجم اور ولاء موالات میں ہم یعنے
لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اُسکو کفاءت میں اعتبار کرتے ہیں تو وضیع کا معتق کفو نہیں ہے شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے
اسواسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفاءت اُنمیں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد
اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہیں معتبر ہیں حق نسب اور خود نہاد ہیں
اسواسطے کہ عرب میں باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے پھر ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد وآزاد کرنے والا
مولی مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہوں اور متروکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر اُنکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اُسکو لیگا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے
ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر موخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا موخر ہے عتیق کے عصبات نسبی سے اسواسطے
کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر۔ فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی الذکور تحقیقہ
فی بابہ سو اگر مولی مرے پھر اسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اُسکے مولی کی عصبات ذکورین سے اُس عصبہ کو ملیگی جو
مولی سے زیادہ تر قریب ہو۔ اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اُسکے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی و لیس للنساء
من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتوں کے واسطے ولاء عتیق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتین خود آزاد
کرین تو انکی ولا پاوینگی چنانچہ اُس حدیث میں یہ مصرح ہے جو درر وغیرہا میں مذکور ہے لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او
کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ و سیجئ الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی
وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اُسکی اصل صحیح نہیں اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آویگا ہم جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کے کلام
سے موکد ہو تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہو گئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر انکا جنکو انھوں نے مکاتب کیا
یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شیئ لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال بحر ومصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اُسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سوا اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اُسکے واسطے غلام آزاد
کی کچھ میراث نہیں اسلیے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اُسکا مال بیت المال میں رکھا جائیگا ہذا ظاہر الروایۃ و ذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا
لفساد بیت المال و کذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ و کذا المال یکون للابن و البنت رضاعا کذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول
عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی
بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسیطرح جو مال کہ فاضل
باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اسکو پھیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جاوے کذا
فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا و اذا ملک الذمی عبدا ولو مسلما و اعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب
فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ و العقل عنہ و ہذا افصح فسادا و القول بان الولاء ہو المیراث حق الافصاح اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک
ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہے اور وہ اسکو آزاد کرے تو اُس غلام آزاد کی ولا ذمی کے واسطے ہے اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل
ذمہ ولا کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اسکو آزاد کرے تو ذمی
اسکی میراث نپاویگا اور نہ اسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولا حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے
واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہے ہم یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولا اور میراث متحد تحقیقۃ
نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولا کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہ ہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی
اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جاوے اور عتیق مسلم اسکے بعد مرے تو اسکو میراث اسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی و لو اعتق حربی فی دار الحرب
عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق عندہ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں
حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد اعتاق بلا تخلیہ کے وہ آزاد نہ ہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کر دے پھر جب اسکو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبضہ و

تدبیر مین رکھے تو وہ اُسوقت مین آزاد ہوجاویگا اور اُسکی ولاء اُسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اُسکا عتیق دونون مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آوینگے تو حربی اُسکا وارث نہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کے اُنکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد والات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولاء اُسپر نہین ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکرسکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب مین گیا سو اُسنے وہان غلام خریدا پھر اُسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب مین تو وہ آزاد ہوجاویگا اھ یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب مین آزاد کرے تو اُسکو اُسکی ولاء حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولاء اور شرنبلالی مین نفی ولاء مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولاء و میراث متحد حقیقۃ نہین واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلم او حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای لمعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اُسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام مین آزاد کرے تو اُسکی ولاء اُسکو ملیگی یعنی اُس کے آزاد کرنیوالے کو فرع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصون نے میت کی ولاء کا دعوی کیا اور ہر شخص اُسکے گواہ لایا کہ اُسی نے اُسکو آزاد کیا ہے تو دونون مدعیون کے واسطے ولاء و میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی المستحق الولاء اولا تنفذ منہ وصایاہ ویقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولاء ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی اور اُس کے دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون الدباغ یعنی زوجین مین ولاء عتاقت مین معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت (چمڑہ پکانا ۱۲) کرنیوالے کا غلام آزاد ہو تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اُسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تاوقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الا ام اذا کانت حرۃ الاصل یعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرۃ اصلی ہو یعنی کہ جسکی اصل مین لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اُسکے فرزند پر ولاء نہین ہے اگرچہ اُسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت مین لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی حر اصلی فقہاء کے نزدیک دو معنون مین مستعمل ہے ایک یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اُس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل مین رقیق ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل مین مطلق رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا لا ولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اُسکے ولد پر ولاء نہین مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولاء ہے نہ ماں کی قوم کے واسطے ولو عجمیا لا ولاء علیہ لقوم الام ویرث معتق الام وعصبتہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اُسپر ولاء نہین باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا ماں کا آزاد کرنے والا اور اُسکا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولاء مین چنانچہ شخص عربی مین تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولاء ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہین عجمی باپ کی طرف سے اسواسطے کہ عرب سوا عجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے درر مین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون یعنی مذکور تو ولد پر ولاء نہین اور اگر دونون معتق ہون یا اُنکی اصل مین معتق ہو تو ولاء باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر ماں معتقہ ہو اور باپ حر اصلی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولاء نہین اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولاء ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام مین هم موالاۃ لغت مین بمعنی متابعت ہے اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے

مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہین یا ورنہ کوئی مددگار ہے سو مجھکو تو اپنی ولایت ملالے اور اپنی قوم کی طرف تا مین تیری جماعت مین گنا
جاؤن سو تو میری مدد کیجیو اور میری اور پرسے تو تعب اور مصائب دور کیجیو اور اگر مین مرجاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہے تو دونون شخصون مین عقد موالاۃ
منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہین جمیع احوال مین بخلاف
ولاء موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہے قبل ازاداے دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک
اسکا کچھ اعتبار نہین ہے الدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اعلم رجل مکلف علی یدآخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ عجمیا لا مسلما علی ان یجنی علی ان
یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع
ہوا اس شرط پر کہ متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع نے قتل خطا کیا ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح
نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنابر بیان گذشتہ اور آگے پھر ذکر ہوگا حکم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہین عاقل بالغ
ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح
نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہین کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور
دیت اسفل کی اعلی پر ہے اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونون جانب
سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے ہم تو ارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا
خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی
اسواسطے کہ تابع متبوع نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ
منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا
عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک
کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے واخرہ عن ارث ذوی
الارحام لضعفہ اور ولاء موالاۃ کی ارث نانہالی رشتہ دار سے موخر ہے اسکے ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو انکے غیر پر وہ
لازم نہ ہوگی اور نانہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اسکے ابطال کے مالک نہین ولہ النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ وعن ولدہ فان
عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکدہ وکذا ولدہ کل عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلی نے اسکی طرف
سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولاء موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ دیت
نے اسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق احدا لانہ لزم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب
لازم ہونے ولاء عتاقت کے امراۃ والت ثم ولدت مجہول النسب یتبعہا المولود فیہ اعقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جنی جسکا
باپ معلوم نہین (جنی) تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور مین وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشائہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور
اسیطرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حال آنکہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد مین اسواسطے
کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا المجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ او ینسب غیرہ الیہ
فقیر بالنقد عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب کا مانع نہیں کذا فی العنایہ ہم اور دوسرا قول عالمگیری میں محیط سے یہ منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہے کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اسکے واسطے ولاے عتاقت نہو اور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اسکی طرف سے دیت دے چکا ہو والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اسکی طرف سے بیت المال سے دیت ندی گئی ہو تو اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہے شرح طحطاوی میں ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنایت اسکی بیت المال پر ہے اور اسکی میراث بھی بیت المال ہے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اسکو اختیار ہے جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسطہ فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ میں شرط نہیں تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہے چنانچہ اسکو بشرح بیان کیا ہے بدائع میں ہم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونون مین فرق یہ ہے کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا موالی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ شعر ویعتق عبد عن ابیہ ولاؤہ لہ وابوہ بالمشیۃ یوجر اور وہبانیہ مین ہے اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہے اور اسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب انشاء اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہے اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ ولکل مومن یکون الاجر لہم من غیر ان ینقص من اجر الابن مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایماندار کے واسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہوجا کذا فی المضمرات ہم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنا اس مسئلہ اسپر ہے کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہے اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور یہ بھی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہے جسکا نام کواکب نیرات ہے خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہے کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ہو لغۃ حمل الانسان علی شیء یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہے انسان کو برانگیختہ کرنے سے اُس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اسکو برا لگتا ہے خواہ کراہت طبعی یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اُس سے چاہے اسکو ناچاری کرنا پڑے ہم فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے

قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی یہ صورت مذکور ہو تو ستانی میں کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اسکو کسی چیز سے تہدید
نہ کی اگر مامور یہ جانتا ہو دلالت حال سے کہ اگر اسکو قتل نہ کریگا تو آمر اسکو مار ڈالیگا یا اُسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہی اور محل سے مراد مکرہ بالفتح
ہو یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہی کذا فی الطحطاوی در مختار میں ہی کہ اکراہ شرعی یہ ہی کہ فعل کروانا بوسیلہ اُس تہدید کے جو رضا سے غیر کو
نیست ونابود کر دے نہ اسکے اختیار کو لیکن تہدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہی اور گاہے نہیں اگرچہ حال عدم رضا معتبر ہی اکراہ کی سب صورتوں میں اور
اصل اختیار ثابت ہی سب صورتوں میں لیکن بعضی صورت میں اختیار فاسد ہو جاتا ہی اور بعضی صورت میں فاسد نہیں ہوتا انتہی اور تحقیق اسکی شرح وقایہ میں
یوں مذکور ہی کہ رضا کے مقابلہ میں کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ میں جبر ہی حبس یا ضرب کے اکراہ میں بالاتفاق کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہی لیکن اختیار ثابت
ہی یعنی وجود نا سلامت ہوا اسواسطے کہ اختیار فاسد ہو جاتا ہی بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے زیادہ اہم ہی جان یا عضو کی ہلاکی ہی تو اتباع اُس سے تمیع حیوانات کی
پیدایشی ہی کیا تو نہیں دیکھتا کہ قوۃ ماسکہ انسان بلکہ تمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہی اور نیچے مکان کے گرنے اور آگ میں گھسنے سے در صورت گمان تلف تو اُس سے
باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن ظاہر کا اختیار ہی جو جبر سے قریب ہی اسیطرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار مقابلہ ہی لیکن اختیار فاسد ہی اسواسطے کہ انسان اُسپر
مخلوق ہی اسی راہ سے کہ طبیعت اسپر مجبول ہی باوجود اسکے اہلیت خطاب شرع باقی ہی اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے وہو نوعان تام وہو الملجی
بتلف النفس او عضو او ضرب مبرح والا فناقص وہو غیر الملجی اور اکراہ دو قسم ہی کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہی یعنی جو مامور کو مضطر کر دے جان یا عضو کے
تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہی اور وہی اکراہ غیر ملجی ہی ہم ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہی جو موجب ہو تلف نفس یا عضو
کی چنانچہ بدایع میں ہی واہذا اتفاقی ہے کہ کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید ہونیوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہو اور غیر ملجی جیسا
ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیاں پانوں میں ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ہدد بہ سلطانا او لصا
او نحوہ اور اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اُس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اُسنے تہدید یا تخویف کی ہی خواہ حاکم ہو یا ڈاکو
ہو یا چور ہو یا کوئی مانند اسکے اور شخص جابر ہو مانند اسکے زوج ہو اپنی زوجہ کے حق میں اور شخص غیر محکم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہی تو اگر مجنون نے کسی
ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروایا تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اگر اُسکا وارث ہی
اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ہدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجا اور دوسری شرط خوف ہی
مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطر
ٹھہر جاوے ہم اور اگر ظن غالب ہوا اسکے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہاں سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشی المکرہ بہ متلفا نفسا
او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہی کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور
اندوہ کی جو رضامندی کو نیست ونابود کر دے ہم شرح وقایہ میں ہی کہ اکراہ دو قسم ہی ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہی اور
اکراہ ثانی مفسد اختیار ہی وہ قتل یا قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہی تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہی تو حبس یا ضرب میں رضا فوت ہی لیکن اختیار صحیح باقی
ہی اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اسکو اختیار غیر صحیح ہی بلکہ اختیار فاسد ہوا انتہی اور موجب غم گاہے حبس ہوتا ہی اور گاہے ضرب اور اکراہ میں مقدار حبس یہ ہی
کہ جس سے غم صریح حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہی جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمین ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہو سکے اسواسطے کہ نصب
مقادیر رائے سے ممتنع ہی بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہی کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وہذا ادنی مراتبہ وہو یختلف باختلاف الاشخاص
فان الاشراف یغمون بکلام خشن والارذال ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یعنی موجب غم کمتر مرتبہ ہی اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہی

اسواسطے کہ اشراف تو ہلکین ہوجاتے ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ
ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ امالحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ بالفتح
کا قبل از اکراہ اس فعل سے جسکے واسطے اسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا
مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا چنانچہ شراب خواری اور زناکاری ہم اپنے مال
کے بیع مین اکراہ غیر ملجی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
او العینین فزانیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہین مگر ذکر و آلات تناسل اور
آنکھوں پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ ہم زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی راے پر مفوض ہے اسکی کچھ حد معین نہین اور تصرفات مذکورہ متن کی اکراہ
غیر ملجی سے ہوتی ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی وحبس
او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قیدہ او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ و دریا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ
یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہین ہے مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر ہم قید سے مراد بیڑیان پانون مین ڈالنا ہے نہ حبس چنانچہ مشہور ہے
عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہان تک
کہ اسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر ڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے
مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین چنانچہ بیع اور شراء اور اجارہ اور صلح اور ابراء مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما او
حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اسکے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ
زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ چنانچہ بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان
لازم ہوگا مشتری پر اسکی تعدی کرنے سے دیکھی انہ یستبرد وان تداولتہ الایدی اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند بار اسکی
بیع ہو گئی ہو وان امضی لان الاکراہ الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء یا مکرہ بالفتح چاہے
تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضامندی کو نیست و نابود کر دیتے ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط
ہے اور اسیطرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اسکا حق ہو گیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ
عندنا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیون کے نزدیک ہم مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید
ملک ہین مالک کے ثابت رکھنے سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضاء مین مختار ہے اور قہستانی کا یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی فساد
عقود نہین اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مطلب یہ ہے کہ مفید ملک ہین مضاے مالک سے اور اگر یون تاویل نہ کیجیے تو یہ
کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہوجاوین ورنہین مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہوجاتے ہین بیع فاسد کے مانند
اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے ہان یہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی الطحطاوی مختصرا
فتصرف وحینئذ فیملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پہ نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اسپر قبضہ کر لے
تو مشتری کو غلام مبیع کا آزاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہے جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد

طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لانا فیہ لعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہو گی لازم
ہو گی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تاوان کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین نفذ
یعنی لزم لما مر ان عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبر اکراہ
ہوا اگر ثمن اسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہو گی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود
ہمارے نزدیک نافذ ہیں اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال
نے ایضاح میں اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے ثم بقبض او تسلیم بیع لازم ہو گی یعنی فاسد منقلب بہ صحیح ہو کر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار
باقی نہ رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اسکی تاویل کبھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں
مگر اسکو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر نفاذ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اسواسطے کہ خود ابن کمال نے
تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا بلا شک بیع کو
صحیح کر دیتا ہے اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ
منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہے اور منار اور اسکی شرح میں مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے عدم رضا
کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط ان مالا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلہ ابطالہ میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو
عقد کہ صحیح نہیں ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز ہے وما یصح یصح ویضمن
الحال کما یجیئ اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک اسکا حال یعنی اکراہ کرنیوالے
سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہو گی وردہ ولم یضمن ان ہلک الثمن
لانہ امانۃ درر ان یعنی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اپنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہ ہو گا لکنہ یخالف البیع
الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت
قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہیں ہوتی والثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور
دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور
بیوع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ میں حق العبد کی جہت سے فساد ہے اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد حاجتمند ہے اور حق تعالی
غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے
وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمیں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری
فلا ضمان بلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن
سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہیں برخلاف ان دونوں ثمن اور مثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا
فی البزازیہ ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہے جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ
ہے اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا

اور نہیں تو مین تجھکو قتل کر دونگا تو اُسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہی جبکہ اُسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤنگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اُسنے نہ کھایا
اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت
کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اُسکو ظن غالب ہی
کہ بادشاہ اُسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہی تو اُسکو کھانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ
اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اُسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہی اگرچہ وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجھکو قتل کر دونگا تو اُسکو اپنا قتل
کرنا جائز نہین انتہی مختصرا ورملتقی اور اُسکی شرح مین ہی اور اگر اکراہ بتہدید قتل ہوا اُسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گھس جائے یا اور مہلک چیز ہی
تو اُسکا اختیار ہی امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وامر غیرہ لا ان
تعلیم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی وبہ یفتی اور بادشاہ
کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہین لیکن جبکہ مامور دلالت حال سے سمجھتا ہو کہ اگر اُسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اُسکو قتل کریگا یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اُس کو
اسطرح ماریگا جس سے اُسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہی وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق
منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہی کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی مزوجہ کا تو اُس سے اکراہ ثابت ہی مثلا تہدید زوج اس صورت مین اکراہ ہی جبکہ وہ قادر ہو اُسکے کرنے
پر اور یہ دو روایتون مین سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام
باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اُسنے انکار کیا یہان تک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ پھر
اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس مین اُسپر کچھ نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اُسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونون پر کفارہ
ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری
پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین تو مشتری اُسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ہم تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اُسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہی کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے
اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اُسکے پاس تلف ہوجاے بدون تعدی کے تو تاوان اُسپر نہین کیونکہ وہ اس صورت مین اُسکے پاس امانت
ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے
تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ اگر بالک تاوان لے اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری
سے قیمت اُسکی پھیر لے یعنی اسواسطے کہ وہ ادا ے ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ
لو ضمن المشتری الثانی مثلا المصیر ورتہ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہوجاے گی
ہر خریداری کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ خریداری کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلاً مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان
دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اُسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن مین بیان کر دیا
پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے
دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا
ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہو جائینگی

طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری واحد میں
مفروض ہے فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعہ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھیر لیگا بخلاف ما اذا اجاز المالک
احد البیاعات حیث یجوز الجمیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے کہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ میں
سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم
او لحم خنزیر او شرب خمر باکراہ غیر ملجی کحبس او ضرب او قید لم یحل الا لضرورۃ فی اکراہ غیر ملجی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے
گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر واسطے اکراہ غیر ملجی کے جیسا کہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں ہوا اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہیں
اکراہ غیر ملجی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں چنانچہ مخمصہ میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہ ہوا تو ضرورت ثابت
نہ ہوئی کذا فی النہر ثم لا یحد الشرب للشبہۃ یہاں یہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیئے تو اسپر حد ماری جائیگی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکرہ
بملجی بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید ہلاکت کے کذا
صحح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہے
مسائل اکراہ کی تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جسمیں اقدام فرض ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کریگا یہاں تک کہ قتل ہو گیا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم میں عزیمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجرا کلمہ کفر اور دشنام
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہے اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری قسم میں امتناع عزیمت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ
قتل نفس معصوم محترم ہے یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد مغایظۃ الکفار فلا باس به پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں
صبر کیا یہانتک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم وجہ بیان یہ ہے
کہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو نہ کھانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل
کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر جابر متقول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نہ جانتا ہو تو گنہگار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے
اباحت کے تو معذور ہوگا ناواقفی سے جیسے احکام شرعیہ کی ناواقفی ابتدای اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے ہم اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور
انہیں اختلاف بھی علما اور صحابہ کے کہ ان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ٹھہرا کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصۃ کما قدمناہ فی الحج جیسے شدت گرسنگی میں محرمات
مذکورہ کے نہ کھانے اور مر جانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج میں بیان کیا ہے و ان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص له ان یظہر ما امر به علی لسانه ویوری وقلبه مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام
کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے
درانحالیکہ اسکا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہو یا لغیر مقید ہم تو یہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم ان وری لا یکفر وبانت
امرأته قضاء لا دیانة پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہ ہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ اور توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ میں غیر کا ذبہ کا قصد کرے اور انکار کفر کا قصد نہ کرے کذا فی الحموی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام کے

وقت مین نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضائً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضائً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمہ کفر اسکی زبان پر گذرا اور
دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اُسنے ارادہ نہین کیا وان خطر بباله التوریة ولم یور کفر وبانت امرأته دیانة وقضاء نوازل وجلالیہ اور اگر اُسکے دل مین
توریہ مخطور ہوا اور اُسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اُسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیہ ہم اسواسطے کہ جب
دل مین توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکرہ
کہے کہ میرے دل مین توریہ مخطور نہوا لیکن مین نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اُسکی عورت جدا نہوگی استحسانًا مین اسواسطے کہ
جب اُسکے دل مین سواے اُسکے کچھ مخطور نہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت مین اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اُس
حالت مین لازم ہے جبکہ اُسکے دل مین توریہ مخطور ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ویوجر لو صبر لترکه الاجراء المحرم اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے
اجراء محرم کے ہم عمار یاسر و خبیب رضی اللہ عنہما اسمین مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیے گئے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثله سائر حقوقه تعالی کافساد صوم وصلوٰة وقتل صید حرام وکلما ثبت فرضیته بالکتاب اختیار اور اکراہ
علی الکفر کے مانند ہین رخصت اور صبر مین باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم وصلوٰۃ کا فاسد کردینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام مین شکار کرنا اور جس
چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ہم زیلعی مین ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک
اُسکے کرنے مین رخصت ہے اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوٰۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہین تو اسمین اصلا اباحت
متصور نہین اور سواے کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہین تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اُسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا
اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب یا اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاحرام بغیرها بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال او التکلم بکلمة الکفر لا یحل ابدا اور
اجراء کلمہ کفر رخص نہین بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہین ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی سے اسواسطے
کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع مین منحصر نہین بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم مین ہے چنانچہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور
عدم حلت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اُسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص له اتلاف مال مسلم او ذمی
انتہیا القتل او القطع ویوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کرڈالنے مین تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور
اُسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کریگا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکره بالکسر لان المکره بالفتح کالآلة اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان
لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہین ایک فعل وہ ہے جسمین مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکھتا کہ اس فعل مین مکرہ بالکسر
کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہان اکراہ کرنیوالے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اُسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اُسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین
وہ آلہ نہین ہوسکتا تو وہان فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منھ سے نہین کھا سکتا اور نہ
دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑکے
مال پر گرادے اور مال تلف ہوجاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتله او سبه او قطع عضوه وما لا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہین اکراہ سے مسلمان
کے قتل کی یا اُسکے گالی دینے یا اُسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اُس فعل کی جو کسی حالت مین مباح نہین کذا فی الاختیار ہم لیکن قہستانی مین مضمرات سے
منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گالی دینا باپ کو مار ڈالنا اور [illegible] کا جلانا اور پانی مین گرا کے
ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکره بالکسر لو مکلفا [illegible] لما فی المبسوط خلافا لما فی النهایة فقط لان القاتل کالآلة او قتل

عمدین فقط مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل و بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اُس قول کے جو نہایہ مین ہے فقط مکرہ بالکسر پر اسواسطے
قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند ہے ہم نے اتھار مین ہے کہ عنایہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ
انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضاے اُسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اُس فعل مین جسمین وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی اتلاف نفس
بگناہ مین اور یہ اسواسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضاے اپنی طبیعت کے عمل کرے جیسے تلوار کہ قطع کرنا اُسکی طبیعت ہے جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع مین اور جیسے آگ کہ اُسکی طبیعت
جلا دینا ہے اور جیسے پانی کہ اُسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہان بھی اکراہ ملجی مین آمر پر
قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی وا وجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونون پر قصاص واجب کہا ہے و نفاہ ابو یوسف عنہما
للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونون سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب آمر اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ
فعل اُسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً و حسًا و حکمًا یعنے در حق گناہ تو اُسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لایرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعہا اور اگر زنا
پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہین ہے اسواسطے کہ اسمین بچہ کا قتل کرنا ہے کہ ضائع ہو جانے سے ہے اسواسطے کہ ولد الزنا حکمًا بالاک ہے اسواسطے
کہ اُسکا کوئی پالنے والا نہین تو زنا کسی صورت سے مباح نہین مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانًا لیکن مامور پر حد نہین از روے استحسان کے بل الغرم المہر
ولو طائعۃ لانہا لا یستطاب جیسا شرح وہبانیہ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہو جاتے
کذا فی شرح الوہبانیہ هم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہین ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہین ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ
الملجی لان نسب الولد لاینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب مین رخصت ہے اُسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب ولد
کا اُسکے زنا سے منقطع نہین ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اُسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر الا بغیرہ لکنہ یسقط
الحد فی زنا الا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہین رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت سے
زنا مین حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا مین اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اُسکے واسطے شبہ نہوا ساقط حد کا برخلاف عورت کے فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکون قبحہا عقلیا
ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے
مانند ہو بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت مین تو لواطت مرخص ہو اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت مین فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے
زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہین اور اس وجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسی واسطے اغلام بہشت مین نہ ہوگا بر مذہب صحیح یہ
کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین هم نقت کی کتاب الاکراہ مین ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اُسکی رخصت نہین اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس سے ثابت ہوا مین
اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ ہلاک ولد کا موجب نہین اور نہ مفسد فراش ہے اور زنا ہے اطلاق نفت فاعل اور مفعول دونون کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قولی
ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال هم لیکن جوہرہ کی یہ روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ
آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ویرجع بقیمۃ العبد و نصف المسمی ان لم یطأہا
اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت پھیر لے اور نصف مہر مسمی پھیر لے اکراہ کرنے والے سے اگر اُسنے مطلقہ کی وطی نہ کی ہو یعنی عتق
غلام مین قیمت لے گا یا اکراہ سے اور نصف مہر مسمی ہے بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمی نہ ہو تو وہ لے جو بسبب متعہ لازم ہو کذا فی الدرر و نذر و یمین و ظہار

ورجعته وایلاؤه وفیئه فیه ای فی الایلاء بقول وفعل اور صحیح ہی اکراہ سے نذر کرنا اور قسم اسکی اور ظہار اور رجعت اسکی اور ایلاء اسکا اور رجوع
کرنا اسکا ایلاء مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدر المنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول مذکور ہی بفعل واسلامه ولو ذمیا کما ہو اطلاق کثیر من المشائخ
وما فی الخانیہ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحته مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہی اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہی
اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہی کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہی نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہی اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی
ہو یا ذمی اسکو یاد رکھنا چاہیے م کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوا چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ انہین سے نہین ہی تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا
کذا فی الطحطاوی بلا قتل لو رجع للشبهة کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہی بدون اسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ
چنانچہ باب المرتدین گذر گیا م شبہہ یہ ہی کہ شاید اسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیله بطلاق وعتاق
وما فی الاشباہ من خلافه فقیاس والاستحسان وقوعه اور صحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے مخالف مذکور ہی سو
قیاس ہی اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہی وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے م اشباہ مین ہی کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہین ہوتا وجہ
قیاس یہ ہی کہ وکالت باطل ہو جاتی ہی ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اسکے وجہ استحسان یہ ہی کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہین بلکہ اس کے
فساد کا موجب ہی تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہی اور شرط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع
الهزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الهزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیه الاکراہ وعدها ابو اللیث فی خزانة الفقه ثمانیة عشر وعددناها فی باب الطلاق
نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین یہ ہی کہ جو عقد صحیح ہی ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہی اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہی
اسمین فسخ کا احتمال نہین اور جسمین فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہین انکو فقیہ ابو اللیث نے خزانة الفقه
مین اٹھارہ شمار کیا ہی اور باب الطلاق مین ہمنے انکو نظم مین بیس گنا ہی م غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا اسواسطے کہ
اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہی اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہی عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہی فسخ عقد پر تو اکراہ اسکو قدرت
دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح لا یصح مع الاکراہ ابراؤه مدیونه او ابراؤه کفیله بنفس
او مال لان الابراء لا یصح مع الهزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مالی ضامن
اسواسطے کہ ابرات صحیح نہین ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعة فسکت لا یبطل
شفعته اور اسیطرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اسکا باطل نہوگا ولا ردته بلسانه وقلبه مطمئن بالایمان
فلا تبین زوجته لانه لا یکفر به والقول له استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافه فلعله قیاس فتامله اور نہ اسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہی اکراہ سے اور حالانکہ
اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہی تو اسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی مین
اسکا قول معتبر ہی استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہی نہ استحسان
سو اسکو تامل کرو م نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہی کہ درصورت توریہ زوجہ قضاء چھوٹ جاویگی نہ دیانة اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا باوجود
اسکے دل مین مخطور ہونے کے تو دونون طرح سے چھوٹیگی کرہ القاضی رجلا لیقر بسرقة او قتل رجل عمدا او لیقر بقطع ید رجل عمدا فاقر بذلک فقطعت
یده او قتل علی ما ذکر ان کان المقر معروفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متهما بالسرقة معروفا بها وبالقتل لا یقتص من القاضی استحسانا
للشبهة خانیه قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اسنے

اسکا اقرار کیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت ہے پرہیزگار ہو تو قاضی سے
قصاص لیا جائے اور اگر مشہور چرانے کے ساتھ متہم ہوا درچوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل
سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیہ ھم شبہ یہ ہے کہ شاید اُسنے کیا ہو جسکا اُسنے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشرب او تبیع کرمک
فہو اکراہ ان کان شرابا لایحل کالخمر والا فلا قنیہ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ
بیع کر تو وہ اکراہ ہے اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت مین حلال نہ ہو جیسا کہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہین کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا
اور اسیطرح کا حکم ہے زنا و باقی محرمات کا ھم درصورت اکراہ جو اُسنے بیچا تو اُسمین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے
صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اُسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی
سو اُسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اُسکے عدم تعیین کے سبب سے ھم یعنی بادشاہ نے مال
طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ ادا ے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا
فی العالمگیریہ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ بیع فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان
سے دون میرے پاس تو مال نہین پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اُسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج
بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اُسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہان تک کہ اُسنے اپنا مہر معاف کر دیا
تو بخشنا صحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ھم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونون کو شامل ہے لیکن قاضی کے فتاوے مین ضرب متلف
کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہے وان ہدد ہا بالطلاق او تزوج علیہا او تسری فلیس باکراہ خانیہ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی
یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیہ ھم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ
افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت
بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویوخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا
استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومۃ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ
اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اُسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اُسکو اپنا مہر بخشدے سو اُسنے کچھ مہر بخشدیا تو
ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اُس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتا سے حادثہ کا جواب وہ استفتا
یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اُسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اُسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہدن
کرا دے اپنے اس اقرار پر گواہ کردے کہ اُسنے اپنی مان کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہے سو اُسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اُس عورت
کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی
بحث مین ھم ظاہر مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہے اور خفیت مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز ہے اور ہبہ کل مہر یا
بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہے اور جد ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی
المکرہ باخذ المال لا یضمن باخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال مین
لینے کا تو اُسپر تاوان نہین جو اُسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے (ای المکرہ) لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پھیر دیگا اُسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان

اُسپر لازم ہوگا ہم یعنی پھیر دینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہی نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای
المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا الضمن مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہو کہ اُسنے پھیر دینے
کی نیت سے نہین لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی اور اُسپر تاوان لازم نہ ہوگا کذا
فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہرا اکراہ ظالم قرینہ ہی مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یبیعہ ما دام حاضرا عند المکرہ والا لا کل لزوال القدرۃ والالجا
بالبعد منہ وبہذا یعلم انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہی کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اُسکو
لینا اور دینا اُسوقت تک جائز ہی جب تک اُس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل
ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگارون کو کچھ عذر نہین
ناحق مال چھین لینے مین حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مسودہ مین ہی کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے
غیر کا مال چھین لینا جائز ہی نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اُسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجکو پاویگا ہان اگر امیر کا فرستادہ
مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اُسکو پکڑ لاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ
شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام
کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بدلے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے
کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست
بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی
الانبیاء کفار حربیون نے اُس نبی سے کہا جسکو اُنھون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجکو قتل
کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہ نبی نہین ہی تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دین اور
اگر تو کہیگا کہ یہ نبی ہی تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اُسکو یہ کہنا جائز ہی بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان
واقعی منظور ہی تو ظاہر ہی اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہی تو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہی نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی
لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بہا دفعت لک الف اسیر لم تحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اُس سے بدکاری
کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہم اسواسطے کہ یہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہی جب چاہے اُنکو
خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اکرہ لیعتق عبدہ فاکرہ بالعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہوگا صحیح تر قول مین
وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہی یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان معتبر ہی ہم ینابیع مین ہی کہ
سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اُسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین
ضمان ہی اور اگر وصی نے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑیگا اور مال متروک اُسکو کفایت
کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اُسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہی یتیم کے مال دینے مین اُسپر
تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت مین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال شعر وان
یقل المدیون انی مرافع بہ لتیری فالاکراہ یعنی مذکور اور وہبانیہ مین کہا ہی اور اگر مدیون نے کہا اُن سے کہ مین تیرا بھید ظاہر کرنیوالا ہون حاکم سے

ورنہ تو مجکو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول مثنی اکراہ متصور ہوگا اور شرنبلالی میں ہی کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ
اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ آدھار نہین اور اگر تو قبول نہ کریگا تو مین حاکم سے ظاہر کر دونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہی یعنی اور حاکم اُس مال
کی تلاش مین ہی سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ درحقیقت اکراہ ہی اور اُسکو جائز
ہی کہ اُسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اُس صورت مین ہی جبکہ حاکم ظالم ہو کہ چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی مشہور وصح فی الاستحسان
اسلام مکرہ + ولا قتل ان ارتد بعد بجبر + اور استحسان مین صحیح ہی اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہین ہوگا اور جسمیں
جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہ مسئلہ مشروحا بیان ہو چکا مبسوط مین ہی کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ مین تیرے باپ یا بیٹے یا کسی اور
قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپ کو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اُسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین بیع جائز ہی اور
استحسان مین باطل ہی اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطے کہ یہ اکراہ ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم و تم ہذا الحکم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہی حجر کے احکام مین ہم مصنف نے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہی مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہی حجر سے اسواسطے
کہ اکراہ سلب اختیار اُس شخص کا ہی جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کا مالک ہی بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور بنا اسکی حجر پر رعایت شفقت اور
ہی محجورین پر اور کاہی غیر محجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہی چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام پر رعایت حق مولی کے ہی
لغۃ المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہی مطلقا یعنی بلا کسی قید کے عام طریقے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطالب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ
حاء مہملہ وسکون جیم مذکور ہی وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا
اور رد کرنا ہی تصرف قول کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اُس کے واقع ہو جانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور
نہین ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور یہہ نفاذ سے مراد لزوم ہی اسلیے کہ محجور کا عقد موقوف ہی طحطاوی نے
کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہی لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہی جسمین ضرر ہو اور جس تصرف
قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور اسلام تو اُسمین صغیر بالغ کے مانند ہی قلت یشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ
فی البدائع اللہم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ اخر لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے نقض ہوگا
واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ اُسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہی یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا
بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہی راقم کہتا ہی یون جواب دیا جاوے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو
یہی ہی کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن یہ اخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اُس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کرلے
ہم مانع حق مولی ہی یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اُسمین بیچا جاوے اور اُسمین حق مولی کا ابطال ہی طحطاوی نے کہا اشکال اُسوقت مین
واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین گرفتار ہوتا ماخوذ ہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کالمعتوہ وحکمہ کممیز
کما سیجئ فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہی جو شامل ہی قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل تمیز دار
کے مانند ہی چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہی یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہی کہ
اپنے نفع وضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین اُنکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور رقیق اگرچہ عاقل ہی لیکن چونکہ جو اُسکے پاس ہی وہ مولے

کی ملک ہے تو برعایت حق مولے اُسکا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوب ای لا یفیق بحال و اما الذی یجن و یفیق فحکمہ
کممیز نہایہ تو صحیح نہین طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش مین نہین آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار
تو اُسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہے کذا فی النہایہ ہم نہایہ اور غایۃ البیان مین ہے کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہے اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہے اور زیلعی
مین ہے کہ وہ عاقل کے مانند ہے شبلی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ مین کوئی عقد منعقد
کرے تو اُسمین نفاذ عقد کا حکم ہے عاقل کے مانند اور اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اُسمین توقف کا ہے صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول
پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا اعتاقہما و اقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے
برعایت اُن کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہے اُنکے حال پر وصح طلاق عبد و اقرارہ فی حق نفسہ
فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اُسکا اقرار فقط اُسکی ذات کے حق مین نہ اُسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقہ ولو لغیر مولاہ ولو ادلہ
تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اُسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اُسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے
تو لغو اور باطل ہے یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر و بحد و قود عجل فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام
نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اُسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر ومن
عقد عقدا یدور بین نفع و ضرر کما سیجیئ فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین و ہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ او ردہ
اور جو کہ ان محجورین مذکورین مین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ
عاقد اُسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور شرا املاک مشتری کو کھینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کر ڈالے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہے اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل نہ کور نہین ولی سے مراد قاضی اور
باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اُسکا باپ منع کرتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان لم
یعقل فباطل نہایۃ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سواء عقلوا اولا درر شیئا متقوما من
مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعلی اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہون یا نہ بوجھتے ہون کذا فی الدرر تلف کر ڈالین شی متقوم کو مال ہو وہ شی یا
جان تو ضمان اُنپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اُنکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد
ہونے کے ہے چنانچہ گذر گیا و فی الاشباہ الصبی المحجور یواخذ بافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ وما
اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ مین ہے کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اُس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اُسنے
تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل کریگا تو دیت اُسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلون مین صغیر پر تاوان نہین اگر اُسنے تلف کیا وہ مال جو اُسنے قرض لیا اور تلف
کی وہ چیز جو اُسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اُسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کیواسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اُس سے
بدون اذن کے ہم عدم اذن ولی چارون مسئلون کی قید ہے تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہے کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ایداع
یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و یستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع او الاخذ و ایداع صغیر
مستثنی ہے وہ صورت جبکہ صغیر محجور مثلہ اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہے تو مالک کو جائز ہے چاہے
ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم اس مسئلہ مین یہ قید بھی ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی

ولا یحجر علی حر مکلف سفیہ ہو مبذر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل ورد و لو فی الخیر کان یصرفه فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیه عندهما و تمامه فی فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہین کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد بیجا صرف مال اور اسکا ضائع کرنا ہی خلاف مقتضا سے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگرچہ امر خیر مین صرف مال کرے چنانچہ بناے مساجد اور اسکے مانند امور دین مین مال صرف کرے تو اسکا تصرف منع کیا جاتا ہی صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہی ہم سفہ لغت مین عبارت ہی حماقت اور خفت عقل سے اور شرع مین سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہی مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح مین داخل نہین حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہی اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلاغرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلا سے دیندار غرض شمار نہین کرتے چنانچہ مغنیین اور لاعبین کو مال دینا اور اڑنے والون کبوترون کو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بامحبت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہی کہ لڑکا رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاوے گا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی و فسق و دین غفلت اور حر مکلف محجور التصرف نہوگا گنہگاری اور اوصاف لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک اور دین سے وہ دین مراد ہی جو اس کے اموال کو سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نفع رسان کی راہ نہ جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلة کتعلیم الردة لتبین من زوجها او لتسقط عنها الزکوة بلکہ منع کیا جاتا ہی فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے ارتداد سکھانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاوے یا اس سے زکوة دینا ساقط ہو جاوے امام زیلعی نے کہا مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ سکھاوے اور حرام کے حلال کہنے اور حلال کے حرام بتانے مین بے پروا اور بیباک ہو جاوے قاضیخان مین ہی کہ مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرات کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع کیا جاوے علاج کرنے سے طبیب جاہل ہم طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دواے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مرض پر شدت کرے تو اسکا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان مین ہی کہ طبیب جاہل وہ ہی جو لوگون کو مسہل اور مہلک دوا پلا دے اور وہ اسکو تھامنا اور رد کرنا نجانتا ہو و مکاری مفلس اور منع کیا جاوے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا امام حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور انکے ساتھ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہی امام اعظم سے اور انہون سے تین اور ملحق ہین محتکر یعنی جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اسکو نہ بیچے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہی اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور غفلی اور مدیون بھی محجور التصرف ہین ابن ضیا نے شرح مجمع مین کہا کہ یہ جو امام سے مروی ہی کہ انکے نزدیک حجر نہین مگر تین پر یعنی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہی یعنی عدم نفوذ تصرف اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک دیوے تو جائز ہی اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اسکی نافذ ہی تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی سے ظاہری مراد ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین مین فساد ڈالتا ہی اور طبیب جاہل انکے ابدان فاسد کرتا ہی اور مکاری مفلس انکے اموال تباہ کرتا ہی اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ ہی نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اسکے پاس مال ہی جس سے جانور باربردار خرید کرے اور لوگ اسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا ہی پھر جب سفر کا وقت آتا ہی تو وہ چھپ رہتا ہی اور لوگون کے مال تلف ہو جاتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق تک کو پہونچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہی اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ہوا اور باپ پھر تو نقصان لازم نہ ہوا کذا فی الطحطاوی وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ بہ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک
حجر کیا جاتا ہے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے اسکے مال کے بچانے کیواسطے وعلی قولہما المفتی بہ فیکون فی احکامہ
کالصغیر اور بموجب قول انکے جو صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام میں صغیر نابالغ کے مانند ہیں ہم یعنی اس پر نابالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہوگا
چاہے جاری رکھے چاہے فسخ کردے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات
میں ہے جنمیں فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کردیتی ہے دو ہم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص
تصرفات مذکورہ ہی ہے چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ ذلک واما ما لا یحتمل ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال لا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد
وتدبیر ووجوب زکوۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب
من الثلث فہو ای فی ہذہ کبالغ اور ان تصرفات میں کہ جو فسخ کے محتمل نہیں اور انکو ہزل باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے
مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے
اور اسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہوجانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام
صحت اقرار میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال ہے کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر محجور ہے یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات
صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے انمیں صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارۃ کعبد اشباہ اور سفیہ کفارہ میں غلام کے
مانند ہے کذا فی الاشباہ خزانہ اکمل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کا مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی

والحاصل ان کل ما یستوی فی الہزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیہ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جد برابر ہے وہ محجور
کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہیں وہ تصرف محجور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا
وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاوے یہاں تک کہ وہ ۲۵
برس کو پہونچے ہم درر میں ہے کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برس کو پہونچ
جاتا ہے خزانہ اکمل میں ہے کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا مال اسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اسکو کچھ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزماوے پس اگر اسکو مصلح
پاوے تو اسکا مال اسکو دے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اسکو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع وصح تصرفہ
قبلہ ای قبل المقدار المذکور من المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکورہ سے پہلے ہم یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ
کا تصرف کریگا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کے واسطے تھا وبعدہ
یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ المصنف اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر اسکا ولی
اسکو مال نہ دے اسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہوجانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہیں چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے
معلوم ہوتا ہے ایسا کہا ہے ہمارے استاد نے وان لم یکن رشیدا وقالا لا یدفع حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جاویگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار
بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جاویگا یہاں تک کہ اسکی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی ہوجاوے
والرشد المذکور فی قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالی کے اس قول میں کہ اگر تم
یتیموں کا رشد معلوم کرو تو انکے مال انکو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نے صلاح فی المال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور سرف نفقہ لغو نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد صلاح
فی المال اور صلاح فی الدین ہے دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو
تاکہ وہ اپنا مال بیچڈالے اپنے قرض ادا کرنیکیواسطے ہم اوکر آئے دین کا واجب ہے مدیون پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون
کا حبس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراهم دینه من دراهمه یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اسکے دین کے روپیے کو مدیون کے روپیون
سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسیطرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراهم دینه وبالعکس استحسانا
لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچڈالے اسکے روپیون کیواسطے اور روپیہ بیچے اشرفیون کے ادا کرنیکے واسطے استحسان کی وجہ سے
اسواسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما یفتی اختیار
وصحح فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے
اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادائے دین کیواسطے بیچڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہے اور تصحیح
کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہم ادا
دیون کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو نمدا اور دونی قالین موسم گرمی مین بیچا جاوے
اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال لزمه بعد الدیون مالم یکن ثابتا
ببینة او علم قاض فیزاحم الغرماء کمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان
دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مقر کو گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہو اور اگر ثابت ہو تو مقر لہ اور صاحب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی
انکے ساتھہ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اس مال کے جسکو مدیون نے تلف کرڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم قول معتمد یہ ہے کہ قاضی کو
اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی افلس ومعه عرض شراه وقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی
ثمنه ایک شخص مفلس ہوگیا اور اسکے پاس وہ متاع ہے جو اسنے خریدی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اسکا ثمن ادا نہین کیا تو
اسکا بائع اور دین والون کے برابر ہے متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون
کو اسکا ثمن حصہ رسد دیا جاویگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس
کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اسکا حقدار ہے تو
اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی
اور نہ اسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہر گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکلگئی اور بیع اور قبض سے اسکا ضمان لازم ہوگیا کذا فی الطحطاوی
توضیح فان افلس قبل قبضه او بعده لکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہوگیا قبل قبض
بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا
کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وهو ساقط من الدرر وصح جاز اطلاقه قاضی نے
ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اسکو روک دیا پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو اسنے اسکو کھول دیا مطلق اذن کردیا
اور جائز کردیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیة تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور دونی اجازت تصرفات محجور کی ساقط ہو رہ گئی ہے درر اور منح الغفار

ولو صنع المحجور فی ماله من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی او بعده کان جائزا لان حجر الاول مجتہد فیہ فیتوقف علی امضاء قاض آخر اور جو تصرف محجور
نے کیا اپنے مال مین بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل خلاف مجتہدین ہی پس
موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل الحجر شارح نے یصح الحجر علی الغائب لکن لا ینحجر الا بالعلم حاشیہ صحیح ہی حجر کرنا شخص غائب
پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے بیع اور تصرف منع کردیا ہی کذا فی الخانیہ اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے
تصرفات نافذ ہین اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت مین تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور
محمد کے نزدیک محجور رہیگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہین اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب
قاضی اسکو اٹھانے کا حکم دیوے ولو ادعی الرشد وادعی خصمه بقاءه علی السفه فبرهنا ینبغی تقدیم بینة بقاء السفه اشباه اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا
اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہون کو مقدم رکھنا لائق ہی کذا
فی الاشباہ طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہی منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہی کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہوگیا قاضی نے اسپر
حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجھ سے اسکو خریدا تھا تیری صلاح کی حالت مین
اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو محجور کا قول مقبول ہی اور اگر دونون گواہ لادین تو مدعی صحت کے گواہ مقبول ہین انتہی اور ذخیرہ ناظر ہی کہ
بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین وفی الوہبانیہ شعر ومن یدعی اقراره قبل حجره + ومن یدعیه وقته فہو احید اور وہبانیہ مین ہی
اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق ترقبول ہی شارح وہبانیہ نے
مطلب یون بیان کیا ہی کہ اگر محجور نے کہا صالح ہوجانے کے بعد کہ مین نے جو ہلاک دراہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر مین کیا تھا اور صاحب مال نے کہا
کہ تونے اسکا اقرار اپنی صلاح کی حالت مین کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہی تو درحقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسی کا
قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہوا کذا فی الطحطاوی شعر ولو باع والقاضی اجازه وقال لا + تودی ثمنا اداه من بعد تحجیر + اور اگر محجور نے بیع کی اور
قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا
اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادا ے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو
مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادا ے ثمن سے مشتری کو منع نہین کیا
اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہی کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہی صغیر کے بالغ ہونے مین
اور بلوغ لغت مین پہنچنے وصول ہی اور اصطلاح مین عبارت ہی انتہاے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک نہایت تھی
تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اسی کے بیان مین ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال بالغ ہونا
طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہی احتلام سے یعنی خواب مین منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کردینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی ہی
ہم عمل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اسکے علامات سے
ہین والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانه قلما یوجد منها اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہی احتلام اور حیض اور حاملہ ہوجانے سے اور مصنف
نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہی اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین
معتبر نہین اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین یا بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منهما شیء فحتی یتم لکل منهما

یعلم

خمس عشرة سنة به يفتى لقصر اعمار اهل زماننا یعنی اگر صغیر اور صغیرہ مین ہو مذکورین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم ہوگا یہان تک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے یعنی درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی اسکی روایت ہے اور یہ فتوی عادت غالبہ ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہوجاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اُس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا وادنی مدته اثنا عشرة سنة وله تسع سنين هو المختار كما فی احكام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار مین ہے اور شرح مجمع مین ہے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین ہے اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھ اور سات اور آٹھ سال مین اور کافی مین بعضون سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راهقا ای بلغا هذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم يكذبهما الظاهر كذا قيده فی العمادية وغيرها فبعد ثنتى عشرة سنة يشترط شرط آخر لصحة اقراره بالبلوغ وهو ان يكون بحال يحتلم مثله والا لا يقبل قوله شرح وهبانية پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہون اور وہ دونون کہین کہ ہم بالغ ہوگئے ہین تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب نکرے گا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط ہے واسطے اُسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال انکا اُنکے قول پر دلالت نہین کرتا وهما حينئذ كبالغ حكما فلا يقبل جحوده البلوغ بعد اقراره مع احتمال حاله فلا تنقض قسمته ولا بيعه اور صغیر اور صغیرہ اُسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین بشرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہ ہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اُسکی حالت کے تو اُسکی قسمت اور بیع منقوض ہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین بالغ ہون پھر اُسکے بعد اُسنے کہا کہ مین بالغ نہین تو جبکہ اُسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اُسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اُسکا صحیح نہین اور جو یہی ہین ہے کہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه لا يقبل قول المراهقين قد بلغنا مع تفسير كل ما ذا بلغ بلا يمين اور اشباہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہوچکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ ضرور لازم ہے وفی الخزانة اقر بالبلوغ فقبل اثنتى عشرة سنة لا يصح الا ببينة وبعده تصح انتهى اور خزانہ مین ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتہی كلامه معاینہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب الماذون

یہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام مین عبد ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اُسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے لایا کہ اذن سابقت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغة الاعلام اذن لغت مین عبارت ہے اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس مین اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فك الحجر ای فی التجارة لان الحجر لا ينفك عن العبد المأذون فی غير باب التجارة ابن كمال اور شرع مین اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور کردینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سواے مین کذا ذکرہ ابن کمال ثم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے وہ اسقاط الحق اور
شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق ہے اسواسطے کہ اس صورت میں اذن فقط غلام کو شامل
ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل ہے المسقط وهو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولی ہوگا اگر
ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر والشافعی هو توکیل وانابة اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے توکیل کرنے اور نائب کرنے
سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے اس میں کہ تبعیض اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہیں کرسکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح
نہیں ہوتی ثم یتصرف العبد لنفسه باهلیته فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونه اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس
تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص
ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے
پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعهدة علی سیده لفک الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع
اسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کردینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اسکے ثمن کا مطالبہ
مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے یتصرف لنفسه پر فلو اذن لعبده تفریع علی فک الحجر یوما او شهرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیه لان الاسقاطات لا تتوقت
پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہاں تک کہ مولے اسکو منع کرے ہواسطے کہ
اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر نہ ہم تخصیص بنوع فلو اذن فی نوع عم اذنه فی الانواع کلها لانه
فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اسکا اذن عام اور شامل ہوجاویگا تجارت
کی سب قسموں کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو خشکی کی تجارت کا بھی
اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے بھی واقف ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارة وبالشخصی
استخدام پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد
واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت میں یعنی اگر مولی نے کہا کپڑے کی خرید فروخت
کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارة نہیں ہوا اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر
کہا کہ لوگوں کے یہاں فلانے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر و عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا
اذن بھی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارة ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی
ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالة فلو رآه سیده یبیع ملک اجنبی فلو ملک
مولاه لم یحجر حتی یاذن بالنطق بزازیه ودرر ثانیه اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی
اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر میں ہے خانیہ سے ہم اذن
جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف میں جسمیں سکوت واقع ہوا کما ذکره الزیلعی زاده اور یہ مراد نہیں کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن
ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن سوی بینهما الزیلعی وغیره وجزم بالتسویة ابن کمال وصاحب الملتقی

ورجحہ فی الشرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فاحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولی کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اسطرح پر کہ جو روایت کہ متون اور شروح میں ہے وہ مقدم اور اولی ہے اُس روایت سے جو فتاوی کی کتابوں میں ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ موقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اُس فعل کے سبب جس پر سکوت واقع ہوا اور یہ شرنبلالیہ اور درر کے مغایر ہے اسواسطے کہ شرنبلالیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہ ہی مقتضی ہے فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ میں اور اُسکے مابعد میں اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد میں نہ اُس فعل مسکوت عنہ میں کذا فی الطحطاوی وشراہ ای اذا رای وسکت السید ماذون خبر لمبتدا تو جس غلام کو اُسکے مولی نے ملاحظہ اجنبی کی بیع کرتے اور خریدتے یا اُسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا لا انہ لا نہاہ ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی ابتداء ہی نعبد کہ مراد الا اذا کان المولی قاضیا فانہ سکوتہ لا یکون اذنا مولی کا اذن ہے مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک الشئ او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وھو باطل ولیکن غلام ماذون نہ ہوگا اُس چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اُسکی خرید میں تو مولی پر اُس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہوجاوے ماذون ہوجانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہے قلت لکن قید القہستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اُس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اُسمیں ہی خرید صحیح ہوگی اور بر بنا اس قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دے فرق بیان کرنے کی ہم کہتے ہیں کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولی کے درہم یا دنانیر سے اور اُسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہوگیا اُسی تو غلام اُسی عقد میں ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ کہ خرید میں مبیع داخل ہوجاتی ہے مولی کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اُسمیں زائل ہوجاتی ہے مولی کی ملک سے تو اُس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اسمیں خلل یہ ہے کہ بیع اور شرا دونوں میں ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو بیان کیا ہے باب الفضولی میں مذکور کیا ہے کہ شرا اسرع نفاذ ہے بیع سے اور شری نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولی اجازت دیدے تو نافذ ہے اور اگر باطل کردے تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی وثبت صریحا فلو اذن مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ہم اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھکو اذن دیا سوداگری میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سوداگری میں اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی النہر اما لو قیدہ فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن میں قید عام لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہیں ہے ویوکل بہما ویرہن ویرتہن ویعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید یا فروخت میں غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریۃ دے اسواسطے کہ یہ سوداگروں کی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دیکر صلح کرے اُس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولی سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہیں ہم اور بیع کرنا کمتر قیمت سے بطریق اولی جائز ہے وبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے وللمولی حبس المبیع لقبض ثمنہ من العبد اور مولی کو جائز ہے روک رکھنا بیع کا اُسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لما صححہ شارح المجمع معزیا للعبید لو سلم المبیع

قبل قبضہ لانہ لا یجب لہ علی عبدہ دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد وہذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یجب شیئا بیع نہایہ اور ثمن باطل
ہوگا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور مولی کا دین اسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولے کے
ہاتھ سے مفت نکلگئی تو اگر ثمن متاع ہو یعنی اور روز کی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہوجانے متاع کے عقد کے سے اور یہ سب مذکور یعنی ماذون کی بیع
مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اسکے غلام مین بیع جائز نہین کذا فی النہایہ ہم جب غلام
ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہوگئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مال ہے تو خرید فروخت
اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یومر السید بان یفعل احدامنہما لحق الغرماء اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے
ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کرڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جاوے کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے
سبب سے فیما کان من التجارۃ یعنی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون
مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہو اس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اسمین فسخ بیع نہین تو اسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ علیہ ای
علی العبد الماذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و ودیعت کی گواہی یا اسکے
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسطرح بیع یا شہرایا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اسکا مولی اسوقت حاضر نہو
او محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنی اسکے مولے پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر
مقبول ہوگی سو اسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضر معا فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ
او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولے اور اگر مولی اور غلام محجور دونون حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی
مولے سے مطالبہ ہوگا کہ اسکو بیچے یا اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہوگا یعنی عتق
کے بعد اس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیہ اور اگر گواہی
دین غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اسکے مولی پر حکم نہوگا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان
اسکا عمادیہ مین ہے ویاخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ و مزارعت
کے اور وہ بیج خریدے جسکو بووے ویواجر ویزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے
کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویواجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ
اپنی ذات کا اجارہ ہو ہم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہوچکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک
غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین
لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما در اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور شخص کا
دین ہو تو اقرار صحیح اسکا ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین
کے کذا فی الدرر ہم یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو انکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہو ولو بعین صح ان لم یکن مدیونا
وہبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شے مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فی الوہبانیہ ویہدی
طعاما یسیرا ما لا یعد سرفا ومفادہ انہ لا یہدی من غیر الماکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اسطرح پر کہ وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہوا اور اس قول سے مستفاد ہوا کہ پکوا لینے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسپر ابن شحنہ
نے اور ابن شحنہ نے تحفہ دینا نقد کو نہیں کہا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اُنہوں نے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی و المحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا باس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور
ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا اسوقت اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کیواسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس
صورت کے کہ اگر اسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا باس للمرأۃ ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف
ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولے یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے جیسا کہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ہم یعنی
بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا عادۃً نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی ناراضمندی
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اسقدر بھی جائز نہیں ولضیف من المحجور والماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اسکو کھانا کھلاتا ہے وتقدیر الضیافۃ الیسیر مفوضۃ
بالکہ اگر کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے کم مصرف سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس دس ہزار کا مال ہو اور دس درم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم ہوں تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ولا یحط من الثمن بعیب قدر ما یحط
التجار اور ماذون کم کرے اپنے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے ویحابی ویؤجل مجتبی
اور ماذون جنس بیچے اسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ہم قاموس میں ہے کہ حبا عبارت ہے عطا سے بلا عوض اور بلا احسان سے
اور محاباۃ عبارت ہے تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اُسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ
تقلیل ثمن اور تاجیل ہم اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے
مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اس میں ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولی اور
سریۃ یعنی لونڈی کو حرم نہ بناوے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو اسواسطے کہ حرم بنانا مالک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ
وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کردے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی
ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہ ہو اور بدل
کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخرہ امر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ
کہ مولی اسکو جائز رکھے تا آخر شروط مذکورہ یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا
بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل
مطلقا بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اُس قصاص
سے جو اسپر واجب ہوا ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے
اُس قصاص سے جو اسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا کالاولی کبیع وشراء واجارۃ واستیجار
والثانی کغرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر غیرہا جحدہا بالواو وہو مہر وجب بوطی مشتراۃ بعد الاستحقاق کل ذلک یتعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور ہر دین کہ واجب ہوا ماذون پر اسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو خوبی تجارت
کے ہو اول کی مثالیں جیسا کہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی ہم معنی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اس غصب اور امانت کا تاوان جسکا

ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے دین استہلاک
اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند یا اذن بیچا جاویگا اس دین میں یعنی اسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یوں ہے او غرم ودیعۃ وغصب
وامانۃ وغیرہا جحدہا بدون میم کے سو آگاہ رہنا مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت
میں ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولہم استسعاءہ ایضا زیلعی اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے
کذا فی الزیلعی یعنی اس سے کسب کروانا اور اسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون
لہا ذلک ایضا بحر من النفقۃ اور ثبوت اسکا عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک
کیواسطے تو اسکو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم
فیہ دیون مذکورہ میں ماذون بیچا جاویگا اسکے مالک کے سامنے یا اس کے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف کسب
ماذون کہ اسمین حضور مولی کی حاجت نہین ہے اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب مین اور اسکی ذات کی بیع مین اسکا مولی صاحب معاملہ ہے
ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن منقسم ہوگا دین والون مین حصہ رسد وتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق
ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد وتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق
اس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید للکسب الاتہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب
اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع مین ادائے دین کیواسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب
معاملہ ہے اپنی کمائی مین ثم انما یبدا بالکسب عند عدمہ یستوفی من رقبتہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ادائے دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے
کے وقت اسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب
المحجور شیئا واودعہ عند آخر وہلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب فتامل مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولی کا
حق ہے تو مولی کو اسکا لینا مطلقا جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی
چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ مین وہ چیز تلف ہو جاوے تو مولی کو اس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے
کہ غاصب کے مودع کی مانند ہے سو اسکو تامل کرلا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولی نے اس سے
لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا اور ماذون
سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی ادا کرنے
کے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اسکو جانکر خرید نہ کریگا تو بیع اسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا و
لمولاہ اخذ غلۃ مثلہ بوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذ بعد لحوقہ
استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فینسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اسکے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے
زیادہ ہو تو وہ دین والون کا حق ہے یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درہم مثلا لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اسکو دس درہم کا لینا دین لاحق ہونے کے
بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جاوے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دے تو کمائی کرنے کا دروازہ ہی بند
ہو جاوے تو دین والون کا نقصان ہوگا وینحجر بحجرہ ان علم بہ اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا

قال فی [illegible] ... [illegible]

مولی کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اُسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولی کا ماذون مشہور ہو بازاریون مین
ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اُس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون محجور ہو سکے بدون اُسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے
وہ دین اُسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط مع ذلک
علم اکثر اہل سوقہ لانتفاء الضرر اور جبکہ اذن مولی کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اُسکے محجور کرنے مین فقط اُسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اُسکے ساتھ
اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہ ہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علیہ علم اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحۃ
البیع وان علیہ دین لا لعدم الصحۃ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اُسپر کسیکا دین نہ ہو تو وہ محجور ہو گیا خواہ اہل
بازار کو اُسکے بک جانیکا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اُسکی بیع کے اور اگر اُسپر دین ہو تو محجور نہ ہوگا جبتک کہ اُسکا مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے
بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وہل للغرماء فسخہ ان دینہم حالۃ ام لا الا اذا کان بالثمن وفاء وابراء وا لعبد او ادی
المولی وما معہ فی الحکم اجنبیۃ اور کیا دین والون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہین جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر اُسکے دین بلا مدت کے فی الحال ہون تو ہان فسخ اُنکے
اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا دیون ممکن ہو یا دین والون نے اُسکو معاف کر دیا ہو تو مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور ثواب انکا
اُسکا ہمسر جیسا مین ہے و بموت سیدہ وجنونہ مطبقا وکذا بجنون الماذون ولحوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکما اور ماذون محجور ہو جاتا
ہے اپنے مالک کی موت سے اور اُسکے جنون مطبق ہونے سے اور اُسکے دار الحرب مین لجانے سے مرتد ہو کر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اُس کے
لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہو کر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے ہم محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ
سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی ویحجر [illegible] باباقہ وان لم یعلم احد بثبوتہ ولو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد
الاذن فی الصحیح زیلعی وقہستانی اور ماذون محجور ہو جاتا ہے اُسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو [illegible] مانند جنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر
آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہو جاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی والقہستانی وباستیلادہا بان ولدت منہ فادعاہ
کان حجرا دلالۃ مالم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اُسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا
حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اُسکے خلاف کی تصریح نکرے ہم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور
مالک اُسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کردے
اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر ماذونہ محجورہ نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ
مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہما فقط للغرماء لو علیہا دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد
اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہو وے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو
اُسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا واقرارہ مبتدأ بعد حجرہ ان ما معہ امانۃ او غصب او دین علیہ لآخر صحیح خبر محجور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار
کرنا کہ جو اُسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اُسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اُسکی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا
لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسکا اقرار درست نہین [illegible] ولو احاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ [illegible]
کا دین محیط ہو گیا اُسکے مال اور اُسکی ذات کو تو اُسکا مالک اُسکے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا ہم اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اُس وقت مالک
ہوتا ہے اُسکا خلیفہ ہو کر جب اُسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اُسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اُسمین خلیفہ نہ ہوگا اور

وہ مال اسکی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ ترجمہ سوا لا مدبرا لا یعتق وعلیہ قیمتہ سعی او لو معسرا فلهم ان یضمنوا المعتق ثم یرجع علی
المولی ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے
مال کا مالک ہو تو اسکے آزاد کرنے سے اسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اسکی قیمت یعنی لازم ہوگی اگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو
ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے پھیر لے کذا صحح ابن کمال فلو اشتری ذا رحم محرم من المولی
لم یعتق ولو ملکہ یعتق اور اگر ماذون نے مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اسکا محرم آزاد
ہو جاتا بجبر خرید کے یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو تلف للمولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن ہو والا لم یضمن خلافا لهما بناء علی ثبوت الملک و عدمہ اور اگر مولی تلف کر ڈالے اسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان
لازم ہوگا اور اگر مولی اسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اسکے مال اور اسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا با تفاق
امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی
حالت میں اگرچہ دین محیط ہو ہم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرما
الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کمتر اسکے دین اور قیمت سے ہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان
دے اسواسطے کہ انکا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ انکا دین متعلق ہے اسکی ذات سے اور ذات کو
اسکی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر والدر شارح لیتبعوا العبد بکل دیونهم وباتباع احدهما لا یبرأ الآخر فهما کالکفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے
چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کیواسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولے
اور اسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ہم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ
کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب بما بقی من دینهم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو انکا دین باقی رہ گیا اسکا مطالبہ
ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اس کے ذمہ پر مطالبہ اسوقت ہوگا جبکہ اسکی قیمت ادا سے دین کیواسطے کفایت نہ
کریگی وصح تدبیرہ ولا تخیر وتخیر الغرما بتعذر الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہ ہوگا
اور دین والوں کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اسکے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا
اسکا پھرنا درست نہیں کذا فی شرح التکملہ ہم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اسکے آزاد ہو جانے
تک اور وہ ماذون رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرادیں تو اسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی
المحیط اذر وفی الهدایہ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرما لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون
مدبر یا ام ولد ہو تو انکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق انکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین
میں بیچے نہیں جاسکتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور انپر لوگوں کا دین لازم ہو پھر انکو مولی آزاد کر دے تو مولی پر تاوان قیمت لازم
نہ ہوگا ولو عتقہ المولی باذن الغرما فلهم تضمین المولی بالاولی اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے آزاد کر دیا تو انکو اسکے مالک سے تاوان
لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون وغیبہ المشتری قیدیہ لان الغرما اذا

قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اسکو غائب
کرڈالا قید دین والے بیچنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کرڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے
جب غلام پر قادر ہوں تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء
رجع البائع بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے
یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اسکی قیمت پھیرلے دین والوں سے اور دین والوں کا حق
غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع کے کہ وہ یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی البحر وان رد بعید القبض بلا قضاء
فلا سبیل لہم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والوں
کے واسطے کوئی راہ نہین غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعاء کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اسکا استرداد
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان فضل
من ثمنہ شیء رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والوں کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اسکو پھیرلین اسکی آزادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہوچکا او ضمنوا المشتری عطف علی البائع ای ان شاؤا ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین عیب کے
مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اسکا ثمن بائع سے پھیرلے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتری بائع پر عطف ہے ہم طحطاوی نے
کہا یون کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اسکا ثمن لین نہ قیمت
غلام کی ہم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والوں کو تین چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا بری الذمہ ہوجائیگا وان باعہ السید معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا کما یجئی لتحقق الخاصمۃ ولیسقط خیار المشتری لا
الغرماء اور اگر ماذون کو اسکے مالک نے بیچا اسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہوکر نہ منکر ہوکر چنانچہ انکا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی قید اسواسطے
لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ہم قولہ مقرا بہ تفسیر ماقبل کی صلاحیت نہین رکھتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تھا واقر
المشتری بہ تا احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والوں کو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن
دلیل الرضی بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والوں کو اسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ انکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ فقبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والوں کو رد بیع جائز
ہے اگرچہ ثمن قبض کرچکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن
دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والوں کا کذا فی الطحطاوی
فاما ان یرفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین
حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہ یعنی دین والوں کو رد بیع کا اختیار اسوقت
ہے جبکہ انکا دین بلا مدت ہو اور بیع انکی خواہش سے نہ ہوا ور ثمن غلام کا انکے ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین مین کافی ہو تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اسکا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لهم لو منکرا وشیئہ خلافا لابی یوسف وان کان مقرا
فخصم لہما اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا
منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہی اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہی چنانچہ گذر گیا ولو غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومة اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازة البیع واخذ الثمن اور اگر اسکا الٹا ہو یعنی مشتری غائب ہوا اور
بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہی یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو
جائز رکھنا اور اسکا ثمن لینا درست ہی عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارة فباع واشتری فهو ماذون وینبغی لزمہ کل شیٔ من التجارة
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارة ہوں اور اسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہی اور اسوقت میں اسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہوگی هم یہ استحسان ہی اسواسطے کہ یہ خبر ہی معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہی وکذا الحکم لو اشتری العبد وباع ساکتا عن
اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورة التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ جضر درة شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلة بالمسلم ابن کمال اور اسیطرح کا
حکم ہی اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل
کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہی تو اسکی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعامل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ
کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام
کافر ہو تو ماذون ہونا اسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لا یباع لدینہ اذا لم یف کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن ای اثبتہ الغریم بالبینة ولیکن غلام مذکور
اپنے دین میں بیچا نجاویگا جبکہ اسکا کسب ادائے دین کیواسطے کافی نہوگا مگر جبکہ اسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت
کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتهاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو
سمجھتا بوجھتا ہی اسکا تصرف اگر نافع محض ہی چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہی بلا اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق
والصدقة والقرض لا وان اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ ان
تصرفات کا صغیر اور معتوہ کے اذن دیا ہو هم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہی اگرچہ اسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا دائر ومن العقود بین
نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازہ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہو چنانچہ
بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہی تو اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی هم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجاے حتی لو
بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ
کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں هم منجملہ احکام مذکورہ یہ ہی کہ اذن تجارت کا
ایک قسم کے ساتھ مقید نہ رہیگا اور مخصوص زمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو انکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجاے اذن ہوگا وغیر
ذلک من احکام الماذون وشرط لصحة الاذن ان یعقلا البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن
الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہی کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہی بائع سے اور خرید ملک
کی کھینچ لانے والی ہی مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہی اور یہ شرط ہی کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا
ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہی وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القهستانی عن العمادیة ثم الجد

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہی پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہی عمادیہ سے ثم بعدہم جدہ ای الصحیح وان علا
ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہی اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا
سردادا پھر اُسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہی پھر والی یعنی حاکم ولی ہی بطریق اولی ہم قہستانی اور
زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہی اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم
القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم بعد قاضی یا اُسکا وصی ولی ہی قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی انمین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا
اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین
دون الام او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر نہ مان یا اُسکا وصی یعنی مان صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال
مین ہی بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور مان کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عم اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا
فی الطحطاوی رأی القاضی الصبی او المعتوہ او عبدہ او عبد نفسہ کما مر یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ
یا دونون کے غلام کو یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہو گا عبد قاضی کا مسئلہ ابن کمال سے ذکر
ہو چکا والقاضی لہ ان یأذن للیتیم والمعتوہ اذا لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی وامتنع الولی من الاذن عند طلب
ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہی کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام
کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہی جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو
قاضی سے کذا فی الزیلعی ہم یہ ترکیب مصنف کی مخل ہی بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذ کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر صغیر یا معتوہ کا
باپ یا اُسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نہ مانا تو
قاضی کا اذن جائز ہی اگر قاضی کی ولایت متاخر ہی باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر
کا باپ زندہ ہی اور اذن کو مکروہ جانتا ہی تو جائز ہی چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہی اور
وہبانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہی کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی نہر زاد شارح الوہبانیۃ ولا
حجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم الا بحجر قاضی آخر فتدبر مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہی اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے
تو قاضی کا اذن اسکے واسطے صحیح ہی شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہی اور حکم دفع
نہین ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقر الصبی بما معہ من کسب او ارث صح علی الظاہر
ماذون وربہ اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اُس مال کا جو دونون کے پاس ہی کمائی سے یا میراث سے تو اقرار اُنکا صحیح ہی بموجب
ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہی وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہی
تو یہ اقرار صحیح ہی اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہی کہ کسب مین اقرار صحیح ہی میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال
بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوہ وہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے
سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید و فروخت کی
اور حالانکہ غلام اس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاویگا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید فروخت

کرے ہم اذن غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہوجاتا ہے اور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اسیطرح صغیر مین دونون روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولابینۃ اذن صحیح نہین غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اُس غلام کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہین ہم اور اگر مالک کے پاس گواہ ہون اور غصب کی گواہی دین تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بہا علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہین ہوجاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہوجانے سے قول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی لطفل وقد ابی + ابوہ یصح الاذن منہ فیتجر + اور وہبانیہ مین ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ + وتحلیفہ یفتی بہ حیث ینکر اور ابو یوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ہم یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اُسپر ضمان ہے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون نے قبض ودیعت یا تجارت مین یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اُسپر اُسکا تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اُسکی تحلیف مین اختلاف ہے کتاب الاقرار مین مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر ولو رہن المحجور او باع او شری + یجوزہ المولی فما یتغیر + لتوقف لم تصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولی نے اُسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہین بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلولم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہا العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہا لم یصح اجازتہ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اُسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اُسکو آزاد کر دیا سو اُسنے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح نہین قال فکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا بوجہ ابتدا کرتا ہے قلت ولا یخفی ان ما ہو تبرع ابتداء انتہاء فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض مین کہتا ہون اور یہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین احسان بلا بدل ہے وہ صغیر کو اور مضر ہے ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضر محض ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہ اعتراض اُسپر ہے جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اُس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم +

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام مین ہو لغۃ اخذ الشیء مالا او غیرہ کا لحر علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت مین عبارت ہے چیز کے لینے سے بطور زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کجحودہ لما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت ہے قبض محق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اُس ودیعت کا جسکو اُسنے مالک سے لیا تھا ہم قبضہ مودع بالفتح کا لعینہ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اُسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکما باثبات ید مبطلۃ غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا حقیقت ہے غصب کی ہم بعضون کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ مین موتی ہو اور دوسرا آدمی اُسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا مین گر پڑے تو تاوان لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہان ثابت نہین اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اُسمین فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھیر دینے کا موجب ہے تو اُسمین اثبات قبض بھی شرط ہے واعتبر الشافعی اثبات الید فقط فالثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا لہ اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور

کتاب الغصب

۱۰۰

ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین ہے جو باغ مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غاصب تلف کر ڈالے تو
اسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور انکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے
کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتۃ وحر ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین ہو اسواسطے کہ وہ مال نہین متقوم ای مباح الانتفاع
قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کی شراب مین ہو اسلیے کہ شراب مسلمان کے حق مین
مباح الاستعمال نہین محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہے کافر حربی کے مال مین اسواسطے کہ اسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا یتحقق
بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف محمد رحمہ اللہ کے ہم غیرہ وقف مین شیخین کا
قول اصح ہوا اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ و عاریان الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک
اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن لکان اولی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ
قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہر چند ازالہ مختص ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا
غصب داخل نہین اور یہ معلوم کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ بالکل کسی کا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر
مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبضہ ہو بدون اذن اس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے خواہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا
اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ
قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور یہین ابن کمال کا کچھ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اسکے داخل ہونے کا غصب
مین منافی نہین سو سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے اور حالانکہ
کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جسکو یہ نکتہ معلوم نہ ہوا اسنے لا علی سبیل الخفیہ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکلجائے فاستخدام
العبد وتحمیل الدابۃ غصب لا ازالۃ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے بسبب دور کردینے قبضہ مالک کے
یعنی اور اثبات قبضہ ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور
مشترک جانور پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی
بساط لعدم ازالتہا فلا یضمن مالم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبضہ مالک کے تو جالس پر تاوان لازم نہ ہوگا جبتک کہ
فرش تلف نہ ہوجائے اسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یحولہ ولم یجحد لم یضمن مالم یہلک بفعلہ او تخرجہ من الدار خانیہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین
داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہوگیا تو اسپر تاوان ہے اور اگر اسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اسکے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہین جبتک وہ بغیر ہلاک
نہ ہوجائے اسکے فعل کے سبب سے یا اسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین مگر با ہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن
علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ہم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے
ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمھارے
خون اور تمھارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو
شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی

گناہ نہ ہوگا چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالا اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونون صورتون مین واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فترد
العین قائمۃ والغرم ہالکۃ بفعلہ او غیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اُسکا تاوان دینا اگر
وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اُسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ہم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اسکے گھر سے
آیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ غصب اس صورت مین امانت ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیران فلا اثم لانہ خطاء
وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق مین پھیر دینے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب نادانستہ پر گناہ نہین ہے اسواسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور
حالانکہ خطا پر مواخذہ نہین بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف
المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املاء من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب
ہوگیا وہ مختار ہے دو چیز مین غصب کرنیوالے سے تاوان لینے مین اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے مین یعنی چاہے غاصب سے
تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب مین واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو
اور حالانکہ اُسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ
ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور
چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے
شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کرلی اور اب اُسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار
ہے اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے
کذا فی الطحطاوی وفی غصبہا غصب عجلا فاستہلکہ ویبس لبن امہ ضمن قیمۃ العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب مین ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اسکو ہلاک
کیا اور اُسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اُسکی ماں کے نقصان کا ہم اسواسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا
موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اُسکی ماں مین ظاہر نہین تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یومر بعمارتہ الا
فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت مین ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اُسکے ناقص ہوجانے کا تاوان دے اور اُسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے
کا مگر مسجد کی دیوار مین بنا دینے کا حکم ہوگا ہم قنیہ مین ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیوارون کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیوارون کے
تو تاوان دیگا بین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان
باذنہا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک مین تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا
قول مقبول ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال مین تصرف کیا ہو سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اُسکے اذن سے تھا اور وارث اُسکا منکر ہے تو
زوج کا قول مقبول ہوگا ویجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر تغیر
فاحش نہ ہوگیا ہو کذا فی المجتبی ہم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اُسکا نام اور اُسکا عمدہ فائدہ زائل ہوجاوے تو مغصوب منہ کی ملک
اُس سے زائل ہوجاتی ہے اور غاصب اُسکا مالک ہوجاتا ہے اور تاوان اُسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اُس سے نفع لینا حلال نہین اور
اگر مغصوب ناقص ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ چاہئے
ہے کذا فی الطحطاوی مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑکر قبا یا قمیص سینا یا گیہون پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اُسکے غصب کرنے کے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے اور اگر رد کیا ولو
بغیر علم المالک فی البزازیہ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ
خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہوجاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے درہم اُسکی تھیلی سے غصب کیے پھر انکو اُسمیں رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہوگیا اور اسیطرح اگر مغصوب نے سپرد کردیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسیطرح اگر مغصوب طعام ہو اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اسکو
کھا لے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب
کا اگر وہ ہلاک ہوجاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت
ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف رح یوم الغصب وعند محمد رح یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہوجاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا نجاوے اُس بازار میں جسمیں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اُسکی قیمت خصومت کے دن
کی یعنی جس وقت حاکم کا حکم ہو اُسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع
کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی ثم خزانہ میں امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ میں اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ میں ابو یوسف
کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی چیز میں غصب
کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے ثم بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اُسکی قیمت واپس لایا مالک نے
کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں تجکو منع کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تا کہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اُسکی
گود میں رکھ دے یا اُسکے دونوں ہاتھوں میں تو وہ بری الذمہ ہوجائیگا اور اگر اُسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور غصب میں سامنے
رکھ دینے سے بری الذمہ ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کدہن متنجس قیمی فتجب قیمتہ یوم غصبہ
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے ملگئی ہو جیسے گیہوں مخلوط جو کے ساتھ اور تلوں کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اُسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اُسکے غصب میں اُسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ثم فتاوی رشیدالدین میں ہے کہ دو وزنی چیزیں جب
ملجاویں اسطرح کہ جدا نہ ہوسکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہوجاتی ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا کل موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر ورب ودبس ذکرہ فی الجواہر
اور اسیطرح قیمت والا ہوجاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ شیرہ تر کھجور کا کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وقطر لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہا ولا تثبت دینا فی الذمۃ مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک اُنمیں سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اُسمیں صحیح نہیں اور وہ دین ہوکر
ذمہ پر ثابت نہیں ہوتا ہے یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اُسمیں جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفی الذخیرۃ والمجتبی قیمی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم
میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور مجتبی میں قیمتی ہے تاوان میں اور مثلی ہے سوا اُسکے تاوان کے چنانچہ سلم میں وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی میں ہے
کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھوننے سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ اللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ میں ہے کہ گوشت اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیہا الحلیب والحبر بالفصولین وغیرہ وکذا الصابون والسمن والورق الابیض
والمعصفر والمصرم والجلد والدہن المتنجس وکذا الفقد وکل مکیل وموزون تعذرت علی الملاک مضمون بالقیمۃ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح

انہما من مکیل او موزون تضمن قیمتہا ساعتہ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ میں بیان اور حلبیہ تاسیر کے قاعدے میں فصولین وغیرہ
کی طرف نسبت کرکے وارد ہوا اور اسیطرح صابون اور بانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سویان اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور نیا پاک تیل اور
اسی طرح مٹی بھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اسکی قیمت ہو
چنانچہ اگر انبار کشتی جب ڈوبنے لگے اور اسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اسمین تھی گرادی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا کذا فی المجتبی
ھم ورق سے بیان کا غذ مراد نہیں ہے واسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی البحر فیہ صب ماء فی حنطۃ فافسدہا وزاد فی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صب الماء لا
مثلہا ہذا اذا لم ینقلہا فلو نقلہا لمکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان
کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فاحفظ اور صغیر فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالا یا گیہون میں سو اسکو بگاڑ
دیا اور اسکے کیل میں زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اس کی قیمت تھی یہ اس صورت میں ہے جبکہ
اسنے گیہون کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھا لیگیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور حالانکہ
وہ اسوقت مثلی تھا برخلاف اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان میں جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انتہی مانی الصغیر فتیا اور حاصل کلام اور خلاصۂ مقام
درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل او رمانند بازارون میں بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہ ہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور
تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ حبسہ بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل او القیمۃ مخلص
علی الراجح حبس حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہر ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل من مثل او قیمۃ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو وہ
محبوس کیا جاوے یہان تک کہ حاکم یہ معلوم کرجاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کردیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا
حکم کرے مثل او قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاے ہلاکت وجوب رد عین سے متعلق ہے تو حبس
ہوا اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص ہے یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا اسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی
ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک
عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہوجانیکا اسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا
یعنی اسکے تلف ہوجانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس
ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجیی
اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اسکا بیان آگے آوے گا
ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہین ہے تو غاصب
ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد
وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا
اور اسکے ہاتھ میں آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے نزدیک برخلاف
محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب میں بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف مین علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر
ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان ان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی میں مذکور

کیا ہے کہ موقوف غیر منقول اور موقوف گھروں کے غصب میں لزوم تاوان کا فتویٰ ہے اور منافع وقف کے غصب میں لزوم ضمان کا فتویٰ ہے طحطاوی نے
کہا کہ لفظ موقوف عقار اور دور دونوں کی طرف راجع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اس میں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت مثل
لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ الفیض انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ یجب
فی الرد فاذا فی الاستحقاق الاجرۃ انتہی فلیحفظ اور فیض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان دینے
کے حکم میں اور لزوم تاوان کے سوا میں تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے اسیطرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگر
وقف اور مال صغیر ہو انتہی ما فی الفیض تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول ضعیف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہیں دونوں نے یہ قول اپنی فصول
میں کہا ہے وکذا یضمن فی انکار الودیعۃ اور اسیطرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت تھا ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی البحر وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہے گواہ
کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد صورت اسکی یہ ہے کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے
سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدوں پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف کا
ہے نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل فعد ہذہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں مگر چند مسائل میں تاوان ہے وہ ان تینوں
مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب اور مفتی بہ یہ ہے کہ زمین
خرید ہی کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان
ہے فیطلب ما زاد البذر وصححہ فی المجتبی یعنی مغصوب منہ غاصب کو اسقدر دے جسقدر بیج نے اسکی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی میں ہم یہ مسئلہ
ظاہر مرتبہ معلوم ہوتا ہے یا قبول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی صورت یہ ہے کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم مطلوب نہیں بلکہ وہ تخم جسکے ذخیرت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونوں میں تفاوت ہوا اسقدر مالک غاصب کو دے اور
اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے
بلا اعتبار دو قلع وفی الصغیر فیہ ہو المختار اور صغیر فیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اسکا اکھاڑ دینا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی میں ہے ہم مجتبی میں ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین میں زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا امر
کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے
بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار یعنی جیسے کہ مغصوب منقول میں بالاتفاق اسقدر تاوان لازم
ہے جسقدر ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار میں ضمان لازم ہے ہم منقول مغصوب کے نقصان میں مطلقاً ضمان لازم ہے خواہ غاصب
کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین میں مصرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل آخر او ہدم البناء ضمن

ہو الا غاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب (کما لو غصب عبدا و آجرہ فنقص فی
مدۃ الاجارۃ بالاستعمال) (قولہ و اسقاط من نسخ الشرح لہذا قولہ تحت قولہ) چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ میں دیا پھر
غلام میں کچھ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے اسسبب
داخل ہے نیچے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں ہے اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے
سوا ہے (والغلۃ) (قولہ فنقص بالاستغلال) اذ الاجر بمقابلۃ فیضمن النقصان و تصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب
کرایہ میں دیا اسکو نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی پھر اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو
باقی رہے ضمان کے بعد کرایا اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن
البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تونگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ
کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان
غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی (کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ و ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ) چنانچہ
اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمین نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ
کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو درم اور دینار (او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب و
نقدھا) یا متعین ہو خریدنے بوسیلہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انھیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یون کہنا تھا اذا کان
متعینا او غیر متعین و نقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا اسکے ثمن مغصوب کے دراہم
کرے یعنی (یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ) یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونون
اس قسم سے ہون کہ اشارہ کرنے سے متعین ہوجاتے ہون (وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا و نقدہا فکذلک یتصدق) اور اگر مغصوب اور
ودیعت اس قسم سے ہون کہ متعین نہ ہوتے ہون جیسے درہم تو چار صورتیں ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انھیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی
متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے (وان اشار الیہا و نقد غیرہا او اشار الی غیرہا و نقدہا او اطلق ولم یشر و نقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل و بہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل) اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا
اور درہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیئے یا مطلق دراہم ذکر کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیئے تو
ان تینون صورتون میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے (و اختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی
قولہما و عند ابی یوسف رح لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ) اور بعضے فقیہون نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے
میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو
تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہون اسطرح کہ تاوان میں درہم
دیے ہون اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الزیلعی (فصل فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ و اعظم منافعہ) ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا نام اور

اعظم منافع یعنی اسکے اکثر مقاصد زائل ہوگئے ہم نے زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان مین مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہین ہوا کیونکہ اسکو حلال بکری بولتے ہین احترازعن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ
لکن بقی اعظم منافعہ ولذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن قید منافعہ کما ظنہ ملا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید اُن دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہوگیا لیکن اُسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرائش اور
اسی واسطے مالک کا حق درہم سے جو کچھ سکہ منقطع نہین ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر ملا خسرو وغیرہ
نے گمان کیا ہے اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ اسم گیہون کا جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ انکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پیشتر
سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او خلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط بر ببر او یمکن بحرج کبر بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع قبل
ادا ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاضی یا بدل ملگیا مغصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اُسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا ملانا
غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا ممکن ہو مشقت سے جیسے گیہون کا ملانا جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اُسکا دیوے اور اُسکا مالک
ہو جاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اُسکے تاوان کے اور ادائے ضمان سے رضائے مالک مراد ہے خواہ رضا ادائے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینے سے ہو
یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اُسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے ضمان نہیں
جائز نہین والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا یبتلعہ حلالا فی روایۃ وحراما علی المختار حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور
اختلاط سے مغصوب بلا رضائے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اُسکو چبایا یہان تک کہ وہ مستہلک ہو گیا تو اُسکو حلال نگلیگا ایک
روایت قیاسی کے اور حرام نگلیگا بنا بر استحسان منقطع کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضائے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ
کھلتا ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح
کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے وطبخہا وشیہا وطحن بر او زرعہ وجعل حدید سیفا وصفر انیۃ
چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اُسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اُسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہ مثالین
ہین تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند قیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ فیملکہا البانی بالقیمۃ اور چنانچہ
عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اُسکی قیمت دیگا شارح نے
کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون ہم یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی تمیز حرج کے ساتھ ممکن ہے وکذا لو
غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار وسقط
دینارہ فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ
اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پھر اُسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا بوتا ودیعت رکھا سو مودع
کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہو گیا اور اُسکا نکالنا ممکن نہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اُسکا نکالنا متصور نہین
مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط لیکن جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دیکر اُسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت ترضرر سہل تر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف مین یہ سب کچھ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الآدمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی

الشق لاخراج الولد قلت وقد مناقی الجنائز عن الفتح انه یشق ایضا فلا اختلاف وفی تنویر البصائر انه الاصح فلیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر
انسان موتی نگل گیا پھر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جاویگا موتی نکالنے کے واسطے اسلیے کہ آدمی کی حرمت مال کی حرمت سے عظیم تر ہے اور قیمت اُس
موتی کی اُس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کر کے
شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ موتی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جاویگا تو اب شافعیہ و حنفیہ میں کچھ
خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقی لو کانت قیمۃ الساحۃ والبناء سواء فا
صطلحا على شیء جاز وان تنازعا بیعا البناء علیهما وقسم الثمن بینهما على قدر مالهما شرنبلالیہ عن البزازیۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر
ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کر لیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم المنتفعین بیچی جاوے اور اسکا ثمن دونوں
شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر انکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیہ عن البزازیہ قلت ولو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساحۃ هل له ذلک ان [illegible]
لا یحل وقبله قولان لتضییع المال بلا فائدة وتمامه فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑنی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست
ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جائز ہے اور
دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب الحجرین دراہم او دنانیر او اناء لم یملکہ وهو
لمالکه مجانا خلافا لهما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنالیے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اسکے مالک کی مملوک
ہے برخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک اسواسطے نہیں ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم
نہیں فان ذبح شاۃ غیرہ ونحوها مما یوکل طرحها المالک علیه واخذ قیمتها او اخذها وضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کے
مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اسکی قیمت اُس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اسکے
نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں
امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم لو قطع یدها او قطع طرف دابۃ غیر ماکولۃ کذا فی الملتقی فیلح لفظ غیر سدید بها قلت قوله غیر سدید غیر سدید بثبوت الخیار فی غیر
الماکولۃ ایضا لکن اذا اختار ربها اخذها لا یضمنه شیئا وعلیه الفتوى کما افاده المصنف عن العمادیۃ فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیه الارش اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی مالک
مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر
یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول در رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض
کا قول غیر سدید یعنی ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اسکا لینا اختیار کرے
تو اُس سے کچھ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام
کے اسمیں تو خونبہا ہے ہم عیون میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدہا یا خچر ہلاک کر ڈالے اسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے اگر مالک چاہے غاصب سے
ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کر دے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو
ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان
نقصان اور اسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اسکے دینے اور اسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیه الفتوى
تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے اسکا کی اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں

غیر واجب ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وہو ما فوت بعض العین و بعض نفعہ لا کلہ فلو کلہ ضمن کلہا یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کردے کچھ کپڑے اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ
خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے
وفی خرق یسیر نقصہ ولم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینہ لیس غیرہ لقیام العین من کل وجہ ما لم یحدث فیہ صنعۃ او یکون ربویا کما
ابدلہ الزیلعی اور جس میں پھاڑنے میں کم نقصان ہے اور خرق مذکور سے کچھ منفعت کو فوت نہیں کیا تو مالک نقصان کا تاوان لے لیکن کپڑا اپنے کے ساتھ
اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تاوقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جسمیں
بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک کا
منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہے سوائے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں بسبب فاحش ہو یا یسیر مالک
کی تخییر ثابت کرتی ہے امساک عین اپنی بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین یا تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ ہو واسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے
بیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ تعلم جواب حادثۃ وہی غصبت حیاصۃ فضۃ مموہۃ بالذہب فزال تمویہہا تخیر مالکہا بین تضمینہا مموہۃ او اخذہا بلا شئی لانہ لا یتمکن
اور اس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اس کا
ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع
استہلاک ہے اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراہا بوزنہا فضۃ فلا رد لتعیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنم
نقل من صرح بہ قالہ شیخنا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب
عیب دار کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے
تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ کم فقہائے اسکی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ
بغیر اذنہ امر بالقلع والرد لو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانے اور درخت اکھاڑ
کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاوے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر
امر بقلعہ ای مستحق القلع فیقوم بدونہما ومع احدہما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو
تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون
عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے
ولو زرعہا یعتبر العرف فان اقتسموا الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل وفی الوقف تجب الحصۃ او الاجر بکل حال فصولین اور
اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار
ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین
کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضا
مالک زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا عبرۃ للالوان بل بحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فالمالک
مخیر ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض ومثل السویق غیر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ہنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار وقدمنا قولین

من الحنطۃ کپڑا غصب کیا پھر اسکو رنگا تاوان کا بیان اعتبار نہین بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے
سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط مین قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے
کہ ستو مین بیان کرنے سے مثلی باقی نرہا اور یہان مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان
کر چکے ہین مجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی یا قیمتی ہونے مین دو قول ہین وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لانہ
مثلی وقت اتصالہ بملکہ والصبغ لم یبق مثلیاً قبل اتصالہ بملکہ لاختلاطہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ سے
کپڑے کی قیمت زیادہ ہوگئی اسکا اور گھی کا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نرہا قبل از اتصال
بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبی رد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول برئ عن ضمانہ غاصب کے غاصب نے
مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو رد علی المالک ولو ہلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الی الغاصب
فانہ یبرأ ایضاً لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ مین سو اسنے اسکی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ
ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضہ القیمۃ معروفاً بقضاء او بینۃ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسہ وغاصبہ
عمادیہ اور اس قیمت سے غاصب ثانی اسوقت بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہون سے یا مالک کی تصدیق
سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق مین اور اپنے غاصب کے حق مین غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار
کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہین کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب
اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئاً ثم غصبہ آخر منہ فاراد المالک ان یأخذ بعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فانہ لہ ذلک
سراجیہ والمالک بالخیار فی تضمین ایہما شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یملک ترکہ وتضمین الآخر وقیل یملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے
غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے
پورا تاوان لینے مین جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کر لے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نرہیگا اور بعضون
نے کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیاً فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیاً للبزازیۃ
لکن نقل المصنف عن العمادیۃ ان الاجازۃ تلحق الافعال ہو الصحیح قال وعلیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہین ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر
غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ مین نے اسکو جائز رکھا یا مین راضی ہوگیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہوگا کذا فی الاشباہ منقولاً من
البزازیہ لیکن مصنف نے شرح مین عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی
اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے
جیسے کسی نے کہا بعضے افعال اعدام ہوتے ہین اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الخشب کسراً فاحشاً ملکہ
ولو کسرہ الموہوب لہ لم ینقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اسکا مالک نہوگا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہوجائے توڑنے سے کذا فی القنیہ
اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو واہب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہوگا کذا فی الاشباہ وفیہا اجرہا الغاصب ورد اجرتہا الی المالک تطیب لہ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ
اور اشباہ مین ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل شتی
شارح کے استعار منشاراً فانقطع فی نشرہ فوصلہ بلا اذن المالک انقطع حقہ وعلی المستعیر قیمتہ منکسراً شرح وہبانیہ آرا عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا چیرنے مین سو اس نے

جوڑا بدون اذن مالک سکے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا اور تغیر پر ٹوٹے آرے کی قیمت واجب ہی کذا فی شرح الوہبانیہ رکب دار غیرہ
لاطفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شی برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوہرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو
جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہوگئی اُسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہی سب کو تو ہر شخص کو
اُسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہی کذا فی الجوہرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اُسکی اجازت سے
مگر جہاد میں جائز ہی یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہی واللہ اعلم وفیہا اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو
اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اُس صورت میں جائز ہی جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اُسکو خبر
کرونگا تو وہ اُسکو خود دبا لیگا حفر قبرا فدفن فیہا آخر میتا فہو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا
فکذلک ولا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھود رکھی سو اُسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑ دیا
تو وہ تین صورتوں ہی اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہو تو اُسکو مردہ اُکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہی اور اگر زمین مباح ہو تو اُسکا قبر کھودنے
کی قیمت یعنی اُجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اُسکی اُجرت ثابت ہی اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو اسواسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں
جانتا کہ کس زمین میں مریگا ہم ولوالجیہ میں ہی کہ ایک مرد نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اُسمیں دفن کرنیکا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت
ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہی فقیہ ابو اللیث نے ہم اسواسطے
کہ جسنے اپنے واسطے قبر کھودی ہی وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی الطحطاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل ذکرہا فی
الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اُسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہی جو اشباہ میں مذکور ہیں
ہم منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہی کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے ما یحتاج خرید کرنا بغیر اُسکے اذن کے جائز ہی اور اسیطرح والد کو فرزند کے واسطے اُس کے
مال سے خرید درست ہی لیکن اور چیز سواے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں ہم اسواسطے کہ ما یحتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہی دوسرا مسئلہ
یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اُسکے اذن کے صرف کرنا اُس مکان میں درست ہی جہاں راے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اُسپر ضمان لازم
نہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مرگیا تو باقی رفیقوں نے اُسکا اسباب بیچا اور اُسکی تجہیز و تکفین اُسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اُس کے
وارثوں کو دیا تو اُنپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شی کیف یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بہ یتغیر + گدہی
ایک شخص نے غصب کی سو اُسکا بچہ اُسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اُسکو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اُسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان میں یوں کہا
ہی اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہی غیر مغصوب کا اور حالانکہ اُسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ تغیر ہو جاوے ہم عالمگیری میں ہی کہ غیر کی گدہی بلا اجازت ہانک
لے گیا اور بھیڑیا اُسکا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اُسنے مالک کو گدہی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدہی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر
بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اُسکے ہانکنے کے تو اُسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہی اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہی کہ گدہی کے ساتھ
بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہی اسواسطے وہ ابتداءً متعدی ٹھہرا شعر وغاصب نہر لم یبح لہ شربہ + وہل ثم نہر طاہر لا مطہر + اور نہر کے غاصب کو اُسمیں سے پینا درست ہی یا نہیں
اور کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہی یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہی کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اُسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اُسمیں سے پانی پینا اور وضو
کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہی اسواسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور وضو بھی درست ہی اور دوسرے سوال کا
جواب یہ ہی کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہی کذا فی الطحطاوی من شرح الوہبانیہ فصل فی مسائل ... کتاب الغصب کی ... غصب ... فقیمتہا ...

ھوتا یا ملکا استقر الی وقت الغصب بفعلہ لہ الاکساب لا الاولاد یعنی غاصب نے جو غصب کیا اسکو غائب کر ڈالا اور اسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا
تو ہمارے نزدیک وہ اسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیاں حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی الملتقی والقول لہ
بیمینہ لو اختلفا فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف
کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہن او برہنا فللمالک ولا تقبل بینۃ الغاصب لقیامہا علی نفی الزیادۃ ہو الصحیح زیلعی
پھر اگر یا مالک گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی
زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب والمودع المتعدی لا اعرف قیمتہ
لکن علمت انہا اقل مما قالہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع
متعدی کہے کہ میں مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اسکی اس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع
کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاویگا اھ بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارہ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ
اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادۃ فان نکل لزمتہ پھر
اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت قیمت لیجاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک لزمہا
علی الزیادۃ اخذہا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمۃ او
ردہ واخذ القیمۃ وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر
دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر المغصوب وہی ای قیمتہ
اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ فی الاصح عنایہ فالاولی ترک قولہ وہی اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور
حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اسکے یا کمتر ہے اس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اسکے
قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب
ولو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی ثم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیۃ مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب
کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہاں جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اسکو خیار العیب
اور خیار الرویۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرویۃ اسکو لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقول المالک
او ببرہانہ او نکول الغاصب فہو لہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اسکے گواہ لانے یا غاصب
کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اسمیں اختیار باقی نرہیگا اسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ
مالک نے فقط اسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اسکا تاوان لیا
تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حرر ای الغاصب لا ان حرر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع
لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے اس سے اسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی
ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے

كزوائد الغصب اور زوائد المغصوب مطلقا منفصلة كالثمر او متصلة كالسمن وحسن لا تضمن الا بالتعدي او المنع ان طلبها المالك لانها امانة اور مغصوب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہون جیسا کہ فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہون جیسا کہ میوہ اور پھل امانت ہین غاصب کے پاس اسکا تاوان نہین مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہین ہم بیان دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یون کہتا کہ زوائد بین اسواسطے تاوان نہین کہ انمین غصب متحقق نہین تو اصح ہوتا کذا فی الطحطاوی والطلب المتصلة لا يضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہین وما نقصت الجارية بالولادة مضمون ويجبر بالولد او بقيمته او بغرته ان في به وفاء والا فيسقط بحسابه اور جاریہ مغصوبہ جو اپنی قیمت ولادت کے سبب ناقص کر دی تو اسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جاویگا اور لونڈی کا جبر نقصان اسکے ولد کی قیمت یا اسکے غرہ سے کیا جاویگا اور اگر اسکے ساتھ برابر ہوا اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جاویگا یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اسکے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہو تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اسکا ولد مالک کو پھیر دیا جاوے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہو تو ۴۰ سے اسقدر ساقط کرکے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا قیمت سے جبر نقصان اسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو والاغرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اسپر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جبر نقصان کیا جاویگا ولو ماتت وبالولد وفاء كفى هو الصحيح نہایہ اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مر گئی اور اسکے ولد کی قیمت اسکی قیمت کے ساتھ برابر ہو تو یہی کفایت ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہین زنی بامة مغصوبة ای غصبها فردها حاملا فماتت بالولادة ضمن قيمتها يوم علقت زنا کیا اس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مر گئی تو غاصب پر اسکی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی ہم چونکہ رد فاسد تھا لہذا اسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اسنے غصب کی تھی تو اسمین تلف ہوجانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اسنے پھیر دی تو سبب تلف اسمین موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب ليبقى ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کرکے حاملہ اسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو غاصب پر ضمان نہین اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہین ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردها محمومة فماتت لا يضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور حالانکہ اسکو تپ تھی سو وہ مر گئی تو غاصب پر ضمان نہین اسواسطے کہ تپ مین غاصب کا کچھ دخل نہین وكذا لو زنت عنده فردها فجلدت فماتت به يعني اور اسیطرح غاصب پر ضمان موت نہین اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو وہ اسکے سبب سے مر گئی کذا فی الملتقی ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنی بها واتخذ لد يا ثبت النسب والولد رقیق ورادہ اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وبخلاف منافع الغصب استوفاها او عطلها فانها لا تضمن عندنا اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا انکو معطل چھوڑا ہو انکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہین ہے۔ بوجہ سے بعض المتون ومنافع الغصب غير مضمونة الخ لكن لا يلائمه ما يأتي من عطف ثمر المسلم الخ مع انه غير قيد بها اور متن کے بعض نسخے مین یون عبارت ہے ومنافع الغصب غير مضمونة الخ لیکن اس عبارت کو وہ عبارت جو آگے آویگی یعنی عطف کرنا خمر مسلم کا مناسب نہین باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سواسکو غور کرلو الا فی ثلاث فيجب اجر المثل على اختيار المتأخرين ان يكون المغصوب موقوفا للسكنى او للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہین مگر تین صورتون مین تو اجر مثل واجب ہوگا بموجب اختیار کرنے فقہائے متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کیواسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہوا او مال يتيم الا في مسئلة سكنت امه مع زوجها في داره بلا اجر فليس لهما ذلك والاجر عليها كذا في الاشباه صغيرا يا وصيا او الخانية يا مال یتیم کے منافع مغصوب ہین اجر مثل

واجب ہو گا اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو وہ ان کو یہ جائز نہیں اور اسپر کرایہ کچھ نہیں ہے چنانچہ
اشباہ و ابن قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت وتستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لا شیء علیہ وکذا الاجنبی بلا عقد وقیل دار
الیتیم کالوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہے اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے
کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسیطرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب
اجرت میں مطلقاً انتہی قول المصنف ثم مفتی ابو السعود کہا یہی قول معتمد ہے کہ مال یتیم وقف کے مانند ہے تو در حقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ولکن حمل کلام القنیۃ
علی قول المتقدمین بعدم اجرتہ واما علی قول المتأخرین انہا کالوقف تجب الاجرۃ علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأۃ واجبۃ علیہ وہو غاصب لدار الیتیم فتلزمہ الاجرۃ
وبہ افتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنا کے دونوں مسئلوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متأخرین کے قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر
وقف کے مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک پر اور اسکی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب
ہے تو اسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے ثم اور اگر یتیم کی ماں اسکے گھر میں رہے در صورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اس پر
اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الصغری ینبغی ان تفصیل فی الیتیم یقدر علی المنع فلا اجر والا فعلیہا اجر ظاہر اور صغری میں جو تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع
پر قادر ہو اور اس نے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو وہ عین پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے ثم قول مذکورہ کی ظاہر اغیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ
ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ فہو علیہا لا علیہ کما افادہ فی تنویر البصائر اور یہ جب اسکے یعنی بموجب قول متقدمہ کے تو اجرت
زوج پر واجب ہے نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ
ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض وان للحاضر ان یسکن فیہا اذا کان لا یضر بہا فللغائب ان یسکن قدر ما سکن شریکہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے موجب ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہے کہ اسمیں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علمانے کہا اور اسی پر فتوی ہے ثم علاوہ ہے مذکور ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین میں زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی مالک کی ایسی
صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال ان
بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قبل او اجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہے جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اسکے مالک نے اسکو
تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال فی
الاشباہ والصیرفیۃ معدۃ لہ باجارتہا بل ببنائہا او شرائہا لہ ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اسکے
اجارہ دینے سے بلکہ اسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے بنسبت مشتری استغلال کیواسطے ہو سکتا ہے ویشترط علم المستعمل بکونہ
معدا حتی یجب الاجر ویہ استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی والا لکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ثم اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو اسپر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور دونوں
مسئلوں کی وجہ یہ ہے کہ اسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ منکر والآخر مدع میں کہتا
ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہے کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہے
کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اسکی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شیخنا وبہ

رب الدار بیچہ لا یبطل الا عداد یہاں سے اُستادو نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اُسکے بیچڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے
ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ وشہر الیاس جاز ذکرہ المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اُسکو کرایہ کے واسطے مہیا
کرے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگون کو اسکی خبر کردے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن
بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء فی الملک وللیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اُس گھر مین ضمان نہین جو کرایہ کیواسطے تیار ہوا جبکہ اُسمین کسی شخص نے سکونت
کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمین شرکا ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب ذکر ہو چکا ہے قنیہ سے
توخبردار رہنا ہم شارح نے خبردار کردیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر بنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت مین اما فی الوقف
اذا سکنہ احدہما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان مین جبکہ ایک شریک اُسمین سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او
کبیت الیتیم اذا سکنہ المرتہن ثم بان للغیر معدا للاجارۃ فلا شئی علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر مین مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص
کا ہے اور انحالیکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن پر کچھ ضمان نہین لیکن لو اجر الغاصب لعدم بانحل المستاجر المسمی لا اجر المثل ثم الاجر للغاصب الاجر لی یرہ
للمالک اشباہ وقنیہ باقی رہی یہ بات کہ غاصب صورت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت مسمی دا
ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم ہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیۃ وفی الشرنبلالیۃ بحثا او عطل المنفعۃ
یضمن الاجرۃ کما لو سکن او ذکرہ شرنبلالیہ مین ہے اور اُسمین بطور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے کیا اجرت کا ضامن ہوگا
چنانچہ سکونت کے حال مین و بخلاف خمر المسلم وخنزیرہ بان اتلفہما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے
اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اُس کی ملک مین باقی رہے جبکہ دونون مسلمان یا ذمی تلف کرڈالے تو ضمان نہین لیتی ہوا اسواسطے کہ مسلمان کے حق
مین شراب اور سور مال متقوم نہین وضمن المتلف المسلم قیمتہما لان الخمر فی حقنا قیمی حکما لو کان لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا دونون کی قیمت
کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی ملک ہون قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانون کے حق مین قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شریعت کے ہم
ضمان ہوا اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیون کے حق مین شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اُسکی تملیک اور تملک سے ممنوع
ہے لہذا اُسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او مامورہ یری ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافا لمحمد مجتبی ضمان اُسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا
بادشاہ یا اُسکا مامور نہ ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنے کا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبی ام یعنی اگر بادشاہ
یا اُسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کرڈالے باعتبار تعزیر کے تو اُسپر ضمان نہین منح الغفار مین ہے کہ ذمی نے دارالاسلام مین شراب اور خنزیر کی بیع
علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اُسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اُسپر تاوان نہین
کہ نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ ودم مطلقا اور مردار اور خون کے تلف کرنے مین مطلقا تاوان نہین خواہ مسلم کے ہون یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے
نزدیک یہ چیزین مال نہین بخلاف مالو اشتراہا ای الخمر منہ ای الذمی وشربہا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیطہ بانہ بخلاف غصبہا مجتبی برخلاف اس
مسئلہ کے کہ اگر شراب ذمی سے خرید کی اور پی تو نہ اُسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہ فعل اُسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب
کرنے کے کہ اُسمین تسلیط مالک نہین لہذا اُسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدہما لا شئی علیہ الا فی روایۃ علیہ قیمۃ الخمر اور مجتبی مین ہے کہ ذمی نے
دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہین مگر ایک روایت مین اُسپر تاوان [illegible]
خمر مسلم فخللہا بما لا قیمۃ لہ کخلۃ او ملح یسیر لا قیمۃ لہ او تشمیس او غصب جلد میتۃ فدبغہ بما لا قیمۃ لہ کتراب و شمس اخذہما المالک مجانا شراب مسلمان کی

غصب کی پھر اسکو سرکہ بنایا اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ تھوڑے سے گیہون یا تھوڑا نمک ڈالکر جسکی کچھ قیمت نہین یا سرکہ بنایا دھوپ مین
رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اسکی دباغت کی اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو بلاقیمت لیگا
ولکن لو اتلفہما ضمن الا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہون تو اسپر ضمان نہین دینے
شرح الوہبانیہ لیضمن قیمتہ مدبوغا وعندہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتبار کیا ہے ہم یہ ضمان
صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل الکل والشیٔ علیہ لانہ حلال فالہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی
چیز سے چنانچہ زیادہ نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اسکا مالک ہوجاویگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہین برخلاف صاحبین کے ولو دبغ بہ
بذی قیمۃ کالقرظ والعفص الجلد اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اسکو
لیگا اور مقدار قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے والغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے
لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلفت اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اس صورت مین ضمان نہین اگر وہ خود بخود تلف
ہوجاوے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہین مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان
ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمداً ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اس شخص کا ہو جو اسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو
کذا فی الملتقی ہم اسواسطے کہ حجت کے ثابت ہونے کا اعتبار حنفی مذہب کو ثابت ہے اور حجت حنفیہ یہ ہے کہ اسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ولا تاکلوا مما لم
یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو
اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اسکی قیمت کا یعنی گھڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہین اسکی قیمت
کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا جمع معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح
قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ ہے کہ دف توڑنے مین اس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روئی رکھتے ہین اور بربط کے توڑنے مین
اس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف سیجی بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان
مثل سکر اور منصف کے بہادینے سے کتاب الاشربہ مین سکر اور منصف کا بیان آویگا سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہوجاوے اور منصف
وہ ہے جو آدھا جلجاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وصح بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف
اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجون کے توڑنے والے پر تاوان نہین اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا
فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی المنظر الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیون کا طبل خلاصہ
کی کتاب المنظر مین یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریون کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ
ونحوہا کالکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور
اسکے مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے
ہون ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد
وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہین برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے
مدبر کے نہ ام ولد کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت

اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سو میں حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او ربط دابتہ او فتح باب اصطبلہ او قفص طائرہ فذہبت ہذہ والذکر او
سعی الی سلطان من یوذیہ وکان انہ لا یدفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال السلطان قد یغرم وقد لا یغرم
تعالی انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شئیا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اُسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھول
دی یا اُسکے اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اُسکے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے اپنے آدمی کی چغلی کھائی
جو اُسکو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ جھگڑا مٹتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اُسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا
کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہدیا کہ فلاں شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق پر یا خزانہ
پانیوالے پر کچھ ڈانڈ ڈالدیا تو ان چیزوں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جائیگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ
ڈالنے کا ولو غرم السلطان البتۃ بمثل ہذہ السعایۃ ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیا ہو تا تا اور یقینا اس طرح کی چغلی سے تو چغلخور ضامن ہوگا وکذا الضمن لو سعی
بغیر حق عند محمد زجرا لہ ای للساعی و بہ یفتی وعزر ولو الساعی عبدا طولب بعد العتق اور ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر محمد کے نزدیک اگر اُسنے ناحق چغلی کھائی
دو وجہ ضمان چغلخور کا زجر اور تنبیہ کے واسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہ ہو اور اسی قول پر فتوی ہے اور اُسکو تعزیر دیجاوے اور اگر چغلخور غلام ہو تو اس سے تاوان کا
مطالبہ کیا جاتا آزاد ہونے کے بعد ولو مات الساعی فللمسعی ان یاخذ قدر الخسران من ترکتہ ہو الصحیح جواہر الفتاوی اور اگر چغلخور مرگیا تو اُسکو جسکی اسنے
چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اُسکے متروکہ سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انہ لو مات المشکو علیہ لسقوطہ من سطح لخوفہ غرم
الشاکی دیتہ لا لو مات بالضرب لندرتہ وقد مر فی باب السرقۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے کہ جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا
چھت پر سے گرکے اُسکے خوف کے سبب تو شکوہ کرنیوالا اُسکی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مرگیا بسبب نادر ہونے
ضرب کے اور تحقیق یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقہ میں امر شخص عبد غیرہ بالاباق او قال لہ اقتل نفسک ففعل ذلک وجب علیہ قیمتہ ایک شخص نے غیر کے غلام کو
بھاگ جانیکا امر کیا یا غلام سے اُسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اُسنے اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگی ولو قال لہ
اتلف مال مولاک فاتلف لا یضمن الآمر والفرق ان بامرہ بالاباق والقتل صار غاصبا لانہ استعملہ فی ذلک الفعل و بامرہ بالاتلاف لا یصیر غاصبا للمال بل للعبد وہو قائم لم
یتلف وانما الاتلاف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولی کا مال تلف کر سو اُسنے تلف کیا تو امر کرنیوالا شخص تاوان نہ دیگا اور
فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اُسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل میں اور اتلاف
مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا اعلم ان
الآمر لا ضمان علیہ بالامر الا فی ستۃ اذا کان الآمر سلطانا او ابا او سیدا او المامور صبیا او عبدا امرہ باتلاف مال غیر سیدہ واذا امرہ بحفر باب فی حائط الغیر غرم
الحافر ورجع علی الآمر اشباہ اور معلوم کر کہ امر کرنیوالے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھ امر کرنیوالوں پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا
ماموں صغیر یا وہ غلام جسکو آمر نے مولی کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جبکہ اُسکو غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو کھودنے
والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنیوالے سے پھر لے کذا فی الاشباہ ہم سلطان آمر ہے اسواسطے ضمان ہوا کہ اُسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر میں
اطاعت نہ کرونگا تو وہ عتاب کریگا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور باپ کے امر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند نابالغ کو امر کیا کہ
اُسکی زمین میں آگ جلاوے سو اُسنے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہوا اور خلاصہ
اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ ہر باپ کا فرزند نابالغ کیواسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اُسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاعل

ہو جائیگا اور امر مولی کی صورت یہ ہے کہ مولی نے غلام ماذون کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اسکا آمر پر ہوگا اور غیر ماذون کی یہ صورت ہے کہ کسی نے مجبور سے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ کیونکہ چڑھا اور گر پڑا تو اسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد ماذون کا غصب مذکور ہو چکا جامع الفصولین
میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھول دینے میں کیا ایذا ہے تو ضمان اسکا آمر پر ہے جا حاضر ہوا اور اگر یون نہ کہے کہ میرے واسطے
کھول تو ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی مامور پر ہوگا کذا فی العمادی استعمل عبد الغیر لنفسه بان ارسله فی حاجته وان لم یعلم انه عبد او قال ذلک العبد الذی استعملنی
ضمن قیمته ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اسکو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام
نے اسکو اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اسکی قیمت کا تاوان دیگا اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہر گیا جاتا
رجل الی آخره وان لم یعلم فاستعمله فی عمل فاستعمله کما تقدم لانه عبده علم او لم یعلم وان استعمله فی عمل نفسه اور عمادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے کے پاس آیا اور بولا کہ
میں آزاد ہوں سو مجھے کوئی کام بتلا سو اسنے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ
اسوقت ہے جبکہ اسنے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعمله لغیره ای فی عمل غیره لا ضمان علیه لانه لا یصیر غاصبا کقول العبد ارق هذه الشجرة وانثر المشمش
فناکله انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لنا کله نحن وانا ضمن قیمته لانه استعمله فی نفعه اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں
اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اسکے یون کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردآلو کو جھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر
پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یون کہا تاکہ ہم کھائیں اور ہمیں تو اسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اسنے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا عمادی نے کہا تعلیل میں
یہ گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصده فصدا معتادا فسریة فمات من ذلک ضمن
قیمة العبد عاقلة الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس
فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ہم اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیته علی عاقلة الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے
صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اسکے مرجانے میں تو اسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کذا فی العمادیہ فرع مسئلہ [illegible] شارح کا غصب عبدا ومعه مال المولی صار
غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابه تبعا لضمان عینه بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے
کہا کہ غلام کے کپڑوں کا غاصب تاوان دیگا باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اس کے
کپڑوں کا وفی الوہبانیة شعر ولو نسی المحترفات یضمن نقصها + [illegible] نسی القرآن او شاخ یذکر + اور وہبانیہ میں ہے اور اگر غلام مغصوب پیشوں کو بھول گیا تو اسکے نقصان
کا غاصب تاوان دیگا اور اگر قرآن بھولجاوے یا غلام جوان بوڑھا ہو گیا تو اسی طرح ضمان ہے ہم مسائل مذکورہ میں علت شامل ذات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے
مالیت زیادہ ہوتی ہے شعر ولو علم الدلال قیمة سلعة + فقوم للسلطان انقص یخسر + اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کم قیمت اسکی بیان کرے
تو اسپر تاوان لازم آویگا شعر وتلف احدی فردتین بسلم + البقیة والمجموع منه یخسر + اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی [illegible]
اور کل کی ضمان کو دو حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزیں ہیں جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونوں کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے
اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد موزوں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اس سے لے قلت وعن ابی یوسف
لا یضمن الا المختلف التی اتلفها وفی البزازیة هو المختار واقره الشرنبلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جاوے مگر ایک ہی
موزے کا جسکو اسنے تلف کر دیا اور بزازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے وذکر البغدادی ان السلطان لیس بقید وانه ینبغی القول به

یا اوپر کا مکان ہو شفعہ بالا خانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں سفل اور علو میں ۔ ایک شریک نے بالا خانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا
شریک اسکا شفیع ہوگا تبعیت عقار سے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بما لہ من حق القرار و شفعہ ثابت ہے اگرچہ
بالا خانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہ ہو اسواسطے کہ بالا خانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر ثم اگر منزل بالا اور
منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اسکی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ
بسبب ہمسائگی کے ہے اور دو منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل
زیرین ایک شخص کی ہو اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں ایک کے پاس گھر بیچا ہے تو انمین دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی واما ما جزم بہ ابن الکمال
فی اول باب ما ہی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار ملتحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی فی حاشیتہ بعد ما عزا للبزازیہ وغیرہا فلیحفظ اور رد وہ جو ابن کمال نے اس باب کے
اول میں جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کر لیا ہے کہ جب بیچی جاوے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اسمیں شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو
ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتوی دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم عمارت مع حق القرار کی مثال
یہ ہے کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واسطے ہمیشہ کے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے
نزدیک اسمیں شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور منیہ اور قنیہ میں عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہو وقف کی زمین
میں تو اسکے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ورکنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین
عند وجود سببہا وشرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور عقد معاوضہ
اور مبیع عقار ہو وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند
سال کے بعد ہو مثلا سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اسکو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ
شراء مبتدا فیثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیۃ وعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداء خریدنے کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت
ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رؤیت اور خیار عیب کے تجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کی منفعت کیواسطے
نہ اسپر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب یعنی ثبوت ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع
شفعہ طلب نہ کرے تو اسپر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جس میں مالک
کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری
یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای
طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اسکی مجلس میں یعنی طلب مواثبت کی مجلس میں فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ
کر لینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا یہ مذہب ظاہر روایت پر مفتی بہ ہے وتملک بالاخذ
بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی
سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ
درر میں ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہے ہم شارح نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھیگا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے
سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب

ہوتا ہے بقدر رؤس شفعا رکھے نہ بقدر ملک شفیعوں کے برخلاف مذہب شافعی کے ہم عدد رؤس شفعا اور بقدر املاک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصوں مین
مشترک ہے ایک کا حصہ اُسمین نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس پس صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونون شریکون نے
شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا اعتبار انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون مین اخماس
کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونون شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین
کذا فی الدرر یعنی حقیقۃ شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط متعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا الذی للخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ثم ان لم
یکن او سلم لذی ہی حق المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق فالحاصل بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہو یا ہو مگر شفعہ کی
کے واسطے مبیع کو مسلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع مین شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ ہے جسنے شرکت تقسیم کر
لی اور اسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرب نہر صغیر یجری
فیہ السفن وطریق لا ینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسا کہ پانی کی باری اس نہر صغیر کی جسمین کشتیان
نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عاما لا شفعۃ بہا تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو
ان دونون شریکون کو حق شفعہ ثابت نہ ہوگا بیان نہر صغیر مشترک بین قوم تسقی اراضیہم منہ فبیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعۃ ولو النہر عاما او اسنادیہا بالجار
الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگون مین کہ انکی اراضی اس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے
ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگون کا حق ہے اُسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہے جسمین کشتیان چلتی ہون اور
باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نہ کیا
اسکے ظاہر ہونیکے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ
ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابہ فی سکۃ اخری وظہر دارہ لظہرہا فلو بابہ فی تلک السکۃ فہو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے
کوچہ مین ہے اور اُسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہوا اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط حق مبیع مین ہے نہ
جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اُسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک
ہے دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک
احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچہ کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی
تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر طحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس
مین مذکور ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع
ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار
پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اُسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونون کے
مین راہ نہین چاہئے بسبب تنگی کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اُس ہمسایہ کا شفعہ نہین انتہی وواضع جذوع علی حائط او
شریک فی خشبۃ علیہ جار اور رکہنے والا شہتیرون کا دوسرے کی دیوار پر اور اُس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الدرر

والكافي ولو في بعض الجدار فشريك في المبيع قلت لكن قال المصنف ولو كان لبعض الجيران شركة في الجدار لا يتقدم على غيره من الجيران لان الشركة في البناء
المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة اور اگر دیوار کی ذات مین شرکت ہو تو وہ شریک ہے نہ ہمسایہ مین کہتا ہون لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا
کہ اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور ہمسایون پر مقدم نہ ہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے
استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا ام یعنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہے جبکہ زمین بھی مشترک ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی
پھر زمین کی دونون نے قسمت کر لی سوا محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وفي شرح المجمع وكذا
للجار المقابل في السكة الغير النافذة والشفعة بخلاف النافذة اور شرح مجمع مین ہے اور اسیطرح شفعہ ہے اس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو
بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہین ويسقط الشفعة بعد القضاء فلو قبله فلمن بقي اخذ الكل لزوال المزاحمة ليس لمن بقي اخذ نصيب التارك
لانه بالقضاء انقطع حق كل واحد منهم في نصيب الآخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعون کو شفیع تارک کا حصہ لینا
جائز نہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے انمین سے ہر واحد کا حق جدا ہوگیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی
تو باقی شفیعون کو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو كان بعضهم غائبا يقضى بالشفعة بين الحاضرين في الجميع لاحتمال عدم طلبه فلا
يؤخر بالشك اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کیجاویگی
بسبب شک کے وكذا لو كان الشريك غائبا فطلب الحاضر يقضى له بالشفعة كلها اور اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب
کیا تو اسی کیواسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضي له بها فلو سلم الاول قضي له بنصفه ولو فوقه فكله ولو دونه فلا منعه خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب
یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اسکے واسطے
نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ
ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصہ اسقط الشفيع الشفعة قبل الشراء لم يصح لفقد شرطه وهو البيع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین
نہ پائے جانے اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفيع اخذ البعض وترك الباقي لم يملكه ولو كان جبرا على المشتري لضرر تفريق الصفقة شفیع نے بعض شفعہ لینے کا
اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصيبه لبعض لم يصح
وسقط حقه به لاعراضه وقسم بين البقية اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہین اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا
اسکی روگردانی سے اور مبیع بٹ جائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشريكين النصف بناء على ان شريكه يطلب شفعته فقد بطلت شفعته اذ شرطها ان يطلب الكل
كما بسطه الزيلعي فليحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اسکا شفعہ
باطل ہوگیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بيع دور مكة
وتجب الشفعة فيها وعليه الفتوى اشباه اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھرون کی تو انمین شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ ملتقط مین
مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھرون مین شفعہ نہین اور یہی تو فتوی مختلف ہی چنانچہ ابو السعود نے ذکر کیا ہے شرح وہبانیہ مین تجنیس اور مزید سے مذکور ہے کہ
وہان کے وجوب شفعہ مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت
امام سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولى وقد قدمناه فليحفظ
لكنه يكره وسنحققه في الحظر مین کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گھرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ انکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو بیشتر ذکر کر

کرتے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن اُنکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم شارح نے کتاب الحظر میں
اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں موسم کہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے
اہل مکہ کیواسطے کہ گھروں کو حاجیوں کیواسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالی سواء ن العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور
امام نے اجارہ جائز کہا ہے ایام حج کے سوا میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ
ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے وفیہا ویصح الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکلہ وان سلم لا والبطلان ھو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب
کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اسنے اپنے موکل کو تسلیم نہ کردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے
باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل
ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اس میں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور
اسیطرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا ہم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ ولا بجوارہ شرح مجمع و
خانیہ خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ ولعل الاسقاط قالہ المصنف اور شفعہ نہیں ہے وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے
کذا فی شرح المجمع والخانیہ بخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا اسقاط ہو خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے تحشی میں ہم وقف میں اسواسطے شفعہ
نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکے وقف کرنیوالے یا متولی شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
و قولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اختصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی روایت
نقل کی وکذا لا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہو گی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی ثم رایت فی قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع فنفی الشفعۃ ای حق الشفعۃ یعنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنی عدم
شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب جائز نہیں
اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو نفی شفعہ
ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ یعنی اگر شرعا کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو وے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا خریدنا بحق شفعہ
درست ہے کذا فی الطحطاوی ومفادہ ان مالا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہ
ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اسمیں شفعہ ہے ہم مملوک ہونیکے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص
نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضاے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے
اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو حق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان بعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اسکا بیان اور اسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا ویطلبہا الشفیع فی مجلس
علمہ من مشتر او رسولہ او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونیکی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اسکے فرستادہ سے یا کسی
اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرۃ ھو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم بیع مین طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین برخلاف
روایت جواہر الفتاوی کی اور طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو خلاف الذمت کی کیا وجہ ہے اور
اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب
بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زیلعی مین ہے اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے پہونچی اور شفعہ اول یا اوسط خط مین لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو
شفعہ باطل ہوگیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے اشتراطہ علم مشتری او ثمن ہوگیا ہو اسواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا
ما فی الطحطاوی بانہ طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا اطلبہا اور اطلبہا لیے لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاسکے چنانچہ
یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور اسکے مثل یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اسکو طلب کرتا ہون وہو یسمی طلب المواثبۃ ای
المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبت یعنی طلب مبادرت کہتے ہین سو مواثبت مفاعلت ہے وثوب بمعنی برجستن سے اور وہ عبارہ
ہے سرعت سے اسواسطے کہ جو اچھل کود کر چلتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لنفی الجحود اور طلب مواثبت
مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اسمین اشہاد خصومت انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہے ہم گواہ کرنا اسوقت مین لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہ ہون و
الا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی آخر خلاصہ یہ ہے کہ اگر اسوقت گواہ ہون تو انکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہ ہو تو اپنی زبان
سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے تا اسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم
کھلاوے ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اسکے
قبضہ مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہے اسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار
انا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا الآن فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یون کہے کہ فلان نے یہ گھر خریدا
اور مین اسکا شفیع ہون اور تحقیق مین مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہے اور اسکو
طلب تقریر بھی کہتے ہین ہم اور اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وہذا الطلب لا بد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب
او رسول ولم یشہد بطلت شفعتہ وان فاتہ بان فی صورۃ تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اسکا شفعہ
باطل ہوگا وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہو تو شفعہ باطل نہوگا ہم منح الغفار مین ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو مگر سکے نزدیک یا صاحب برید کے نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو
تو اسکا شفعہ قائم ہے پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ مین کسی کے پاس ان تینون مین سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہے اور
وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم لیس بعد ہذین الطلبین الا طلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی بسبب کذا الکافی الملتقی لیشمل الشریک
فی نفس المبیع پھر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خریدی ہے اور مین اسکا شفیع ہون بسبب فلانے گھر
کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی مین ہے تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ہم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفیع شامل ہے نہ شریک نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونون شامل ہین فمرہ بتسلیم الدار الیہ ہذا لو قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ
لانہ توقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اسکو کہ گھر مجکو دے شارح نے کہا یہ اس صورت مین ہے جبکہ گھر کو مشتری قبض کرچکے اور حالانکہ طلب خصومت

نقد امشتری پر موقوف نہیں ہو یہی طلب تملیک و خصومت ہو اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخیرہ مطلقا بعذر او
بغیرہ شہرا او اکثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی وہو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر
ثانیا ودفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ
باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے
یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے
ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل سے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے یا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنیکا ہم سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر
مذہب پر فتوی ہو اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی و اذا طلب الشفیع سال القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما
یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ
کا دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل ہونا چاہیے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں
ہے اور اسکی حدین کیا ہیں اسواسطے کہ اسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم ہونا چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول کا صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اوروں کے سبب سے مجوب ہو پھر جب سبب
صالح کا بیان کرے اور مجوب نہو تو اس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور
اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اسکے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کرے اور کسی شرط کو اسنے فوت نہونے دیا
تو دعوی اسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی فان
اقر بہا ای بملکیۃ ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس
گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کہانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال
کرے کہ آیا تو نے اسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونیکے بعد
ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کہانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کہانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لاوے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ
جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کہائے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکرہ فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اس وقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن
کمال و ان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کر دے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار
ثمن قبل قضا واجب نہیں و اذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کر دے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم

ہوگا اور مشتری کو گھر کا روکے رکھنا ثمن لینے کیواسطے درست ہے فلو قبل الشفیع ای بعد القضاء وادا قبلہ فتبطل عند محمد لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی
ادا الثمن فاخر لم تبطل شفعتہ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اُسنے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اُسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل
از حکم تو شفعہ باطل ہوگا با تاخیر سے محمد کے نزدیک اُسکے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم
الاول علیہ والثانی بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اُسکے
مالک ہونیکے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبضہ سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لاتسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے جاوینگے
بائع پر جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے و یفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع
فسخ کیجاے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہوجانے اُسکی ملک اور قبض
کے کذا ذکرہ ابن کمال و یقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ لضمان الثمن عنہا لاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری
لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ
ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اُسکی ملک اور قبض دونوں زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا
وللشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری
نے برأت عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی
مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو و فی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام میں فریب کے
تاوان کے سوا جبر کے سبب سے صورت اُسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اُسمیں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی
سو مالک مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اُسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیرلے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا
تو بائع سے وہ نقصان پھیرلیگا اسواسطے کہ بائع نے اُسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے ان
زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر ولا تحالف
اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے
کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم بیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہے جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی
طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری
دونوں گواہ لاویں اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے
کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا
مشتری نے ثمن کا اور اُسکے بائع نے اُس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اُسکے قبض کرنیکے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا
ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو بموجب اُسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا اور اگر
دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا
لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع و یاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونوں
نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض لا اذا کان

بعد القبض اشباہ اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفیع مین پس شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع مین ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ
بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق مین ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جداگانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل والزیادۃ لا یلتحقان
بالمسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفیع مین ظاہر نہین ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف
یاخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ
فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خرید کیا اب شفعہ سے دست بردار ہوا
پھر بائع نے اسمین سے سو کم کر دیے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع
نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ھم یہ دونون مسئلے
حط ثمن کے جزئیات سے ہین وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید مین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو
جیسے کہ شراب مسلم کے حق مین کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمی ہے حکما مسلم کے حق مین اور اسکا مقتضی ہے
کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہین اور ابن کمال کی عبارت مین کچھ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہو گیا نہ ابن کمال
کی عبارت سے وفی الشراء بقیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید مین قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن وفی
بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع مین بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض
تو ہر شفیع دونون عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء
بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال ثم اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے مین شفیع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع
شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اسکو لے والتعجیل یا علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہے وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے
اسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت
شفعتہ خلافا لابی یوسف رح اور اگر شفیع ثمن مؤجل سنکر چپ رہا اس سے سو اسنے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے
کے وقت تو شفعہ باطل ہو گیا برخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویاخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لا بد ان
یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی
ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہے کہ شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کر کے ویاخذ
بقیمتھما المسلم لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملیکھما وتملکھما اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے
شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ھم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمی
کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثل ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی
ذات کے لینے کے مانند نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ثم قیمۃ الخنزیر ھنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر فلذا لا یحرم تملیکھا بخلاف المرور علی العاشر بھم
معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے مین گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اسکی تملیک مسلم پر حرام نہین بخلاف وارد ہونے
ذمی کے عاشر پر ھم یعنی قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے
تو وہ اس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اسکی ذات کا لینا جائز نہین تو

اسی طرح اسکے قائم مقام کرنا درست نہین اور یہان قیمت سوا ے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہین ہو سکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر
والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے
اس ذمی کی طرف جو مسلمان ہوگیا یا اس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت مین مختلف
ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایہ و یاخذ الشفیع بالثمن و قیمۃ البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ سے ثمن سے
اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے لیگا چنانچہ غصب مین مذکور ہو چکا قلت و اما لو دہنہا بالوان کثیرۃ او طلاہا بالجص کثیر خیر الشفیع بین
ترکہا او اخذہا و اعطاء ما زاد الصبغ فیہا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین
یا بہت گچکاری کی اسمین تو شفیع مختار ہے اس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اسکے لینے مین اور اسقدر کے دینے مین جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی
سے زیادہ ہوگئی بسبب دشوار ہونے نقض رنگت کے اور حالانکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی
الزاہدی ولو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعہما الشفیع ثمن او قیمت عمارت اور درخت کی دیکر سے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھود دینے اور درخت اکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع لہ ان یاخذ بالقیمۃ
البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جبکہ اکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اسکا لینا کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ
کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن و قیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیہ حق اقوی ولذا التقدم علیہ فینقضہ اور
ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا یہی
کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ مشتری نے اسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہوگیا اسکے لینے مین
مشتری پر تو اسکو نقض عمارت اور درخت مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع وجمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی
وزاہدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہان تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ہم یعنی اگر مشتری نے
خرید کے بعد اسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم مین ہے
کہ نقض مسجد اور نبش موتی جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم و اما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر او زراعت لانہ کالعاریۃ جاد
اسواسطے کہ اسکی نہایت معلوم ہے اور اسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری
پر اسکی اجرت لازم ہوگی و رجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف
المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیر لے اگر اسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور
درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے فریب نہین دیا بخلاف مشتری و یاخذ بکل الثمن ان خربت الدار وجف الشجر بلا فعل احد
لان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل
ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اسکے وصف کے ہم عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شئ من نقض و خشب اور یہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا
درختون کی لکڑیون سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد
وعلی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اسکو لیا بسبب اسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

ہوگا تو بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی
الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ہالک بعد انفصالہ لم یسقط شئ من الثمن لعدم حبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شئ من الثمن ح بالاخذ بالشفعۃ
تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض و لا یسقط بمقابلتہ شئ من الثمن قالہ شیخنا مین کہتا ہون سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اسطرح پر کہ
وہ تلف ہوجاے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے ہو اسواسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہے
اور توابع کے مقابلے مین کچھ ثمن نہین پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہوگیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک
ہوگئی تو ایسی صورت مین کچھ ثمن ساقط نہین ہوتا یہ کہا ہے ہمارے استاد خیرالدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بالغرق حیث یسقط من
الثمن بحصتہ لان الذاہب بعض الاصل زیلعی بخلاف اُس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہان بقدر اُسکے حصہ کے ثمن
ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی و یاخذ بحصتہ العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف و
فی الاول الآفۃ سماویۃ و تقسیم الثمن علی قیمۃ الارض و البناء یوم العقد بخلاف ما ہدمہ کما لتقدم بالمجلس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے
عمارت گھر کی ڈھائی ہو اسواسطے کہ اُسنے تلف کرڈالنے کا ارادہ کیا اور اول مین یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین
اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اُسکے منہدم ہوجانے کے کہ وہان یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی جیساکہ مذکور ہوچکا حصہ منقوض ہو اسواسطے کہ ساقط
ہوگا کہ منقوض مال متقوم ہے حبس مشتری کے سبب سے و نقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند
ہے حکم مین یعنی بقدر اُسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا و النقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول یعنی
ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اُسکا لینا نہین چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اُسکا تابع رہا و یاخذ الثمر استحسانا الا اذا کان ابتاع ارضا و نخلا و ثمرا او اثمر
بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے اُسکے پھلون کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید کے بعد
مشتری کے قبضہ مین بسبب متصل ہونے پھلون کے درخت سے و ان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا
اختیار نہین بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہین نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ہلک بآفۃ سماویۃ و قد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن
فی الاول ای شراہا بثمرہا و بکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اسکو مشتری نے اُسکے پھلون کے ساتھ
خرید کیا تھا ساقط ہوگا اُسکا حصہ ثمن سے اول مین یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی مین یعنی جہان پھل پیدا ہوا مشتری کے
قبضہ مین بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اُسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ
الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اُسکو اُسکا چھوڑنا جائز نہین کذا فی شرح الوہبانیۃ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف
قضا کے سبب سے بخلاف قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کا بیع فاسد مین انقطاع حق بائع کے
وقت ہے بالاتفاق و فی ہبۃ بعوض مشروط و لا شیوع فیہا وقت التقابض اور اُس ہبہ مین جو بعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلین مین شیوع نہین تقابض
البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے ہم یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ و فی بیع فضولی او بخیار بائع وقت
البیع عند الثانی و وقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع مین اور خیار بائع کی بیع مین طلب شفعہ ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت
بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک و بخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع مین بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبی من
لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ ہل تعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد فلک حکم لہ بہا و الا لا یقل لا تحکم بینۃ و نیز اگر جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اُس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اُس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہان مین اسکا اعتقاد رکھتا ہون تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر یہ کہے کہ نہ تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی الینابیع البزازیہ ہم یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہ حلوانی کا قول اَحسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اُسکا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اُسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی الخ فرع مسائل الملتقط شارح کے اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراہ فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع بجلالۃ سبب لہو کما یاتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب مین معذور ہے اگر اُسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ الیہود بخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ مین تاخیر کریگا تو معذور نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی شتری ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان ہذا تقسیم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ وہما سواء ایک شخص نے زمین خریدی سو درم کو پھر اسکی مٹی اٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اُس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اسکو ۵۰ درم لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جاے زمین کی اُس قیمت پر جو خریدنے کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اُس مٹی کی قیمت پر جسکو اُسنے بیچ لیا اور دونون قیمتین برابر ہین ہم طحاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہین مگر جبکہ دونون کی قیمتین عند العقد برابر ہون ولو کبسہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری ارفع ما کبست فیہا فہو ملکک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اسکو پچاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اسمین تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شتری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن و یاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجئ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی مین ہے کہ گھر خریدا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہین کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی ما فی الحاوی مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ اسمین شفعہ نہین جسمین بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہان جبکہ فسخ ساقط ہوجاے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط مین ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونون عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہان تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہ باب ہے اُسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہین ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض ہو مال خرج الہبۃ خرج المہر شفعہ ثابت نہین ہوتا قصداً مگر اُس عقار مین جو مملوک ہوئی ہے اُس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہوگیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا ہم قصداً کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار مین بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر مین شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسیطرح اشباہ مین ہے خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح نہر مین یا راضی کے ساتھ وان لم یکن تقسیم خلافا للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت کے لائق نہ ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ مین ہے

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

گرآسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ یعنی اشیا مذکورہ مین شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہین
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون الیس بعقار فیکون بالبعد من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہین عرض مین عرض بالفتح اول وسکون
ثانی وہ چیزین ہین جو عقار نہو تو جو سعداو فاتہ عرض کے بعد ہین وہ من قبیل عطف خاص کے ہین عام پر ہم صحاح مین ہی عرض بالسکون عبارت ہی متاع سے اور جو چیز نہو
عرض ہو دینار اور درہم کے سوا وفتحتین حطام دنیا وفلک خلافا لمالک اور شفعہ ثابت نہین نادمین برخلاف مذہب مالک کے دینار ودہل اذا بیعا قصدا
ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال لمخالفة المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہین عمارت اور نخلستان مین جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے
اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال نے سمجھا ہی بسبب اسکے مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہی
ولا فی ارث وصدقة وہبة لا بعوض مشروط اور شفعہ ثابت نہین موروث مین اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط مین ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہو تو اسمین شفعہ نہین کذا فی الدرر ودار قسمت او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مہرا وان قوبل ببعضہا ای الدار مال لان
معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر مین شفعہ نہین جسکی قسمت ہو گئی شرکون مین یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا
گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ مین مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہین کہ بیع کے معنی اسمین تابع ہین ہم بعض گھر کے مقابلہ مین مال واقع ہونیکی صورت یہ ہی کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر باین شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درہم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجاے مہر یا بجہر کے مہر آیا لنصب الا ناکہ
اجرة پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمین شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی مین مذکور ہی اسواسطے
کہ وہ مبادلہ ہی مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہی اسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہی یعنی مہر اوجباہا فی حصة المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہی حصہ مال کے
یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ مین پڑا اتنے مین صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہی او دار بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلبت
عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع صح یا اس گھر مین شفعہ نہین جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہین ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو
شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی تو قول صحیح مین اور بعضون نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی
او بیعت الدار بیعا فاسدا ولم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعة کما مر یا اس گھر مین شفعہ نہین جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز
اسکا فسخ ساقط نہین ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اسمین کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اسی طرح ہبہ سے
اور مہر مین دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہی تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردت بخیار رؤیة او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما
زعم المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار رویت یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہی
برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح مین گمان کیا ہی درر کا تابع ہو کر ہم مصنف نے شرح مین کہا کہ بقضاء متعلق ہی رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق
ہو گیا حالانکہ ایسا نہین چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای ذا بیع وسلمت الشفعة ثم رد المبیع بخیار رؤیة او شرط کیف
ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعة لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب
خیار الرویة کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہین اسواسطے کہ یہ فسخ ہی بیع نہین ہی ہم یہ علت ہی مسائل ثلثہ
کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہی بیع سے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالة فان لہ الشفعة لان الرد بعیب بلا قضاء والاقالة
بمنزلة بیع مبتدا برخلاف رد مبیع بعیب قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمین شفعہ ثابت ہی اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بحکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شرع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جدا گانہ ہی ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہین اور رضا مندی سے

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہے ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہوا ہے مولی کی بیع مین ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین کیا ہم یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اُسکا شفعہ اُسکے غلام تاجر مدیون کے واسطے ثابت ہوا سواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہو وہ مولی کا مملوک نہین ہے اور یہی علت ہے مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع مین وتثبت لسیدہ فی بیعہ بناءً علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر مین اسوجہ کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور انمین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او شری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اُس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اُسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اُسکے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہے اور اُس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اُسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہے خواہ اُسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہے جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارح کے قول آئندہ کی وفائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا الشفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی تو دونون کیواسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا الشفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لانہا شفعہ نہین اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوگی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اسمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہوگیا۔

باب مایبطلہا

یہ باب ہے اُسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیح شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس مین جسمین اُسکو بیع کی خبر پہونچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہوچکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور ہو او ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی ید لا الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اُسپر اور قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا منھ بند نہ کرلیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو ویبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر او فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اُسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم مبطل نہین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہے اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہوسکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے ولو تسلیمہا من اب ووصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل بالتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد رحم کے اسمین جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ہم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو تسلیم

صحیح ہو امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر اسکو طلب نہیں کرسکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہی کہ درصورت مساوات
یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہیں الوکیل بطلبہا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیمہ الشفعۃ صح لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی والا لم
یصح لکنہ یخرج عن الخصومۃ یعنی طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہی اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہوا اور قاضی
کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہوجاتا ہی وسکوت من یملک التسلیم تسلیم اور ساکت رہنا اسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہی تسلیم ہی ہم مثلاً باپ
یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہی اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کیواسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہی ویبطلہا صلحہ منہا علی عوض ای غیر المشفوع
لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہی صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل آیندہ ہم قول آینی یہ ہی دو سطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار
وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہی اسواسطے کہ وہ رشوت ہی ہم چونکہ شفعہ عبارت ہی حق تملک سے بلا ملک لہذا اسکا عوض لینا صحیح نہیں و
یبطلہا بیع شفعۃ بمال ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہی بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہی وکذا الکفالۃ
بخلاف القود اور اسیطرح کفالت باطل ہوجاتی ہی بیع سے بخلاف قصاص کے ہم کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہی یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا
کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں اتنے مال پر تو ضامنی ساقط ہوجاویگی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہی اور اسیطرح ملک نکاح
اور اسقاط رق کا اعتیاض درست ہی اسواسطے کہ ان شیا میں ملک ثابت ہی ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر
بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہی ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر
اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا ہم نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول
نہیں ہی اسواسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن بیع سے مسمی ہی اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہی لہذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعہ
باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہی ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ کو
باطل کرتا ہی شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مریگا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو
شفعہ باطل نہ ہوگا ہم وجہ بطلان یہ ہی کہ شفعہ تو عبارت ہی مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانیکے بعد تو اسمیں کیونکر میراث جاری ہو کذا
فی الدرر لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے ویبطلہا بیع ما یشفع بہ
قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم بیعہا ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہی اسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہی
شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہی علم ہو یا نہ ہو وکذا لو جعل الشفیع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہی اگر اس مقام کو
جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہی مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہی ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل
ہوجاتی ہی لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا فالشفعۃ ثابتۃ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب
اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہی اسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہی
اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہی سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہی
خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہی طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہی فلمن دونہ اخذہا منہ ای الشفعۃ
بالعقد الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہی شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اسکی برابر ہی تو اسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہی خواہ بعقد اول سے
یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع ادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہوجاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء حیث

لا شفعۃ لہن ودونہ بخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شرع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہاں شفیع یا دون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا ہم سابق میں مذکور ہوچکا
کہ اگر شریک نے خرید کیا تو جار ملاصق کو واسطے شفعہ نہیں ہے وکذا یبطلہا ان شاہ بما اوساوم بہا بیعا او اجارۃ ملتقی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری
سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کے اسلئے کہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ
ان یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب
کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع سے باطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے نہ اور یہ مراد نہیں کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے ہو اسواسطے
کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم اقول من الدرک مستدرک بما مر آنفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ضمن
کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ ذکر کی حاجت نہیں بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں
صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او عددی متقارب
قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذہ قیمی وذاک مثلی فربما یسہل علیہ وان
کثر شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اسنے بیع مسلم رکھی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہوں یا جو یا عددی متقارب
سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا ان دیناروں یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی
متاع میں اور گیہوں جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہوں اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو کبھی مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی
ہے اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولی میں شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم کبھی کثرت ثمن سے یا قدر جنس سے ہے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے
کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں خلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت
نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد ہیں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہیں تو آسانی اسمیں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علم ان
المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کیواسطے شفعہ ثابت
ہے ہم اسواسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعضے کی ہمسائگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق میں تسلیم کر سکا
مستلزم نہیں ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اس کو
دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں ہم چلپی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے لو ظہر کہتا تو
مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی
الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید
کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اسکے بالعکس میں اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید
کرنا تو اسکے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزا میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع
فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان
شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلا ایک گز نہیں بیچا حد شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے ہم
شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اسنے گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع نہ کی تو اب شفیع اسمیں شفعہ کا دعوی
نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول سمت شفیع کے تمام گھر کو ملاحق ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان الہبۃ ذراعا سہو اور یہ قول کہ ذراعا کا

نصب سہو ہے سہو ہم یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہے کہ وقایہ مین جو یہ عبارت ہے ولا فیما بیع الا ذراعا نصب ہے سہو کاتب
کی ہے سہو ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنیٰ کا نصب واجب ہے کذا الشفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری وقبضہ
اور اسیطرح شفعہ نہین اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول مین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کردیا اور اُسنے اسپر قبضہ بھی کرلیا لعدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ
جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہوگیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہا بثمن ثم ابتاع
بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے پہلے اسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا
تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ مین اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک
مقدم ہے جار پر ہم سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اُسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی نہ لینے سے پہلے او
مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونون عقد کے بعد وحیلۃ کان یشتری الذرع بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے سقاط کا حیلہ
یہ ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولی مین یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سوا ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خرید کرے مثلا
ہزار درم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزار وان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گھر ایک درم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزار وین حصہ مین ثابت ہوگا
۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گھر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہوگیا اور وہ اولیٰ ہے جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال شفعتی
اور جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کردینے کا ارادہ نہین کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان
تلجئۃ مؤیدزادہ بعضا باللوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجیہ نہ تھی کذا ذکرہ مؤیدزادہ عن الجنیس ثم تلجیہ اس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری
بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ در حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک
ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہا بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر بیع خرید کیا
ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اس مین خواہش نہ ہوگی ہم مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہے اسکو ہزار درم کی ثمن سے
خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار
درم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر للبائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ
حیلہ شریک اور جار دونون کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار
لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہوجاوے جب استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ہم ثمن کے دراہم مثلاً سو تھے
مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلا بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی اسواسطے کہ اب ظاہر ہوگیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخری احسن واسہل وہی المتعارفۃ فی الامصار ذکرہا بقولہ وکذا لو
اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر وقدمت نحوہ
فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہرون مین اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسیطرح شفعہ
ساقط ہوجاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور اُنکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ
کردیا گیا اور اُنکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کردیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسی کی
مانند مضمرات مین ہے ہم جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہوجانیکے بعد جہالۃ مقدار

شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہو گیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی الخانیۃ لعل
قید منع الفساد میں مذکور ہے نہ در رمیں اور اسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہ پایا جاتا ہے خواہ
مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وہی کذا ان یاخذہا بالدراہم وقیمتہا کما لو اشتری دارا بالعرض او عقار للشفیع اخذہا بالقیمۃ کما
وقال المصنف ثم نقل عن فتاوی الظہیریۃ بانہ قیمۃ تامت ووافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون و
الشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتہی اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم
اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے
شرح میں پھر مصنف نے فتاوی ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں اور
ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں یہ صلاح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے
جو متن میں مذکور ہے اور جو متون اور شروح میں ہے وہ فتاوی پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی زواہر الجواہر ہم متون اور شروح میں جو مذکور ہے وہ اسکا
مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعین مقدار میں مقبول نہوگا اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے کذا
فی الطحطاوی وقدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم۔ اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ شفعہ نہیں
اسمیں جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جاتا بیع فاسد کے ہاں جب فسخ ساقط ہو جاتا مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب
ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہا منی ذکرہ البزازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کے واسطے بعد ثابت ہو جانے شفعہ کے
بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھسے خرید کرلے ذکر کیا ہے اسکو بزازی نے ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع
کہا کہ مجھسے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے واما
الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ وقیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ اھ محشی الاشباہ اور
ابتدا سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہو سکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے
سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتوی ہے شفعہ میں سراجیہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگائی ہے جبکہ ہمسائے کو اس
گھر کی حاجت نہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہے ہم محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن اور خوبی کے سبب
شرح وقایہ میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر
مشتری نیکمرد ہو اور شفیع مستغنی ہو جسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے وتقییدہ دہو الکراہۃ فی الزکوۃ والحج وایۃ السجدۃ جوہرہ اور اسکے مخالف
یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرۃ ہم منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند
صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اسقدر خیرات کر دے جس سے نصاب پوری باقی نرہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ بخیلی اختیار کرنا ہے اور فقیروں کا رزق قطع
کرنا ہے اور وعید عدم اتفاق میں داخل ہونا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل ہو میقات کسی محل میں داخل ہو پھر مکہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط
حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیہ قال وطلبنا
کثیرا فلم نجدہا اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنے کیواسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہمنے اسکو بہت تلاش کیا سو اسکو نہ پایا اذا اشتری جماعۃ عقارا
والبائع واحد یتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وہو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ

اور اسکا ارادہ مکہ میں جانیکا نہو بلکہ جدہ میں جانا چاہے تو اسکو میقات پر احرام کی کچھ ضرورت نہیں جدہ میں بلا احرام چلا جاوے اور جب جدہ میں پہونچ جاویگا تو وہاں کے باشندوں کا حکم پیدا کریگا یعنے اب مکہ معظمہ میں بدون احرام جا سکتا ہے ۱۲ منہ حج کا اسقاط حج کا حیلہ ویسا ہی جو زکوۃ میں گذرا یعنی زاد راہ کی مقدار اپنے پاس جمع نہو دے سب خرچ کر ڈالے ۱۲

بها بل يأخذ الكل أو يترك لأن فيه تفريق الصفقة على المشتري بخلاف الأول لقيام الشفيع مقام أحدهم فلم تتفرق الصفقة بلا فرق بين كونه قبل القبض وبعده سمى
لكل بعض ثمنا أو سمى للكل جملة لأن العبرة لاتحاد الصفقة لا الثمن درر جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے
شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد
نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سبکو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمین مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہوا ایک مشتری
کے تو عقد متفرق نہوا اسمین کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہو مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملا ذکر کیا ہو
اسواسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم أنه لو طلب الحصة فهو على شفعته اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی
حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر رہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا كذا في المنتقى ولو اشترى دارين او قريتين او مصرين صفقة اخذهما شفيعهما معا او
تركهما لا احدهما ولو اخذهما بالشرقي والاخرى بالغربي شرح مجمع وباقاني اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خریدے کے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول
سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑ دے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں كذا في شرح المجمع اور
اسکا ذکر آگے آویگا اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا مگر اسی
گھر کا جو اسکے پاس ہے اور ایسا لکھا ہے محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا
درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے كذا في العالمگيرية واعتبر في بزازية التعدد والاتحاد في العاقد
لتعلق حقوق العقد به دون المالك فلو وكل واحد جماعة فللشفيع اخذ نصيب بعضهم اور اس تعدد اور اتحاد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد
کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے اس صورت میں کہ ہر
وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں كذا في الطحاوي اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسم
المشتري البائع اخذ الشفيع نصيب المشتري الذي حصل له بالقسمة وان وقع في غير جانبه على الاصح اور اگر مشتری نے غیر مقسوم خریدا پھر مشتری نے بائع سے بانٹ لیا
تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے اور غیر اصح قدوری کا قول ہے
کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا وليس له اي للشفيع نقضها مطلقا سواء قسم بحكم او رضى على الاصح لان من تمام القبض
اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون
قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتى لو قاسم الشريك كان للشفيع نقضه كما ذكره وبقوله بخلاف ما اذا باع احد
الشريكين نصيبه من دار مشتركة وقاسم المشتري الشريك الذي لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه كنقض بيعه وهبته تو اگر مشتری نے قسمت کر لی بائع کے
شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ
بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ یہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ھم
یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ قبضہ اس شخص سے واقع ہوا جس نے
قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے كما لو اشترى اثنان دارا وهما شفيعان ثم جاء شفيع ثالث بعد ما اقتسما
بقضاء او غيره فله اي للشفيع ان ينقض القسمة ضرورة صيرورة النصف ثلثا شرح وهبانية چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر
تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اسکے مثلا رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی

ہو جانیکی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یہ تشبیہ ہے نقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہیں مثلاً انمیں سے دو نے وہ گھر
خرید کیے بانٹ لیا نصف نصف بعد تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں
مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یشفع فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول
للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جسمیں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے
کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اسکی ذات پر جائز ہے ابو یوسف
کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ بکر میرے علم میں شفیع کا مالک نہیں علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے
فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے
کہ یہی تحلیف ہے غیر کے فعل پر ہو وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لاحاطۃ علمہ دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری
اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی
الزاہدی ہم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی
ہو اور گواہوں سے اسکو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاویں تو شفیع کے گواہ احق اور
مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فرع مسائل ملحقہ شارح باع ما فی اجارۃ لغیرہ وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت
الاجارۃ وہاں سو ہا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے
یعنی اور اجارہ باطل ہو جاویگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کر دے ہم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل
ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیۃ شری لطفلہ الاب شفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ
فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح مجمع میں اسکا مخالف ہے
سو خبردار رہنا ہم شرح مجمع میں لکہا ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا
مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کیواسطے او کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض
مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک
ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی
الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقاً لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور
دیانۃ مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کر دے ہر حق سے جو تیری خصومت
کے ہماری جانب ہو سو اسنے ابراء عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ انکی جانب اسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اسکا شفعہ
باطل ہوگا لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا تو وہ ظاہر یہی ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر برأت
من المجہول سے برأت ثابت ہو جاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃ بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا
صبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اسکو اتنا دے جسقدر
اسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہ فہو معذور شفیع جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے یہودی بیع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا
یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یوخذ منہ ان الیہودی لو طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ لا یکلفہ الحضور ولا یاذن بہ عذرا
دینیا واقعۃ الفتوی قالہ المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا
احضار چاہے قاضی سے اسکے یوم السبت میں تو قاضی اسکو حاضر کرا دیوے اور اسکا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتوی کا طلب ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے میں کہتا ہوں
اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہے ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا حلف وفی الوہبانیۃ خلافہ قلت لم یذکرہ لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ایدہا
ونبہ علیہ فلیحفظ شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجاوے اور وہبانیہ میں اسکے مخالف ہے میں کہتا ہوں مصنف نے مذکور نہ کیا
میں کہتا ہوں اور مصنف نے سبب یہ ہے وہبانیہ کا قول ذکر کرتے ہیں اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اپنے حاشیہ اشباہ میں کلام وہبانیہ کی اچھی تائید کی ہے کہ اسپر تائید
زیادہ نہیں ہو سکتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خان اور دوراتجی کے کلام سے صریح ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق ابطالہا بالشرط جائز
ابطال شفعہ کا اقرار کرنا شرط سے جائز ہے اسکی صورت یہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خریدی ہے سو
اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خریدی تو اسکا شفعہ ثابت ہے کذا فی الحاوی عن منیۃ المفتی والمجتبی ادعی فی رقبۃ الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری وانا
ادعیہا فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی ملک ہے گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اسمیں دعوی ہے تو یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکا دعوی کرتا
ہوں سو اگر یہ گھر مجھکو پہونچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہونچا تو میں اسمیں اپنے شفعہ کے دعوی پر ہوں اور یہ مسئلہ ظہیریہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس ہے اور صاحب خانہ
اسکا شفیع ہے اور اسکا زعم یہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اسکی ملک کا دعوی کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعوی کروں تو ملک رقبہ کا
دعوی باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہوں سو اگر وہ مجھکو پہونچا تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے دعوے پر ہوں
اسواسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الحاوی عن الحموی استولی الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما و
الا کان ظالما شفیع نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ہے شیخ صالح ابن
مصنف نے کہا کہ مجھکو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ میں یہ صریح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہیں مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جب یہ بدون
اسکے مجرد قول عالم کے اسنے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر مجرد اقرار شفعہ کا اعتبار کیجیے تو وہ نہ ہوا کہ نفس سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے
قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی و قضاء قاضی کی علی سے کہا جب ظلم ٹھہر گیا تو اسپر تعزیر ہوگی اشباہ علی عدد الرؤس الشفعۃ واجرۃ القسام والطریق اذا اختلفوا
فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزیں ہیں عدد اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ اسمیں لوگ اختلاف کریں یہ مسائل
مذکورہ اشباہ میں ہیں ہم دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک میں تو اسکی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ
اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکوں میں تو اسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا
حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہے اسواسطے کہ شارع عام کسیکا مملوک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا
صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اسمیں اختلاف کریں اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان
طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود والشفعۃ لمرتد عنایہ شفعہ کا حق ثابت نہیں مرتد کیواسطے کذا فی الغایۃ صبی شفیع لا ولی لہ لا
تبطل شفعتہ وان نصب القاضی فیما لطلبہا جاز جوہرہ ایک لڑکا شفیع ہے جسکا کوئی والی نہیں تو اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے تا
وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی جوہرہ شری کرما ولہ شفیع فغاب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض تمرۃ سقط

بقدرہ و الا لا لانہ لا حصۃ لہ من الثمن جلیبہ مؤید زادہ فقیر بالواقعات الحسامی اگر درخت کا باغ خریدا اور اسکا شفیع غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری نے انکو کھایا
پھر شفیع آیا اور اُسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہوں تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہونگے قبض
کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ مؤید زادہ من واقعات الحسامی و فی الوہبانیۃ ستہ یا خذ فیما اشتری الصغیر
اب ووصی للبلوغ یوخر او روہبانیہ میں ہے اور باپ شفعہ لے نہیں جو اسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک ہم اگرچہ
خصومت میں تاخیر جایز ہے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خزانۃ الاکمل میں ہے یہ اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ولیس لہ
تفریق دارین بیعتا و لو غیر جار فالتفرق ابدر وہ اور شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیع ہوئے اور وہ دونوں کا شفیع ہو اور اگر شفیع ہمسایہ
نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں
مذکور ہو چکا ہے واحتز اسقاط الحیل سقطا و تحلیفہ فی انکار لاشک انکر اور مضر نہیں کرنا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے در انحالیکہ وہ قاصد ہو اسقاط کا لیکن کبھی مضر ہوا قدر نہیں
قصد کہ شفعہ ساقط کرلیں میں حیلہ ہے اور تحلیف احد العاقدین کی لیستا انکار میں بلاشک منکر اور معیوب ہے شرعا یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا
ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو انسے قسم لینا جایز نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجھے کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا ارادہ الافتراق باع فتجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے
یہ ہے کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کر لیگا بدون بیع کے ہی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء
قسمت لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے اقتدا کا و شرعا جمع نصیب شائع فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبارت ہے ایک شخص
کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلا ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اُس گھر میں شائع ہے بلا تعین پھر جب اُسکے تین حصے
ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہو گیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے و سببہا طلب الشرکاء او بعضہم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم
یوجد طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنیکے واسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب
نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اُسکو اپنے حصہ کے انتفاع
سے خاص کر دے اور غیر کو اسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی و رکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعیین بین
الانصباء کالکیل والوزن والذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جاوے حصوں کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی چنانچہ کیلی چیز کو
پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور زرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اُسکے قسمت کا وجود نہیں و شرطہا عدم فوت
المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کیجاتی دیوار اور حمام اور
مانند اسکے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود توفیر منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ہے
ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا و حکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدۃ اور حکم یعنی قسمت کا اثر
مترتب معین کر دینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ و تشتمل مطلقا علی معنی الافراز وہو اخذ عین حقہ و علی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنی مثلی و قیمی دونوں
میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا ہم بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اُسکے
اجزا میں ہر جزو شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اسکا لینا افراز ہے یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اسکے شریک کا تھا اسکو لیا اسکے عوض جو اسکے حصہ میں سے

شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اسکا لینا بھی مبادلہ ٹھہرا کذا فی الشمنی والافراز ہو الغالب فی المثلی وما فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہما ابن کمال عن الکافی اور
افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور جوز ہے اسواسطے کہ افراز کے معنی انمیں کیونکہ مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن
کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اسواسطے غالب ہیں کہ اسکی ابعاض اور افراد میں تفاوت نہیں ہے اسواسطے کہ مثلا گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی مثل ہے جو ظاہر و باطن
میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اسکا بعینہ اسکا قرار دینا ممکن ہے والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وہو القیمی اور مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں ہم قیمت والی چیز چنانچہ
جیسے تھان اور اسباب اور زمین میں اسواسطے مبادلہ غالب ہے کہ انمیں بہت تفاوت ہے چنانچہ ایک گز تھان سو درم کا اور دوسرا گز پانچ درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں عین بالتیقین برابر
مساوی ثابت نہیں اذا تقرر ہذا الاصل فیاخذہ الشریک حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا
کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں عدم تفاوت افراد کے سبب
نہ حصہ لے اسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسکے تفاوت افراد کے سبب فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر و غائب او بالغ و صغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ
نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر والا لا خانیۃ یعنی فتاوی قاضیخان میں ہے کیلی یا وزنی چیز مشترک ہے درمیان حاضر اور غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا
شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہوگی ورنہ اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے وصول
سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کذا فی البحر وفیہ دہقان وزارع امر الدہقان الزارع ان یقسمہا فان
افرزہ الدہقان اولا فہلاک الباقی علیہما وان افرز نفسہ اولا فالہلاک علی الدہقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہے درمیان زمیندار
اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کیواسطے جدا کیا تھا زمیندار کے گھر پہنچا گیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونوں
پر پڑیگا اور اگر مزارع نے پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان ملخصا ہم عالمگیری میں مسئلہ ذخیرہ سے یوں
منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے
پہلے تھا اور اگر اسکا حصہ تلف ہوگیا جسنے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدے سے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا
حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا
حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضیخان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر روایت عالمگیری
کے ذخیرہ سے منقول ہے لہذا قاضیخان نے اس قول کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا کہ یہ وجود خلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبر علیہا ای علی قسمۃ
غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط سوی رقیق غیر الغنم عند طلب الخصم لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں
اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں یا سوا اس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جبکہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسواسطے ہے کہ اسمیں معنی افراز ہیں
یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ
باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمیں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اسپر جائز ہوا تا ضرر دفع ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے
حصہ مخصوص میں ہو جاوے اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نرہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ وبیع مال المدیون
لوفاء دینہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں کبھی جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیونوں کی ملک بیچنے میں اسکے دین کے ادا کرنے
کے واسطے وینصب قاسم یرزق من بیت المال بلا اخذ اجر منہم وہو احب وفی بعض النسخ واجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجاوے بیت المال سے
تو وہ قسمت کر دیا کرے بدون لینے اجرت کے شریکوں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ درمختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے

وان قسم باجر المثل صح لانها لیست بقضاء حقیقۃ فیجاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا وان لم یجب علیہ القضاء ذکرہ اخی زادہ اور اگر قسمت کرنیوالا اجرت مثل پر مقرر کیا جاوے تو صحیح ہے اسلیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں ہے تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زادہ اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں خلاف ہے اصح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الفیض وہو علی عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لہما اور وہ یعنی اجرت مثل شریکون کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہون یا بعض نہ حصون پر برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اجرت مثل حصون کے موافق ہے زیادہ و کم زیادہ اجرت اور کم حصہ الا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان

بقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرۃ الراعی والحمل والحفظ وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ وان لہا فعلی الخلاف لکن لم یذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقتہ علیہ اختلاف اجرت میں ہمنے قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حصون کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح باقی مصارف شرکت میں جیسے بقدر حصون مویشی کو چرانے والے کی اجرت اور بار برداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو مثلا جو کہ دو شریکون نے کیل یا موزون خرید لیا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی در المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اسمین وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے ویجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقفکار ہے تو فاسق اور خائن اور اس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہا لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کیواسطے متعین نہ کیا جاوے تاکہ وہ زیادہ اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تواطئہم اور قسمت کرنیوالے لوگ باہم شرکت نہ کرلیں انکے اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر انمین اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردین تو اسمین لوگون کا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا قسام جمع ہے قاسم کی وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومہا حینئذ الا باجازۃ القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیہ ہذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت منیۃ المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے سب شریکون کی رضامندی سے مگر جبکہ انمین کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی اسکے نہ لازم ہونے کے سبب سے اسوقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت ہے جب کہ شریک وارث ہون اور اگر شریک ہون یعنی کسی چیز کے خریدنے سے انمین شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا اھ طحطاوی مین عالمگیری سے یون مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہون تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاوین خریداری پر

وقسم نقلی یدعون ارثہ بینہم او ملکہ مطلقا او شراءہ صدر الشریعۃ فلا فرق فی النقلی بین شراء وارث وملک مطلق اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینہم شرکا دعوی کرتے ہین یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول مین درمیان خریداری و میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف مین ہے تو قسمت مین اسکا حفظ ہے اور حقدار کا حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق کی اور کوئی انکے ساتھ منازع نہیں قلت بین النقلی البناء والاشجار حیث لم یتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا مین کہتا ہون از منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہین جہان منفعت بتبدل نہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار یدعون شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جاوے وہ مال غیر منقول جسکی خریداری کا یا اسکی ملک مطلق کا شرکا دعوی کرتے ہین فان ادعوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرہنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پھر اگر شریک دعوی کرین کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اسکی قسمت نہ کیجاوے یہان تک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اسکے وارثون کے شمار پر وقالا یقسم باعترافہم کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی

تقسیم کیجائیگی محض اُنکے اقرار سے چنانچہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت مین و لا ان برہنا ان العقار معهما حتی یبرہنا
انہما انتقل الیہما فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فیکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ غیر
منقول اُنکے ساتھ ہے یعنی اُنکے قبضہ مین ہے یہان تک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول انھین دونو نکا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلیے
کہ احتمال ہے کہ غیر منقول اُنکے قبضہ مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے
ولو برہنا علی الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار (قلت) قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما ای للغائب
والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اُنکے قبضہ مین ہے اور وارثون مین صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب
ہے تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجاے اور صغیر کے واسطے ایک شخص اُسکے حصہ کا قابض کرنے والا مقرر کیا جاے تاکہ اُنکی حق تلفی نہ ہو ولابد من البینۃ علی اصل المیراث
عندہ ایضا خلافا لہما کما مر اور ضروری ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اصل میراث کی گواہی یہ ہے کہ یہ گھر انکی میراث
ہے اُنکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برہن وارث واحد لا تقسم اذ لابد من حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موجود ہو اور
عادل ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضروری ہے اگرچہ انمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ ہو کذا لو اشتری اثنان ای شریکا
بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک ان مین
غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ ان مین
ایک وارث اور وارثون کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا تقسیم
للزوم القضاء علی الطفل والغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتون مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا
عقار سے کچھ ہو تو اُسکی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کی طرف سے امر صغیر کی نسبت
اُسکی ماں ہے اور غائب کے مانند اُسکا مودع ہے حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک
بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت کیا جاے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے
بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجاے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ
کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصون کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو
قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ صاحب نے ذکر کیا ہے کافی مین کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر و
فی الخانیۃ یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ مین ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب
سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقط قول اول پر شامل ہین یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متونہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر
الکل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکون کی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر منقوض ہو کر ہم یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی ہان اگر
سب راضی ہون تو قسمت درست ہے کہ حق انکا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ واقف ہین لیکن قاضی اُسکا مباشر نہو اگرچہ وہ طلب کرین اور نہ اُسکو منع کرے
کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی مین ہے کہ ایک دکان
ہے دو شریکون کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہین سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہین چاہتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اُسمین کام کرے قسمت کے

ہو جیسا کلام کرتے قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجاے وقسم عروض اتحد جنسہا الا ان یتفاوت بعضہا فی نفسہا او فی وصفہا ولا
تمیز انصبتہا الا قسمی وون جبر القاضی اور قسمت کیجاے اُن عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو قسمت کیجاوین و شاید اُن میں یہ کہ نقدین بعض ہی شریک کو
دیجاے بسبب اتحاد ہونے قسمت کے معاوضہ ہوکر تمیز ہوکر تو اختلاف جنس پر اضی شرکا پر اعتماد کیا جاے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب
ایک جنس ہی چنانچہ کپڑے یا سونا یا عددی شمار سے یا چاندی ہو تو اسمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا
اور کچھ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونون میں برابر ہی تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اسمین جبر کا اختیار ہوگا اور دو جنس مختلف میں کی قسمت مین اونکا بعض
کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو بکریان مثلا اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونون جنسون
مین خلط اور اتحاد نہیں تو یہان قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہان تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار
ہی جہان قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الادمی اور نہ قسمت کیا جاے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین
تفاوت بہت ہوتا ہی ہم آدمی مین تفاوت ہوتا سوائی یا اولہ کے سبب چنانچہ ذہن اور ہوشیاری کے سبب باقی حیوانات کہ انمین تفاوت قلیل ہی اتحاد جنس کی صورت
مین فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اسوقت مملوک کی بھی اسکے ساتھ ملکر قسمت ہوجاویگی باتفاق امام
اور صاحبین کے وقالا القسم لو ذکورا فقط او اناثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر ہوا وے فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی
جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہی ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب
ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس کی ہون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہی تو تعدیل نہیں ہوسکتی ولا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی
قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاے حمام اور کنوان اور چکی اور کتابین اور جس چیز کی قسمت مین ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالین بیان کرکے بطور عطف عام کے علت
عدم قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہی وہ قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہی بسبب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے
لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہوے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہی بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اشیا مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر کے
شرکا راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انھین کا ہی ولو اراد احدہما البیع وابی الاخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا
شریک نہیں مانتا ہی تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا بخلاف مذہب امام مالک کے وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا تقسم بالاوراق ولو
برضاہم اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ کتابین قسمت نہوگی وارثون مین ولیکن ہر وارث انسے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہوگی
اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات
مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلا جسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلا اور کوئی کتاب الحج
اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجا
اور ہر شریک بعض کتب بقیمت لے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہی اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں وفی التتارخانیۃ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا تشاجرا فیہ فقال
احدہما لا اکری ولا انتفع وقال الاخر یرید ذلک امر القاضی بالمہایاۃ ثم یقال للممتنع لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین
ہی کہ ایک ایسا گھر یا دکان مشترک ہی دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہیں ہی دونون نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہی کہ مین اسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اس سے
نفع لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہی کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس
شریک سے کہا جاے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہی تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھ ہم یعنی اپنی باری مین اسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے و دور شرکا دو دار او دار و حانوت قسم
کل منہا علی حدۃ مطلقاً و لو متلازقۃ او فی نسخۃ او فی محلتین او مصرین مسکین چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت
علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین م یعنی مشترک گھروں میں
اسطرح قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی
کے قریب ہونیکے تو انکی قسمت میں برابری ممکن نہیں لہٰذا ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی
قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقاً اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں ہواسطے
کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوگی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مصر واحد اولا و شرک وغیرہا کی قسمت مجتمعہ
نہ ہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہ ہوں م مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا و قالا ان اکل
فی مصر واحد فالرأی فیہ للقاضی و ان فی مصرین فقد لہا اتفاقا اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیا مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو ہمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیا
مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی اسکو بہتر سمجھے والا جائز نہیں
ویصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی لیلی لہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے
لاوے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے م تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہے کہ کسر سہام کو زائل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہو
برابر ہی ۱۲
دیگر اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہے تو اسداس ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی عن الحموی و یذرعہ اور گز سے اسکو پیمایش کرے اسواسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے
گزنا ۱۲
ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے م تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمایش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک
کے حصہ میں واقع ہو تو ضمانت عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اسکے راہ اور پانی کی
آمد کے ساتھ م ہر حصہ کی راہ اور نہر جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال
حاصل ہوں و یلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وہلم جرا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول و ثانی اور ثالث کے ساتھ و علی ہذا القیاس رابع اور
خامس بقدر حاجت کے م ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پڑتا رہے قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسامیہم و یقرع
لتطییب النفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے م ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر
وفی نسخۃ القلوب ۱۲
گولی بنا دے جو برابر وزن ہو کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسی کی جانب داری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو
جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام کہ
دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہے یہانتک کہ اخیر تک پہنچ جاوے م شرح وقایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے
خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمایش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے متصل کو ثانی ٹھہرا دے
اور اسکے متصل کو ثالث و علی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اسکا حصہ پورا ہو چکے پھر جسکا نام دوسری
بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص مساوی ہوں خواہ متفاوت انتہی ملخصا اور زمین ہے کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا
ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی و علی ہذا القیاس سادس تک اور
شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہے تو وہ اپنا حق پا لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اسکے پاس والا دوسرا

سہم ملیگا اور اگر صاحب نصف ہوا تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اوسے دے و اعلم ان الدراہم لا تدخل فی القسمۃ للعقار الا برضاہم فلو کان ارض و بناء او منقول
قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ یرد الفضل دراہم للضرورۃ ذکرہ مسکین فی الاختیار اور یہ جان رکھو کہ نقد
درم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوسکتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک
اور محمد کے نزدیک زمین پھیری جاوے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادتی درم پھیرے
جاوینگے ضرورت کے سبب سے اور ذکر کیا اختیار میں اس قول کو پسند کیا اور ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کی جماعت کا سو کھڑوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہو
ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دیوے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض زمین لے تو عوض میں زمین دیجائیگی درصورتیکہ عمارت سے درم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ
زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درم دلانا اسواسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے جو دیہات میں ہیں تو اسکی قسمت جائز
نہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولاحدہم مسیل او طریق فی ملک الاخر والحال انہ لم یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعا اور جو
مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمدورفت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو نابدان
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جاوے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سرنو سے قسمت کیجاوے اسطرح کہ ہر شریک کا نابدان
اور راہ جدا ہو اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضہم القینا مشترکا کما کان ان امکن
افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہمنے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص
کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اور زیلعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر ادخال طریق میں اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضوں نے باقی
کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمیں حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کو حکم دے
سوا اور راہ قسمت کرے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہوجاوے اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی
مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار وما فی الارض فبقدر ممر ثور زیلعی شریکوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جاوے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جاویگا درصورت اختلاف کذا فی الزیلعی الم یعنی جب گھر کی قسمت ہوگئی شریکوں میں
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجاویگی اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی
طرف پھیرا جاویگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی
چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی

بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل احد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ
طریق کے اختلاف میں عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاوے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی
اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکوں میں سے چھجہ وکا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر میں اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی
دروازے کی مشترک ہے اور ہواے مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ یعنی گھر کی راہ مشترک میں جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے
دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ وکا یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنایا چاہے تو اگر باب
اعظم کی بلندی سے اوپر بنا دے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں بنانا درست نہیں و لو شرطوا ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان جعلتہ کان سہامہم

فی الدار تساویہ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ التبن بالاکرار لانہ لیس بوزنی لا العنب بالسر تحیہ
علی الصحیح بل بالقبان او المیزان لانہ وزنی اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں باہم تفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے
ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوا اُن مالوں کے جنمیں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے کہ بھس کا بانٹنا رسیوں سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ کے
اُٹھانیکے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں جسمیں بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قبان
یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے مترجم فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ التبن بالحبال ذکر فی النوازل انہ یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی تو یہانتک
اُس عبارت کے اکار کا ترجمہ بیان کیا اسواسطے کہ اکار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے
قاموس میں قبان کا ترجمہ سطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو سے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل له علو وعلو مشترکان او سفل مجرد مشترک وله علو لاخر وعلو مجرد مشترک والسفل لاخر قوم کل واحد من ذلک علیحدۃ وقسم بالقیمۃ عند محمد وبه یفتی نیچے اوپر کا
مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اُسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان کا
مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجاے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے مترجم امام اعظم کے نزدیک قسمت گز سے
نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان کے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہے کہ نیچے کا مکان
ایسی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اسمیں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ ذلک تو وہ دونوں مکان بمنزلہ دو جنسوں
کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمۃ استیفاء نصیبہ وشہد القاسمان بالاستیفاء تقبل
وان قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شریکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنیوالوں نے پورا پانے سے اُسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی اُنکی مقبول ہوگی اگرچہ اُنھوں نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ
وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق
الا ببرہان او اقرار خصم او نکولہ ولو قال الا بحجۃ لعم ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے کچھ از روے
غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں پڑ گیا ہے اور حال انکہ اُسنے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے
اقرار سے یا اُسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجاے الا ببرہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور ادعاے غلط سے تناقض
دعوی مدعی کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ناقض نہ ہوگا اپنے اقرار سے بعد
ظاہر ہو جانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی بعضہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر
شریک نے اسمیں سے کچھ لے لیا اور شریک اسکا منکر ہے تو اُس سے قسم لیجاے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا
ولم یسلمہ الی وکذبہ شریکہ تحالفا وفسخ القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھکو پہونچا ہے اُس میرے حصے سے یہانسے
یہانتک اور شریک نے تمام حصہ مجھکو تسلیم نہیں کیا اور شریک اسکا اُسکی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کر ڈالی جاے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں
طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الاخر من نصیبہ وانکر الاخر فعلیہ البینۃ
لانہ مدع اور اگر دو شریکوں نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف میں آگئی میرے
حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماہا فالعبرۃ لبینۃ المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض

تساویا فی سمت وکذا لو جاء بالی الحدود اور اگر دونون شریکون نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہی اور اگر قبض پر گواہی لا
سے پہلے ہو تو دونون شریکون میں قسم کیا وین اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے اور سلیم کا حکم ہو اگر دونون حدود میں اختلاف کرین وان استحق بعض معین من نصیبہ
لا تفسخ القسمۃ اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین مین استحقاق ملک غیر ثابت ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
بقول صحیح ہم اسلیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اسمین غیر کا حق نہین کذا فی الطحطاوی وفی استحقاق لبعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا و بعض شائع فی معین
استحقاق مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہین
وفی استحقاق لبعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ دفعا للضرر التشقیص
اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ نہ ہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اسقدر پھیر لے اپنے شریک کے حصہ سے
اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصہ حصہ سازی مندفع ہو جاے قلت فبقی ہہنا احتمال آخر وہو ان یستحق لبعض من نصیب کل واحد فان کان شائعا فسخت وان کان
معینا فان تساویا فظاہر والا فالعبرۃ لذلک الزائد کما مر فلذا لم یفردہ بالذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور احتمال باقی ہی وہ یہ ہی کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ
مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصون مین برابر ہو تو ظاہر ہی صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار
ہی چنانچہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا اور کمی بیشی کی یہ صورت ہی کہ ایک شریک کے حصہ مین چار گز کا استحقاق ہی اور دوسرے کے حصہ مین
چھ گز کا تو ثانی اول کی طرح ایک گز پھیرے ظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابرا الغرماء ذممہم الورثۃ او بقی منہا ای من الترکۃ
مالا بقی بہ لزوال المانع ترکہ مقسومہ مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہی میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کر دین یا ارباب دیون ان کو
بری الذمہ کر دین یا ترکہ سے اتنا باقی رکھا ہو جو ادائے دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہو جانیکے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا
یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت مین ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت
کرنیوالون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہی عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہان
پایا نہین گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال لکنہ تفسخ لکان اولے
اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ جواز قسمت مین برابری حصون کی شرط ہی اور وہ پائی نہین گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوگیا
برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کے مانند بجاے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز مین یون ہی ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش
قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہی اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونون کو شامل ہی لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی و
تسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر به لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ وتمامہ
فی الخانیہ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کر چکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن
فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ
مین ہی ادعی احد المتقاسمین الترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والون مین سے ایک شخص نے
دین کا دعوی کیا متروکہ مین تو اسکا دعوی صحیح ہی اسواسطے کہ قسمت کر لینے اور دعوی دین مین تناقض نہین بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور تعلق ہونے
قسمت کی صورت متروکہ سے کہ دین معنی سے متعلق ہی یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہی تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور
متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لم تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور

اگر دین کے سوا کسی عین کا دعویٰ کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے شرکت
کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا وارضا ثم ادعی احدہم فی قسم الآخر بناء او نخلا انہ بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکون نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر
ایک نے دوسرے کے حصہ مین عمارت یا درخت کا دعویٰ کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یعنی بسبب
تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت
ایک شریک کے حصہ مین پڑا اسکی شاخین لٹک رہی ہین دوسرے شریک کے حصے مین تو اسکو نہین پہونچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخون کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے
اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اسکی شاخون کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کون وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن
الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک
نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین مین جو دونون مین مشترک ہے سو اسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجا
سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصہ مین پڑے تو خوب ہے اور نہین تو عمارت ڈھائی جاسے اور اسیطرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہان اگر وہ شریک بہ کو
راضی کرے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذوا حصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان
قسمۃ التراضی مبادلۃ فیصح فسخہا ومبادلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکون نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیکے پھر وہ راضی
ہوگئے آپس کے ساجھے سے تو قسمت کا توڑنا صحیح ہے اور شرکت پھر آویگی زمین یا اسکے غیر مین اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اسکا فسخ کرنا اور
بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ تثبت الملک فیہ و
یفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنیکی شرط پر یا مقسوم کے بیچنے
کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو اسمین ثابت کردیتا ہے اور قابض کے واسطے اسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت
کا المقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب مین گذر گیا وقیل لا قیاسا علی الہبۃ جزم بہ
فی الاشباہ والاول فی البزازیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہین کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ مین اور قول
اول پر یقین کیا ہے بزازیہ مین ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ بان یسکن ہذا بعضہا وذا بعضہا او ہذا شہرا وذا شہرا او دارین بان یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد بان یخدم ہذا یوما
وذا یوما او عبدین بان یخدم ہذا ہذا والآخر الآخر او فی غلۃ دار او دارین کذلک صح التہایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرلین ایک
گھر مشترک کے رہنے مین اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان مین اور وہ شریک بعضے مین یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھرون مین
باری مقرر کرین کہ ہر شریک ایک ایک گھر مین رہے یا باری معین کرین غلام مشترک کی خدمت مین کہ ایکروز اسکی خدمت کرے اور ایکروز دوسرے کی یا دو غلامون مشترک کی خدمت مین
کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور وہ دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کرین ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ مین اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ مین بطریق
استحسان بالاتفاق صحیح ہے ہم مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلہ اور تفاعل ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہرہ سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق
اسکی عنایہ مین یون ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جسطرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح مین
مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاسا یہ جائز نہین کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہمجنس سے لیکن استحسانا یہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم والاصح
ان القاضی یہایی بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کرے دو شریکون مین زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک
قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہین ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونون شریکون کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیما یقسم بطلت

بطلانت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک مین جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہوجاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر
جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونون نقض پر راضی نہ ہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر
توڑ دی تو اب اسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہین کذا فی العالمگیریة ولو تهايا
فی ان نفقة کل عبد علی من یخدمه جاز استحسانا بخلاف الکسوة اور اگر دو شریک متفق ہوے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہو جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا
بخلاف لباس کے اسمین تفصیل یہ ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونون نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاسا جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاسا جائز نہین اور
استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریة و بالزیادة فی نوبة احدهما فی الدار الواحدة مشترکة لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر
مین کہ وہ مشترک ہے دونون مین نہ دو گھر کی حاصلات مین ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو
زیادت مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گھرون مین ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد مین شرکت نہوگی کذا فی الخانیة مختصرا تجوز فی عبد و دار علی السکنی والخدمة وکذا فی مختلف المنفعة
ملتقی وتمامه فیما علقته علیه اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت مین جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر مین رہے تو یہ درست ہے
اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعة مین نوبت مقرر کرلینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم شارح کی شرح ملتقی مین ہے کہ جب باری متحد المنفعة
مین جائز ہوئی تو مختلف المنفعة مین بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تهايا فی غلة عبد او فی غلة عبدین او تهايا فی غلة
بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرة شجرة او فی لبن شاة لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کرلی ایک غلام کی اجرت مین یا دو
غلام کی اجرت مین یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ مین یا دو خچر کے کرایہ مین یا ایک خچر کی سواری مین یا دو خچر کی سواری مین یا ایک درخت کے پھل مین یا بکری کے دودھ
مین تو ان آٹھون مسئلون مین باری معین کرنا درست نہین ہم اجرت غلام کی باری مین بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ باری نہین ہو سکتی مگر دو زمانے مین تو احتمال ہے حاصلات کی
بیشی کا بخلاف خدمت کہ اسمین مسامحہ مروج ہے اور دو غلامون کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہین اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت مین کچھ ضرورت
نہین اسلیے کہ اجرت مین قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہین اور دو خچر مین اختلاف ہے وعلی هذا القیاس
سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرون مین اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری
کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلة الثمار ونحوها ان یشتری حظ شریکه ثم یبیع کلها بعد مضی نوبته او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبه اذ قرض المشاع جائز اور
پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلون کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانیکے بعد دوسرے
شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل ملحقة شارح کے الغرامات ان کانت
لحفظ الاملاک فالقسمة علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریة تقسم علی هذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست
کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگون پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگون کے
شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار مین داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گاؤن سے ڈانڈ لے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعة
فالغرم بعدد الرؤس لانها لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیون کے شمار پر
ہو اسواسطے کہ یہ جانون کی حفاظت کیواسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال لازم نہوگا
جسکا مال کشتی مین ہے اور اسنے گرانے کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہوجانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر
رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونے کا خوف ہو تو دونون طرح پڑے لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا المشترک اذا انهدم فابی احدهما العمارة ان احتمل القسمة لا جبر

قسم والا نبی ثم اجره لیرجع بما انفق لو بامر القاضی والا فبقیمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہو گیا سو ایک شریک اسکی عمارت بنانے سے انکار
کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہو تو جبر نہین اور بانٹ ڈالا جاوے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہین ہو تو ایک شریک اسکی تعمیر کرے پھر اسکو کرایہ پر
چلاوے تاکہ جو اسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانیکے وقت ہو وله
التصرف فی ملکه وان تضرر جاره فی ظاهر الروایة اکل فی الاشباه اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک مین جائز ہے اگرچہ اس تصرف مین اسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو
ظاہر الروایة مین یہ سب مسائل مذکور ہین اشباہ مین مع صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہین تو جائز ہے اور اسی پر
فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ مین اور اسی قول کو صحیح کہا ہے اسنے اور عمادیہ مین ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن
النوادر وفی المجتبی وبه یفتی وفی الصیرفیة الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة اور مجتبی مین ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو
اور صیرفیہ مین ہے کہ فتوی منع تصرف پر یعنی درصورت ضرر ہمسایہ مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی مین اختلاف پڑا اور ایسی صورت مین لائق یہ ہے کہ
ظاہر الروایة پر اعتماد کیا جاوے یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ متضرر ہو قلت وحرر فی متفرقات القضاء میں کہتا ہون اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضا مین وفی الوہبانیة و
شرحها وله منع الانسان ان رضا بداره فلیس بجار منعه لم یغیر + اور وہبانیہ اور اسکی شرح مین ہے اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گھر مین تو اسکے پڑوسی کو اسکے
منع کرنے کا اختیار نہین اگرچہ اسکو ضرر ہو کہ ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک مین جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہووے ہ وحائط لاہل [illegible] فاراد واحد ان
حمل فیه قبل لیس بغیر + اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہین سو ایک شریک نے اسپر دھنیان رکھین اور دوسرا [illegible] قبل اسکے اسپر دھنیون کا ارادہ نہین تو اسکو دوسرا
شریک تغیر نہ کریگا ہم یعنی ایک مشترک دیوار ہے اسپر دھنیان نہین ہین سو اگر ایک شریک اسپر دھنیان رکھے تو دوسرا شریک اسکو منع نہین کر سکتا اور اگر دوسرا شریک بھی دھنیان
پر اور دھنیان رکھے یا اسپر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ہ وما شریکان
یعلی حائطه + قیل العلی جائز وقیل + اور شریک کو جائز نہین کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضون نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کرے لم عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا
لائق یون ہے کہ تفصیل اطلاق سے ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہین اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہے ہ وممنوع قسم عند منع مشارک من الرم
قاضی جبر قسم + اور عین مشترک کی قسمت ممنوع ہے جیسے حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اسکی تعمیر کرے لم مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہو
جاتا ہے اور ایک شریک اسکی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اسکی مرمت کرے لیکن یہ قول
غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت مین مذکور ہے ہ وینفق فی المختار راض باذنه + ویمنع نفعا من ابی قبل تحسیر + اور قول مختار مین جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اسکی مرمت
مین اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے
مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اسکا کرایہ نہین لے سکتا ہے ہ وخذ منفقا بالاذن منه بحاکم + وخذ قیمة ان لا وهذا المحرر
اور لے مرمت کے خرچ کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے لم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین
وہبانیہ کی ہین اور چوتھی اور پانچوین علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہین اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے ہ مسئلہ لطیفہ مترجم ایک شخص مر گیا اسنے
تین بیٹے چھوڑے اور نیز پندرہ مٹکیان چھوڑین پانچ مٹکیان سرکہ سے مملو ہین اور پانچ مین نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہین اور سب برابر ہین تو بیٹون نے
چاہا کہ بدون اٹھانے کے برابر بانٹ لین تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری مٹکیان اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو
بھی اسیطرح دیجاوے تو اب باقی رہین پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین ادھ بھری تو یہ پانچون تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا
فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم [illegible]

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہین اور اہل عراق قراح بولتے ہین مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت
کتاب المزارعت کی کتاب القسمت سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت مین اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمین قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لغۃ مفاعلۃ
من الزرع مزارعت لغت مین مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع مین مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو ببعض خارج یعنی
تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہو زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہین زمین اور بیج
اور محنت اور بیل وہی لا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہین امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کے مانند ہے اور امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو
رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ
اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے اور درمختار ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام
نے خیبر کی نخلستان اہل ان کے لوگون کو دیے بطریق معاملہ کے اور اسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین مین جاری ہے اور ایسی صورتین
خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہے وبشروط ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطون سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کشتکاری کیواسطے ہے تو اگر زمین
شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہین واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہون مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہین لیکن بلوغ اور حریت
شرط نہین اور اسلام بھی شرط نہین کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ فتفسد بما لا یتمکن فیہا منہا وبما لا یعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی
وہ مدت جو مزارعین مین معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال یا دوسال تو عقد فاسد ہوگا اس کمتر مدت سے جسمین زراعت نہین ہو سکتی اور اس مدت طویل سے کہ وہان تک ایک عاقدین
غالبا نہین جیتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی مجتبی وبزازیہ واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ ہمارے ملک مین مزارعت بدون بیان
کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر
اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو
بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف ہین اسواسطے کہ جسکا بیج نہین ہے اسکے حق مین عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم پر بدون تخم ریزی کے
عقد لازم نہین وقیل یحکم العرف اور بعضون نے کہا ہے کہ بیج مین عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہان ہو جہان مالک زمین
کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہین وذکر جنسہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہون یا جو یا باجرا یا جوار ہم
بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض وشرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر
کرنا شرط نہین بسبب اسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین مین اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار مین مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے
وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہین ہے اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین
ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا حظ رب البذر وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز
ہے ہم اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہین ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ وبشرط التخلیۃ بین الارض ولو مع البذر والعامل اور
مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونونکا عمل مشروط ہو تو عقد
صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ یہ زمین تجھکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی وبشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی
شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمین دونونکی شرکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہین ثم فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدہما قفزان مسماۃ

پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک
شخص لے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو او ما یخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصفا نصف
او رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھا لے یعنی جس قدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف
وتنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو ہم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے
متعلق ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان چاروں صورتوں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوگی کہ غلہ میں کچھ بھی تو قطع
شرکت ہو سکتی ہو اسواسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف ما شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث او ربع او شرط
رفع العشر للارض او لاحدہما لانہ مشاع فلا یودی الی قطع الشرکۃ بر خلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمہ نکال لیا جا جیسا تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں
زمین کا نکال لیا جا یا دسواں حصہ احد العاقدین سے تو مزارعت باطل نہیں ہو اسواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر مشاع ہو یعنی غیر معین ہو تو قطع شرکت کی طرف نہیں پہونچاتا
او شرط التبن لاحدہما والحب للآخر ای بطل لقطع الشرکۃ فیما ہو المقصود یا بھوسا شرط ہوا ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی اس شرط سے مزارعت
باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہو یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لا تخالف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے
کی تنصیف شرط ہو جیسا تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہو اسواسطے کہ یہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہو او شرط تنصیف التبن فی الحب لاحدہما لقطع
الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہو بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود میں
وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ہو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفا نصف ہو اور
بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو جیسا کہ یہی مقتضاے عقد ہی یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے مسائل فساد کا نہوا کہ مقصود تو دانہ ہی
اور بھوسا اسکا تابع ہی اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینہما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للدرر وغیرہ
لکن عمدۃ صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینہما وقیل لرب البذر اور اس صورت میں یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول صحیح یہ
ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہو کر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہو کر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو
مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اسنے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا
یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا
مستحق ہوتا ہے ہم مقتضاے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو جیسا کہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط مذکور نہ
ہو عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب
اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کو اسواسطے کچھ بھوسا نہیں عرفا در بالتبع
کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فہذہ الثلاثۃ
جائزۃ اور اسطرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل
زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید او البقر
والبذر لہ والآخران للآخر او البقر او البذر لہ والباقی للآخر فہی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدہما واحد الثلثۃ من الآخر فہی اربعۃ واذا کان من
احدہما اثنان واثنان من الآخر فہی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی

ہوں یا بیل پانچ زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل
ہیں ہیچ احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی
دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں وفی ذیل الثلث فاکثر بحثہ قسمت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کر کے تو مزارعت فاسد ہوگی ھم اور اگر چار شخص شریک
ہوں مزارعت میں اس طرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی المحیط
عن البیانیہ وشرطہا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شیٔ للعامل ان لم یخرج شیٔ
فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ھم اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر اور زبردستی کیجاوے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہو گا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نما
ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزایش اور بڑھوتی ہے یعنے جو پیدا ہوا اپنے بیج سے پیدا ہوا ولیکون الآخر
اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی الشرط بل اذا بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو
عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کی جاویگی شرط پر بہو پنچے
جہاں تک پہونچے محمد کے نزدیک وان لم یخرج شیٔ فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل
رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہو وے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اس پر
واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل

فی الارض فلا شیٔ لہ بکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے
باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور
دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتویٰ دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت
سے ہم سنے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی
المزارع دیانۃ اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃ واجب
ہے کہ مزارع کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جو تہائی کی اجرت اسکو دینا چاہیے ھم دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہ ہو اسکے
ادا کرنے کی ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے ہے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ
ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ھم یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی
تہائی اسپر واجب ہے اور نفقۃ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء
العقد استحسانا کما سیجیٔ بخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی
اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آویگا ھم طحطاوی نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر

آگے آویگا وقع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ وبقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون
الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے
وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراط الاعارۃ فی المزارعۃ عمادیہ و اسیطرح
اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا انکے بیج کے اندازہ پر ہو تو وہ بھی
فاسد ہے بسبب شرط کرنے عاریت کے مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنی ہو اسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا بعد مضی المدۃ المزارعۃ علیہما بقدر حصصہما اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں
پر ہے بقدر انکے حصوں کے ہم مطلقا یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اسکے کذا فی الحلبی واما قبلہا فعلی العامل قبل انتہاء الزرع
کنفقۃ بذر ومؤنۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناہی بقی بالاشتراک بینہما فتجب علیہما مؤنتہ کحصاد ودیاس کما مر وبہ المصنف وقال علیہ الاصل صدر الشریعۃ
فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو کل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنیکی محنت ہو وہ عامل پر ہے
اگرچہ اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اسکا واجب ہوگا جیسا
کھیت کے کاٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی قبل مضی مدت پر صدر الشریعہ نے قاعدہ کو محمول کیا ہے
تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم صدر الشریعہ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل تناہی ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے محمول کیا انتہا کو مدت مزارعت پر تا بقاء
عقد اور استحقاق عمل عامل پر مقصور کیا کیونکہ مدت کے بعد عقد نہیں استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسد کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے
بعد پختگی عمل کے شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی ہو اسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں ہے کذا فی الطحطاوی
بخلاف مالو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدۃ العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء
الزرع کما مر خلاف سابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اسمیں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر
بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبی نے کہا قولہ بخلاف ما مر مرتبط بقولہ
ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص ولو مات قبل البذر بطلت ولا شیء لکرابہ کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج یعنی اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد
باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسیطرح جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر
کرے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط
کر لینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی
ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکورہ بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ
فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقولہ مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقولہ آئندہ
فلا ضمان علیہ لو ہلکت لتعذر فی یدہ بلا صنعہ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اسکے پاس بدون اسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانت صحیح نہیں

ثم لو کفل بحصته الآن صحتا کما صحت المزارعة والکفالة ان لم یکن علی وجه الشرط والا فسدت المزارعة کذا فی الخانیة ہان اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے
حصہ کا اگر مزارع اسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو
مزارعت فاسد ہو جاویگی کذا فی الخانیہ ھم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استهلاک کی طرف ۱۲
فی الحکم المعاملة ای المساقاة فان حصة الدهقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے
ہاتھ میں امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعة الفاسدة ویضمن فی الصحیحة لوجوب
العمل علیه فیها کما هو فی یده امانة فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہان تک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان
نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں بسبب وجوب عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو ضمان
دیگا بسبب تقصیر کے فی السراجیة اکار ترک السقی عمدا حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمته نابتا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمة قومت الارض مزروعة وغیر مزروعة فیضمن فضل
ما بینهما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہان تک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنیکے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہو اسکا تاوان دے اور اگر
کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجاوے تو بقدر دونوں میں زیادتی ہو اُتنا ضمان دے ۱۲ م یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ۴۰ اور
غیر مزروعہ کی تیس ۳۰ تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیرا معتادا لا یضمن والا یضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی
تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہو جاے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیه الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر
تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا سو اُسنے یہان تک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہے تو
تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکله الدواب ضمن وان لم یرد الجراد حتی اکل کله ان امکن طرده ضمن والا لا بزازیہ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک
چھوڑی کہ اسکو چوپایے جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اُسنے ٹڈی نہ ہانکی یہان تک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اُسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور
اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیہ زرع ارض رجل بلا امره طالبه بحصة الارض فان کان العرف جری فی تلک القریة بالنصف او بالثلث ونحوه وجب
ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اُسکے امر کے تو صاحب زمین اُس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اُسکا گاؤن میں عرف جاری
ہو نصف یا ثلث اور مانند اُسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین ابی احدهما ان یسقیه اجبر فلو فسد قبل رفعه للحاکم لا ضمان علیه وان رفع الی القاضی وامره
بذلک فامتنع ضمن جواہر الفتاوی ایک کھیت ہے دو شخصون کی شراکت میں ایک شخص نے اُسکے سینچنے سے انکار کیا تو اُسپر زبردستی کیجاے سینچنے میں اور اگر کھیت
بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر اُسنے قاضی سے نالش کی اور اُسنے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اُسنے نہ مانا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا
کذا فی جواہر الفتاوی ھم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا ہے شرط البذر
علی المزارع ثم زرعها رب الارض ان علی وجه الاعانة فمزارعة والا فنقض لہا بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بو یا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے
اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرة من الاجیر مزارعة جاز ان البذر من المستاجر ومعاملة لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک
زمین کو وہی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاۃ کے دی تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجر صاحبها لیعمل فیها
جاز الکل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا اسمین عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی
شرح منح الغفار سے منقول ہیں ھم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سواے مساقاۃ کے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں
قلت وفیه اغراب جنایة البهیمة هدر یا الخلاصة بستانی ضیع امر البستان وغفل حتی دخل الماء وفسدت الکروم والحیطان قال یضمن الکروم لا الحیطان ولو فیه حصرم

ضمن الحصرم لا العنب لانہا تبقی فصارت حقہ علیہا قلت فضمن العنب فی عرفنا انتہی مین کہتا ہون اور منح الغفار مین جنایۃ البہیمۃ کے آخر باب مین فصل الصلح سے منقول ہو کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کردیا کام باغ کا اور غافل ہوگیا یہان تک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہوگئین ضامن ہوگا نے کہا کہ تاوان دیگا درختون کا نہ دیوارون کا اور اگر درختون مین خام انگور ہون تو اسکا بھی تاوان دیگا نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہونچ گیا تو اسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونون پر واجب ہوگئی مین کہتا ہون ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بھی تاوان دیگا انتہی و فی المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فہو متبرع کرمہ و اشترکہ خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہوگا یعنی اسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کرسکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہین ہم صورت اسکی یہ ہو کہ مزارع غائب ہوا انقضاے مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور وہ صرف کیا غائب سے پہلے خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہوجاے اور اسیطرح اگر مزارع محتاج ہوجاے کچھ مال نہین یہی جواب ہو اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالک زمین غائب ہوگیا اور کھیت ہنوز کچا ہے اور مساکین ہو تو قاضی مزارع کو خرچ کرنے کا حکم دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اسی زمین اور غائب مین مشترک ہو اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی مختصرات العالی فقال فی وارثہ انا اکل الی ان یستحصد فلہ ذلک وان ابی رب الارض حتی مزارع مرگیا اسکے وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کھیت کاٹنے تک تو وہ اسکو درست ہو اگرچہ صاحب زمین نہ مانے کذا فی الملتقی وفی الوہبانیۃ سے و یا خذ ذا الیتیم وصیہ مزارعۃ ان کان بہ حظ یعنی یتیم کا وصی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہ بیج ڈالے والاصح اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہو اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی سے ولو قال بذر الارض منی مزارع لہ القول بعد الحصد و الخصم منکر + اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا کھیت کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہو واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المساقاۃ

یہ کتاب ہو مساقاۃ کے احکام مین لا یخفی مناسبتہا یعنی پوشیدہ نہین مناسبت مساقاۃ کی مزارعت سے ہم اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین بعض منفعت کیلئے فرق اتنا ہو کہ مزارعت مین کھیت کی خبرگیری ہو سینچنے وغیرہ سے اور مساقاۃ مین باغ اور درختون کی اصلاح ہو سینچائی وغیرہ سے ہی المعاملۃ بلغۃ اہل المدینۃ مساقاۃ اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہو یعنی اہل مدینہ مساقاۃ کو معاملہ کہتے ہین فی لغۃ و شرعا معاقدۃ دفع الشجر والکروم و ہل المراد بالشجر ما یعم غیر المثمر کالحور والصفصاف لم ارہ اسلئے من یصلحہ بجزء معلوم من ثمرہ تو مساقاۃ باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہو معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اسکے معین پھلون پر اور کیا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہو جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو جیسا کہ چنار اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو نہین دیکھا کتب فقہ مین ہم یعنی مساقاۃ کے معنی لغوی اور شرعی مین کچھ فرق نہین اور یہی قول نہایہ مین ہو اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغایرت پر دلالت کرتا ہو زیلعی نے اور اسیطرح صاحب درر نے کہا مساقاۃ مفاعلت ہو سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقاۃ مین ثمر مصرح ہو تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جاے کہ ذکر اسکا بنا بر عادت حال کے ہو ہی کالمزارعۃ حکما و خلافا اور مساقاۃ مزارعت کے مانند ہو ازروے حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاۃ صحیح نہین برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاۃ یہ ہو کہ وہ صحیح ہو اور اسی پر فتوی ہو و کذا شروطہا تمکن ہنا لیخرج بیان البذر و نحوہ اور اسیطرح مساقاۃ مزارعت کے مانند ہو ان شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جیسا کہ اسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکلجاے کم شروط ممکنہ مساقاۃ مثلا اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پھل مین جو پیدا ہوا الا فی اربعۃ اشیاء فلا اشترطہا فیہا اذا امتنع احدہما یجبر علیہ اذ لا ضرر بخلاف المزارعۃ کما مر مگر چار چیزون مین سو وہ یہان شرط نہین ہوئین ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اسپر مساقاۃ مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت جیسا کہ مذکور ہوچکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت مین انکار کرے تو اسپر جبر نہین اذا انقضت المدۃ

شرکت بلا اجر و یعمل بلا اجر و فی المزارعۃ باجر اور جبکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جاتا تو چھوڑ دیتا ہے بدون اجر کے اور اسمین عمل کیا جاتا بدون اجرت کے اور مزارعت مین اجرت کے ساتھ یعنی
مدت مساقاۃ اگر منقضی ہو جاوے اور پھل خام ہون تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک بدون مزارعت کہ جائز ہے لیکن مزارعت مین مزارع پر اجرت زمین
کی بقدر اسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اسکے حصہ کے اجرت واجب نہین اسواسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہین برخلاف مزارعت کہ وہان زمین کا اجارہ
ہوگا اور یہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و اذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثلہ و فی المزارعۃ بقیمۃ الزرع اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی
اجرت مثل پھیرا اور مزارعت مین کھیت کی قیمت لے مع عامل اسوقت اجر مثل لیگا جبکہ کھجور مثمرہ ہو اور اگر پھل نہون تو کچھ اجر نہین کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ و الرابع
بیان المدۃ لیس بشرط ہہنا استحسانا للعلم بوقتہ عادۃ اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہے اور مساقاۃ مین نہین بیان کرنا ہے مدت کا سو بیان مدت یہان استحسانا شرط نہین
بسبب معلوم ہونے اسکے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اسمین کم تفاوت پڑتا ہے و ینصرف الی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ اور اسوقت
یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقاۃ واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہو اول سال مین ہم یعنی مساقاۃ منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال مین خارج ہو اسواسطے کہ وہ متیقن ہے
اور ما بعد اسکا مشکوک ہے و فی الرطبۃ علی ادراک بذرہا ان الرغبۃ فیہ وحدہ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات منعقد ہوگی اسکے بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اسکی
نہ اسکے بیج ہی مین رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ بفتح اول فی لاایتہ مین عمدہ چارہ ہے ایکبار کاٹو پھر سالہا سال رہتا ہے اسکے بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہے اسکو قضب
کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو ورلیس کہتے ہین اور بعضون نے کہا رطبہ بقول مراد ہین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت مین انتہی اور
فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال مین پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت و لو ذکر مدۃ لا تخرج
الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کم مدت ذکر کرے جسمین پھل پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے و لو تبلغ الثمرۃ فیہا او لا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت ذکر
ہو کہ گاہے اسمین پھل پختہ ہوا اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ہم بلکہ اس مدت مین مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث آفت کے احتمال
موجود ہے مساقاۃ اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد و الا فسدت فللعامل اجر المثل لیدوم عملہ الی ادراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت
مسمے مین تو مساقاۃ اپنے شرط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہونے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے تا کہ اسکا عمل ہمیشہ رہے پھل پکنے تک
و لو دفع غراسا فی الارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحہا فما خرج کان بینہما تفسد ہذہ المساقاۃ ان لم یذکر اعواما معلومۃ و ان ذکرہا صح اور اگر ایسے پودے درخت
کے جو زمین مین قائم ہین اور ہنوز اُنکے پھلنے کی نوبت نہین پہونچی مالک نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ انکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہو وہ دونون مین
نصفا نصف ہو تو یہ مساقاۃ فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اسکو تو عقد صحیح ہے ہم بیان مدت اس صورت مین اسلیے ضرور ہوا کہ نئے درختون کا پھل لانا
نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت و ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر مجہول کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی و کذا لو دفع اصول رطبۃ فی الارض مساقاۃ و لم یسم المدۃ
اور اسیطرح مساقاۃ فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کے دین ہم یعنی بقاء اصول تک مساقاۃ فاسد ہے اسواسطے کہ اسکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ رطبہ کی
جڑین بڑھا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم ہین تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز و ان لم یسم المدۃ و یقع علی اول جز یکون برخلاف رطبہ کے کہ اسکی مساقاۃ
جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اسواسطے کہ اسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ ہم کہتے ہین کذا فی الدرر و لو دفع رطبۃ انتہی جذاذہا علی
ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرہا و یکون بینہما نصفین جاز بلا بیان المدۃ و الرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک نے رطبہ دی جسکے قطع کا وقت منتہی ہوگیا اس شرط پر کہ عامل
اسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونون مین نصفا نصف ہو تو مساقاۃ جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اسکے مالک کی ہے ہم اسواسطے
کہ بیج کا وقت فریقین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلنا عامل کی محنت سے ہے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اسمین کچھ اثر نہین کذا
فی الدرر و لو شرطا الشرکۃ فیہما ای فی الرطبۃ فسدت لشرطہما الشرکۃ فیما لا یعمل لہ اور اگر دونون نے رطبہ مین بھی شرکت شرط کی تو مساقاۃ فاسد ہے اسواسطے کہ انھون نے

اسمین شرکت شرط کی جو نہین بڑھا عامل کی محنت سے یعنی پہلے تو موجود تھا اُسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد بہا جمیع البقول و
اصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب مین رطاب سے مراد جمیع بقول ہین اور مساقاۃ صحیح
ہے بیگن کی جڑون مین اور کھجور مین اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور مین ولو فیہ ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل وان
ادرکت فقد انتہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکور مین کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو
ہو چکا ہو تو مساقات صحیح نہین مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے ولو دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس فیہا وتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراطہ الشرکۃ
فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فتفسد زمین سفید یعنی خالی ایک مدت معین تک دی تاکہ عامل اسمین درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونون مین
نصفا نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہین بسبب مشروط ہونے شرکت کے اس چیز مین جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز طحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر
والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللاخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ مین پھل اور درخت مالک زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے
شخص یعنی عامل کیواسطے اُسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اُسکے عمل کی اجرت مثل ہے والحیلۃ فی الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض
ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشیء قلیل لیعمل فی نصیبہ حصہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختون کو آدھی زمین کے بیچ
کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ مین وہ محنت کرکے درخت تیار کردے کذا فی شرح الوہبانیۃ
الشرنبلالیۃ ثم تواس تدبیر سے مالک زمین نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ٹھہر گیا اور تین سال سے مراد
وہ مدت ہے جسمین درخت پھلنے کے لائق ہوجاوین فرع سقطت الریح نواۃ رجل والقاہا فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی
گٹھلی کو ہوا اُڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ مین اسکو ڈالا سو اس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہین ہے کذا لو وقعت
خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسی طرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین مین گرا پھر وہان جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے
کہ شفتالو نہین جمتا مگر اُسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہین وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احد
ہما وبمضی مدتہا والثمر نیء ہذا قید لہ ولقی الموت وبمضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہوجانے
سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یعنی خامی ثمر موت اور انقضائے مدت دونون کی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ علیہ ان شاؤا وحتی یدرک الثمر
وان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اُسکے وارث اسپر قائم رہین اگر چاہین یہانتک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی
زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہین تو عمل کرنے پر مجبور نہ ہوگا ھم اور مالک زمین کو اس صورت مین تین امر مین اختیار ہے چاہے وارثون کے
ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کرلے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلون کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلون کی خبر گیری کرا دے ثم انکی
حصہ اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلون مین ہے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر
اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہون یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل
کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اُسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اُسکے ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور
مالک زمین کے وارثون کو خیار ہے انکا ہے ثلثہ مذکورہ مین کذا فی الطحطاوی ولو ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونون مرگئے تو کام مین
عامل کے وارثون کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یمت احد ہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر عاقدین مین سے
کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کیا کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے تو عمل کرے وتفسخ بالعذر

کالمزارعۃ کما فی الاجارۃ اور مساقاۃ فسخ کیجاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند جیسا کہ اجارت میں فسخ ہوتا ہے عذر سے و منہ کون العامل عاجزا عن العمل او کونہ سارقا یخاف علی ثمرہ وسعفہ منہ وفیما للضرر اور منجملہ عذر کے عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اُسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اُسکے پھل اور شاخون پر فسخ جائز ہوا دفع ضرر کیواسطے فروع مسائل لطیفہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی وتلقیح وحفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا ملتقی والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد فعلیہما لما بعد القسمۃ فلیہ مفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہے جیسا کہ سینچنا اور تلقیح کرنا اور نگہبانی سو وہ عامل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہے اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقاۃ فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقی لیکن قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو جیسا کہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے جیسا کہ قسمت کے بعد وہ دونوں پر ہے تو اُسکو یہ نظر رکھنا چاہیے دفع کرم معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے اُس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاۃ کے تو جائز نہیں اور اُسکے واسطے اجرت بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اُسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا کام یعنی عمل اسکا اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور بقا غیر کے واسطے دفی الوہبانیۃ و المساقی ان لیساقی غیرہ وان اذن الولی لہ لیس ینکر اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی اپنی عامل کو جائز نہیں ہے کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اُسکو تو معیوب نہیں ہم یعنی اگر مالک یون کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاۃ کر دینا درست ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر کا لم بجائے اذن مطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا ○ وای شیاہ دون ذبح یحلہا ○ وای المساقی والمزارع یکفر ○ اور وہبانیہ کی پہلیون میں سے یہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری مراد ہے جو جنگل میں وحشی ہو گئی کسیطرح اُسکے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اُسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھ پاؤن میں لگے خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت میں بمعنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشتکار تخم بوتا ہے تو اسکو خاک میں چھپاتا ہے تو یہان کافر لغوی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاوی میں کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا کلوا مما فی الارض حلالا طیبا میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین میں بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اُسکی زراعت طیب نہ ہوگی اور اسیطرح اگر بیج بوئیگا یا درخت لگاویگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہو گیا یا ادائے ثمن میں مدت معین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اُسکی کھیتی طیب نہ رہیگی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کرکے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز پڑھے اور یہ دعا کرے اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا لک فسلمہ لی وبارک لی فیہ پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالی اُس کھیت کو آفات سے بچا دیگا اور اُسمین برکت کریگا اور جب کھیت پختہ ہو تو مستحب موکد یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے ورنہ تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے یا رب لقیت بذرا قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی بتصرف

واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبوحہ کے احکام میں ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات واللحم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعۃ سے ہونا دونون کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار مین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ مین
مناسبت مذکور کرتا سو اسواسطے کہ ذبائح مساقاۃ کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت یون کہنا حق ہے کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک مین خورش انسانی
مذکور ہے مساقاۃ مین پھل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح
بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح تمیز لسبب والحرام بلا ذکاۃ ذبح المتردیۃ والنطیحۃ وکل
ما لم یذک ذکاۃ شرعیا اختیاریا کان او اضطراریا حیوان کہ شرعا لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جاوے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ
اضطراری شارح نے کہا لیا قید ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے
مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو متن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ
متن تید نہ رہا تعریف مین انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا
ذبح زخمی کرنا اور کونچنا اور خون کا بہانا ہے بدن مین سے جہان کہین زخم واقع ہو اور خون کونچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن وانہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی
وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید باء نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم
واضح ہو زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے القانی نے کہا کہ لبہ سینہ ہے اور لحیان ذقن ہے اور مصباح مین ہے لبہ سینہ موضع ہے نحر کرنے کا
فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وہو مجری النفس
علی الصحیح اور ذبح کے عروق چار ہین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے یہ قول صحیح
جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ہم ہدایہ مین کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ
طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال پاشا نے کہا کہ ذبح جائز نہین فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر
اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علما نے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سب کے نزدیک
ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم نیچے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے
کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر اتفاق زیلعی اور اسکے ساتھیون کا قول حق ہے باجماع علما یہ ہے کہ متفق
علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے وہ رگ ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطبا نے تصریح کی ہے
کہ قصبہ ریہ مین دو منفذ ہین ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو
مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہین جنمین خون جاری رہتا ہے
جنکو شہرگ بولتے ہین ہم دونون رگین حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہین یہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلیے متعین ہوئین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکلنے
کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکلے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل او
حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹ جانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگونکا
قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق
اربعہ مین سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہے ہم شامی نے حاشیہ مین کہا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہو جاوین
تو ذبیحہ حلال ہے اور امام ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہے

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا شرط ہے یعنی اگر ہر رگ کا دو حصہ قطع
ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ ولو بنار او
بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ای حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ
سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا باڑھ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے
مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں علامہ شلبی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جائے
موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہ رگ کو قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے انتہی اور اسکے خط سے حاشیہ پر یوں مذکور ہے کہ یہ روایت
اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین مگر جمے دانت اور جمے ناخن سے ذبح
کرنا حلال نہیں ہے لوگوں کا ناشی ہیں حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور
انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ انمیں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے
مکروہ ہے امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت
اور ناخن سے ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی وارد ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا کراہت سے کراہت تحریمی
مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا ذبح
کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے ہم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز
پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی
تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ
نہ رہے تو اسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مرجانے سے ہم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمیں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون
بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح میں شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہونچ جاوے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خاے معجمہ
پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی
گریوں میں دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے قبل
مرنے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن
من الاضطراب وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بیفائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے
یعنی سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں ہے برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون
عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی
وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان
کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور غیر محرم ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم
ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں کرتا مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہم پس اگر محرم ہو اور غیر
شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جاے تو ذبیحہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاری کا ذبیحہ اسواسطے حلال ہو کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور
اصل اُسمین یہ آیت قرآنی ہو وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہو اور طعام سے مراد وہ طعام ہو جسکو وہ ذبح کرین
اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اُسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہیں چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری مین ہو کتابی کا ذبیحہ اُسوقت کھایا جاے جبکہ ذبح کے
وقت مسلم وہان موجود نہو اور کتابی سے کچھ سنا نہو یا ذبح کے وقت اُس سے فقط اللہ تعالی کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہو کہ اُسنے خدا کا نام
لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالی کا نام سنا اور اُسنے اللہ تعالی سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہو کہ ذبیحہ ماکول ہو مگر
جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہو تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امراۃ او
صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہو ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالی کے نام کو اور ذبح کرنے
کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو ہم یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اُسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور
ذبح کرنا جانتے ہون اور اُسپر قادر ہون تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدر منح الغفار میں ہو کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ اعقل او ضبط التسمیہ نکرین تو انکا ذبیحہ
حلال نہیں طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہو خواہ اُسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے
اگرچہ اسکا ختنہ نہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہو تو وہ معذور ہو اور اسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہو تو وہ ناسی کے مانند ہوا
یعنی جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول جاے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ معذور ہو کذا فی المنح لا ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہین
ذبیحہ غیر کتابی کا جیسے بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری ہم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح
الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ میں ہو مطلقا سے اور ظاہر محل اسکا وہ ہو جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت
پر ہو کر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے ہم اسکا ذبیحہ حلال ہوا اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجبری لابیہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشباہ لانہ صار کمرتد قنیہ اور حلال
نہیں ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہو کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزندنے جب جبری مذہب اختیار
کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیہ ہم مصنف نے منح الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہو کہ جائز نہیں ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ
سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلال ہو میں کہتا ہوں اور ظاہر صاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہو اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہو اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہو کہ ابو علی
سے منقول ہو کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کے مانند ہیں اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہیں اسواسطے کہ وہ بمنزلہ
مرتدین کے ہیں انتہی ما فی القنیہ میں کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہو جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہو اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد
ہیں اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہو اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں انکے گمان میں چنانچہ علم کلام
میں مذکور ہو تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہی ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں ہو اور ظاہر مصنف یعنی صاحب اشباہ نے
جبریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جبریہ اہل ہوی اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ اُنکا یہ ہو کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال
کی اصلا نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علما سلف اور خلف میں اسکا اختلاف ہو اور اسمین شک نہیں کہ جسکا
مذہب اور بدعت موذی الی الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہو اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد او خطا باعث بدعت
کی ہو تو اُسکی تکفیر میں اختلاف ہو بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہو اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اُنکو
جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہو اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہیں سو اُنھون نے کہا ہو کہ وہ عاصی گمراہ ہیں اُنپر احکام اسلام کے جاری ہیں اور

مسلمین سے میراث پاوینگے اسی واسطے شیخ نے کہا ہے کہ ان اکثر اہل مذہب انکو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہا مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہیں اور
مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہی ما فی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اسکا باپ نفی جبر یا
جبر یعنی شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے کے اسکو چھوڑ دینا بوجہ دیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی او مجوسی تنصر لانہ
یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا تؤکل تو بخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اسنے انتقال کیا یعنی اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت
تو اگر یہودی مجوسی ہو جاوے تو اسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے
مانند ہے یعنی اسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمدًا خلافًا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اسکا جو نام خدا قصدًا
ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ کا نام نہ کہا گیا ہو اور امام
شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمدًا کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے
فان ترکہا ناسیا حل خلافا لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی ان کے نزدیک عمدًا اور نسیانًا ترک تسمیہ سے حلت
نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے روزہ میں تو دین کو قائم مقام ذکر کے کردیا جیسا کہ ناسی کو قائم مقام امساک کے کردیا
صوم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدا لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم دررد اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملاوے بدون
عطف کے تو مکروہ ہے جیسا کہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے کہ یوں
کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا
کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان اور حموی میں نوازل سے
منقول ہے کہ دال کو زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضوں نے کہا یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام
ہونا اس وقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے
کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقًا خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی جیسا کہ
مصنف نے اسکو قول آئندہ میں بیان کیا ہے ہم شلبی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے
اسواسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقًا بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا
وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرم نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر ذابح نے خدا
کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ وفلان یعنے
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ اللہ پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام
موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح نہیں جنہ راسکے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنے اور
حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جنمیں مجکو ذکر کرنا نہ چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صورة ومعنى كالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمية او بعد الذبح لا باس به لعدم القران
اصلاً یعنی اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے
اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ آپس میں غیر خدا کا اصلاً اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں
بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی
مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کر دیا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک اللہم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری
روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیة
ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیرہ فلا یحل بقولہ اللہم اغفر لی لانہ دعاء وسوال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیة فانہ یحل اور تسمیہ یعنی
نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے خلط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا
اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال
الحمد للہ لا یحل فی الاصح لعدم قصد التسمیة اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے
اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبة حیث تجزیہ قلت ینبغی حملہ علی ما اذا نوی والا فلا یجزیہ وبینہما فرق آخر
فتامل برخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق
ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نہ کریگا تو خطبہ ادا نہ ہوگا ہم نے اسمین قید لگائی تاکہ موافقت ہو جاوے اور آپس میں جو فرق ہے سو غور کر
تامل کر مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ
کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نہ کیا اسواسطے کہ
یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح
ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیة کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بغیر حرف واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا (فی الفور ہونا ۱۲)
قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ
ہے اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جاوے اور وہ وجوب با حذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور متعارف پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت
واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاة اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر بزمان قلیل جسکے
بچنا ممکن نہیں اور اسیطرح حدیث میں واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے
ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ النیة صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا آخر فانہ لا یصح فلا یحل اور اگر ذابح بسم اللہ
زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوا
ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا اھ در صورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو بجا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج
نہیں اور در صورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے اسے بولا کہ

ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اُسکو قصداً ترک کیا تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر وارادہ متابعۃ المؤذن
فانہ لا یصیر شارعا فی الصلوٰۃ بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے موذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوٰۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنیوالا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا تشترط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح او الرمی لصید او الارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم القعید عن طلبہ کذا فی
اور بزازیہ مین ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت مین یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت مین یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت مین یا لوہا رکھنے
کی حالت مین گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اُسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع
شاتین احدیہما فوق الاخری فذبحہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف ما لو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فیتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے
بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریون کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال
ہین برخلاف اسکے اگر دونون کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو
تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اُسکو زیلعی نے کتاب الصید مین ولو سمی الذابح ثم اشتغل با کل او شرب ثم ذبح ان طال قطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما یستکثرہ الناظر واذا
حد واستغرۃ ینقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے مین مشغول ہوگیا پھر اُسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا
اور نہین تو حرام نہین ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگی کذا فی البزازیہ
ہم طحطاوی نے کہا ان مسائل مین اور مسائل سابقہ مین تحریر کا فرق چاہیے وحسب بالجار نحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی غنم وبقر عکسہ فندب ذبحہا
وکرہ نحرہا لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اُسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل مین بالعکس اُسکے
حکم ہے یعنی اُنکا ذبح کرنا مستحب ہے اور اُنکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اُسکو منع کیا ہے ہم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق مین
صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلاے عنق مین تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہان سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب
نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اُسنے اُسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمین نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمین ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور آیا بیاری کی شرح کنز مین ہے کہ شتر مرغ اور لبط اونٹ کے مانند ہے نحر مین اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن
طویل ہے اُسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی مین تحفہ سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائین کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤن باندھ
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور چھری چلانے مین حلقوم پر اور ذبح مین نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صید مستانس
لان ذکاۃ الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اُس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو
اُس صورت مین حاجت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فخرج کصید او تعذر ذبحہ کان تردی فی بئر او ند
او صال حتی لو قتلہ المصول علیہ مریدا ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور
کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئین مین یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اُس نے اُسکو قتل کیا جسپر
اُسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہے وفی النہایۃ بقرۃ تعسرت ولادتہا فادخل ربہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان
قدر لا اور نہایہ مین ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اُسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کر کے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اُسکو زخمی کیا محل ذبح
کے سوا اور محل مین تو اگر قادر نہ ہو سکا اُسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہین قلت ونقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرک صیدہ حیا
او اشرف ثورہ علی الہلاک وضیق الوقت علی الذبح او لم یجد آلۃ الذبح فجرحہ حل فی روایۃ مین کہتا ہون اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتون

مین سے ایک صورت وہ ہی کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا اسکا بیل قریب الہلاک ہو گیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہو گئی یا اُسنے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اُسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہو گیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہی بعض مشائخ کا اور بعضون نے کہا کہ اُسکا کھانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اُسکا مالک تک نہین پہونچ سکتا تو اگر اُسکی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہین اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہی اور کبوتر جب کہ مالک کے پاس سے اُڑ گیا پھر اُسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہی خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہی اور اگر اور مقام پر لگا تو اُسمین اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ حلال نہین وفی منظومۃ النسفی سے ان الجنین مطلقا وبحکمہ لم یتذکی بذکاۃ امہ فتوفیت ان اور منظومہ نسفی مین ہی کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہی اپنے حکم مین حلال نہین ہو جاتا اپنی مان کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ہم یعنے اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہی ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی مان کا تابع نہین کہ اُسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہو جاے وقالا ان تم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہو تو کھایا جاے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اُسکی مان کی ذکاۃ ہی اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہی یعنے جنین کی ذکاۃ اُسکی مان کی ذکاۃ کے مانند ہی اس دلیل سے کہ اُسکی روایت نصب سے بھی آئی ہی ہم اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ذکاۃ امہ برفع ونصب دونون طرح مروی ہی تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہین اُسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہین اسواسطے کہ وہ قوی تر ہی تشبیہ مین اول سے کقول الشاعر ع وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور مان کے ذبح کرنے مین بچہ کا ضائع کرنا نہین ہی کیونکہ اُسکی موت کا تیقن نہین ہی یعنی جنین تام الخلقۃ مان کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہی تو اُسکی موت یقینی نہ ہوئی ہم یہ بقیہ ہی دلیل امام کا اور جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُس کی مان کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اُسکی مان کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اُسمین مال کا ضائع کرنا ہی اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہی چنانچہ زیلعی مین ہی کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیشدار ہی لیکن نیش سے شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اسواسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہی لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہو شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل بنا بر عادت کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہی کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہی جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہی جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہی کہ طبیعتان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہی شرعا تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے اُنھین کی خو سے بد انسان مین بھی پیدا ہو گی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہو گئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ہی صغار دواب الارض واحدہا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہی حشرۃ بالتحرک کی کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور

سیہی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ خبیث ہیں قال اللہ تعالی ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الطحطاوی
عن الاتقانی والحمر الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدہے بخلاف وحشی گدہوں یعنی گورخر کے کہ وہ اور انکا دودھ حلال ہے اور پالو
گدہا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجاوے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجاوے اور اسپر پالان باندھا جاوے کذا فی العالمگیریہ والبغل الذی
امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقاً ولو فرساً فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدہی ہے تو اگر خچر کی ماں گاے ہو اور باپ اسکا گدہا تو وہ حلال اور
ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ
لکہتے ہیں کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اُس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ
بھی حرام ہے اگرچہ باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال
نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ تین دن اپنی موت سے
پہلے اسکی حرمت سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے
اور درر میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نرہیگا اسواسطے کہ
صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں برقول
وجیہ تر ہم اسواسطے کہ اُسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کہا جانیکے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما ناباً وعند
الثلثۃ تحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں نیشدار ہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ
اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ یلحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ
اور حلال نہیں ابلق کوا جو مردار کہاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے
جس سے طبائع سلیمہ گھناتے ہیں اور اسکو مکروہ اور خبیث جانتے ہیں ہم غراب ابقع وہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اسکی غدفان ہے کذا فی القاموس
ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ
غراب لکہا ہے اور نسر کثیر الریش واقع ہوا غالب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہے قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب وما روی من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کہانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام میں
حلال تہا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وہو طائر دون الرخم وکلہا من سباع الہوام اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع ہوام سے ہیں ہم یربوع جیسا نور ہے
چوہے کے مانند لیکن اُسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا
یربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس ہے اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ
ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہیں بلکہ نیشدار
جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیریہ میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی الا
حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا ماویٰ اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولداً فی

ماری جنس و لو طافیۃ مجروحۃ و سبانیۃ سبب دریائی جانور حرام ہین مگر وہ مچھلی حرام نہین جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی
ہو اور گو نہی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ ھم قاعدہ کلیہ مچھلی مین حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی
کہ گرمی یا ٹھنڈ سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہین چنانچہ پانی پر کی ترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر عبیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وھو مابطنہ من فوق
مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہین جو پانی پہ اچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف
ہے فلو ظہرہ من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل مافی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہین اسکا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا
کھانا حلال ہے جو ترائی مچھلی کے پیٹ مین ہے ھم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ مین ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان
کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور منح الغفار مین ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونون کا کھانا حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دونون کی موت
آفت سے ہوئی وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہ او القاء شئی فموتہ بآفۃ وہبانیہ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی مین باندھنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی مین ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی
یعنی تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیۃ ھم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے مین یا ایک شخص نے مچھلی گھیری خطیرہ مین کہ اس سے
نکل نہین سکتی اور وہ شخص اسکو پکڑ سکتا ہے سوا اسمین وہ مرگئی یا جال مین مچھلی مرگئی اور وہ اس حال مین تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی مین بستہ کیا
سو وہ برف مین باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ایک قول ہے ایک روایت مین کیونکہ اس کی موت کا سبب پایا گیا
اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہین اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہین ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی مین ہے کذا فی الدرر الا الجریث سمک اسود والمارماہی سمک
فی صورۃ الحیۃ وافردہما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہین دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر
مچھلی ہے مصنف نے دونون مچھلیون کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے مین پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ھم
عینی نے کہا جریث بکسر جیم و تشدید راء مکسورہ ایک قسم ہے مچھلی کی وہ یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب مین منقول ہے کہ سب
مچھلیان حلال ہین سوا جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان مین ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہین
اور کہتے ہین کہ ایک دیوث تھا وہ لوگون کو اپنی جورو کے پاس بلاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اسکی
نسل باقی نہین رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہین اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہین وحل الجراد وان مات حتف انفہ بخلاف
السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہین وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث
احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہین بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال
ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہے وحل غراب الزرع الذی
یاکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ھم یعنی نجاست نہین کھاتا ہے شہر مین نہین آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم والابقع والعقعق
ہو غراب یجمع بین اکل جیف وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونون کھاتا ہے اور اسکا حلال ہونا اصح قول ہے
ھم عقعق بروزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز مین عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اسکو مہوکھا کہتے ہین
طحطاوی نے حاشیہ کی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اسمین سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے
بدشگونی اس سے لیتے ہین انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مین نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لاباس یعنی اسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین

تو مین نے کہا وہ نجاست کھاتا ہو کیونکہ امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہو دوسری چیز سے پھر کہاتا ہو تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری
چیز سے ملا کر کہاوے جیسا مرغی تو اسکا مضائقہ نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ مطلق مکروہ ہے جیسے مرغی مخلات مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضیخان ملتقطا انتہی مع
الذکاۃ کہیت کا کوا اور خشک گوش اور عقعق حلال ہین ذبح کیے گئے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب
معتبرہ مین مذکور ہے فتاوی قاضیخان مین مذکور ہے کہ انعام بالکل حلال ہین چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسی طرح
اقسام انعام جو درندہ نہین ہین چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاؤ اور وہ طیور جو جنگل سے شکار نہین کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بط اور غراب
الزرع جو فقط دانہ کہاتا ہے اور ابابیل اور قمری اور سوانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہین اور سباع ہین یعنی
درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور
نیولا اور گینڈا اور ہاتھی اور ادبلا اور سانپ اور مینڈک اور حشرات الارض کہ خون نہین جیسا کہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جون اور چھپکلی اور جنگلی
پرندہ جو شکار کرتا ہے چنانچہ صقر یعنی چرہ اور باز اور گدہ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب الابقع یعنی
ابلق کوا یہ سب حرام ہین انتہی مافی الخانیۃ فائدہ جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری قسم وہ جنمین خون ہے مگر خون
روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہے سو جنمین خون نہین چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند انکے تو انکا
کھانا حلال نہین سوائے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمین خون سائل نہین چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو کرگٹ بھی کہتے ہین اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور
ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت مین خلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک
حلال ہے اور جنمین خون سائل ہے وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاؤ اور
گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہین اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہین
چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرہ اور
شاہین اور چیل اور بغاث اور گدہ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان فذبح مالا یوکل یطہر لحمہ
وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہین اسکا ذبح کرڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ مین
اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر مانعات یعنی
رقیق چیزون مین چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوے تو وہ چیز رقیق نجس نہین ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالۂ رطوبت نجسہ مین دباغت کے مانند ہے اور اس کے
حامل کی نماز باطل نہین ہوتی اور کھانے کے ... بعضون نے کہا جائز ہے اور بعضون نے کہا جائز نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی والخنزیر
تمام ہوا سوائے آدمی اور سور کے جیسا کہ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح
بیمار بکری ذبح کی پھر اس نے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم
نہ ہوئی ہو اور حرکت اور خروج خون زندگی ہی سے ہوتا ہے اور مردہ جنبش نہین کرتا اور اس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت
نہین کرتا مگر اسصورت مین جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وہذا یتاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی فقر الذئب
بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیفۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالیٰ الا ما ذکیتم من غیر فصل ... اور اگر ذبح کے وقت زندگی معلوم ہو گئی تو ذبح
حلال ہے اگرچہ اسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نہ نکلا ہو اور اسکا بیان آئندہ آتا ہے جس جانور کا گلا دبایا گیا اور جو بلندی سے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور
اسی پر فتویٰ ہے بدلیل قول حق تعالیٰ کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالیٰ نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی
اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ ولم تدر حیوتہا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لا تؤکل وان ضمت اکلت وان فتحت
عینیہا لا تؤکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لا تؤکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لا تؤکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم
شعر علامۃ الموت لانہا استرخاء وضمہا بالعکس کما تحقق بالحیوۃ فیحل علی [illegible] وهذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال زیلعی بکری
ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منہ کھول دیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہے اور اگر اسنے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر
اسنے آنکھ کھول دی تو اسکا کھانا حلال نہین اور اگر اسنے آنکھ بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پاؤن پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سو گئے
یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤن کا پھیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت موت کی ہے اسواسطے کہ یہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤن کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات
سبب زندگی کے ساتھ مخصوص ہین تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم نہو اور اگر اسکی زندگی کا علم ہو ذبح
کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاوین یا نہ پائی جاوین کذا فی الزیلعی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ
صحیحۃ حلتا یعنی المظروفۃ والظرف لموت المبلوعۃ بسبب حادث ایک مچھلی نگلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہو تو
دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت سبب حادث سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت ظاہر ہے والا تکن
صحیحۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من دبرہ لاستحالتہا عذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تری اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو گل گئی ہو
تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی جیسا کہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ
مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو تو نے سنی ہم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلتا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی ہو تو اگر
مظروفہ صحیح و سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین ہین حالانکہ یہ مطلب نہین بلکہ
ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل رفع ہو گیا ولو وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا
تو پانیوالے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہین اور وہ لقطہ ہے ہم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو ولوالجیہ مین
یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانیوالے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین
نہین ہے تو وہ پانیوالے کا ملک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر او [illegible] کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من
العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو [illegible] ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ
حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا [illegible] دستور عوام مین یون ہے کہ جب حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اسکی
تعظیم کیواسطے یا ولیمہ [illegible] کے بھوک دینے کیواسطے تاکہ [illegible] ذبح کرتے ہین اور حاکم گوشت نہین کھلاتے ہین [illegible] قرار دیتے
حلال نہ کہا [illegible] تو جسپر اللہ تعالیٰ کا نام [illegible] اس تعظیم [illegible] کی طرف ٹھہرائی جاوے [illegible] معلوم ہوا کہ
یہ جو ہندوستان مین [illegible] رواج ہے کہ مشائخ [illegible] کا بکرا ذبح کرتے ہین [illegible] اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا
اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت [illegible] حرام کی [illegible]

سوم انکی غلط فہمی ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ در صورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہی اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام لیا جاوے صحیح مسلم مین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے
حدیث مرفوع مروی ہی لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام
اللہ تعالی اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی
اللہ تعالی کی تکریم ہی ہم نے انصار مین یہی کہ جو یہ گمان کرتا ہی کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہی تو گویا ذبح ہوا
غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے قرآن و حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہی اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح
نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہی کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اسکو کھاوے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل
منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے
اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہی کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمین سے آپ یا مہمان کھاوے تو ذبح اللہ تعالی کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے
واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ
حرام ہوگا حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہ ہی کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کیواسطے یا آنیکے آنے کے بعد
تھوڑی دیر مین اسکی ضیافت کیواسطے ہو تو اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہ نہین اور اگر آنیکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہی تو اسیطرح درست ہی یا اشبہ اور اگر بطور تعظیم ہو
تو حرام اور بطور ذبح مردار ہی پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہین اسلیے کہ کبھی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہی اور قاصد خود اسکو کھاتا ہی اور
اسکے عیال بھی تو بہتر یہ ہی کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہو تو حرام ہی والا حلال ہی وہل یکفر قولان بزازیہ وشرح
وہبانیہ اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہی اس مین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہی اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہگار ہی کذا فی البزازیہ وشرح الوہبانیہ قلت وفی صید المنیۃ
انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیء الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ولعلہ قتال وما علیہ جمہورہم قال کافر وفی الفضلی واسمعیل لیس بکفر مین
کہتا ہون و منیہ کی کتاب الصید مین یہ ہی کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہی اور ذابح کافر نہین ہی اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ بدگمان نہین کرتے ہین کہ وہ اس
ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہی اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہی اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کرکے یون کہا ہی اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علما
کے نزدیک کافر ہی اور امام فضلی اور اسمعیل اسکو کافر نہین کہتے ہین ہم ہر چند تکفیر اختلافی مین عدم تکفیر راجح ہی لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا
چاہیے واللہ ہو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء
فتامل کمیتۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا حیوان حی
یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہی چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق مین دانت طاہر ہی اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین ہی
کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہی چنانچہ تنویر البصائر مین ہی شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہی جو حقیقۃ اور حکما زندہ ہو اسواسطے
کہ حی کا لفظ مطلق ہی تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور رد المحتار مین مذکور ہی مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت
کرتا ہی استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کرو ہم اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃ اور حکما مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہی زندہ صورۃ
سے نہ زندہ حکما سے تو اسوقت مین استثنا آیندہ کی کچھ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہی تعمیم سے مراد یہ ہی کہ خواہ زندہ حقیقۃ اور حکما ہو خواہ فقط حقیقۃ
یعنی صورۃ زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو اسمین ہی کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہی یا عام مراد ہی اگرچہ حکم مختلف نہین ہی
دونون صورتون مین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جاوے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہی وہ ماکول ہی

اور کلام ہے مچھلی اور ٹڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان
الباقی من الحیوۃ غیر معتبر اصلا بزازیہ قلبت لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہے
اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہے وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ
ہے چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہمنے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ مین یعنی تم سے کہ ہم کتاب الطہارۃ مین
شارح نے بیان کیا ہے کہ غایہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا ہے ان کے اعتبار سے ۵ وقد حللوا
البغال امہات الخیل قطعا والکراہتہ تنزیہ اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعا خچرون کا گوشت حالانکہ ان کی مان گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس خچر کی مان
گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ۵ ولو نزی کلب نزو علی عنز فجاء + نتاج لہ راس کالکلب فلینظر + اور اگر جست کی کتے نے بکری پر
یعنی جفتی کی تو اسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اسکو دیکھنا چاہیے ۵ فان اکلت لحما فکلب فلیحیا + وان اکلت نبتا فذا الراس یحتز + سوا اگر اسنے
گوشت کھایا تو وہ بالکل کتا ہے اور اگر اسنے گھاس کھائی تو یہ سر کاٹا جاے یعنی اسکا کھانا نہ چاہیے ۵ ویوکل باقیہا وان اکلت ذا + وذا فاضربہا والصیاح
یختبر + اور سوا سر کے باقی گوشت کھایا جاے اور اگر گوشت اور گھاس دونون کھاے تو اسکو مارنا اور اسکا چلانا خبردار کریگا ہم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند
بھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کے مانند چلاے تو حلال کرلے کے بعد سر پھینکا جاے اور باقی کھایا جاے کذا فی الطحطاوی ۵ وان اشکلت فاذبح فان
کرشہا بدا فیختبر والا فہو کالب فلیحجر + اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونون کی طرح آواز کرے تو اسکو ذبح کر تو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن
سر اسکا دور کیا جاے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جاے یعنی اسکا کھانا نہ چاہیے دفی معایا یا ہذا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ ہے ۵ وای شیاہ دون
ذبح تحلہا + ومن ذا الذی ضحی ولا دم ینہر + اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر مین رہا یہان تک کہ وقت
ضحی داخل ہوا اور اسنے خون نہین جاری کیا ہم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہو گیا محل
سوال فقط لفظ ضحی کا توڑنا ہے اسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنا اور عدم خونریزی مین منافات
ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ اجزین مین مرادے جنسے انتفاع درست ہے سینگ اور کھر اور عصب اور صوف
اور وبر یعنے روئین اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ
عام ہے اور قربانی خاص ہے ہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشیء باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاے من قبیل
نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذبوح ہوا ایام نحر مین اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے ہم اسکو ذبح کرتے
ہین کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہے تقربات مالیہ دو قسم مین ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ
اور دوسری قسم اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پھر گوشت مین تصرف کرنے سے تملیک اور
اباحت ہے انتہے واقعات مین ہے کہ قربانی کا خریدنا گو دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خون ریزی سے حاصل ہوتی ہے
وہ صدقات سے نہین ہوتی وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے
عبادت کی نیت سے مخصوص وقت مین ہم حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کا امر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اُسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر متعلق ہی چنانچہ
آخر کتاب الزکاۃ مین مذکور ہوچکا ھم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہی تو اگر اول نحر مین کافر تھا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول مین مسافر تھا
اور آخر مین مقیم ہوگیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہی ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہ ہی جسکے پاس ۲۰۰ درم لعنی ۵۰ روپیہ یا ساڑھے ساتھ تولہ سونا
ہو سکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا پانچ یا چار پارچے جانور یا غلام یا گھوڑے یا
تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپیہ کا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قران شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قران پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اُسپر
قربانی نہین خواہ بالفعل اُسمین پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہ ہو قرأت پر تو قربانی واجب ہی اور کتابون سے آدمی غنی نہین ٹھہرتا مگر اُس وقت جب ایک کتاب
کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہی جب اُن کی قیمت
بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی متصرفا لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہی عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا
الوقت وہو ایام النحر وقیل الراس وقدمہ فی التتارخانیہ اور قربانی کا سبب وقت ہی اور وقت سے نحر کے دن مراد ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ قربانی کا
سبب آغاز ایام نحر ہی نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہی ورکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ
اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہی اُسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہی منجملہ چوپایون کے نہ سوائے اُسکے تو مکروہ ہی ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ
وہ تشبہ ہی مجوسیون کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ
اذلا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنے اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہی اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح
ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہی قربانی کرنا یعنی چوپایون کا
خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہی نہ باعتبار اعتقاد کے ھم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہی کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کردے تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر الروایۃ
یہی ہی کہ قربانی واجب ہی اور ابو یوسف سے روایت یہ ہی کہ سنت ہی اور طرفین سے روایت یہ ہی کہ فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ واجب ہی چنانچہ مضمرات مین ہی
لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یمین اور صدقہ فطر سے کمتر ہی سنت ہونے کی دلیل یہ ہی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذیحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم مین سے
قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روکے رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہی اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہی کہ من وجد سعۃ و
لم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرح کی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث
اول مین ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہی نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین کہ من اراد الحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ
کرے وہ شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اُسکا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہی قدرت ممکنہ سے
ھم یعنی قادر کردینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہی تمکین سے نہ امکان سے ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط لبقاء البقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ
وہ ہی جو واجب ہو مجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہین بقاے وجوب کے واسطے اسلیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہی یعنی اُسمین معنی علت نہین اور شرط کا
مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہی مشروط کے پائے جانے کے واسطے لا میسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاءہا
لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہ ہی جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے
ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہی اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہی چنانچہ مذکور
ہوگیا فطرہ کے بیان مین ھم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہی دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدق بعینہا او قیمتہا لو مضت ایامہا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہٖ تصدق کرنا یا اُسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گذرجاوین ہم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہوجانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ اُنکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے نہ میسرہ سے برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علی حر مسلم مقیم بمصر او قریۃ او بادیۃ عینی فلا تجب علی حاج مسافر فاما اہل مکۃ فتلزمہم وان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانون یا جنگل مین کذا فی العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہے موسر لیسار الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر بخلاف الفطرۃ اُس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سامقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب ہے اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اُس صغیر اور اپنے اُس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور حاکم کی طرف سے مستحب ہے کذا فی الطحطاوی شاۃ بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعلہ او مجموع بذنۃ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاسے وہ دنبہ یا بھیڑ بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہے شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا انکی ضخامت یعنی بزرگی اور بڑا ہونیکے سبب سے شارح نے کہا شاۃ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اُسکا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو تفسیر مصرح ہے تو شاۃ نہ اس سے بدل ہوسکتا ہے نہ اُسکا فاعل ہوسکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر اُسکی یون ہے والضحی بہ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گاے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہے اور وہ تجزی نہین رکہتی قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہین تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولو لاحدہم اقل من سبع لم یجز عن احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہوگی ہم یعنے شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل چہوڑ کر مرگیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب فوت ہوجانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا اُسکی طرف سے قربانی ادا نہوئی اسواسطے کہ جب بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا او تجزی عما دون سبعۃ بالاولی اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجر نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی اخر ایامہ وہی ثلثۃ افضلہا اولہا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنے دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ ذیحجہ کی افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی ویضحی عن ولدہ الصغیر من مالہ صححہ فی الہدایۃ وقیل لا صححہ فی الکافی قال الشمنی للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجحہ ابن الشحنۃ قلت وہو المعتمد لما فی متن مواہب الرحمن من انہ اصح ما یفتی بہ وعللہ فی البرہان بانہ ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شحنہ نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ مواہب الرحمن کے متن مین یہ مذکور ہے کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اُس کی وجہ یون بیان کی ہے کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہے تو باپ اسکا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق تصور ہے
تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا اور اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی قول الاول بقوله واكل منه الطفل وادخر له
حاجته ومابقى يبدل بما ينتفع الصغير بعينه كثوب وخف لا بما يستهلك كخبز ونحوه ابن كمال وكذا الجد والوصى ہے مصنف نے قول اول پر تفریع کی لہذا اس قول سے
اور طفل کہاے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جاے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جاے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ
حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صحح ہو ابن کمال اور ایسا ہی یعنی باپ کی مانند دادا
اور وصی ہے وصح اشتراك ستة فى بدنة شريت لاضحية اى ان نوى وقت الشراء الاشتراك صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک
ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاو میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان
کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روے استحسان کے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اسمیں شریک کر لیا عالمگیریہ
میں ہے اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کی پھر اسمیں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا
ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اسکے ساتھ
شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ مہیا کر چکا اسکو قربت کے واسطے تو بیع اسکی نہوا ممتنع ہے وجہ استحسان یہ
ہے کہ گاہے آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکوں کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اسکو خرید کر لیتا ہے پھر شریکوں کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج میں پڑیں
اور حرج شرعا مدفوع ہے انتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت
خرید کی پھر اسنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا وفى الاشتراك
قبل الشراء احب اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے ويقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاے تول کر نہ
اٹکل کر کے فتاوی خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معه من الاكارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسه
مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پاے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنی ہر جانب میں
کچھ گوشت ہو اور کچھ پاے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پاے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب
جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتها بعد الصلوة ان ذبح فى مصر اى بعد اسبق صلوة عيد ولو قبل الخطبة لكن بعدها احب
اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن
خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی وبعد مضى وقتها لو لم يصلوا لعذر ويجوز فى الغد وبعده قبل الصلوة لان الصلوة
فى الغد تقع قضاء لا اداء زيلعى وغيره اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور
گیارھوین اور بارھوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارھوین بارھوین کی نماز قضا واقع ہو گی نہ ادا کذا فی الزیلعی ہم عذر سے مراد غیر فتنہ ہے
چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر يوم النحر ان ذبح فى غيره اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل
میں وآخره قبيل غروب يوم الثالث وجوزه الشافعى فى الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنے بارھوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے
تیرھوین تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بھی تین ہین اور دونون ایام گذر جاتے ہین چار دن مین اول روز نحر ہے
تشریق نہیں اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہیں اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارھوین بارھوین اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین

یہ ہوں والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اس شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہے تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنے والا شہر میں ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے بخلاف
صدقہ فطر کہ اسمیں مکان فاعل معتبر ہے وحیلۃ المصری ارادۃ التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی
کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے
قربانی کرے کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا تجب علیہ ان ولد فی الیوم الآخر تجب علیہ
وان مات فیہا لا تجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو انکے پچھلے
دن میں تو اسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اسپر قربانی واجب ہوا اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اسپر قربانی واجب نہیں
ہم صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من
قال لا تعاد الصلوۃ الا الامام وحدہ وکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط
نماز پھیری جائے نہ قربانی اسواسطے کہ علماء میں سے بعض عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ہے شہری کذا
فی الزیلعی یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیاں فساد سے محفوظ
رہیں وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کیا جائیگا مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے ہم تقیید
ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر
میں فتنہ ہو یعنی وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی حلبی نے کہا اور یہ معارض ہے اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہیں لکن فی الینابیع لو ضحی بعد الترک من اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس
انتہی لیکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے عمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہیں جب تک زوال شمس نہ ہو انتہی یا فی الینابیع ہم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس سے تدارک کی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول
ویجوز فی بقیۃ الایام قہستانی وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے
باقی دنوں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا لو شہدوا انہ یوم
العید عند الامام فصلوا ثم ظہر انہ یوم عرفۃ اجزأتہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطا فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی
گواہوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت
کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کے واسطے یعنی تاکہ نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے
وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط ہو جانے کے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر
فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو جس جانور کا نذر کی تھی اسکو زندہ خیرات کردے اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا یعنی جسکے ملک میں بکری یا بکرا ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھپر واجب ہے یہ کہ میں اسکو قربانی

کرے گا کذا فی الدرر ولو وجبها التصدق بلحمها اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اسکا گوشت خیرات کر دے ولو نقصها تصدق بقیمة النقصان بیعها اور اگر
اسکو ناقص کر دیا بسبب عیب دار کر دینے کے تو اسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر دے وکذا لو اکل الناذر منها فان اکل تصدق بقیمة ما اکل اور نذر کرنیوالا
نذر کی قربانی میں سے نہ کھائے اور اگر کھائے تو جسقدر گوشت کھایا اسکی قیمت خیرات کرے فرع تصدق علیه بشاة لیضحیها او ما علیه بذلک فهی تبع علیه بیعها اور محتاج نے جانور
خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسکو زندہ تصدق کر دے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اسپر ممنوع
ہوگا اسکا بیچنا شامی نے کہا فقیر کا لفظ عادت ہے یا ذریہ ہم یعنی ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہیں لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کر لیگا تو اسپر واجب ہو جاویگی اور آگے
نہ بیچے کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اسکی بیع کی تو اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون
نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خریدی کی پھر اسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کر لیا اسطرح کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اس حال میں تو پہلی صورت میں
قربانی نہ ہو جاویگی جبتک زبان سے اسکو واجب نہ کریگا ظاہر الروایة میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایة میں یہ کہ نہیں اور
حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہوگی تو اگر اسکو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی
وتصدق بقیمتها غنی شراها اولا لتعلقها بذمته بشرائها اولا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزی فیها اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اسنے
قربانی خرید کی ہو یا نہ خریدی ہو بسبب تعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت سے مراد اس بھیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے میں کافی ہو اور وجوب
عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اسکی قیمت تصدق کرے چاہے اسکو زندہ خیرات کر دے تا اسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے
جمعہ کی قضا فوت ہو جانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لایمکن
التمییز من بعید اور قربانی کے واسطے صحیح ہے جذع یعنی چھ مہینے کا بچہ دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملا یا جاوے تو اس کی
تمیز دور سے ممکن نہو ضان سے مراد وہ ہے جسکے الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعة والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن
ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضحیة یعنی جائز ہے چھ مہینے کا بچہ دنبہ سے قربانی کیواسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہیں
جب تک ایک سال پورا نہو اور دوسرا سال شروع نہ ہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلاثة اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں یعنی غنم اور بقر اور
ابل سے والثنی هو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بھینس سے دو
سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ثم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اس سے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اگر اس سے زیادہ عمر کا ذبح ہو
تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریة والمتولد بین الاهلی والوحشی یتبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے
مصنف نے یعنی اگر اسکی ماں کی قربانی جائز ہے تو اسکی بھی جائز ہے اور اگر اسکی ماں کی قربانی جائز نہیں تو اسکی بھی جائز نہیں فرع من مسائل الحقه شارح نے کہا الشاة
افضل من سبع البقرة اذا استویا فی القیمة واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں والکبش افضل من النعجة اذا
استویا قیمتها اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو الخ اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی
الذخیرة والانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمة اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونوں قیمت میں برابر ہوں والانثی من الابل والبقر افضل حاوی
اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوهبانیة ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمة والله اعلم اور وہبانیہ میں ہے کہ
مادہ بہتر ہے نر سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونوں قسموں میں
مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے ولدت الاضحیة ولدا قبل الذبح یذبح الولد معها وعند بعضهم یتصدق به بلا ذبح قربانی کے جانور نے بچہ دیا ذبح ہونے سے

پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اُسکے ساتھ اور بعضوں کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے کہ صدقہ اوسمیں ہے ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم وجدہا
فالافضل ذبحہما وان ذبح الاول جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال ابن الشحنۃ ان وجبت عن
یسار فکذا الجواب وان عن اعسار ذبحہما یعنی قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو
ذبح کریگا تو بھی درست ہے اور اسیطرح اگر دوسرے کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلی کی
قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضمان دے اور اسکو خیرات کردے اسمیں کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسیطرح کا
جواب ہے جو مذکور ہوچکا اور اگر محتاجی میں خرید کرنے کی سبب سے واجب ہوئی تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی البنایۃ یعنی دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے
کذا فی الظہیریۃ عن الخانیۃ ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے ساتھ اُسکے کہ پیدائش سے جسکے سر پر سینگ نہوں اور خصی یعنی
بدھیا کو اور قربانی کرے اُس دیوانہ کو جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے نہ روکے شامی نے کہا الثولاء بالمثلثۃ اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانہ جانور کو قربانی
کرنا جائز نہیں والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دُبلا ہو تو درست نہیں اسواسطے کہ
گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے علم یعنی کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اُسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دُبلا ہوگیا تو معلوم ہوا
کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی ہے اسواسطے درست نہیں لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا اور جائز نہیں قربانی اندھے اور کانے اور ایسے نہایت
دُبلے جانور کی جسکی ہڈیوں میں گودا نہیں والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اُس لنگڑے کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنیکے مقام تک نہ چل سکے
معلوم ہو کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پاؤں سے چلے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھے تو اُسکی قربانی جائز نہیں اور اگر چوتھے پاؤں کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور
جھکا چلتا ہو تو اُسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اُس بیمار کی قربانی جائز نہیں جسکی بیماری صاف ظاہر ہو ومقطوع اکثر الاذن او الذنب او
العین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلق القطع علی الذہاب مجازا وانما یعرف بتقریب العلف اور اُس جانور کی قربانی جائز نہیں جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ
قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے
سے معلوم ہوتا ہے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ جب جانور ایک روز کا بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اُسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارے کو دیکھا
اور اسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارا دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت
کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا روایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی میں اسی
قول پر فتوی مذکور ہے اور شرح ملتقی میں قاضیخان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل میں داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی
ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں فتوی مختلف ہے او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہو تو اُسکی
قربانی جائز نہیں ہے اسلیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہیں بوچے جانور کی جسکے دانت نہیں
اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اُسقدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھاسکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہوں
والسکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ خلقۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہیں قربانی بوچے کی جسکے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو
اُسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ہم اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اُسکی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابستہا اور اُس
جانور کی قربانی جائز نہیں جسکے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں ولا الجدعاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جسکی ناک

کٹی ہو والمصرمۃ اطباؤہا وہی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جسکے تھنوں کی نوکیں نقاد سے ہوں یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع
ہوگیا ہو ولا التی لا الیۃ لہا خلقۃ اور درست نہیں قربانی اس دنبہ کی جسکے پیدائشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا لا ینضج شرح وہبانیۃ وتمامہ فیہ
اور جائز نہیں قربانی خنثی کی اسواسطے کہ اسکا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان اسی کتاب میں ہے ولا الجلالۃ التی
تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہیں قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اسکے سوا کچھ نہیں کھاتا ہے اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست
بھی کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہے اور اسکی جو بڑھاپے سے
جن نہیں سکتی اور اسکی جو داغا گیا ہے اور اسکے دودھ نہیں اترتا بلا مرض اور جسکی چھوٹی چکتی ہو دم کے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو
کذا فی الطحطاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک
اور اگر قربانی تندرست خرید کی پھر اسمیں وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اسپر واجب ہے کہ اور قربانی اسکے
قائم مقام کرے اگر خرید کرنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اسکے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب
علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں
بخلاف مالدار کے کہ اسپر واجب ہے تو اسکے حق میں کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیب دار ہوجانا قربانی کا اسکے تڑپنے
کے سبب ذبح کے وقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرہا لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشری
اخری فظہرت فعلی الغنی احداہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو اسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے
اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی [illegible] مگر رہ گیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن
الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک
مرگیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت
کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں کے بلا اذن اسکو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اسواسطے کہ ساتواں حصہ
عبادت واقع نہ ہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہ ہوا بعدم تجزی کے سبب کذا فی الکافی وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن واحد منہم لان
الاراقۃ لا تتجزی ہدایۃ لما مر اور اگر چھ شریکوں کے ساتھ ساتواں شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو انمیں کسی کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی
اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر میں یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا
قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید
اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام
محمد نے فوائد میں اور اس باب کے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کردیا اور محمد کی نص [illegible] اسکے مفید ہے کہ نسخ
تو فقط وجوب کی راہ سے ہے والا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور
عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کردیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت
کی لازم نہیں اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بیدلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جاری ہے فرع مسائل شتی ولو ان ثلثۃ
اشتری کل واحد منہم شاۃ للاضحیۃ احدہم بعشرۃ والآخر بعشرین والآخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا

واصطلحوا على ان ياخذ كل واحد شاة يضحي بها اجزاتهم ويتصدق صاحب الثلثين بعشرين وصاحب العشرين بعشرة ولا يتصدق صاحب العشرة بشيء وان اذن كل واحد منهم ان يذبحها عنه اجزاته ولا شيء عليه كما لو ضحى اضحية غيره بغير امره ذبحا بيع اور اگر تین شخصون نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کی ایک شخص نے دس درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے تیس درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینون کی بکریان اسطرح مختلط ہو گئین کہ تینون شخصون سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہین پہچانتا ہے اور تینون نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اسکے حکم کے تو اسپر تصدق لازم نہین کذا فی الینابیع ہم ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر نقصان کا احتمال نہین لہذا اسپر کچھ تصدق بھی نہین ویاکل من لحم الاضحیة ویوکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکه لذی عیال توسعة علیهم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے انپر کشایش کرنے کے لیے ہم مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی مین اقارب اور دوستون کی ضیافت کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اس قربانی مین ہے جو مسنون ہو اور اگر قربانی نذر مانکر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنے والے کو اسکا کھانا اور مالدارون کو کھلانا حلال نہین خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر مین تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہین کذا فی البدائع والعالمگیریة وان یذبح بیده ان علم ذلک والا امر غیره وشهدها بنفسه ویامر غیره بالذبح کیلا یجعلها میتة اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اسکے ذبح کرنے کا امر کرے تاکہ ناواقف قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یون کہہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک له جان رکھ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو مین ستر گنا ہو کر رکھا جائیگا کذا فی الطحطاوی وکره ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانه لیس من اهله اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتا ہے کذا فی الدرر وتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دسترخوان اور ڈول بناوے او یبدله بما ینتفع به باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل سکے لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراهم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہوسکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اسکے چنانچہ روپیہ یا پیسہ یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البیع مع الکراهة وعن الثانی باطل لانه کالوقف مجتبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیون سے تو اسکے ثمن کو تصدق کر دے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کے مانند ہے کذا فی المجتبی ولا یعطی اجر الجزار منها لانه کبیع واستفیدت من قوله علیه الصلوة والسلام من باع جلد اضحیته فلا اضحیة له ہدایہ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے

اُسکی بیع کے مانند ہی اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اُسکی قربانی نہ ہوئی
کذا فی الہدایۃ ویکرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی القدسی
لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے رونگٹے اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اُس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو
اُسکو خیرات کر دے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اُسپر کوئی چیز لادے اور نہ اُسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کر دے کذا فی حاوی القدسی
امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اُسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہی بخلاف ما بعد حصول المقصود کیونکہ بعد ذبح کرنے کے صوف کا
کترنا درست ہی بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ
کا دوہنا درست ہی ویکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہا للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین زیلعی اور مکروہ ہی نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح
کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہی اور فقیہوں میں سے بعضا فقیہ وہ ہی جسنے صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہی مالدار کے
واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اُسپر مخصوص قربانی متعین نہیں ہی کذا فی الزیلعی ولو غلطا اثنان وذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علے
ما دل علیہ قولہ غلطا اذ لو تعمدا فیکون کل واحد وکیلا عن الاخر دلالۃ ہدایہ قال ابن الکمال فظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وقولہ عن صاحبہ صح استحسانا بلا غرم اور
اگر دو شخص غلط کاری کیں اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہی باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف ہی
کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا
وکیل ٹھہر جاویگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا اسواسطے یہ بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہی ابن کمال شارح ایضاح نے اور
صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اُسکے مالک کی طرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ
سوائے زفر رح کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہی کہ ذبح مالک کی طرف سے ہو فقہیہ اور حلبی وتحالان ولو اکلا ولم یعلما ثم علما ہدایہ اور دونوں شخص باہم حلت کی
درخواست کریں یعنے معاف کرا لیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ و
تصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دیوے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے

قلت وفی اوائل القاعدۃ الاولی من الاشباہ لو اشتراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزاتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا
ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدے کے اوائل میں یہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک شخص نے جانور
خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اُسکو ذبح کر ڈالا بدون اُسکے اذن کے سو اگر مالک نے اُس مذبوح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا
تو اُس کے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اُسکا تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور یہ اُس صورت میں ہی جب کہ غیر شخص
نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اُسپر تاوان نہیں ہی انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر کما یصح لو ضحی
بشاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہی اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا
تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اُسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہی لیکن غاصب
گنہگار ہوا غصب سے تو اُسپر توبہ اور استغفار لازم ہی اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہی اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہی بلکہ کفر
لازم نہیں آتا ہی جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نجانے گا کذا فی الطحطاوی کما لو باعہا جیسے بیع صحیح ہی اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اُسکی قیمت
کا تاوان دیگا وکذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا ہدایہ لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دیوے اسکی قیمت کا اُسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے مالک کے تاوان دینے سے
غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہین امانت
کی بکری کی اگرچہ اُسکے مالک کو تاوان بھی دیوے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب
ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اُسکے غیر ملک مین قلت وظاہرانّ العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشترکۃ فلیراجع مین کہتا ہون اور ظاہر یہ
امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اسواسطے
کہ وہ مضمون بالدین ہے اور ایسے ہی مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جاوے ہم
بدائع مین عاریت کو ودیعت کے مانند صریح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور
کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہین خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو
شخصون مین سو دونون نے ہم انکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز بلا مخالفت ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً
فروع مسائل فقہ شارح کے قول اضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ہم طحطاوی نے کہا شاید کسی
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی مینڈھے شاداب سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان فی الاثر بہا خانیہ والاصح وجوب الکل لایجابہ ما للّٰہ من جنسہ ایجاب شرح وہبانیہ ایک شخص نے دس قربانی کی
نذر مانی تو اُسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اسکا ذکر
ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے سبب واجب کرنے نذر کے اُس چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہے
کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے
ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اُس نذر کا جسکے ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اس
کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے شاتان مشترکتان بین رجلین ضحیا بہا جاز بخلاف العتق لعدم تجزیۃ النفس لا الرقیق بھیڑ بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے انکو قربانی کیا تو جائز ہے بخلاف
آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے تقسیم کے نہ رقیق کے یعنی تقسیم فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونون قربانی
ٹھہرینگے اور بعضون نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہما ولو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان
الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر
گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے
ارکان کہ انمین سے فرض تو اسی قدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اُسکو طویل کردیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع
اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ہم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی شری اضحیۃ وامر رجلا بذبحہا فقال ترکت
التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری الآمر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر
ایک مرد کو اُسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین نے بسم اللّٰہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اُسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنے والا اُس قیمت سے
اور قربانی خرید کرے اور اُسکو قربانی کرلے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اُسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نہ رہے ہون تو اُسکی
قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیۃ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما او ظن ان آخر

احد بہا ثمنی حرمت وفی التعلیم لغیرانہ قال ای شاۃ لاتحل بالتسمیۃ مرۃ بل لا بد ان یسمی کلیہما مرتین اور خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ
کیا سو دیا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے مین اور اسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو
ایک شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہوجائیگا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہی
تو یون سوال کیا جائے کہ کون بھیڑ بکری ہی جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہ ضرور ہی کہ اسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال
؎ ای ذبح لا یحل فیہ ان تکتفی بذکر ذی التنزیہ + فاجبت عنہ بالغرض فانا لا نراہ شرط لا نرتضیہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
اور وہ نظم یہ ہی کون ذبح ہی جسکی حالت مین یہ ضرور ہی کہ دو بار ذکر کیا جاے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جاے سو اسکا جواب دے نظم سے
اسواسطے کہ ہم شرط کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب ؎ خذ جوابا بالنظم کما تبتغیہ من فقیہ مروی عن فقیہ + خیر الدین نے کہا تو مین نے
جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہی فقیہ سے ؎ ہی شاۃ فی ذبحہا اشترک اثنان +
فکلاہما الذکر شرط کما نرویہ + فذاک ذبح قصاب وضع الید + مع الصاحب الذی یرتجیہ + وہ بھیڑ بکری ہی جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوئے تو دو بار
نام خدا ذکر کرنا شرط ہی جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہی جسنے ہاتھ رکھا اپنے اس صاحب کے ساتھ جو اسکی امید رکھتا ہی یا
خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہ ہوسکے ؎ فعلی کل واحد منہما + ان یذکر اللہ جل عن تشبیہ + تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب
ہی یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہی تشبیہ اور تمثیل سے وفی الوہبانیۃ وشرحہا قال ؎ ولو ذبحا شاۃ معا ثم واحد + اخل بسم اللہ فالشاۃ تحجر اور
وہبانیہ اور اسکی شرح مین کہا اور اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہوگئی یعنے حرام واجب الترک ہوگئی ؎
وان یشتری شیاہا ثلثا ثلاثۃ + واشکل فالتوکیل بالذبح یشہر + اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنے تینون شخص اپنی اپنی بکریون
کی شناخت مین حیران ہون تو ذبح کا وکیل کردینا کا شہرت پذیر ہی ہم شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے
مین وکیل کرین سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہی اور غیر کی بکری ذبح کی اسکے اذن سے تو بھی جائز ہی ؎ وکیل شراء الشاۃ للضان یشتری + ویصح خلاف العکس
والقول یحصر + خرید شاۃ کا وکیل اگر ضان یعنے بھیڑ خرید کرے تو صحیح ہی برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور ماننے کی اثر
مین وکیل نقصان اٹھاوے گا وجہ صحت یہ ہی کہ شاۃ اسم جنس ہی ضان اور معز یعنے بھیڑ اور بکری دونون کو شامل ہی برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا
سو اسنے شاۃ بصرف الضان یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فتاوی عالمگیریہ مین ہی کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل
نے خرید کی اور درہم سکے پانکنے کے واسطے ایک درہم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ؎ ولو قال سودا فغیر صح لا + او اکان
فی قرنا عینا فغیر + اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ کا سے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہی اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی کی خرید
تغییر کی تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ؎ فیتعین
من نذر العشر الزموا + بتصحیح ایجاب الجمیع محررا + علما نے دس قربانیون کو لازم کیا ہی اس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی
کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول پر یعنے صحیح قول یہ ہی کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہوچکا ؎ وعن میت بالامر لزم تصدق
والا فکل منہا ونعم المحرر + اور اگر قربانی ہوئی میت کی طرف سے اس کے امر سے تو لازم جان اسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی میت
کی طرف سے تو کھا اس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہی ؎ ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا + وعن ابہ فی حقہ وہو اظہر + اور صغیر کے مال سے
تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہی اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ مین ہی چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ

مین مذکور ہو چکا ہے وواہب شاۃ رابح فیہ فذبحہا فیجزیہ عن کلیہما ویوجبہ اور بکری کا ہبہ کرنے والا اُسکے ذبح ہو جانیکے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہو گی اُسکی طرف سے جسنے اُسپر قربانی کی اور اُسکو ثواب ملیگا ہم یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اُسکو ایک بکری ہبہ کی سو اُسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہو گی اور اُسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۔

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنے اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ہم مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اُسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ اُسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہے اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور اُنسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب مین اُسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک و بد کہا ہے مناسبت ظاہرہ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حا معہلہ و ظاء معجمہ لغت مین عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے ہم یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والحظر ضد المباح والمحظور ضد المباح کی ہم یہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی غیر مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہوں کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب ہم مباح وہ ہے جسکا کرنا اور نہ کرنا مکلفین کو جائز ہو یعنے شارع نے اُسکے کرنے اور نہ کرنے کی کامل لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہان البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاقتباس عدم ثواب اور عذاب وہ درصورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے دوزخ کے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ہم حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اُسکا ترک فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا اور امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اُس سے حرام مراد رکھتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اُسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہوا اسکو مکروہ کہتے ہین اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنے اُسکے کرنے والے پر عتاب نہین لیکن اُسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے ہم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اُس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی

چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی یا یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا احتمال نہین یہ مفید الیقین ہی اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہی جسکا ثبوت قطعی ہی اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہی اور یہ مفید ظن ہی اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہی جسکا ثبوت ظنی ہی اور دلالت مقصود قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہی جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب ہی اور گاہ سے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی مین گھوڑون کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہی کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسے سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین ولیکن اسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہی انتہی ما فی الزیلعی ہم حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محروم ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہوسکیگا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہی کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہی اور اسکو حلال نہین کہا ہی کیونکہ اسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہی اور اسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصہ مقام یہ ہی کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہی کیونکہ انکے نزدیک قطعی بھی حرام ہی اور ظنی بھی اور دونون کا مرتکب معاقب بالنار ہی اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہی اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاقب ہو نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی نہین ہی کذا فی الطحطاوی من تدا الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہی اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اسپر لازم ہو ہم حدیث مذکور یہ ہی قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیوجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعھا العبد الی فیہ کذا فی منح بلا لیہ یعنے حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی یہان تک کہ اس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہی حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار مین ہی اور منتقی مین ہی کہ جو شخص مردار نہ کھاوے مخمصہ مین یا روزہ رکھتا جاوے اور نہ کھاوے یہان تک کہ مر جاوے تو وہ گنہگار ہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے اور بعضون نے کہا کہ تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبایع آدمیون کی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یندفع الانسان الہلاک عن نفسہ کھانا فرض ہی لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرسکے و ماجور علیہ و ہو مقدار ما یتمکن بہ من الصلوۃ قائما و من صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یحب کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہی جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اسقدر کھانا ہی جس سے آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی ادائے فرض سے ضعیف ہوجاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہی قلت وفی الملتقی بالعین الفرض بقدر ما یندفع بہ الہلاک ویکون معہ الصلوۃ قائما انتہی فتنبہ مین کہتا ہون اور تعبین التبیین مجمعہ مین یون مذکور ہی کہ اسقدر کھانا فرض ہی جس سے ہلاکی دور ہو اور اس کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام الملتقی تو خبردار ہوجا علم اسقدر کھانا اسواسطے فرض ہی کہ اگر فرض عبادت ادا نہین

ہوسکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوتہ اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو، وحرام عبر فی الخانیۃ بکرہ وہو
ما فوقہ ای الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی
اتنا کہانا کہ کہانے والے کو گمان غالب ہو کہ اُسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اُس کو مکروہ کہا ہے
یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی مین کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ہم زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے
اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہے کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہین جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ
کے تین حصے کرے ایک تہائی کہانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت مذاہب انہین ہین جو بہت پیٹ کو بھرتے تہین
ابو داؤد نے روایت کی ہے اور جو شکر کرے کہانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او
لئلا یستحی ضیفہ او نحوہ کذا کہ آسودگی سے زیادہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہین ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اُسکا مہمان نہ شرماوے
یا مانند اسکے کسی اور غرض سے کہانا درست ہے حرام نہین ہے ہم عذر کو چنانچہ زیادہ کہانا قے کرنے کے واسطے حرام نہین انس بن مالک صحابی طرح طرح کے
کہانے کہاتے تھے اور قے کر ڈالتے تھے سو اُنکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیۃ والخانیۃ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہین
تھوڑے کہانے کی اسقدر ریاضت کرنا کہ اُس سے عبادت سے ضعیف ہو جاوے ولا باس بانواع الفواکہ وترکہ افضل اور طرح طرح کے میوون کے کہانے مین
کچھ مضائقہ نہین اور اُسکا ترک افضل اور تکثیر یعنی اتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے ہم مگر حاجت کے وقت کثرت
اطعمہ سرف نہین ہے چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہین کہا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے یا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کہاوے جیسے قوت ہو اور اُسسے عبادت پر قادر ہو یا
مہمانون کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیان رکہنا حاجت سے زیادہ بیہودہ
صرف ہے ہم مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمدلہ آخرہ وغسل الیدین قبلہ وبعدہ ویبدأ بالشباب قبلہ وبالشیوخ
بعدہ ملتقی اور کہانے کے وقت سنت ہے کہانے سے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اُسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتھ دہونا اور کہانا
سے پہلے جوانون کے ہاتھ دُہلانے سے ابتدا کیجاوے اور کہانے کے بعد بڈہون کے ہاتھ دُہلانے سے ابتدا کیجاوے کذا فی الملتقی ہم اور اگر اول مین بسم اللہ
کہنا بھولے تو یون کہے بسم اللہ علی اولہ وآخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اُسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہین اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو
ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کہانے سے فراغت کرین اور اُسکی سنت مین ایک ہاتھ دہونا یا دونون ہاتھونکی انگلیان
دہونا کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتھ بند دست تک دہونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دہو کر رومال سے پونچھنا نچاہیے اور بعد از طعام پونچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل
ہو جاوے بلکہ سوس سے ہاتھ دہونا اگر اُسکا اثر اسمین باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضی خان مین لا باس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام مین اُسلے اور شتو سے ہاتھ دہونا امام اور صاحبین سے
منقول ہے اور تعلیم جمیع مواضع مین مستحب ہے اور لائق یون ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اُسمین استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے
کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نہ کہاوے اور نہ اُسکو سونگہے اور نہ اُسکو اور پانی کو پہونکے ہان اگر پہونکنے مین مانند اُف کے
آواز نہ نکلے تو پہونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اُسکو کہانا یہ سب امور مذکورہ
سنت ہین راہ مین کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے مین کچھ مضائقہ نہین اور کہانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایان ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے الکل من
العالمگیریۃ تتمۃ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اُنکے جمیع مرغوبات کی خواہش کرا رہے نہ جمیع شہوات کا
روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کہاوے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کہاوے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہے بخلاف الطبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو ہر طرف سے جا سکتا ہے اسی طرح اگر طبق مین الوان الطعام ہون تو ہر طرف سے
کھانا درست ہے حدیث مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھکو شیطان سے آزاد کیا اور
امام احمد کی روایت یون ہے کہ رکابی اسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے
روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی اُنکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اُسکے اکرام سے یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی رکھے
کھانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کھانا دینا اُسوقت مین جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اُسکا حال جانتا ہو اُسکو اتنا کھانا دینا فرض ہے جسقدر
سے وہ خروج اور ادا سے عبادت پر قادر ہو اور اگر طلب خروج پر قادر تھا سو وہ مرگیا اور کسی نے اُسکو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اُسکا حال جانتے ہونگے سب گناہ مین شریک ہونگے
اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اُسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اُسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدھی
کا گوشت اور اُسکا دودھ یعنی پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے بخلاف مالک کے کہ ہم کراہت بیمار وغیرہ کے حق مین ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودھ
حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابی یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گائے
یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہے گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہے ہم ہدایہ
مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ
ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کھانے والا جانور بند کر رکھا جائے یہانتک
کہ اُس کے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جائے اور حبس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے موجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے
چار دن اور اونٹ اور گائے کے واسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ
یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کھاتا ہو اسطرح کہ اُسکا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے
دودھ سے اسواسطے کہ اُسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودھ اُسکا غذا ہوا وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے اُسکا کچھ اثر باقی نہین رہتا ہے ہم اور اسیطرح جو کھیت
نجاسات سے سینچے جاوین تو اُسکا کھانا مکروہ نہین ولو سقی ما یزول بہ لحمہ فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصیدۃ شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو
شراب پلائی گئی پھر وہ اُسی وقت ذبح کیا گیا تو اُسکا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید مین شرح الوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب
من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون
کے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو
سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کھاؤ اُنکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پھر
جب کھانا پینا انمین منع ہوا تو اسی طرح اُن برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال
بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومراۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اُنکی سلائیون سے
اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکے مکروہ ہے ہم ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی سینی
اور سلفچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ
بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر وصب الماء والدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی کحیلۃ
وہو ما حرر فی الدرر قاضیخان یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اُسوقت ہے جب کہ اُنکو ابتداءً استعمال کیجیے اُن کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

ذکرین کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہیں تو اگر کھانا نقل کیا جاوے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی
یا تیل کف دست میں ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اسکو استعمال کرے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے
درر میں تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے هم درر میں یوں مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہیں انکا استعمال اسوقت حرام ہے جبکہ
انہیں ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاوے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوئے ہیں کہ اسیطرح مستعمل ہوں اور اگر انہیں ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ
میں لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اسواسطے کہ اسمیں ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر میں یعنی علامہ نوح آفندی نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال
چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب میں یہ حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتوں کو فقط زیور حلال ہے
تو ورای زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہیں کذا فی الطحطاوی هم ہر چند درر کے موافق فتاوی
عالمگیری میں محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال لوصفیحۃ والجوشن والساعدین
منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ میں چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے کراہت
سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا باوانی متخذہ من ذہب او فضۃ وسریر کذلک وفرش علیہا من دیباج ونحوہ فلا بأس بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی
اباح ابوحنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اس صورت میں ہے جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور
اسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اسپر دیبا اور مانند اسکے فرش کرنا تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ
اسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اسپر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر
والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل اور
بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں مٹی کے برتن رکھے اسکی زیارت فرشتے کرتے ہیں کذا فی الاختیار هم ظاہرا
کراہت اسوقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور علاوہ اسکے خست دونوں موجود ہیں اسواسطے کہ وہ مٹی کے
برتن ہیں لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہیں کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام
شافعی کہ انکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین و منقش ہو ساتھ
چاندی سے فارسی میں اسکو سیم کوب کہتے ہیں ہندی میں بدرا اور جڑاؤ هم منح الغفار میں مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی میں مرصع ہے اور قہستانی میں مزین بالفضۃ ہے
اور ابویوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا
پانی برتن پر ملا ہے جو جدا نہ ہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے اسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی
والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین
پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر لیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن میں پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا
رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اسکے مانند میں بھی بدن جدا رکھے هم اجتناب فم کا اعتبار ہے اجتناب ید اور باقی کا نہیں چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور
جوہرہ میں مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب
او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مراۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی برتن میں چاندی سونے کے پتر جڑے ہیں اس کے استحکام
کے واسطے اور اسی طرح جو چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے هم فتاوی عالمگیری میں ہے کچھ مضائقہ نہیں

کھانے پینے کا ظرف نہ بنے اور مفضض مین جہان سونے چاندی پر ترکیب ہے اور اسیطرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور
اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور دیگی اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہے بشرطیکہ اسپر قعود نہ واقع ہو اور
ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات مین ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعلہ فی المفضض فی النصل سیف و سکین او فی قبضتھما او لجام
اور رکاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوتھی مین یا ان دونون کے قبضے مین یا لگام یا رکاب
مین کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ مین ہم کافی مین ہے جبکہ چھری کی کوتھی مین اور تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین ہے کذا فی الطحاوی وکذا الکتابۃ الثوب بذہب او فضۃ و فی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب تجعن
والتاقی یکرہ الکل اور اسی طرح درست ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی مین ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہین
اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہین ہم امام اعظم کی دلیل پر حدیث ہے جو بخاری مین انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا
تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت مین ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس مین
چاندی کا پتر چڑا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام و رکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یخلص فصلا
عنہ فلو تمنعہ عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہے یعنی جس چیز مین چاندی سونا علحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھیرا
ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہین ہو سکتا تو اسکی
کی نقصان نکمت کا کچھ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول الکافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ
بکسب خبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا
کہ مین نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی
المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی
اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت
اور حرمت مین یعنے وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہے نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول
ہے معاملات مین خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت
اور مضاربت اور رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہے لیکن بالیقین صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اسپر عمل کرے
اور اگر گمان غالب نہ ہو اسکے صدق کا یا شک ہو تو اسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین
چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک
ولو انثی والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ بہدیہ پہنچانے مین خواہ غلام نے
یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو والاذن سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا
اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج مین ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر
نے دوسرے شخص کے گھر مین داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یون ہے کہ اس سے لوگ باز نہین
رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رایہ صدقہم فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لا باس ببیعہ ولو نحو زبیب و

علاوہ صبی مبیع لان الظاہر کہ یہ وکالت نہیں اور اذن تجارت میں سراج میں اسکی قید لگائی ہے جبکہ اسکی راے میں انکا صدق غالب ہو تب قول مقبول
ہے تو اگر صبی صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا
قصد کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا لائق نہیں ہے واسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اسکا پورا بیان سراج میں ہے ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال شتاب
رہتے ہیں تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اسکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے
منگوایا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن فقہا کے اطفال پر یہ اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرة وقوعها اور فاسق
اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہ ہے کہ معاملات میں ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں
عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو واسطے کہ عدالت کی شرط تفا مستجمع کیا جاتا ہے کہاں اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اسکو نوکر رکھے اور لوگوں کے
(کما لا یخفی ۱۲)
پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع
(جامع ۱۲)
ہیں تو اسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اسمین فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی کما اذا اخبر انه وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منه ان
غلب علی الظن صدقه کما مر یعنی آخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے میں تو اس سے اس کا
خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے کے گمان میں اسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے آخر میں بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدل فی
الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور شرط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات وہ امور ہیں جو بندے اور اللہ جل علا کے درمیان
واقع ہیں ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور صبی کے قبول کرنیکی اسمین کچھ
ضرورت اور حاجت نہیں کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ولو عبدا او امة جیسے نجاست پانی کی خبر سے
تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ
غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسة الماء وخبر المستور ثم یعمل
بغالب ظنه اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ
کہیں کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اٹکل کرے کہ ظن غالب پر عمل کرے نہ انکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رأیه صدقه وتوضأ وتیمم فیما
اذا غلب علی رأیه کذبه کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اس صورت میں جبکہ اسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور
تیمم کرے اس صورت میں جبکہ اسکو گمان غالب ہو اسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اسمین زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرة تیممه بعد الوضوء احوط اور جوہرہ میں ہے اور اسکا
تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمین اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحاوی واما الکافر فاذا غلب صدقه علی کذبه
فاراقته احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصة والخانیة
ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے واسطے کہ کافر کی اسکی
خبر ملزم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقته لم یجز تیممه بخلاف خبر الفاسق لصلاحیته ملزما فی الجملة بخلاف الکافر میں کہتا ہوں
کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اسکا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم
مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہیں ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی
یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دے گا یعنی مسلم کی

خصوصیت میں تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ و عدل بنجاستہ حکم بالطہارۃ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر
دی اور دوسرے متقی نے اسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں دوصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا
ہم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونون خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتفسیر الغایۃ فی اوان طاہرۃ
ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاہر تحری وبالعکس او السواء لا الا للعطش اور غلبہ معتبر ہو ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم مل گئے اور ذبوح
جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا ذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اُنکل دوڑاوے
اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف
مین گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب تحری مطلقا اور کپڑون مین ہر طرح گمان غالب معتبر ہے خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر
عورت مین کپڑے کا کچھ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا
ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو ولعب یا راگ
ہے تو بیٹھے یا کہاوے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دسترخوان پر نہو اور اگر خلاف شرع دسترخوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وہ ہو یا بلکہ نکل جائے
ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قرآن مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نصیحت کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کہانے کا نام ہے جو زوجین کی
ملاقات کے بعد ہوا اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت
دعوت مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے
لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ اُسکے فسق سے راضی نہین اور اسی طرح
اسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لیئے سے تو دعوت قبول کرے اور کہاوے اور اگر اُسکا غالب مال
حلال ہے تو اُسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اُسکے مکان پر گیا تو جو اُسکے ذمہ پر تھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کہاوے یا نہ کہاوے نہ کہانے سے کچھ حرج
نہین اور کہانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد نہ دم ہے یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہیے تو خصوصاً اہل علم کو اُسکی دعوت
قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی التطاوی مختصراً فان قدر علی المنع فعل پھر اگر دعوت مین گیا
اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ہم یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو شخص
خلاف شرع دیکھے تو اُسکو اپنے ہاتھ سے مٹادے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اُسکی بُرائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہ ہوسکے تو دل سے اُسکو بُرا جانے اور یہ ضعف الایمان ہے
والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر اُن لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتداء پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدا نہ
خاص ہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہو کر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین ہم اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکل جاوے اور نہ
بیٹھے اسواسطے کہ اسکے بیٹھنے مین عیب لگتا ہے دین مین ہم اور اسمین معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اُس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور
جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین صبر کیا تو یہ اُنکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم او لا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان
ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب پہلے معلوم کرجاوے تو اصلا وہان نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت
کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اُسکے کذا ذکرہ ابن کمال ہم نجانیکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اُسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراج
ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہین ہم طاہی سے مین مستغنی

ہیں بموجب حدیث کے نزدیک ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیراندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں
گھس جاسکتے بدون اُنکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے ہم یعنی ہرچند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب اُن لوگوں نے خلاف شرع کے
ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کردی تو اُنکی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عبد اللہ
بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جکذیہ قلت وفی البزازیہ
استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح
الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ [illegible]
وفیہا ذکر الفسق نکرہ انتہی میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور پاس بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اُس سے لذت لینا
کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب
یہ ہے کہ کنارہ کش ہو جاوے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان کے سوراخ میں داخل
کر لیا تھا اسکی سماعت کے وقت اور بزازیہ کے اشعار اگر انمیں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی ما فی البزازیہ او لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی
النہایۃ یا تلذذ بسماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ فائدہ ومن ذلک ضرب النوبۃ
للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء
الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر
نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اُسکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کے واسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز
اور صور کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی
قبروں سے اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اُس شرح میں ہے جو میں نے ملتقی الابحر پر تعلیق کی ہے ہم شرح ملتقی میں شارح نے کہا مستحب مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا
جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور دوسرا اجتنبیہ میں ہے دف بجانا اسوقت درست ہے جبکہ اسمیں جلاجل یعنی جھانجھیں نہوں اور اسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تتمہ پہلا گانے والا ابلیس
کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اسکے سامنے ناچنے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار
گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا یعنی متکبر زمین میں اتراتے اور تبختر
کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور سجاوت اور اترانا ہوتا ہے اور وغیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص
منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جسکی حرکات لرزش کے مانند
ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کبھی حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے
سبب کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور جو قوم
سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور وجد
تو ابن نووی شیخ میں مصری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اُسکا وجد پہونچ جاوے کہ اگر اُسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اُسکو کچھ خبر نہ ہو اور درد [illegible] الم کی
انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا سے مجرد کا کتاب الشہادات میں مفصل مذکور ہو چکا فلینذکر

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے
کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنے اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کا
کے چنانچہ سنت میں صحیح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس سوا اسکے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرت سے یعنے جو نہایت
نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الٰہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور
مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحرم لبس الحریر ولو
بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا
حریر یعنے ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیفہ یہ ہے کہ
ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہو جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح میں
ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیفہ قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا
کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ کلبدن
دریائی اور تافتہ اور اطلس اور مختار ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور
بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت
مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی
پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر ولو فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگر یہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے
امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی ضرب سے
بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر
نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئیں مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور
بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں ہم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ
وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسطہ فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں
مشرح بیان ہے ہم اسکی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں خلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر
مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے علم کا
طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں
تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ
اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے
بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل پگڑی کا مذکور ہے نہ علم ان
ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا
اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر کرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی

اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اس قدر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبیٰ العلم فی العمامۃ فی موضعین
او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبیٰ میں ہے کہ نقش ونگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہو یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا
کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
عمامۃ علیہا علم من فضۃ قدر ثلاث اصابع لا باس ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبیٰ میں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش ونگار ہو
چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش ونگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ تکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت
بہذا ثبت کراہۃ ما اعتادہ اہل زماننا من القمص الیمنیۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پیراہن کے اطراف میں ریشمی کپڑا ہو میں کہتا ہوں اس سے
ثابت ہو گئی کراہت اسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے یمنی پیراہنوں کے پہننے کی ہم طحطاوی نے کہا یہ روایت خلاف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری
وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ علماء فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے عینی نے
نے کہا یہ حدیث صحیح میں اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے اور آستین دیبا کا گریبان سیا تھا اور اسکے دونوں چاک
دیبا سے سیئے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اسکو لیا اور حضرت اسکو پہنتے تھے ہم اسکو دھو کر بیماروں کو پلاتے ہیں کہ اسکی
برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب یعنی گریبان اور دونوں آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیئے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں
یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیئے تھے حضرت اسکو دشمنوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی ما فی العینی
مختصرا وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم ملا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یخالفہ
اور مجتبیٰ میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں حکم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبیٰ مصنف نے اپنی شرح میں
کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو وصاحب درر غرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید طول وعرض مجتبیٰ کے مخالف ہے
وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی
زماننا انتہی قلت قال شیخنا واظن ان المراد بہ الرایۃ والمعقود علی الرمح فانہ حلال ولو کبیرا لانہ لیس بملبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال
ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف رحمہ نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے
اس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانہ میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع
ہو گیا یعنی ربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ہم روایت کی بشر نے عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے
کپڑوں میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع
ہے اور اسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو
جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہر یہ ہے کہ خلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین
حاصل نہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ہو ما سداہ ولحمتہ ابریسم شرح وہبانیۃ للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ اور مسہری
میں دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر ستر رقیق وغشاء والناموسیۃ لانہ لیس بلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام پتلا پردہ
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علحدہ رہتا ہے قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے پردہ

پیچھے کے واسطے لینے چھپرکھٹ اور مسہری کا اور بچھانا مسہری پشہ خانہ وللشارح الوہبانیۃ فقال سعدی کلۃ الدیباج فالنوم جائز وفی القنیۃ والملتقی والمسطرۃ اور شارح
وہبانیہ نے اسکا نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے اور ریشمی چھپرکھٹ میں سونا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی میں یہ جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منہا ای من الدیباج
وہو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہیں اسواسطے کہ
وہ مستقل اور جدا گانہ چیز ہے بخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور
اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو یعنی مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی
سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر
تو درست ہے والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے
واختلف فی عصابۃ الجراحۃ ہو ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف ہے زخم کی ریشمی پٹی میں کذا فی المجتبیٰ ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کے مانند وفیہ لا باس ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبیٰ میں ہے کہ مسلمان کو
اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنی مکان میں الماس وغیرہ کا چھت
پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ میں ہے کہ فقیہوں کے واسطے عمامہ طویل باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من ابریسم لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا
باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر کے سبب سے میں کہتا ہوں اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن المنتقی لا باس بعروۃ
القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ میں ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہیں پیراہن میں ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے
پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہیں وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ
کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے کی گھنڈیوں میں وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا اشکل فقد رخص الشرع
فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ
ہے سونے سے علماء نے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے
انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ میں ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسیطرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں
جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت میں یعنی خیاطت مراد ہے اور
حالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کفت ہے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا
ثابت ہے اسمیں چاندی سونا مذکور نہیں تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصرا ہم وباللہ التوفیق قاموس میں یہ مذکور ہے
کہ کفۃ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لپٹا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین
دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم وحل توسدہ وافتراشہ
والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر
سونا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے
لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہیں حلت کے

قول میں کذا فی الطحطاوی واما جعلہ دثارا او ازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک
مکروہ ہے کذا فی السراج ھم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی
چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع وتحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ
فکانت ہی المعتبرۃ دون السدا اور حلال ہے شرع جسکا تانا ریشم ہو اور اُسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہو چنانچہ کتان یا اسی کی چھال کا یا روئی کا
یا خز یعنے دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ ہی وہ بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا
نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان الاصح اعتبار اللحمۃ کالعلم من الدرر
بل فی المجتبیٰ ان اکثر المشایخ افتوا بخلافہ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی
کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں پوشیدہ نہ رہے کہ بانے کا اعتبار کرنے کا
قول مرجح ہے چنانچہ غرر سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبیٰ میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشایخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہے یعنے برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتویٰ
دیا ہے ھم ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا
غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع المراد منہ غیر القز انتہی قلت ہذا کان فی زمانہم
واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز سے مراد غیر قز ہے اور خز وہ دریائی جانور کا صوف ہے انتہی میں
کہتا ہوں اور یہی اطلاق خز کا صوف پر قدما سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیہ
تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل عکسہ فی الحرب فقط
فلو رقیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے
بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونے کے سبب کذا فی السراج
ھم فقط اجماع کا قول محل نظر معلوم ہوگا واما الخالص فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک
لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ھم جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور صاحبین حلال نہیں
اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمیں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر یہ ہے کہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں یوں ہے کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے
اسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک کے باعث سے انتہی تو جب حریر خالص مطلقاً صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ
میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہو کیونکر جائز نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب
میں کہتا ہوں اور میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو
حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وحشوہ خز وظاہر المذہب عدم جمع التفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کانہ قز فقط فاما
اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور
حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اون کی ہے اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب
ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش ونگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہی مافی الحاوی

اور یہاں سے استفادہ ہوا اس قول کو جو ان لیا ہے میں کہتا ہوں اور تقریر عنقریب معلوم کر چکا ہے کہ علت اور حرمت میں باندھنے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نمود داری کا بنا بر قول
فافہم […] تو اسکو دیکھ لے یعنی اگر ریشم کا کپڑا ہے کہ تانا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر
للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہو یعنی دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے
سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ریشہ نگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مردوں کو ان کا رنگ بھی
مکروہ ہے […] شامی […] میں ہے […] ایک لباس ہے اسکا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لا یکرہ للنساء مردوں کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا
رنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں ہے اور زعفران کے باقی رنگوں میں مرد کے واسطے وفی المجتبی
والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا باس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ
میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے اسواسطے کہ لا باس کا کلمہ اکثر ترک اولی میں مستعمل
ہوتا ہے کذا فی المنح […] سرخی […] جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو جیسا کہ لاکھ اور […] اور آل اور […] کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ
فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ میں ثوب احمر کی حرمت کی تصریح
کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور
تحریمی کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام میں ایک رسالہ ہے
اسمیں آٹھ قول مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے امام اعظم رح سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی الملتقط
ومن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اسکے سوا میں الا بخاتم ومنطقۃ
وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد
نہ کرے یعنی وہ آرائش […] مضائقہ نہیں ہے کمر بند کا جسکے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتہی ظہیریہ میں ہے کہ اگر
[…] چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگاوے اور حائل […] جملہ حلیہ سیف ہے ہر چند کہ بند اور
حلیہ […] کا درست نہیں لیکن چاندی […] درست ہے […] کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لا یحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل یحل اذا لم
یبلغ عرضہ اربع اصابع وفیہ […] ولا یکرہ فی المناطق حلقۃ حدید ونحاس وعظم […] حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی میں ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا حلال نہیں جسکا بیچ
دیبا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا ہو […] پیٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے
پہننے کا حکم […] ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت
رفع ہو گئی تو […] اور لوہے […] کچھ حاجت باقی نہیں فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص
وزجاج وغیرہا تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہ کا بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت
باقی نہ رکھی […] سرخسی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے یہ گفتگو حلقہ انگشتری میں ہے اور نگ میں تو
بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ
یہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داود والترمذی والنسائی لبعض الشافعیۃ […]
[…] درست […] اذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز وتمامہ

اسکو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ والاولی تعلیلہ بالرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر
اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرفہ بالف ولام تاکہ اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو
ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسیطرح کا کلام ہے اسکے مابعد میں یعنے تنظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی میں کہتا ہون اور قرینہ مقام مغایرت کے واسطے کفایت
کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی لنظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے
زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا ہون نہیں تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ ایک
مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے اپنے کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام الزاہدی تو قہستانی کی غلط
فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ہم زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگرچہ اسپر کپڑے ہون بشرطیکہ کپڑے سے اسکا حجم معلوم ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم
ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو شخص عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہان تک کہ اسکی ہڈیون کا حجم ظاہر ہو جاوے تو وہ
شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوا اس چیز کے جو
ہو بین اسکی ناف کے ہے اسکے گھٹنون کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور وجہ التشریح ہے اور ناف
عورت نہیں ہم عورت غلیظہ ہمال اور پشیزہ ہے اسکے بعد ران اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کھلی
دیکھے تو اسپر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب سے یعنے اگر نہ مانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن امتہ التی تحل لہ
وطیہا فخرج الجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبے ولکن بالمضافاۃ فانہ لا یحل لہ وطیہا وینظر الیہا قہستانی
قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جسکی قربت اسکو
حلال ہے فرج کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی
اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب حرام ہے نکل گئی اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم
بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبے اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض وارد ہوتا ہے اس عورت کا جسکا حیض اور
پیس ایک ہو گیا ہے پردہ پھٹ کر کہ اسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی میں کہتا ہون اور کاہے یون جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ
قاعدہ مذکورہ اکثری ہے کلی ہم لونڈی کی حرمت مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ خواہ وہ مان ہو یا بیٹی زیلعی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی
شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہو جاوین گدھون کی مانند کذا فی الطحطاوی
ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ
فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے نیخوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی
ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اسنے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی
حلال نہیں بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو ہم محرمات نسبی جیسے مان بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی جیسے دایہ اور اسکا اصول اور فروع
اور خوشدامن والا لا وان اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کی طرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکھے مرد اپنی
محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الایۃ وذلک المذکور
مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور تفسیر محارم میں اصل اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ عورتین اپنی زینت کو ظاہر نکرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور

عورت چھپی ہو تو غیر محرم مرد دیکھا کرے یہ حکم اس وقت ہے کذا فی الطحطاوی وبیان ان لفظہ لا فی اقل القہستانی ویکرہ بالاحتیاج الیہ زائدۃ فتنبہ اور جو بہرہ کی آزاد
مذکورہ سے ظاہر ہوگیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنے ویکرہ بالاحتیاج الیہ آگاہ رہنا ہم یعنے اگر لا کا لفظ زائد نہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت
ہو اور حالانکہ چہرہ سے مذکور رہو جیسا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولا یمس فی ذلک ای ما حل نظرہ اذا اراد الشراء وان خاف شہوۃ للضرورۃ وقیل لا فی
زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اسکا چھونا یعنے جسکا دیکھنا حلال ہے اسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا
خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ہم یعنی اگر لونڈی
کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت واما یلفت حد الشہوۃ لا العرض علی البیع فی ازار
واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اسکو بیچ کے واسطے پیش کرنا چاہیے ایک تہبند میں جو
ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہو وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبی الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ
قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافرہ ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ
اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیۃ ہم قدم
اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے
اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ
نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا
فینظر لوجہہا وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمہ اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو
فقط اسکا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں اسکے پاس جایا کرے بدون اسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور
امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ
والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے
چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر درصورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا
اور ہمارے زمانہ میں نوجوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض وشاہد
یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو
دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور
یشہد میں لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اسکا نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو
اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضائے شہوت
کے واسطے بالقدر الامکان امر صحیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ
دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضائے شہوت کے قصد سے ہم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت
سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا
چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وشرائہا ومداواتہا اور اسیطرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے

فینظر الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرہا علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اسواسطے
کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ہمارے شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہو ولیکن
اسمیں نفع ظاہر منفعت ہو اس طرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت ایسی غالب ہو جسکا تلف
ہوجانے کا خوف ہے تو حلال ہو ورنہیں تو حلال نہیں کذا فی الحاوی وکذا النظر الی الختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے
ہم سے حبیبہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو نیچا رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہ ہوسکے تو فقط ایک بیماری کی جگہ پر کفایت کر
اجازت عام نہ سمجھے وینبغی ان یعلم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا
علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر سہل تر ہے غیر جنس سے ہم عورت کا علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خان کے اس بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہو وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت بسلیقہ تعلیم سے علاج
نکرسکے اور خوف ہو شدت درد و ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ بچاوے سوا اس جگہ کے اور اسمیں محرم اور غیر محرم
عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسواسطے کہ اعضاء عورت کا دیکھنا حلال نہیں محرمیت کے سبب بھی و تنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل عورت
مسلمان ویسے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے اسواسطے کہ
ضرورت داعی انکشاف ہے آپس میں مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے درست نہیں وقیل کالرجل
لمحرمہ والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج
وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ عورت کو شہوت نہو کا
خوف نہو فان لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح فی الفصلین تتارخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت
ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت
یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الی المضمرات
والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت
کی طرف نظر نہ کرے سوائے چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبی ہم اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں سے بیان
کریگی تو اپنی چادر یا اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو اپنی شرمگاہ مشرک یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز
النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانۃ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقلامۃ ظفر رجلہا دون یدہا مجتبی اور جس عضو کا
دیکھنا جائز نہیں قبل انفصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زیر ناف عورت یا مرد کے
اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانوں کا ناخن تراشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفیہ النظر الی ملاءۃ
الاجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبیٰ میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرہا او
شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والنامصۃ والمتنمصۃ النامصۃ التی تنتف
الشعر من الوجہ والمتنمصۃ التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو
یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑواوے اور جو گودے

تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مالک پر حق ہو گئی سو اگر پھر وہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آوے گی تو صاحبین کے نزدیک اُس پر استبراء واجب ہوگا انتہی تو یوں جواب تفصیل
ہے کہ اگر غنیمت سے وہ جاریہ مراد ہی جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اُسکو نہیں لے گئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح
[illegible] کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی ورد المغصوبۃ اذا لم یبعها الغاصب فانه [illegible] اور جاریہ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبراء واجب نہیں ہے بلکہ اُسکو غاصب نے
بیچ ڈالا [illegible] اور اگر غاصب نے بیع کی اور پھر التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نجانتا ہوگا تو مالک پر
استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو بصورت عدم جماع کے استبراء نہیں اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستاجرة وفکت المرهونة
لعدم انتقال الملک اور جاریہ مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہونے کے سبب یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک
زائل نہو گئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعها بخیار وفسخت ثم البائع بخیاره لعدم خروجها عن ملكه اور اگر بیع کو
توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جاکر اور مشتری نے اُسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے
سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہیں اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولده وقبضت ان لم
یطاها المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اُسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اُسکی قربت نہ کی ہو [illegible]
یعنی کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا [illegible] استبراء کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی
وکذا لو طلقها الزوج قبل الدخول ان کان زوجها بعد الاستبراء فان قبله فالمختار وجوبه زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر
استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء مختار و پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ
شری معتدۃ الغیر وقبضها ثم مضت عدتها لم یستبرئها لعدم حل وطئها للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور
اُسپر قبضہ کیا پھر اُسکی عدت منقضی ہوگئی تو اسکا استبراء نہ کرے اسواسطے کہ اُسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت ہم
صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاسکے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اُسکی وطی حلال نہیں انتہی اتقانی نے شرح طحطاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت
وفات ہو یا طلاق اور اُسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اُسپر استبراء واجب نہیں ہے اگر عدت قبل از قبض منقضی
ہوگئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبراء کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربها فی طهرها ذلک والا لا یفعلها
[illegible] اور کچھ مضائقہ نہیں اسقاط استبراء کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اُس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا
حیلہ نہ کرے اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت
معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور بصورت قربت محمد رح کے قول پر فتویٰ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں کو حلال
نہیں کہ ایک عورت سے اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اُس طہر میں قربت نہ کی تو یہ نہی متحقق نہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم جواز ظاہر ہے
تو وہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وهي اذا لم تكن تحته حرة او اربع ان ینکحها ویقبضها ثم یشتریها فتحل للحال لانه بالنكاح لا یجب فاذا اشترى زوجته
لا یجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حیلہ جسوقت کہ اُسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرے اور اُسپر قبضہ کرے پھر اُسکو خرید کرے
تو وہ جاریہ اسیوقت اُسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اُسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہوگا ہم قبل خرید کے
قبض اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قبض بعد خرید کے ہو تو استبراء اسقاط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں طلاق
مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا ہے کہ قبض شرط ہے

نہ دخول اور مشہور قول شمس الائمہ سرخسی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول توضیح تنقیح ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و نقل فی الدرر
عن ظہیر الدین انہ یشترط ان یطأہا قبل الشراء اور ذکر وجہ اور درر میں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خریدنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہے کہ وجہ مذکور
یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو پھر خریدنے سے نکاح باطل ہوجاویگا پھر جب کہ
وقت نکاح نہ رہا تو استبرا واجب ہوگیا اسکے سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان یزوجہا
البائع او غیرہ ممن یثق بہ کما یجیء قبل الشراء او ان یزوجہا المشتری قبل قبضہ لہا فلو بعدہ لم یسقط ممن موثوق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اسکی نکاح میں حرہ ہو تو اسکے
بیان ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جس پر اسکو وثوق ہو طلاق دینے کا چنانچہ اسکا ذکر
آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کی قید اس لئے کہ اگر بعد قبضہ کے نکاح
کردیگا تو استبرا ساقط نہ ہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہا او بیدہ یطلقہا متی شاء [illegible] جاریہ کا نکاح کردے کسی شخص سے اس شرط پر کہ جاریہ
کی مختار ہو یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اسکو طلاق دے اس وقت کہ بائع یا مشتری [illegible] کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق دیگا ثم یشتری
الامۃ و یقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول لانہ بعد قبض المشتری [illegible] پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور قبضہ کرے [illegible] بائع کے
مشتری جاریہ پر قبضہ کرے در صورت [illegible] مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا الحاصل اگر اسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ
اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری کے اس مرد سے جسکے طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے تو استبرا [illegible]
اسلئے کہ اسنے غیر کی منکوحہ خریدی اور اسکی وطی مشتری کو حلال نہیں تو استبرا نہیں پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو اب مشتری پر حلال ہوگئی اور [illegible]
حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبرا کا سبب ہے تو استبرا واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اسپر قبضہ کیا پھر زوج نے
قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبرا واجب نہ ہوگا بعد قبضہ کے اور اسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اسوقت استبرا کا
یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایۃ قیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رحمہ اللہ علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یوہب لہ
فقال یشتری نصفہا و یوہب لہ نصفہا ملتقط اور بعضوں نے کہا جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو
قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیجائے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طور سے بات
صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہوگیا او یکاتبہا المشتری لعلہ بعد الشراء او قبل القبض کما افادہ اطلاقہم وعلیہ
فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثاً کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا
قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ار التقیید المذکور فیہ یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے
چنانچہ شعر اطلاق قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے اور یہ جب اسکے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے
بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہو اور اگر بعد قبض اسکا نکاح کردے تو استبرا ساقط نہ ہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق
مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کرینگے یعنی اگلا قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن
سے تصریح ہے تقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا
برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کرلے ہم کہتے ہیں یوں جواب یا ہے شارح کو کہ شرنبلالیہ نے نقل [illegible] نقل نہیں کی تو عبارت
اسکی مجموعہ ہے چند کتب کا تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی [illegible]

شہوت سے نہیں ہو جیسے ہم نے فقیہ ابو جعفر سے اسکے او بزرگی کے سبب سے کا م ہے فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہو جیسے ایک سامنے دوسرے مرد کے ہاتھ کو بوسہ دے
فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز و تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریۃ وکذا معانقتہ فی ازار واحد اور مباح کرو وہ ہو مرد کا مرد سے معانقہ لیعنی گلے سے گلا لگا کر
ملنا ایک تہمد مین لیعنی اگر تہ اور انگر کہ یا بدن پر نہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت مین معانقہ مکروہ ہو کہ جب با شہوت ہو اور مراد یہ ہو
کہ ہر شخص پر تہمد ہو اور یہی مراد نہیں کہ دونوں شخص ملکر ایک تہمد مین ہون اسواسطے کہ یہ تو صاف حرام ہو اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہو کہ انس سے مروی ہو کہ کہا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم مین سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انحنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں
ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہان انتہی اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار
مین ہو اسکے ساتھ تاکید ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہو جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ میں حدیثیں
مشہورہ سے ثابت ہو کما یاتی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں بوسہ اور معانقہ کرنے مین ایک تہمد مین
ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ وعلیہ المتون اور اگر ہر ایک کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بلا کراہت کے باجماع جائز مین
اور ابو یوسف کے جائز ہو اور اسی قول کو صحیح کہا ہو ہدایہ مین اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین ہم حدیث مین ثابت ہو کہ جب جعفر طیار فتح خیبر کے روز حبشہ سے آئے
تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور اُنکے دونون آنکھون کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے
اور کافی مین ہو کہ اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے آپنے ہی ابو ذر سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا کہ سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ کیا
کیا وہ مکہ معظمہ مین تھے جب ذوالقرنین وہان وارد ہوئے پھر جب ابطح مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ابراہیم علیہ السلام ہین تو ذوالقرنین نے کہا کہ مجھکو سوار ہونا
لائق نہیں اس شہر مین جہان خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور انسے
معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم مین عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہو اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہو
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی مین ثابت ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ جاز بالاجماع اور حقائق مین ہو
کہ اگر بوسہ دینا بر وجہ نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہو کالمصافحۃ ای کما یجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنے معانقہ جائز ہو جیسے مصافحہ جائز ہو اسواسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہو بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اسکے گناہ جھڑ جاوینگے ہم یہ حدیث معجم طبرانی مین حذیفہ بن یمان سے یون مروی ہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہو اور اسکا ہاتھ پکڑتا ہو اور مصافحہ کرتا ہو تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کی
پتیان جھڑ جاتی ہین اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع ہو کہ جو دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونون کے
گناہ بخشے جاتے ہین اور ترمذی مین عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہو کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہو تحیہ کی یعنے سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واللہ اعلم
تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا لیفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ
وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشئ توفیقا فتأملہ ومصنف کا اطلاق یعنے بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ
اور مجمع اور ملتقی مین وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کہ مفید ہو جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہو یعنی
مباح اور بدعت حسنہ ہو چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار مین بیان کیا ہو اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابون مین ذکر کیا ہو اور اسی پر
محمول ہو جو شارح مجمع نے نووی سے نقل کیا ہو کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ حمل کرنا توفیق کے واسطے ہو سو تامل کر اسکو یعنی لیس بشئ کو اباحت پر

بدعت حسنہ پر اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف ہے اذکار نووی مین یون ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگون کی عادت ہے تو اسکی شرع مین
اسوجہ خاص سے کچھ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نہ کرنا بعضے وقت کے کرنے کو
مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ
فیما علقتہ علے الملتقی اور قنیہ مین ہے کہ سنت مصافحہ مین یہ ہے کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین
کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنے انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو
اسواسطے کہ اسمین ایک رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور ہے شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین اور شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے خود ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ
مصافحہ الصاق صفحۃ الکف بالکف اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہے تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل
وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور
جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد کیساتھ ایک کپڑے مین
اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم یعنے ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ
عشر سنین یجب التفریق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی
المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہے
بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کر دو انکے بسترون مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہے کہ جب چھ برس کو پہونچین یعنے جدا کرنا چاہیے
کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے ہم بستری مع التجرد ہے ایک لحاف مین والا جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ
حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبیٰ مین ہے کہ لڑکا جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان
عورت کے مانند ہے جیسے مسلمہ کا بدن سوا چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہین ویسی ہی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ
وجہۃ الختان امام اعظم رحمہ سے روایت ہے کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اور جہت اسکی ختان ہے یعنے جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حمامی کو
ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت مین ہے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریہ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل
الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے
مگر در صورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنے ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اسکو خرید کرکے اس سے اپنا ختنہ کروا لے اور
اگر بڈھا مسلمان ہوا اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولے
جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا الا ان یمکنہ سے صواب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہے والا لم یفعلہ الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ فتختنہ
والظاہر فی الکبیر یختتن ویکفی قطع الاکثر ہم ظاہر مذہب کبیر السن کے حق مین یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہے حصول سنت مین ولا بأس
بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچھ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر ہم بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت
ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگو یہ تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیۃ مین اول کراہت
تقبیل مطلقاً اور یہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین کا کہ لا بأس ہے مطلقاً اور قول ثالث تفصیل یعنے اگر دوسرے تبرک کے واسطے ہے جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا
ہاتھ چومنا تو اسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہے اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل

غیر متبرک ہے غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور یہ قول خاص ہے یعنی اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے شرح ہدایہ میں
کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہو اسکی تقبیل بھی جائز ہے و نقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم
المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ یہ تو قول آئندہ میں
داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں و السلطان العادل وقیل سنة مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں بھی مضائقہ نہیں
اور بعضوں نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی ہم تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم
لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپکا دست مبارک چوما اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسیکو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت انکے واسطے
اٹھکر کھڑے ہو جاتے تھے اور انکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور
ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام انپر جھکے اور انکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید و رجل ثابت ہوئی اور سر اور گردن کی اور احادیث سے ثابت ہوا و تقبیل ما بین العینین
عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے
حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا و تقبیل راسہ ای العالم اجود کما فی البزازیہ اور چومنا اسکے سر یعنی عالم کے سر کا بہتر ہے کذا فی البزازیہ طحطاوی نے کہا
شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصة فیه ای فی تقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم و عادل ہو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ و اکرامہ جاز وان
لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوا عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اسکے
اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیه قدمه و یمکنه
من قدمه لیقبله اجابه وقیل لا یرخص فیه کما یکره تقبیل المراۃ فم اخری وخدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیہ مقیدا بالتقبیل ایک شخص نے عالم یا
زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے تو اسکو عالم یا زاہد مان لیں یعنی چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی
رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منھ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول البعض صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو
مقدم ذکر کیا اجابت پر قال و ما یفعله الجہال من تقبیل ید نفسه اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصة فیه صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جاہل کی عادت ہے اپنے ہاتھ چومنے کی
جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمیں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل ید صاحبه عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ملاقات
کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی یہاں کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی
العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانه یشبه عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرنے والا
اور جو اس فعل سے راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار رہیں اسواسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ یہاں سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی وہل یکفر ان علی وجه العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر بوجہ
عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیة اور سلام کے کرتا ہو تو کافر نہ ہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط
میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے ہم طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ بغرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے
شہوت پرستی کے لیے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کمزور لوگوں کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف ہے یعنی اسکی غرض دینی ہے

نہ غرض دنیاوی الوہبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم مسمی نظما اور وہبانیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا
ہوجانا آنے والے مسافر کے لیے جیسے جائز ہے کھڑا ہوجانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر میں یہ بات نظم میں آویگا اور شرنبلالی نے کہا میں کہتا ہوں کہ
کلام قیام میں تفاوت ہے سو بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابوداؤد کے کہا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم صحابہ کھڑے ہو گئے
تو فرمایا کہ کھڑے مت ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ کے واسطے چنانچہ
ابوداؤد و ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اسمیں تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہے جب لوگ قرآن پڑھتے ہوں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہو پھر اسکے پاس کوئی شریف
جاوے تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنے والا عالم ہو یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اسکے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام جائز نہیں انتہی اور صحیح فتاوی الطائی میں ہے قیام
قاری کا جائز ہے جبکہ کوئی شخص زیادہ تر عالم یا اسکا استاد جسنے اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اسکے والدین آویں اور انکے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ
آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہے
خصوصا جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ انکے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہیں چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہے
اور اصحاب کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اسواسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہوجانا عرب کی عادت نہ تھی اور جبکہ سعد آئے تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو صحابہ کو لیکن اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی الطحطاوی فائدۃ قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ للوالدین
علی الراس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبھۃ وقبلۃ الشھوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضھم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ
قلت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدہ اقسام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا محبت اور پیار کا فرزند کے لیے گال پر
اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کا
منہ پر اور چومنا تحیہ اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کے واسطے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور
کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہے وفی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ
انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجھہ اور قنیہ میں ہے متعلقات مقابر کے
باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے
کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب اور فرمان ہے میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز
فحرر الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا تقبیلہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا تاباہ اور
روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پاؤں سے روندنا مکروہ ہے نہ اسکا
چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا
چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث میں مروی ہے او التقبیل من جملۃ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ
فان اللہ اکرمہ اور حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالے نے اسکو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف
المخلوقات کا قوت اسکو مقرر کیا ہے

فصل فی البیع یہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعضے احکام میں ہر مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا چاہیے جبتک کہ خرید و فروخت کے مسئلے دریافت
نہ کرے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کسکی نہیں زمان سابق میں یہ حال تھا کہ قوم ترک بازاروں میں خرید فروخت کرتے تھے اور انکا اکثر مال حرام ہے اور

جواز اور عدم جواز دونوں صورتیں ہیں وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی بر قول اصح اسواسطے کہ فاسق مسلمان ہے
گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چارپایہ جانوروں کا یہانتک کہ بلی کا بھی ہم
خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاوے ہندی میں اسکو بدھیا کہتے ہیں واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجوں سے خدمت لینا اور انکو
عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ انسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوجے خصوصاً چند امور
میں اول یہ کہ مسلم کی صلب سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ انسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی تادیب میں زبردست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آزردہ رہتے
کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی التحفۃ والفرس
بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا خصی کرنا حرام ہے حکم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک خصی کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں
وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے میں فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہ ہو تو حرام ہے یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کو خصی کرنے میں فائدہ
حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہ ہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کما فی القہستانی اور گدھا چڑھانا
گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے خچر لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی والرجل یطاہر لا بالنجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے
علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہو ہم دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ تسمین بدن کے واسطے سنن ابو داؤد میں
ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے
دوا نہ کیجیو کذا فی العینی وکذا اکل تداوی لا یجوز الا بالطاہر لا بالنجس اور ایسے ہی علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بالمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم
ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب اسکو خبر دے کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور
کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہ پائے ہم ذخیرہ میں ہے ایک بیمار نے طبیب سے شراب پینے کو کہا علمائے بلخ کی ایک جماعت نے کہا انتظار کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا
ہو جائیگا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں تمرتاشی میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ
طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسمیں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمیں جلد شفا ہوگی تو اسمیں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ

قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء ودل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ
العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جسکو تم پر
حرام کیا مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقینا بالاتر و معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی
و دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا
کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور ایسے ہی عطش شدید میں شراب پی لینا بقدر رفع عطش مہلک کے درست ہے
اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس وقت اسکی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگرچہ اعتقاد ہو کہ شافی
اللہ تعالی ہے اور دوا کو صرف سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب
قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب
یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی ابواب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں
بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغ نہیں دیتے اور افسون

نہیں کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اسکا کرنا توکل کے مخالف نہیں بخلاف سبب موہوم کے اور اسکا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہیں
بہ خلاف ترک سبب قطعی بلکہ کبھی اسکا ترک علاج افضل ہوتا ہے اسکے فعل سے بعض احوال میں بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ میں ہے ظہیریہ سے ایک شخص کا
پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھیں جوش میں آئیں سو اسنے دوا نہ کی یہاں تک کہ نا توان ہوکر مرگیا تو اسپر گناہ نہیں اور اگر بھوکا رہا اور اسنے نہ کھایا باوجود
قدرت کے یہاں تک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ کھانا بالقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہے یقیناً تو اسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک
کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہیں یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہیں ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا سینگیوں سے ہر شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ کے
بہتر اور نافع ہے اور سترھویں تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ میں ہے کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیوں سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اسکی
خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ میں ہے کہ عورت کے دودھ کا ناک میں لینا مرد کو اور علاج کے واسطے پینا درست ہے لیکن ظاہر اخلاقی میں ہے کہ اجزاء آدمی سے
نفع حاصل کرنا جائز نہیں خلاصہ میں ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہے جبکہ اسمیں سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اسکی درست ہے اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اسمیں شفا ہے پیشاب اگر
تو اسکا پینا درست ہے مجتبیٰ میں ہے کہ لڑکوں کا داغنا مرض سے اور علاج حیوانات کا داغنا انسانی کے واسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ قرآن کے افسون کرنے میں
اختلاف ہے یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ میں لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن میں لکھ کے دھونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور شعبی کے نزدیک
مکروہ ہے خزانۃ المفتین میں ہے کہ نوروز کے ایام میں کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازوں پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اسمیں اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہے اور
مجوسیوں سے مشابہت ہے اکل من العالمگیریہ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال
یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال ہو یعنی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اسمیں سے لینا حلال نہیں یعنی ہے واسطے کہ وہ غیر کا مال ہے
اسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ واہلہ فی کل زمان ولو غنیا فی الاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر رزق سے کیا
تا معلوم ہو کہ مقدار اسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اسکی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح
میں ہم اسواسطے کہ اسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہے وہذا لو بلا شرط ولو بہ فالاجرۃ محرم لان القضاء طاعۃ بل من افضل
الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین لیحرر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو
اور اگر بشرط ملے ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اسکا اجارہ
جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہیں میں کہتا ہوں اور کیا قضا میں متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہیں اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا
کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہے کہ جسکے نزدیک تعلیم قرآن اور فقہ مخصوص ہے جواز اجارہ سے تو قضا وغیرہ طاعات میں اجارہ
جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم فی
زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل الفساد وبہ یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اسکا سفر کرنا بدون محرم
کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ میں تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیوں کا جائز نہیں اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن کمال
وجاز شراء مالا بد للصغیر منہ وبیعہ لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم ای کنفہم والا لا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اس چیز کا
جو اسکے واسطے ضرور ہے جیسا کہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اسکا یعنی صغیر کے واسطے ضروری ہے جائز ہے اسکے بھائی اور چچا اور ماں کو اور اسکو جسنے
لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش میں ہو اور اگر انکی پرورش میں نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہیں وجاز
اجارۃ لامہ فقط یعنی حجرہا کذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولم ارہ فیہ ودیانی متنا بانیا فیہ قنیہ اور فقط اسکی ماں کو صغیر کا اجارہ دینا

جائز ہے اگر اسکی پرورش مین ہو اور اسیطرح لاوارث لڑکا پانے والے لڑکو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو شرح مجمع کی طرف
نسبت کیا ہے اور مین نے اسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہے تو آگاہ رہیو ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مصنف زیلعی مین ہے قدوری کی
روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرورت ہے اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے وکذا العم عند الثانی خلافا للثالث اور اسیطرح صغیر کے
چچا کو اسکا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک ہم یہ شارح کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ
شرنبلالیہ مین یون ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور اسکی ماں اسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت
ہوگئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرت مسمّی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہوگیا وصح اجارتہ ابوہ وجدہ وقاض ولو بدون اجر المثل فی الاصح کما یعلم من الدرر قبیل ہم اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا باپ
اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم
انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور جائز ہے شیرہ انگور کا بیچنا اس شخص سے جسکو بائع جانتا ہے کہ
اسکی شراب بنا دیگا درست ہے اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنی شیرہ مین نشہ
نہین جو اسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اسکی حقیقت بدل کر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ
ہے گناہ کی اعانت کی سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے مینڈھے اور اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے
اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے برہان مین ہے کہ
شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ باہم مددگاری نہ کرو گناہ
اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے واحل اللہ البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہے کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن
اہ من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور
مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہین اور مسلمان شراب ساز سے تو اسکی بیع مکروہ ہے اور اسی کے مثل جوہرہ اور باقانی وغیرہما
مین ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ
تقوم بعینہ برخلاف بیع امرد کے اس شخص سے جو غلام کرتا ہے اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اسی چیز سے
قائم ہوتا ہے بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ
قلت وقدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع
مین مذکور ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین مین باب البغاۃ
کے اندر مین کہتا ہون اور ہم وہان باب البغاۃ مین ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر
بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تاکہ تناقض دفع ہونے کے واسطے ہم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ
اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنی نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز
ہے ہم کنیسہ عبادت خانہ یہودیان فارسی مین اسکو کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہے نہ اعادہ بعد ہدم الہدم مع انفاق ہے نہ کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مزدوری کرے

تو لا باس ہے اسواسطے کہ فقط عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب لادنا
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ اُسکے حامل بھی ہے
امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل کبھی شراب کے گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد
کرے شمس الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصرہا لقیام المعصیۃ فیہ اور شراب ٹپکانے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ
معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار والقری فی غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا وخص
سواد الکوفۃ لان غالب اہلہا اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت
الثلثۃ زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اسمیں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے سواے قریات مذکورہ کے
بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجاے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہونیکے سبب اور قریات کوفہ میں یا
اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اسلئے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی
قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی حصر امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر لہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں معصیت
نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اُسمین مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم
وجاز بیع بناء بیوت مکۃ واجرتہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقدمر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی
قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں ہم وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرہان فی باب العشر ولا یکرہ
بیع ارضہا کبنائہا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ
لا باس ببیع بنائہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ
میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قال ابوحنیفۃ اکرہ اجارۃ
بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم اہ فلیحفظ قلت وبہذا
یظہر الفرق والتوفیق وہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیۃ
فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ
کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتارین اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ یعنی برابر ہے اسمیں رہنے والا
اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اسی سے
فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم
حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اُترے جہاں اُسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے
سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جائز نہیں کیونکہ بیگناہ کو تکلیف دینا ناحق ہے اور یہی حکم ہے
لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وقبول ہدیۃ تاجر او اجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولا تجارت کرتا ہو

اور اُسکی دعوت قبول کرنا اور اُسکا جانور عاریت لینا درست ہے ازروے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ اُسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہے لیکن
بطریق استحسان کے درست ہے تاکہ اہل معاملہ اُسکی طرف رجوع کریں اور سوداگری اُسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کا
تحفہ قبول کیا اُنکے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اُسکے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای
قبولہ ہدیۃ العبد ثوبا واہداؤہ النقدین لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہے اُسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا
اُسکا مکروہ ہے بعدم ضرورت کے سبب یعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہیں واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحریم بعد خمسۃ عشر اور
خصی یعنی خوجہ سے خدمت لینا مکروہ ہے ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہے خواہ باہر خواہ گھر میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہیں
بلکہ اُسکا جانا گھر کے اندر عورتوں میں مکروہ ہے اگر اُسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او برا لخوف ہلکہ لو بقی بیدہ
یشترط لیأخذ منہ متفرقا منہ بذلک الدرہم او لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وہو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقراض یعنی روپیہ
یا گیہوں بقال کا جیسا کہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اُسکے پاس رہے یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اُسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا اور
اگرچہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہے کہ وہ اسی لیے دیتا ہے تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض ہے جس
مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ہم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہے اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہیگا خرچ ہو جائیگا
تو بقدر ضرورت اندک اندک اُس سے لیا کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے
اسواسطے کہ معروف مثل مشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اُسکی سواری پر سوار نہو مگر اُسوقت جبکہ
ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہے کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہے
ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ فلو اودعہ لایکرہ لانہ لو ہلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھا اور اُس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ
نہیں اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاے بقال کے پاس تو اُسپر تاوان نہیں ہم جب ودیعت میں ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نہ ٹھہرا وکذا لو شرط ذلک
قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ
ہم مجتبی اور فتاوی میں اسکی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض میں شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے
دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اُسکے قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اسمیں نفس عقد میں منفعت شرط نہیں کذا فی
الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہے ہم یہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اُسکو نردشیر کہتے ہیں کذا فی القاموس
قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہے ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت
نردشیر کی حدیث مرفوع میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور عینی نے اسمیں صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویحل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح
شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اسکو فتحہ نہیں دیا جاتا مگر نہایت کم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل
اُسکی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لہو لعب ہے اور ان ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث متفق علیہ میں ثابت ہے خارج ہے کذا فی العینی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں نوبت کا
سلطنہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہے اور فقط باطل کا ایسا استیلا ہے کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور چیزوں کا کیا ذکر ہے واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ
ونظمہا شارح الوہبانیۃ فقال ولا باس بالشطرنج وہی روایۃ عن الحبر قاضی الشرق والغرب یوسف اور شطرنج کو مباح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک
روایت میں اور اُسکو نظم کیا ہے شارح وہبانیہ نے سو یوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں شطرنج میں اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرق غرب کے قاضی سے

نہ کہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے ف م خانیہ مین ہے کہ غیر نبی پر صلے اللہ علیہ وسلم پڑہنا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ
(اللہم صلے علے فلان) مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا کر یون کہنا (اللہم صلے علے محمد وعلے آلہ واصحابہ) جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال
صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجاے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی و کرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق
تعالے اور مکروہ ہے یون کہنا دعا مین بحق رسلک یعنی بحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک
و تعالے پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالے پر واجبا ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہے یہان تک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت
ہے چنانچہ حصن حصین مین حدیث ثابت ہے (اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک) اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ
درست ہے قال تعالے (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ ف اور
اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر تو اسپر یہ کرنا لازم نہین اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنے واجب نہین مستحب ہے فی المختار اذا قال
ابن المبارک سال لوجہ اللہ او بحق اللہ لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات مین ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے
صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اسنے تعظیم کی اس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی
پروردگار جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیہا اقرأ القرآن ولا تعمل بہ خیر یا یثاب علی قراءتہ
لکن یصلی و بعضے اور مختارات مین ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اسپر عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہو اور گناہ کرتا ہے
یعنے اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع سئلہ لحقہ شارح کاہل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا
قیل نعم وتمامہ فیبیل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات
کے پہلے مذکور ہے ف م جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا و عدم ریا کے سبب سے
کذا فی الطحطاوی و کرہ احتکار قوت البشر کتبن و عنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ اور احتکار یعنے بند کر رکھنا آدمی کا قوت جیسے گیہون انجیر اور انگور
اور بادام اور جانورون کا قوت جیسے بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر مین جہان کے لوگون کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو ف م احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی
یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جس کا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار
ثابت ہوتا ہے بہ دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث
الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ف م یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ
اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر مین بیچنے کو لاوے تو وہ
مرزوق یعنے اسکی روزی مین برکت ہے اسلیے کہ لوگون کو فائدہ ہوتا ہے دعا مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بد خواہ خلائق ہے لہذا اسپر لعنت ہے اصطلاح
شرع مین احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر مین خرید کیا ہو اور لوگون کو ضرر ہوتا ہو
حبس سے یعنے اگر اور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو
تو وہ مکروہ نہین ف م ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنے جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلیے کہ اسنے
اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے ف م تلقی جلب یعنی شہر سے نکل کر بیوپاریون اور بھرتی لانے والون سے غلہ مول لینا اگر
مضر ہو شہر والون کو تو درست نہین اور نہین تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والون سے نہ چھپاوے والا تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

کذا فی الہدایۃ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ رادعا لہ وباع
القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اسکی اور اسکے گھر والوں کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اسکی زجر اور تنبیہ کے واسطے اور قاضی اسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور
صاحبین رحمہم اللہ کے بقول اصح ہم ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن در صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک
اخذ الطعام من المحتکرین وفرقہ علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ وہذا لیس حجرا بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وفاقد الملاہ تناولہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی
عن الاختیار واقرہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو ذخیرہ کرنے والوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر
جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اسکے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ ایسا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو اور ویسے
اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اسکو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ بلا خلاف
وبجلبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اسکے غلہ کے حبس سے کہ لا دیا ہو دوسرے شہر سے بخلاف
ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اسکا خالص حق ہے کہ عام اسمیں متعلق نہیں تو مثال اسکی [illegible] احتکار نہیں
کہ اہل شہر کا حق اسمیں متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت اتفاقی ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ
صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اپنی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لایا ہو شہر کا
غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو ضرر نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ جو صاحب ہدایہ نے مجاوب کو ذکر کیا ہے ابو یوسف کے نزدیک یہ مسئلہ نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو قسم مختلف فیہ میں داخل کیا ہے قدوری
کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو مجاوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایۃ مختصرا وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لاکر بند کر رکھنا احتکار مکروہ
ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اسمیں متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرا دینے والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشائش
اناج کی اسیکی طرف سے ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے طالب نہ ہو کہ ظلم کرنے کا
خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن
القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اہل الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش
کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دو چند قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں در صورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے
وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے کہ جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے
اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے
کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے کذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بنقصانہ

فی الخبز لا اللحم لشہرۃ سعرہ عادۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان
بھر لے روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہے برخلاف گوشت کے کہ اسمیں شہرت نہیں ہوتی مگر یہ تفصیل
مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان بھر لے اسواسطے کہ ہر وقت کا مشہور ہے کذا فی الزیلعی
وفیہ قلت وافاد ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبہ صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامۃ فیسعر علیہم الحاکم بناء علی ما قال
ابو یوسف فینبغی ان یجوز ذکرہ القہستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقرر فتدبر میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان
اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اسکو صریح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں
ظلم کریں تو حاکم انپر زیادتی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت
ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرے یکرہ امساک الحمامات ولو فی برجہا ان کان یضر بالناس
بنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہیں بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے
مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑ آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والا عتیادہ ان یتصدق بہا
ثم یشتریہا او توہب لہ مجتبے اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اسکے مالک کو پہچانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اسکو محتاج سے خرید کرے یا اسکو
ہبہ کر دیا جائے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے ھم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اسکا رکھنا حلال نہیں اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب پانے کی
نیت سے فان کان یطیرہا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلک الحمامات عزر ومنع
اشد المنع فان لم یمتنع بذلک ذبحہا ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے
مارنے اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جائے اور نہایت سختی سے منع کیا جائے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب
التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بامر وبعلہ اعتمد علی عادتہم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور
برتن توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنے صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جھانکنے اور پتھر بان پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اسنے اس قید
لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال جامع الفتاوی
اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے گنجشک خریدکرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ انکو
پکڑ لے تو وہ اسی کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنے تاوقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ گنجشک خرید کرکے چھوڑنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیبت دابتہ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا من اخذہا ومر فی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور
ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق ان کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا
وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب وظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور
گدھوں سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان
کے ظلم سے ھم یعنے مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خدا تعالی
کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالے کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سوا اللہ تعالے کے اور ظلم ذمی ظلم
سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی

والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی فتنبہ والابل وعلی الاقدام لانہ من اسباب الجہاد
فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانے کا تیر اندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں سے دوڑنے میں اسواسطے کہ موذکورہ
جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوگی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں بیان تو اسکو
ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے خلاف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا مسائل شتی میں حالت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیر اندازی کی مخصوص کی ہے
وعند الثلثۃ لا یجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال شرط کرکے درست نہیں
واما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تمام مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور ملاہی میں جیسا کہ آگے آویگا ہم ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام
مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اسکا مفید ہے کہ یہ کلام ہمارے اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی وحل الجعل وطاب لانہ یعنی جیسا ذکرہ البرجندی وغیرہ وقالہ البزازی بانہ
لا یستحق بالشرط شیء لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ لزومہ بالعقد کالقول الثانی فینبغی ان المسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور [illegible] نہیں کہ وہ مستحب
ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی اسلئے کہ عقد
اور قبض نہیں انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہو جانے کے سبب جیسا کہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو دیکھنا چاہئے یعنی عقد یا قبض سے
استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاویگا ان شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت [illegible] ایک جانب
سے مال کی شرط کی ہو مثلاً حامد نے محمود سے کہا کہ اگر میرا تم پر سبقت کر جانا [illegible] گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جاوے [illegible] گھوڑے اور اونٹ سے تو میں سو درہم
تجھ سے لونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مال مشروط حرام ہے اگر جانبین
دونوں جانبوں سے مال مشروط ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار اور جوا ہوگیا اسلئے کہ قمار وہ چیز ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا
محللا بینہما بفرس کفو لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ [illegible]
مال مشروط حرام ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا ہو بلکہ اسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے کے
اسطرح برابر ہو کہ اسکا آگے بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں ہے اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے
مال مشروط لیوے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھ نہ دیگا اور دونوں شخص آپس میں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا [illegible]
کہا کہ ثالث کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونوں سے یقینی ہو یا اسکا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں
عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے بغیر تیسرے کے تو تیرے لئے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں
تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں سے سبقت کرے تو دونوں کا
مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو از راہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ داخل ثالث کی دو صورتیں ہیں [illegible]
یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعًا ویقینًا ہر تقدیر پر اسمیں تو فقط یہی احتمال ہے کہ پاوے یا نپاوے اور [illegible] قمار ہونا ثابت ہو تو گویا ایک ہی جانب سے شرط
ہوئی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب [illegible]
لا ان ردھا لمتبقیہ اور اسی طرح کا حکم ہے فرقہ فقہا کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہو اسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص
کے واسطے دوسرے ساتھی سے تو صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتبی [illegible] صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہوا تو [illegible]
موجود ہے یا یہ علت مال کی یہ صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جاوے اگر حق گوئی اسکی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے کی طرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے [illegible]

فی البزازیۃ قلت والا حلق راسہ ففی الوہبانیۃ قال وقد قیل حلق الراس فی کل جمعۃ یستحب وبعض بالجواز یعبر یعنی میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ میں
کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہیں نہ مستحب رجل تعلم علم الصلوٰۃ او نحوہ لیعلم الناس وآخر لیعمل بہ
فالاول افضل لانہ متعد ایک مرد ہے کہ نماز یا اسکے مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا آپ عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے
اسواسطے کہ اسکے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر سنتا ہے وروی مذاکرۃ العلم
ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت اور عالمگیری میں ہے کہ علم اور
فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اسواسطے کہ اسکا فائدہ
عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادا سے فرائض میں نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہ ہے کہ رضا سے حق تعالیٰ اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا
اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکروری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو
(جہل سے باہر آنا ۱۲)
بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین
اور شمائل صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوا اسکے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک
کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے
انبیا علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلاسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع
فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اسکے اشتغال میں عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اسمیں
الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحطاوی مختصراً وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا وتمامہ فی الدرر اور نوجوانوں کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا
اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر میں ہے اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی سے نہ علم کلام
اور مانند اسکے جو ہذیان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہے تاتارخانیہ واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ
لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان
سے تو اسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تا کہ وہ اسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچھ گناہ نہیں ہم اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت میں نہیں کہ
وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا لا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ
فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اسکو آگاہ کردے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نہ کرے
تا کہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑجاوے اور پورا اسکا بیان درر میں ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر
علی وجہ الغضب یرید السب اور اسیطرح اسپر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنیکے اور اسطرح کا بیان عیوب
غیبت نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو
مجہول خانیہ وتباح غیبۃ مجہول ومتظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیہ اور اگر ایک گانوں والوں کی غیبت کرے
تو وہ غیبت صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں کذا فی
الخانیہ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنیکی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے
سبب سے تا کہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی الشرح الوہبانیہ ہم مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی سے نکاح کا ارادہ کیا اور

اقسام علم

پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے

تو سلام سے مقصود وہ امن ہے یا محبت حاصل کرنا یا کسی ضرر کا دفع کرنا تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور
صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے پھر جنید یہ قول ہے نووی شافعی رحمہ کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب اسکا زیادہ ہے بہ نسبت جواب دینے والے کا
اور بعضون نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم
اولا اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت
پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہیں میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی
حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب زید پر سے
ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط درر یعنی کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لیے تو غیر کے جواب دینے سے جواب
ساقط ہو جاتا ہے ھ اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم ویشترط فی الرد وجواب
العاطس اسماعہ فلو اصم یرید تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا بہرا ہو
تو اسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھا دینا تاکہ وہ جانے کہ جواب پہنچا ما فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض
فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ قیل لا میں کہتا ہوں اور مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے
اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت
جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبے ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر التاتارخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبے میں ہے کہ جواب
جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاتارخانیہ کا
ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے
ھ یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تسلیم مسلمان کی علاوہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے
ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے
اور جواب دینے والا بھی اسیطرح کہے واو عطف زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم
یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید الرد علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے
وبرکاتہ پر ھ ابن عباس نے کہا کہ ہر شی کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور
چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ھ ظاہر ان تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب
کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کی طرف سے خط بمنزلہ خطاب
کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے
تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لآخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اسپر ابلاغ سلام واجب ہے
یعنی اگر اسکا سلام نہ پہونچاویگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہونچا
تو اسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیک وعلیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا
والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کاکل او شرعا کمصل وقاری ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں ہے کہ وہ جو سلام کرتا ہے درحقیقت جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا لقمہ منہ میں رکھتا ہو اور وہ چبا رہا ہو یا عاجز ہو جواب سے مثلاً چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہی مافی الملتقی وقد منا فی باب ما یفسد الصلوۃ کراہتہ فی نیف وعشرین موضعا وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کے بیس اور چند مقام میں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں ہوتا کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں و لو دخل ام بیتا خالیا یقول السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر سلام ہو اور حق تعالیٰ کے نیک بندوں پر پس عباد صالحین سے وہ ملائکہ اور جن جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضر ہیں مراد ہیں نماز خانہ میں ہر سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے میں چاہیے فرع سئل بعض المشائخ کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن المواہب الرحمن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگوں کی گردنوں پر قدم اٹھاکر نہ پھاندتا ہو تو اسکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں انکی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں اور یہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز میں جو عمل قلیل ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ وعبد الرحمن دوست تر نام حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے رواہ مسلم وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً عبد الرحمن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو جیسا کہ عبد اللہ اور عبد الرحمن کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا سے ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں انکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے ایسے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء مذکورہ کو تحقیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیہ مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں عالی رتبہ ہر شی سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں بمعنی عامل کرنے والا اور جو رشید اور مرشد ہو غیر کا تعلیم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد الا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اسکی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ یہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی ممانعت کا یہ باعث تھا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا تھا کیونکہ ان میں جو اس نام کا ہوتا تھا اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی مافی السراجیہ بلفظہ ہم کہتے ہیں کہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر بنہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر بے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا

الکل فی الملتقط تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا
خلاصہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنائے موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے
نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرنا جینے سے بہتر ہے لا باس
بلبس الصبی باللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل
صحیح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما وقال قد رجحوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی
عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں ہے لڑکے کو پہننے میں موتی اور اسی طرح
بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کی طرف منسوب کر کے اور موتی پر طرسوسی نے باقی پتھروں کو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے
طرسوسی سے نزاع کیا ہے کہ اسکی علت میں نقل صحیح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کہتا ہوں اور مصنف نے
اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے اور مصنف نے کہا
اور البتہ علما نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اسی کا فتوی دینا چاہیے
پھر مصنف نے کہا اور بموجب اسکے تو مذہب میں موتی اور اسکی مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولی
الباس الخلخال والسوار للصبی اور لڑکے کو پہنانا گوجری اور کنگن کا مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں میں کڑے
اور جوشن اور گھونگرو لڑکوں کو پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذان البنت والاطفال استحسانا ملتقط اور لڑکوں کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان
کے کذا فی الملتقط ھم ظاہر الطفل سے مذکر مراد ہے عبارت کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبریٰ سے منقول ہے لا باس بثقب آذان الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اس میں چھیدنا اناث کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الخزام فی الانف
لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھید کر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا امام طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں
پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نتھنی کے واسطے ایسا ہی ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکور الآلۃ
الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب والفضۃ او من دواۃ کذلک مجتبیٰ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے
چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا بالمسمار والسرج واللجام والثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف سراجیہ
میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکابوں کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابی یوسف
کے ہم ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا لقبول قول بکر ان اکبر رایہ
صدقہ کا مرو ان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک لغیرہ فلا باس بشراہ منہ زید کی ایک لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجکو زید نے
اسکے بیچنے کا وکیل کیا تو عمرو کو اسکی خرید اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کرنے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں
مذکور ہو چکا اور اگر اسکے کذب کا گمان غالب ہو تو اسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص
کی ہے تو اسکے خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امرأتک
جیسے حلال ہوتی قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے بضرورت عدم
معارض وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت [illegible]

بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقہ فلا باس بتزوجہا وان بامر مستنکر لا ما لم یستفسرہا اور حلال ہو نکاح کرلینا اُس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے
مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اُسنے مجکو آزاد کردیا بشرطیکہ مرد کے دل مین اُسکی راستی واقع ہو جاوے اور اُسکا
پورا بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل مین اُسکی راستی جم جاوے
تو اُسکے ساتھ نکاح کرلینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر وغیر معلوم کی خبر دے تو اُسکے نکاح پر جرأت نکرے جب تک کہ اُسکا حال دریافت نکرے لوگون سے
امر مستنکر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نتھا تو دوسرے مرد کو اُسکا قول مان لینا
درست نہین اور نہ اُسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اُسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین
تجکو حلال ہو گئی تو اُسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعض علما کے نزدیک مجرد نکاح سے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید
اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہو کذا فی الطحطاوی فروع مسائل الفقہ شارح کہ کتب ما قول الشافعی کیتب جواب ابی حنیفۃ
مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے ہم یہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا
اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اعتقاد کرے اور اُسکی بنا اسپر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور صحیح یہ ہے کہ تقلید
مفضول کی بھی جائز ہے اور یہ اعتقاد مذکور مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے
فروع مین اور اُسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی یدین یکتب ولا یصدق قضاء ویقضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃ
درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اُسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اُسکے حانث
ہونے سے مثلاً قسم کھائی کہ یہ سبیل اور وصیت کے ہو والا قضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی کا
اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی
تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جاوین جامع المضمرات مین اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر
مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلیے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع
مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ لہ وللمستمع اور اگر ترجیع سے حروف زیادہ ہو جاوے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ
سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اُسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لتحسین القراءۃ یخشی علیہ الکفر اور
مستمع کا یہ کہنا قاری مرجیع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اُسکے جی سے پڑھنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرم کے واسطے
کہا تو اُسپر کفر کا خوف ہے اور وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اُسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ والا فلثلثۃ حرام لقہر
مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کے واسطے
مناظرہ حرام ہے مسلمان کو مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ
سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبرون پر غیرون کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے
انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود ونصاری کی گمراہی سے ہے ہم اسی کی
طرف اشارہ ہے قرآن مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی الایۃ قراۃ القرآن بقرأۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ
کما فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قرأت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی مین ہے قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشہورہ ہے اور

اور کچھ چھینے اپنے لیے تو اُسکو یہ درست ہے اسواسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکون کے باپون کی طرف سے تملیک ہے معلم کو ہم طحطاوی نے کہا کہ ہمین تامل ہے اسلیے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے
خرید مین یعنے وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہے لا بأس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے
سامنے نہ بالعکس اسکے یعنے لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ہم مجتبی مین یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہے کہ دو
لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر کراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ
اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد لاقیمۃ لہ لا بأس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ
چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اور اُس سے فائدہ لینا درست ہے یعنے بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وہو غنی تصدق بہ اور اگر اُس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانے والا
غنی ہے اور مالک معلوم نہین تو اُسکو خیرات کر دے لا بأس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للبلوی کچھ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اُس کوٹھری یا دالان کے
اندر جسمین مصحف رکھا ہے یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ہم مجتبی مین اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہوا اور اگر
اوسکی بیت پر نظر کیجیے تو منافات زائل ہو جاتی ہے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہا منہ
فلا بأس بہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اُس وقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد
یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اسکے واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ہم حدیث
مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج التغنی بالقرآن ولم یخرج بالحانہ عن قدر یصح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی
اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اُس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہے ہم قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہے جسمین قواعد موسیقی
کی رعایت نہو یعنے راگ اور راگنی کو دخل نہ دے یعنے حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات مین تغیر ہو جاتا ہے ذکر اللہ
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع
والغروب اور مستحب ہے قراءت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت ہم فتاوے عالمگیری مین غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور اُن اوقات مین جنمین
نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے
انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قراءت مستحب نہین یا ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لا یکرہ للامام عقیب الصلوۃ
بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیۃ الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور
چپکے پڑھنا انکا افضل ہے قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد
پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہے ہمارے استاذ یعنے بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار
اور آثار کے ہم فتاوے عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہے یعنے اگر اُس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے
ورنہ مکروہ نہین انتہی یعنے اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سوائے اللہم انت السلام یا اوراد کا ماثورہ کے فصل کرنا چاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض
رشوت مملوک نہین ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنے راشی کو اُسکا پھیر لینا درست ہے ہم اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کرے
(رشوت لینے والا ۱۲ — رشوت دینے والا ۱۲)
تو یہ رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کاربرآری سے پہلے اسکے طلب
کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے مین اختلاف ہے مشائخ کا
کذا فی الطحطاوی عن المجتبی لا بأس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے ہم یا اپنا حق

حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق مین رشوت نہین جیسے پیرزادہ مین ہو ایک مرد ایک گانو مین رہتا ہو اور اسمین ظالم ہو اور یہ مرد اس ظالم کو
میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہو دفع ظلم کے واسطے تو درست ہو والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المولفۃ من الصدقات
دلیلا علی امثالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعرون کو اور جسکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُسکو مال عطا فرماتے تھے اور
مولفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہو ہم مولفۃ القلوب رؤساء کفار تھے جنکو زکوۃ کا
حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام مین جمیع اہل المحلۃ للامام جمعۃ من اہل محلہ نے کچھ قوت زاد یا ہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہو ہم
امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہو بدلیل محلہ بین السحت ما یوخذ علی کل مباح کالملح والکلاء والماء والمعادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہو جو مباح چیز پر لیا جاسکے
چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانین ہم اشیاء مذکورہ اصلی مباح ہین سب آدمی اسمین شریک ہین لیکن جب آدمی نمک کو مثلا اُسکے کہان سے
اُٹھا لاوے تو وہ اُسکا مالک ہو جاتا ہو تو اب اُسکا بیچنا درست ہو وما یاخذہ الغازی والشاعر والمسخرۃ والحکواتی قال تعالی ومن الناس من یشتری
لہو الحدیث اور منجملہ اموال حرام کے وہ مال ہو جسکو غازی بواسطہ ہزل اور شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرہ اور حکایتی لیتا ہو فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی ہو
جو لہو الحدیث یعنے کھیل کی بات خرید کرتا ہو علم مراد وہ غازی ہین جو اہل شہر سے زبردستی مال لیتے اور لہو الحدیث سے وہ مراد ہو جو اسوقت ضرور سے غافل کرین
ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور بیہودہ حکایت اور فضول کلام یہ آیت نضر بن حارث کے حق مین اُتری وہ سوداگری کو ملک فارس
مین جاتا وہان سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہین اور مین تمسے رستم و اسفندیار وغیرہم کا
قصہ ذکر کرتا ہون تو کافر اُسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اُتری واصحاب المعازف والقراد والکاہن والمقامر والزانیۃ والمغنیۃ وغیرہ
کثیرۃ اور حرام ہو وہ مال جسکو باجون کے بجانے والے لیتے ہین اور قراد اور یعنی بندر نچانے والا اور قمار باز اور عورت زانیہ اور بدن کی گودنے والی لیتی ہو
اور مال حرام کی فروع اور شاخین بہت ہین ہم ازانجملہ اجرت واشرہ یعنے اُس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک کرے اور جو
متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو شخص دو شخصون مین صلح کروا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانورون کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور
مردار اور درندون کی کھال کی قیمت قبل الدباغت اور خرچی اور شکر ادا کر کے حجام یعنے پچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہین کذا فی الطحطاوی قیل لہ
یا خبیث ونحوہ جاز لہ الرد فی کل شتیمۃ لا توجب الحد وترکہ افضل یعنے کسی کو کہا یا خبیث اور مانند اسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو پھیر کر کہنا اُس گالی کا جائز ہو
جو گالی کہ حد کی موجب نہین ہو اور ترک اسکا افضل یعنے صبر افضل ہو جواب دینے سے کذا قول المتطوع اذا سئل اصائم انت انی مفطر فانہ نفاق او حمق نفل کے روزہ دار
سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اُسکا یون کہنا کہ دیکھا چاہیے مکروہ ہو اسواسطے کہ یہ نفاق ہو یا حمق اور جہالت ہم یعنے یہ منافقین کا طریقہ ہو تا ہم
کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہو بلکہ یون جواب دینا بہتر ہو کہ ہان مین روزہ دار ہون اسواسطے کہ صوم مین ریا کو دخل نہین کذا فی من الاطفال ومال قلیل لا یوصی
نفل غیر شخص کے چھوٹے لڑکے ہون اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہون تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے
بطریق احسن وصیت کراوین مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہو کہ اپنے بیمارون سے وصیت کا ذکر کرو تو مطلب اُسکا یہ ہو کہ بیمار اپنی
اولاد اور عیال اور دوستون کو جمع کرے اور حمد الہی بجا لاوے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت
اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہو پھر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کرو گے میرے بعد پھر اُنکو ایمان کی وصیت کرے اور اُنسے کہے کہ
نہ مرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹون کو وصیت کی تھی پھر اُسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبے
یعنے حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اُسپر ہون اُنکی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے کہ احادیث صحیحہ مین وارد ہو کہ مسلمان کو

چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میت تاخیر نکرے من سئل و تصدق بریائی به الناس لا یعاقب تارک الصلوۃ ولا یثاب بھا قبیل ہذا
فی الفرائض وعمدۃ الزاہدی للنوافل لقولہم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگون کے دکھانے کے واسطے
تو اس نماز ریائی کے سبب سے اسپر عذاب نہوگا اور نہ اسکو اسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب فرائض مین ہو نہ نوافل مین
اور زاہدی نے اسکو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہو فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض مین داخل نہین ہوتا ہم شارح کو یون کہنا چاہیے تھا خصہ الزاہدی
بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین ہو لیکن نص فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت مین تعلیل
ظاہر ہو اور تعمیم مین ظاہر نہین کذا فی الحلبی و الطحطاوی تزول الرجل سے جیسے تزول الاحراۃ یعنی عورت کا بننا مرد کا عورت کی شبیہ اور وضع بدکر وہی لیئے اسواسطے کہ
مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین لعنت وارد ہو بلکہ للمراۃ سور الرجل وسد بالہ عورت کو مرد کا جھوٹھا
اور مرد کو عورت کا جھوٹھا مکروہ ہو ہم مراد جھوٹھا پانی ہو عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت در صورت تلذذ کے ہو ورنہ ظاہرا مکروہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی
الطحطاوی وله ضرب زوجته علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہو مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ہم اور اپنے
اپنی والد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہو کذا فی المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے
کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہو لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدۃ للشرب فی الصحیح جائز نہین وضو کرنا ان حوضون سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہین قول
صحیح مین ہم لیکن وضو کے حوضون سے پینا درست ہو و یمنع من الوضوء منه و فیه اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا
منع کیا جاوے و حمله لاہله ان مأذونا به جاز والا لا اور اس حوض سے پانی لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو یعنی جانے کی
تو درست ہو ورنہ نہین تو جائز نہین الکذب مباح لاحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وہو الحق قال تعالی قتل الخراصون
الکل من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہو اور کذب سے مراد تعریض ہو یعنی کنایۃ
تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہو صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہو کہ کذب سے تعریض مراد ہو نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹھ بولنے والے لعنت
کیے گئے یہ سب مسائل نئے مسائل ہو کتب غیر متفرقہ سے یہان تک مجتبی سے منقول ہین وفی الوہبانیۃ قال وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم او اہل ترضیه
والقتال لیظفر اور وہبانیہ مین کہا جھوٹھ بولنا درست ہو صلح بین المومنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹھ بولنا درست ہو تا وہ راضی رہے
وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہو تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض مراد ہی نہ کذب خالص وکرہ فی الحمام تعمیر
خادم ومن شعار تنویرا فقالوا بتنویر اور حمام مین خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہو اور جو چاہیے نورا لگانا تو علما نے کہا ہو کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
ہم کہتے ہین چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہو اور بضرورت درست ہو اور بلا حیا ولت تو سب ران پر چپی کروانا حرام ہو چنانچہ جاہلون کی عادت ہو سو حرام ہو کذا فی
شرح الوہبانیۃ وتفسیق معتاد المرور بجامع ومن علم الاطفال فیه دیوزر اور عادت گرفتہ بر رہ جامع مسجد فاسق ہو اور اسیطرح جو معلم کہ مسجد مین لڑکے
پڑھاوے اور وہ گنہگار ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہین کہا ہان اسکو گناہ کہا ہو تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہو سکتی ہو کہ جب
اسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہوگیا ومن قام اجلالا لشخص فجائز و فی غیر اہل العلم بعض یقرر اور جو کھڑا ہوگیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہو
اور بعض علما غیر اہل علم مین اسکو ثابت رکھتے ہین ہم شخص سے مراد مسلمان ہو نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین
اور بعضون کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہو چنانچہ قنیہ مین ہو و جوز نقل المیت البعض مطلقا ومن بعضہم ما فوق میلین یحظر اور بعضون نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہو مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہو کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین ہم طرسوسی نے ذکر کیا کہ میت کو

اٹھا لیجا نا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت سے لے آسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہے اسپر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہر اطرسوسی کا کلام حق ہے ولا زوجۃ الشمسین لا فوقۃ بہما میں ذکر کیا التعویذ للحب یکرہ اور زوجہ کا اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کھا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھاوے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کے واسطے ممنوع ہے حکم تسمین زوجہ بغیر طارضا سے زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھوا لی ہے تا اسکا زوج اسکو چاہے اور اسکی طرف سے نفرت چھوڑ دے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں نہتی ابن وہبان نے توجیہ اسکی یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک طرح کا جادو ہے اور سحر حرام ہے ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملہا ہو جاز لعذر حیث لا یتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جبکہ حمل کی صورت نہ بنی ہو اور حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بنی ہو اور اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہو اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور بچہ کی ہلاکت کا خوف ہے تو اس صورت میں حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک کہ اعضا نہ بنے ہوں وان استقلت ویتا ای استقلط غرۃ والدہ او بقول الامام تحضر اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کا باپ کے واسطے یا ماں کی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے ضمن غرہ یعنی پانچ سو درم سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہ ہو تو عورت کے مال سے ادا کیا جاوے اور اگر عورت زندہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو عورت کے مال سے ادا کیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی یوم عاشوراء یکرہ کحل ولا باس بالحناء والخضاب وبجرہ اور یوم عاشور یعنی محرم کی دسویں تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچھ مضائقہ نہیں خضاب مہندی کی عادت میں اور ثواب ہے اور بعض العلماء قالوا الکحل جائز بفعل رسول اللہ فہو المقرر اور بعضوں کے نزدیک یوم عاشور کو سرمہ لگانا جائز ہے اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب تو وہی قرار ہے وجہ کراہت سرمہ یہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہل بیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خلاصہ میں یوم عاشور کو لگی اثمد وارد نہیں لیکن مضائقہ نہیں بلکہ حدیث من وسع علی عیالہ وسع اللہ علیہ سائر سنتہ لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وسفر السعادۃ فیروز آبادی میں ہے کہ استحباب یوم عاشورا ثابت ہے اور باقی اکثر احادیث فضل عاشورا اور فضل صلوٰۃ وانفاق وخضاب ادہان اکتحال وطبخ حبوب وغیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہیں ائمہ حدیث نے کہا کہ آنکھ میں سرمہ لگانا بدعت ہے کہ قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشورا اور وقوع وقائع عظیمہ جیسے قبول توبہ آدم و رفع ادریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور اترنا نوح کا کشتی سے اور اترنا توریت کا موسیٰ پر اور فدیہ اسمٰعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے الیٰ آخرہ اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہیں تکثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہوسکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی میں طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعضوں کے نزدیک حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضوں کے نزدیک صحیح ہے الحاصل صواعق محرقہ میں ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز میں بدعات روافض سے جیسا نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کریں اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدید پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں اماموں سے اور نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہے انتہی مافی صراط المستقیم مختصراً وضرب بیہا العبد جائز بامرہ وما جاز فی الاحرار والا صاغر بامرہ اور غیر کے غلاموں کو مارنا اسکے

حکم سے جائز ہو وہ جائز نہیں اور اسکا مارنا اگر چہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا نام لیکن معلم کا مارنا بلا اجازت باپ جائز ہو سعادت کے سبب سے
شرنبلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت میں ہو جبکہ قاضی عادل ہو اور
حجت لازمہ کا مشاہدہ ہو گیا ہو اور اس زمانے میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی واقرب ما ذکر القرآن کا تتمہ ٭ وقالوا ثواب
المعلم للطفل کبیرة ٭ اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہے اور علماء نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہے ہم
استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اسکے باپ کو تعلیم کا
ثواب ہے در سلک باقی الذکر واسطے من الصلوة ٭ نفلا و درس العلم اولے والنظر ٭ اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل و مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا
یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم اسواسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال
بفرض عین اولے ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے علم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے
وقد کرہ ان یقول واللہ اعلم ونحوه ٭ لاعلام ختم الدرس حین یقرء ٭ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے چنانچہ ورد پڑھنے کو ختم درس کا
اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص
محفل میں آیا اور اسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اسکے آنے سے خبردار ہوں اور اسکے لائق بیٹھنے کی جگہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیدار یوں کہے
لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تاکہ لوگ اسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دونوں قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی
اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی ٭ فائدہ ٭ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور لطائف میں منقول ہے کہ حلال روزی میں کمی ہو گئی یہاں تک کہ اب
زمین سے کچھ باقی ہو تو لطائف میں نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالیٰ انہیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت شرعی ۱ صدقہ ۲ ورثہ ۳ گوئی ۴
اجارہ شرعیہ بغیر خیانت ہو مالک سے ہدیہ اور تحفہ برادری کا نام میراث اہل میت یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنے
غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰
احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تاکہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور جو امور سب پر مقدم ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح و بضم میم بروزن حیات ٭ و فرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین
غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنے ویران زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے ٭ لعل مناسبتہ ان
فیہ مالکرہ وما لا یکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں ٭ الحیاۃ نوعان حاسة
ونامیة والمراد ہہنا النامیة ٭ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنے جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے
نہ حاسہ وسمیت مواتا لبطلان الانتفاع بہا ٭ اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا سبب باطل ہو جانے اسکی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی
وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا پہنچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہو گیا او غیر ذلک من موانع الانتفاع ٭ واحیاؤہ ببناء او غرس او کرب او سقی ٭ اور احیاء موات
یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے ٭ اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست مملوکة
لمسلم ولا ذمی فلو مملوکة لم تکن مواتا فلو لم یعرف مالکہا فہی لقطة یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع وہی بعیدة
من القریة اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیة لا یسمع بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وعند محمد کالانہار وغیرہ جبکہ مسلمان

یا ذمی آباد کرے اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی ملک نہیں اور وہ دور واقع ہو گاؤں سے اس طرح کہ اگر چیخے وہ شخص منتہائے
آبادی پر یعنی کنارہ پر بلکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اس زمین تک اسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اسکا مالک
معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اسمیں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اسی کو پھیر دیجائے اور اسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ہم زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہو گا اگر مسلمان ہو تو اسپر عشر واجب ہو گا
اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہو گا اور اگر خراج کے پانی سے اسکو سینچے گا تو اسکو اختیار ہو گا کذا فی الاختیار و اعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ وبہ قالت الثلٰثۃ
قلت وہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوٰۃ الکبرے ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فاعجب
من الشرنبلالی کیف لم یذکر ذلک امام محمد رحمہ نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین ہے کہ جس سے اہل قریہ
منتفع نہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوۃ میں ہے
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور ایسے ہی برجندی میں ہے منصوریہ میں قاضی خان سے کہ فتوی محمد رح کے قول پر ہے پس تعجب ہے شرنبلالی سے کہ اسنے کیونکر بیان نہ کیا اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر کنارے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ
موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوا کرتی ہے تو شاید قاضی خان کی کسی اور کتاب میں محمد کا
قول پر فتوی بیان کیا ہو گا واعلم ان الاذن لہ الامام فی ذلک وقالا یملکہا بلا اذن احیاء موات مسلمان مالک اسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اسکو آباد کرنے میں حکم دیا ہے
اور صاحبین کہتے ہیں کہ مالک اسکا ہو جاتا ہے بدون اسکے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اسوقت ہے جبکہ وہ مسلم
اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہو
تو زمین کا اصلا مالک نہو گا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکہا بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا بعد آباد کرنے کے
اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب
تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے
علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہو گی ہم اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اسکی راہ مقرر کرنے میں
ہر طرف سے اسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چار شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ
ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلاث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا
بالاحیاء والتعمیر لا بمجرد التحجیر اور جس نے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اسکو چھوڑ دیا تین سال تک
تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اسکا مالک نہیں ہو گیا ہے
کہ آدمی اسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا او بذرہا فہو احیاء مبسوط اور
اگر ویران زمین کو جوتا یا اسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اسکے واسطے نہر کھودی یا اسمیں بیج ڈالا تو وہ اسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط ہم
مسناۃ بفتح میم و تشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹاوے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح اللغات میں ہے کہ
مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

کہ کاریز کا حریم کنوئین کے مانند چالیس گز ہی طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین رح کا بھی اور کاریز کا پانی اور کی زمین پر جب کہ ظاہر ہوگیا تو اسکا حکم چشمے کے مانند ہو یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار مین کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہی یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور زمین پر پیج اسکا کچھ حریم نہین ایسا ذکر کیا ہو جندی نے و حریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب یلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات مین لگا یا گیا اسکا حریم پانچ گز ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہین کہ اسمین درخت لگاوے و لیس ما اخلع عنہ دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذ ما لکن ذلک حریما العامر و جیحان دجلہ اور فرات کا پانی پھر آنا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہو بلکہ وہ آبادانی کی حریم ہو دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہین یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہوگیا اور پھر اس طرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات مین داخل ہو اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہو علی الخلاف فان کان حریما او جاز عودہ لم یجز احیاہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا پر حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز نہین کیونکہ وہ زمین موات نہین ہو والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہو اسکا حریم نہین امام رح کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے مینڈ کی ملکیت ہو اسکے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی کیچڑ ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے بھر جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالی جاوے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو اوفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد رح نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہو ہر طرف سے اور یہ قول سہل و موافق تر ہو کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہو بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہو کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی مین ہو اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہو یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہین مگر باقامت شہود اور صاحبین رح کے نزدیک حریم ہو محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی مین کافی سے منقول ہو اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہو وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لہ مسناۃ فارغۃ بلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ عندہ لصاحب الارض عندہ اور قہستانی مین کرمانی سے منقول ہو کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک مین ہو جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت مین صاحبین رح کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہو اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہو ہم اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہو کذا فی الطحطاوی و عن الدرر عینی مین قاضی خان سے منقول ہو کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہو اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہو وفیہ معزیا للتصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی مین تصحیح سے منقول کہ قول صحیح یہ ہو کہ صاحب نہر کے واسطے حریم بالاتفاق ثابت ہو اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی مین کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل کیا ہو انمین سے شرنبلالی ہو ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہ فصل ہو شرب کے مسائل مین ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت مین عبارت ہو پانی کے حصہ سے اور شرع مین عبارت ہو پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانورون کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہو اور لب سے جانورون کا پینا ہو یہان شرب بالضم مین مصدر ہو یعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہو دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا کپڑا دھونے کے لیے اور استنجا کے اور بہائم کے حق مین شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہو کذا فی الطحطاوی وکل حقہا فی

کل کو علم پہنچے زیادہ تر نا تو واجب ہے اور ہر جاندار کے واسطے پینے کا حق ثابت ہی ہر پانی میں جو برتن یا مشک کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہو پانی میں حق عام ثابت ہے تک جب
وہ اپنے مقام میں ہو یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا
اور مصنف رحمہ نے احراز کہا نہ اخذ اسمیں اشارہ ہو کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے منہ سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخین رح کے نزدیک بھرنے والا اسکا مالک
نہ ہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہو ایک شئی کے گرد جمع کرنے سے موضع مفید میں کذا فی الطحطاوی وکل حق فی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوہما لان الملک
بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہو سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند جیحون
چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر میں احراز نہیں ہوا ہے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی
کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے وکل شق نہر لسقی ارضہ منہا او لنصب الرحی الا ان یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس
والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کے واسطے یا پن چکی قائم کرنے کے واسطے جائز ہو بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ ہو کیا
اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اسی صورت میں مخصوص ہو جبکہ کسی کو ضرر نہ پہنچتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہو بشرطیکہ عدم ضرر
خلق عام ہو سو ضرر خلق کی یہ صورت ہو کہ پانی بکثرت سے ایک طرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جاویں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہ ہوگا اور ایسے ضرر کا دفع
ضرر کو کرنا واجب ہو کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتہا ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب
ونحوہا من نہر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لغیرہ فیتوقف علی اذنہ اور جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہو جانے کا خوف ہو
جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں پر جائز ہو مگر
کے اذن سے اسواسطے کہ حق اسی کا ہو تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں
اگر بلا اذن سینچیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اسکو تعزیر دے ضرب یا حبس اگر مصلحت سمجھے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ فی شجر
او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ ونحوہا فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سینچنا غیر کی نہر یا کنوئیں کا
پانی اٹھا کر گھڑوں اور برتنوں سے بلا اذن درست ہو صحیح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے ہم خانیہ اور ... میں قول ثانی کو صحیح کہا ہو
دونوں قول صحیح مشہور ہیں کذا فی الطحطاوی والمحرز فی کوز وجب کاملہ مملوک للمحرز لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ باحرازہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا
کوزے اور مٹکوں میں تو اس سے فائدہ لینا چاہیئے مگر اسکے مالک کے اذن سے اسلیے کہ مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے ولو کانت البئر والحوض والنہر فی
ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملکیت میں ہو اور کوئی شخص اسمیں پانی
پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اسکو اپنے ملک مکان میں داخل نہ ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اسکے پانی پا سکتا ہو ہم بشرطیکہ متصل پانی قریب کا
پیاسے کا منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان تخرج الماء
الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار
سو اگر پانی کا طالب اسکے متصل پانی نہ پاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو پانی نکال دے یا اسکو چھوڑ دے تا
تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اسکے حوض کا کنارہ اور گرد نہ توڑ دے اسواسطے کہ اس وقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اسکے مباح پانی نہ پاوے
تو اسکو پانی پینے کا حق ثابت ہو بسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ اور مراد شرکت سے
اباحت ہو نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اپنا قبضہ کرے یعنی احراز کرے تو وہ حقدار ہو اور وہ اسکا مالک ہو

مالک نہیں اسکو اسکی تملیک کی تصحیح وجہ ہے ملکیت کی درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خودرو ہو تو صاحب زمین اسکا مالک نہیں تو جو اسکو تحصیل یا کاٹ لے وہ اسکا مالک
ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہے اسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اسمیں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اسکے گرد بیٹھکر تاپنا چاہے یا اسکی روشنی میں کچھ سینا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے
تو آگ کے جلانے والا اسکو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے مملوک مکان میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں اپنا غیر کی
ملک سے جائز نہیں بدون اسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گانون یا جماعت کی طرف مضر نہیں جب تک یہ معلوم نہو کہ یہ
انکی ملک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اپنے رسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الطحاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک
اما ان تقطع وتدفع الیہ والا تترک لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین میں اسکو نہ دے
کرے یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے ورنہ اسکا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹ کر دینا اسوقت ہے جبکہ قریب اسکے دوسری
زمین میں مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ
عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے
ہتھیار سے بدلیل اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند المخمصۃ در لو کان
فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر نحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی کہ جمع کیا ہو
برتنوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے
جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑنا اس شرط سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اس شخص کے
بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا
گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے ادب اور زجر کے واسطے وکری نہر او حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لم
یکن شئ ای فی بیت المال فعلی یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ
مال نہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال صرف کریں مصالح پر اپنے
اختیار سے لہذا سلطان کو انپر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم
علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے اسکے مالکوں پر ہے اور جو انمیں سے انکار کرے اسپر زبردستی کیجاے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے
کہا کہ نہر خاص میں جبر نکیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہو اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے بہتر قول اسمیں
یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں ہر شریک کے واسطے
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے نہ خرچ کرنے والے سے بھر لینگے
یا نہیں ہاں اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے
کھودنے کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں
حصہ ہو وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہیگا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض
رجل منہم بری من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جاے ایک شریک کی

سو درہم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درہم تو ۲۵ درہم میت کے دین مین صرف ہون والیضمن من ملا ارضہ او فترت ارض جارہ او غرقت
لانہ متسبب غیر متعد وہذا اذا سقاہا سقیا معتادا تتحملہ ارضہ عادۃ والا فیضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین مین پانی بھرا ہو جسکے
پڑوسی کی زمین نے اسکا پانی سوکھ لیا یا اسکی زمین غرق ہوگئی اسلیے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور تسبب مین تاوان اسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی
ثابت ہو اور یہ یعنی عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ اسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اسکی زمین اسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے
سے زیادہ اسنے پانی بھر لیا ہووے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہوگئی ہو تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ہذا اذا
فی نوبتہ مقدار حقہ واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ فیضمن علی ما قال اسمعیل الزاہد قہستانی اور ذخیرہ مین ہے اور یہ یعنی عدم تاوان اسوقت
ہے جبکہ اسنے اپنی باری مین اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوا سے سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اسپر
تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی والمحیط من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل
وعلیہ الفتوی شرح وہبانیہ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مر انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری
بدون اسکے اذن کے اصل کی روایت مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال مین ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہین کہ ذکر ہوچکا ہے کہ
پانی مال متقوم نہین ہے ولو تصدق بنزلہ تحسین لبقاء الملک الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا سمنت بہ انعدم وصار شیئا آخر قہستانی
اور اگر اسکے پیدا ہووے غلہ یا پہل کو خیرات کرے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اسمین بخلاف غصب کیے ہوئے چارے کے
جسے جانور موٹا ہوگیا چارا کھانے سے تو چارا معدوم ہوگیا اور دوسری چیز بنگیا یعنی خون اور گوشت ہوگیا کذا فی القہستانی فان تکرر ذلک
لا ضمان فیہ ادبہ الامام بالضرب والحبس ان رای الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوہبانیہ پہر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہو ایک
شخص سے تو تاوان نہین اور تعزیر دے اسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ مین ہے وقال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ واحدۃ او
وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہوجاتا ہے رواج کے سبب
اور یہ تجویز توڑی گئی ہے اس طرح کہ یہ ایک شہر والون کا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والون کے رواج سے قیاس متروک نہین ہوتا وفی الناصحی انما
ذکرہ فی جواہر الفتاوی قال ویعقد الحکم بصحۃ بیعہ فاحفظہ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے یہ مذکور ہے جواہر الفتاوی
مین اور یہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم [illegible] اس فتوی مین ناصحی متفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان ہی
ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نکرسکے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الہدایۃ
وشروحہا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نفسہ بماء غیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ہہنا فافہم مین کہتا ہون اور ہدایہ اور اسکی شروح
مین بیع فاسد مین یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے
نقایہ مین یہان سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام مین جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت قدمنا
علیہ الفتوی فتنبہ مین کہتا ہون اور ہم ابقیہ مذکور ہوچکا وہ قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہنا ہم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے
مذکور ہوچکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ وساق [illegible] ضمنہ بعضہم [illegible] اور وہبانیہ مین ہے اور سینچنے والا غیر کی
باری سے ضامن نہین اور بعضون نے اسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے [illegible] الشرب الذی علیہ [illegible]

دونوں اذان دیتے۔ اور فقہا نے اس مٹی کا لینا جو نہر کے جوانب سے ہو تجویز نہیں کیا ہو بدون اذن مالک کے جو تا ہمیشہ کر سکے لینے کو۔ وفی جواہر الفتاوی والقراء۔ فی حریم البیس بالنقل یجوز۔ اور اگر لوگوں نے نہر کھود دی اور اسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے ان سے اٹھانے کا حکم نہ ہوگا ہم وہ مسئلہ اسکی یہ ہو کہ ایک قوم کی نہر ہو دوسرے شخص کی زمین میں ہو اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اسکی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہو تو صاحب زمین مٹی اٹھانے کا اُنسے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ اُنسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وہبانیہ کی دو حدیثوں میں مذکور ہیں شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک ہی بیت میں بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم وانتقرالیہ الحلیم الکریم

کتاب الاشربہ

یہ کتاب ہو اشربہ کے بیان میں اور اسکے احکام میں شراب جو حرام ہے اسکی اقسام کا بیان ظاہر ہے اسلیے کہ خمر اول عقل ہے اور عقل اشرف الاشیا ہے جس سے آدمی ممتاز ہو جاتا ہے اور اسی سے خطاب شرع متعلق ہو لیکن خمر اگلی امتوں پر مباح تھی انکی عقول اطوار و عبادات ایمان کی سبب تو یہ سب اپنی قوت و عقل و فطرت کے شراب کا تحمل تھی اور اپنی سستی غالب نہ ہوتی تھی تو اسکی اباحت میں انکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب اور یہ امت تو کم خوصیت عقل و ایمان ہو تو انپر سستی غالب ہو جاتی ہو شراب قلیل سے بھی اسلیے اسکے حق میں یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر انپر حرام ہو اور ابتداء اسلام میں اسواسطے مباح ہوئی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ یہی دین حق ہو یہ چیز حرام ہو نے کے لائق تھی کذا فی العینی والطحطاوی اسکے کہ اسی اور فساد جو نفع امین حرام تھا خمر کا تھوڑا بھی پینا اسکا بھی حرام ہوا انکی تعظیم اور تکریم کے واسطے تا امر قبیح میں واقع نہوں کیونکہ یہ امت مشہود بالخیر ہو یہ جمع شراب الشراب لغۃ کل مائع یشرب ولا یتاتی فیہ المضغ اشربہ جمع ہو شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہو ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جاسے چنانچہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہو جو نشہ کرے اور بیہوش کر دے ہم عرف ہندوستان میں شراب اسکو کہتے ہیں جو دیگ میں ڈال کر بطور عرق کے کشید ہو اور نشا کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ہم اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک ثمار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور منقی یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقی کہتے ہیں اور دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور جوار تیسرے شیرین چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے الیان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سو انگور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور پختہ یعنی پکا اور منقیٰ سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقیع اور نبیذ اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں یعنی سکر اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہو اگرچہ نام اسکے چند قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا بارہ نام ہوسے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہ ہو کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اسکو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیرین ہو پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اسکا نام خمر ہو اور جب کھٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہو اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ تھوڑے سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اسکا نام بادہ ہو اور اگر یہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہو اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اسکا نام مثلث ہو اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پھر اسکو پکایا تو اسکا نام پختہ ہو اور اسکو یعقوبی اور ابا یوسفی بھی کہتے ہیں اسلیے کہ ابو یوسف رح نے ہارون رشید کے واسطے اسکو مرتب کیا تھا اور جمہوریا اور حمیدی بھی اسکو کہتے ہیں اور منقے سے نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقے کو پانی میں چند روز تر رکھا یہاں تک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہ کہ منقے کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہیں سکر کچا پانی ہو خرما تازہ کا اور فضیخ کچا پانی ہو گدر کھجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کھجور کا پانی ہو جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی و قاضی خان الحرمۃ الاول الخمر وہی النی من ماء العنب اذا غلی و اشتد و قذف بالزبد ای رمی بالزبد اول ان چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہو اور خمر کچا پانی ہو انگور کا جبکہ وہ جوش کھاسے اور ابلے اور تند ہو جاسے اور جھاگ ڈالے

شارح نے کہا ؤ بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زا ترجمہ ویا ہے عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے
مراد جوش کامل ہے اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کہا نیکی جس سے
مستکر دینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہے جو شراب کے جوش کو فہم اور درک سے روکے اور بعضوں نے کہا
صلاحیت اسکار یعنی مستکر دینے کی لیاقت مراد ہے کذا فی شیانۃ العینی ولم یشترط قذفہ فی روایۃ الثالثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وبہ قال الطحاوی کما فی الشرنبلالیۃ
عن المواہب وبالی الاقویہ اور صاحبین رح نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون
جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے
اور آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنی قولہ اکل حرام اذا غلی واشتد ہم صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے حاصل
ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز سے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اسکو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم رح کی دلیل
یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اور صاف ہو جاتا ہے اور احکام شرعی جو خمر سے
متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکے لہذا ان احکام نہایت اور کمال پر ہے کذا فی الزیلعی وقد تطلق الخمر علی غیر ما ذکر مجازا اور
کبھی خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے کہ ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہانتک کہ متغیر ہوگئی اور اختمار عبارت ہے
تغیر بو سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت کے سبب عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے کہ
انکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل انکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو اوپر خمر کی تعریف
کی ہے اسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اسیواسطے اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ ذالک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر یہ حدیث مسلم
وغیرہ محمول ہے یا بیان حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہا ای
لذاتہا پھر مصنف رح نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر بالاتفاق امت حرام ہے بجہت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہے نشہ کرنے کے
باعث سے ہم بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اسواسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے یعنی قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے
اسلیئے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں
یکساں وفی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشرۃ دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر
مجتبی وغیرہ میں مشرح مذکور ہیں ہم دلائل مذکورہ یہ ہیں اول خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا دوم اسکو رجس یعنی نجس العین کہا سوم عمل شیطان سے اسکو
شمار کیا چہارم اجتناب کا حکم کیا پنجم اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ششم شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ہفتم ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اسکے سبب سے
ہشتم روکتا ہے یاد خدا سے نہم روکتا ہے نماز سے دہم نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وہی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس بنجاست غلیظہ ہے
پیشاب کے مانند اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا
منکر ہوا وسقط تقومہا فی حق المسلم الا المالیۃ فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اسکی صحیح تر قول میں متقوم
مسلمان کے حق میں اسواسطے نہیں ہے کہ حق تعالی نے اسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے
اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو بسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام
او غیر ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشے کے واسطے

باوجودیکہ اسکا اثر باقی رہتا ہی یا کچھ نہیں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہی الا القلیل او کثرتہ للعطش لقدر الضرورة فلو لا فسکہ حد حتی اگر خمر کا
سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیا یہانتک کہ نشہ ہوگا تو اسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعہا
لحدیث مسلم ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا بحکم صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے ترجمہ یہ کہ جسنے اسکا پینا حرام کیا ہی اسنے اسکا بیچنا بھی
حرام کیا ہی صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک مرد مشکیزہ بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہیں
کہ اللہ تعالے نے اسکا پینا حرام کیا ہی پھر اسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اسنے کہا کہ مین نے
اسکے بیچ ڈالنے کا امر کیا ہی تب یہ حدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اسنے اسکا بیچنا حرام کیا پھر اسمرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اسمین خمر تھی سب
جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہوجاے اس سے ہم باوجود عدم سکر حد
لازم ہی اسواسطے کہ اسکی حرمت ذاتی ہی نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہی مسند احمد مین حدیث مذکور ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مرد
خمر کا پیالہ اپنے ہاتھون پر رکھتا ہی تو اسپر آسمانون اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہین پھر اگر اسنے پی تو اسکی نماز چالیس رات مقبول نہین ہوتی اور اگر
اسکو ہمیشہ پیا کرتا ہی تو وہ بت پرست کے مانند ہی کذا فی الطحاوی عن القہستانی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو
حد ماری جاتی ہی جبکہ اسکو بیہوشی اور نشہ ہو ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ہمارے زمانہ مین محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی تو حد ماری جاویگی اسپر جو مست ہوجا
ان شرابون کو پیکر جو جو سے اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہین اسواسطے کہ فاسق لوگ اکثر انہین پر اجتماع کرتے ہین ہمارے زمانہ مین اور لہو و لعب کا
قصد کرتے ہین اور اسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہین انتہی ولا یوثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اسکے ازالہ حرمت مین اثر نہین کرتا ہم
یعنی پکانے سے اسکی حرمت زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع مین ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہوتا اسواسطے کہ اسکی حرمت کو باطل کردے خمر
کے ثابت ہوجانے کے بعد یعنی خمر ہوجانے سے پہلے طبخ البتہ مؤثر ہو اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہین کرتا کذا فی الطحاوی الا انہ لا یحد فیہا مالم یسکر منہ
لاختصاص الحد بالنئ ذکرہ الزیلعی وسیظہر المصنف وفیہ صت ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد
مالم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے پر حد ماری نجاویگی جب تک اس سے مست نہو کا سبب مخصوص ہونے حد کے
کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے اور قوی کیا ہی اس قول کو مصنف رح نے اپنی شرح مین اور قنیہ مین کہا ہی اس قول کو جو قنیہ اور مجتبیٰ مین ہی یعنی جب خمر
پکائی گئی اور اسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہوجاتی ہی پھر مصنف شارح نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاے اسکے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے
قواعد مذہب کے مخالف کہا ہی جب تک کہ اسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تضعیف مین ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہی ہم
خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہی اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رح کا یہ ہی کہ اسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیے یا بہت چنانچہ
فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع مین ہی ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہی کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہی جبکہ
آنچ سے ادھا ہو اور صاف خمریت کے یعنی تلخی اور مستکرنا زائل ہوجاے کیونکہ اسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہوجانے سے اسکی حقیقت بدل جاتی ہی
اور یہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہی کہ طبخ سے خمر حلال نہین ہوجاتی تو مراد اسکی یہ ہی کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہون کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہین پایا گیا
جو مقتضی ہی اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات مین اثر نہین مخالف اسکے نہین اسلیے کہ مؤثر انقلاب ہی طبخ کی اسمین کچھ خصوصیت نہین کذا فی
الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قال المصنف قلت وہو باحتقان واقطار فی احلیل نہایہ اور جائز نہین خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا
کہا ہی مصنف رح نے شرح مین کہتا ہون اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاے اور پیشاب کی راہ سے ٹپکائی جاے کذا فی النہایہ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ مین استعمال

تو ظاہر ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اسلیے حرام ہی کہ جب وہ غلیان اور شدت پر جوش ہو گی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہوگی ظاہر کلام کی تقیید

المتون انہ اختار ہہنا قولہما قالہ المصنف قلت وقال القہستانی وذکر الفقیہ ہنا انہ یعتمد علی السابق فتنبہ اور سابق کا ظاہر کلام باقی او رمتنون کے مانند یہ ہی

کہ انہوں نے اس مقام میں صاحبین رح کا قول پسند کیا ہی کہ فقط غلیان اور شدت پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو ذکر نہیں کیا ایسا کہا ہی برجندی نے ان

قہستانی نے کہا کہ ان متن نے بیان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی جو کہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور ہو چکا تھا یہاں

اسکا ذکر کرنا ضروری نہیں اقول اس سے ظاہر ہوا اور یہاں ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف رح کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہی اسواسطے کہ انہوں نے سکر کی حرمت میں جھاگ

ڈالنے کو بیان کے بعد ذکر کیا ہی تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونوں میں یکساں خلاف ہی وفی البحر حکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد کلامہم

انہا خفیفۃ وہو مختار السرخسی واختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رح نے سکر نقیع اور نقیع کی نجاست کا جو بیان نہیں کیا اور انکے کلام سے ایسا

ظاہر ہوتا ہی کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہی اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رح کا مختار ہی اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہی کہ نجاست غلیظہ ہی وحرمتہا دون حرمۃ

الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہی خمر کی حرمت سے انکا حلال جاننے والا کافر کہا جاتا

اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہی اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہی ہم کشف میں ہی کہ یکفر کو اکفار سے کہنا بہتر ہی تکفیر سے اسواسطے کہ اول

نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہی اور خاص دلالت مراد میں اولی ہی مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر

والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب ہی یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا

پانی بشرطیکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہاں تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اسکا پینا حلال ہی اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کا

ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ نہر میں ہی عینی نے کہا کہ نقیع من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اسکی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں

تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاوے وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو شرب للہو فقلیلہ

وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ اور تمر اور زبیب کی اس وقت ہی جبکہ وہ پیا جاوے بغیر لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شربت ہوگا تو اسکا

قلیل اور کثیر سب حرام ہی ہم مختار میں ہی کہ طرب سبکی ہی جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہی در ر میں کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص

نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہی وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم

اور یہ حلت اسوقت تک ہی جب تک وہ نشا نکرے تو اگر اسقدر پیے گا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ہم

یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہی نہ مشروب تمامہ بحر رائق میں ہی کہ جسنے نو پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اسکو نشہ نہوا پھر اسنے دسواں پیالہ

پیا اسوا اسنے نشا کیا تو حرام دسواں پیالہ ہی نہ اسکے پیالے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہی اور وہاں کا بیٹھنا

حرام اور اسکی طرف چلنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور اشربہ حلال سے

مشروب ثانی خلیطین ہی یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد میں حاصل ہوا ہی

بدون لہو ولعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہی جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہی کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

واصحابہ وسلم کے واسطے برتن میں ڈال لیتے تھے اور پانی اسپر ڈال لیتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو

بھگو رکھتے اسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث میں خلیطین سے نہی وارد ہی وہ قحط کی حالت پر محمول ہی تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہو وے اور

حالانکہ پڑوسی محتاج ہو بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی میں تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہی

کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیرۃ والذرۃ تحل سواء طبخ اولا بلا لہو وطرب اور تیسرا شربت حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو
اور جوار کا نبیذ یعنی خیساندہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی وان اشتد وھو ما طبخ من ماء العنب
حتی یذہب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للہو لا یحل اجماعا اور چوتھا شربت حلال ہے مثلث
انگوری ہے اگرچہ اسمیں اشتداد حاصل ہوا ہو مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہاں تک کہ اسکی دو تہائیاں جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی رہے
یہ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو لعب کے واسطے پیتا ہو تو شیخین رح
اور محمد رح سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ہم شیخین رح کے نزدیک مثلث عنبی نشہ کی حد تک حلال ہے اور محمد رح اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک
حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین رح کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی میں سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ کہتے وہ کہ لکھا امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا اسمیں یہ تھا کہ شام کا قافلہ میرے پاس ایک شربت لایا سیاہ طلاء الابل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ [illegible] لایا
کہ تم لوگ اسکو کتنا پکاتے ہو … انہوں نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائیاں جاتی رہیں … دو ثلث خبیث … ایک ثلث … اور ایک ثلث اسکا [illegible]
… سو اپنے لوگوں سے حکم کرو کہ اسکو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ اپنے شہر والوں کو حکم کرو یہاں تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے
شیطان کے دو حصے ہیں اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال نہیں
سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور اس زمانہ میں لوگ لہو و لعب اور فسق و فجور کے واسطے
پیتے ہیں ابو یوسف سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کوئی کے واسطے مثلث سے قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا اور اسطرف کا چلنا حرام ہے امام رح سے روایت ہے
کہ میں نبیذ تمر کو حرام نہیں کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور میں اسکو نہیں پیتا ہوں باعتبار مروت کے انتہی قال القہستانی وفی صحۃ بیع
غیر الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو شربت مذکور ہوچکے انکی بیع صحیح ہے یعنی شرح تنویر میں مصنف اور ہر ایک اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ
اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی مفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ہل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل ان مرادہ
بعدم الجواز عدم الحل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونوں غیر خمر ہیں میں کہتا ہوں
اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا مصنف نے
نے شرح میں وتضمن ہذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لمنعنا عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جایگا ان شربتوں کا بسبب تلف کر دینے
کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہیں اسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت
مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصلیب حیث یضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکہم وما یدینون زیلعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی
اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب تلف کرڈالے تو اسکے مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیے کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہم مامور
ہیں انکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمہا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین ونحوہا قالہ المصنف مطلقا قلیلہا وکثیرہا وبہ یفتی
ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے انکو محمد رح نے مصنف نے شرح میں کہا یعنی جو شراب کہ بنائی جاویں شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وہ محمد رح
کے نزدیک مطلقا حرام ہیں خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جو شراب اور خلاف
نبیذ یعنی انکا یعنی شہد وغیرہ مذکور شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پیکر مست ہو اسپر حد نہیں اور اسکی طلاق واقع نہیں اور محمد رح کے نزدیک وہ
حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کفایہ وغیرہ میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہی ہے کہ شہد

مذکورہ سے جو نشا لاوے علی العموم اسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کہ کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی ہر نشہ کرنیوالی چیز خمر ہے اور
ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد رح و ابن ماجہ رح و دارقطنی کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد رح کے
قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اسکا اور کثیر سب حرام ہے فقہا نے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہیں اور محمد رح کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب
شافعی رح اور مالک رح اور احمد رح اور داؤد رح ظاہری کا ہے انتہی اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا چار اشربہ حلال میں ہے اور اشربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین رح اور
محمد رح کے حرام ہے گو کہ اسقدر سے نشا نہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً اختارہ شارح الوہبانیۃ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے محمد رح
کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین رح اور محمد رح سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ
میں حاوی سے یوں مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ انھوں نے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ جس سے
نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اسکے پینے سے لوگ باز رہیں تا روے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے خمر کے
سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونظمہ فقال وفی عصرنا فاختیر حد واوقعوا طلاقاً لمن من سکر الحب یسکر وعن کلہم یروی وافتی محمد بتحریم ما قد قل
وہو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کردی ہے اس شخص کی جو اناج کی
شراب پینے سے مست ہو اور شیخین رح اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد رح نے قلیل کی بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے
وفی طلاق البزازیۃ وقال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وہو نجس ایضاً ولو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد انتہی وفی الملتقی وقوع طلاق من سکر منہا تابع
للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ہو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعاً انتہی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور بزازیہ
کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے
زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اسپر حد ماری جاوے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہو اسکے پینے سے تو اسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے
اور سب مسکرات حرام ہیں محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل
اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہے انتہی مافی الملتقی اور پورا اسکا بیان اس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی الا لبن
الابل اذا اشتد فلم یحل عند محمد خلافاً لہما والسکر منہ حرام بلا خلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب
جوش کھا کر مستی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اسکے مست پر حد واقع ہونا اور اسکی
طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہے یعنی شیخین رح کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الافراس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الہدایۃ
حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریماً عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اسکے حلال ہونے کو
صحیح کہا ہے یعنی امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر ہم حلت اسوقت تک ہے جب تک
نشا نکرے زیلعی میں ہے قول اصح یہ ہے کہ گھوڑے کا دودھ امام رح کے نزدیک حلال ہے بموجب ذکر کرنے صاحب ہدایہ کے اسلیے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے
سبب سے ہے اور اسلیے کہ مادہ جہاد منقطع نہو جاوے تو یہ کراہت اسکے دودھ کی طرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدبا
جمع دباۃ وہی القرع حلال ہے نبیذ بنانا تونبوں میں وبا بتشدید یہ جمع ہے دباۃ کی جو جمعی کدو ہے والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر
والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما ورد من النہی فنسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جسپر زفت یعنی
روغن قیر کا ملا ہو اور لکڑی کے کھدے ہوے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

الزاہدی نے کفر و مباح قتلہ اور مصنف رح نے شرح میں جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدی نے کہا کہ وہ منسوب
بکفر ہے اور اُسکا قتل مباح ہے ثم مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ نافذ الدین نے شرح قرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہ رح سے کچھ منقول نہیں اسواسطے کہ انکے وقت میں اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی
کچھ منقول نہیں مزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہیں امام شافعی رح کے اور اسدین جو شاگرد امام اعظم رح کے عراق اور عجم میں تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب
اسکی بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم میں پھیلا اور سفاہت عقل پر غالب آگئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر نے مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور
اسکے جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اشباہ شافعی رح اور حنفی رح دونوں مذہبوں کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہے یہانتک کہ اسکی حلت کے قائل کو
زندیق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہوا اور طلاق دے تو اسکی طلاق واقع ہوگی زجراً اور تو بنج کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم
الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ میں
کہتا ہوں اور ہمارے استاذ نجم غزی شافعی رح نے اپنی شرح میں جو انکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان میں ہے ابن حجر مکی سے
یوں کہا ہے کہ اُسنے تصریح کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق
فی سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وہو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل
مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ
کسائر الصغائر انتہی بحرفہ پھر کہا ہمارے استاذ نجم شافعی رح نے کہ تنباکو جو نو پیدا شے ہے اور اسکی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال
ہجری میں ہوئی اُسکا پینے والا یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اُسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر
حواس کو شکستہ اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جسکو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنے والی اور سست کرنیوالی چیز سے اور استاذ نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کردینے
سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہ کہ اُسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے
انتہی کلام النجم الشافعی رح بلفظہ ثم ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ رح کے کلام میں ہے اور اسی واسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج کو اسکا
سامان کردینا واجب ہے انتہی اور بعض ثقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انہوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے
کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعارض اور حقہ اُسوقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر نہ کرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر
اسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اسوقت زوج پر لازم ہوگا انتہی کلام الشافعیہ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ امر مختلف ہے
باختلاف مستعملین کے یعنی ہر کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ
کالحیوان المشکل امرہ والنبات المجہول سمیتہ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ میں اس قاعدہ کے
اندر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدہ کا اس چیز میں جسکا حال معلوم نہیں جیسا کہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہیں
اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کہتا ہوں تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا
جو ہمارے زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہے تو خبردار اور ہوشیار ہو یعنی بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے
تنباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے یعنی نہ اباحت ہو نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہے نہ حرام وقف کرے

شیخنا العمادی فی ہدیتہ الحاقہ بالثوم والبصل بالاولی فتدبر اور البتہ تنباکو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں مکروہ کہا ہے اسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولیٰ لاحق کر کے سو اسکو غور کرے ہم مفتی روم ابو السعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہاں مکروہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کے وقت اسکا استعمال صریح بے ادبی ہے کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث رح دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ کہ دخان حرام ہے قلیان کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدبو تا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن حرم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ وتطلیق محتش لزجر وقرروا ولبائعہ التادیب والفسق اثبتوا وزندقۃ للمستحل وحرروا

اور ان علماء میں سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہیں شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہے اسکو کتاب الحظر میں اور اسکو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علماء نے فتوے دیا ہے بھنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلا دینے اور بھنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہے علماء نے بھنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اسکو تنقیح اور تحقیق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں ہم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر حیلہ سے تو متوحش کی قید سے مرغی اور بط نکل گئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہے کہ اپنے پانوں یا پروں سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد ہے کہ آدمیوں سے بالطبع نفرت کرے اور وحشت اصلی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اصلی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں جیسا بچہ یا ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہے کہ دونوں چیز موجب سرور ہوتی ہیں وہو مباح بخمسۃ عشر شرطا بسطہا فی العنایۃ ومتفرقۃ فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنائے مسائل میں ہم کہتے ہیں مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں ۱ ہونا اسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہ ہونا اسکے چھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک تسمیہ عمدا نہ کرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا اور پانچ شرطیں کلب وغیرہ میں ہیں ۱ معلم ہونا اسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اسکا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ایک یہ کہ اسکی خورش نہیں دانت اور چنگل سے ہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہ ہونا ۳ اسوا مچھلی کے آبی جانور نہ ہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانوں سے یا پروں سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی الحموی عن النہایہ یہ پہلی تینوں شرطیں حلت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کے واسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اسلیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانوروں اور حرام میں حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالیٰ (واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہ ہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جب تک تم محرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر تو نے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہیں کھایا تو اسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہ حدیث بخاری

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے الا للمحرم في
الحرم في غير الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہم حلبی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا المحرم او في الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں
مباح نہیں اسواسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او للملاھی کما ھو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے
مگر لہو لعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے او حرفة علی ما في الاشباه وقال المصنف وانما زدته تبعا له والا فالتحقیق عندی اباحة اتخاذه حرفة لانه نوع من الاکتساب
وکل انواع الکسب في الاباحة سواء علی المذهب الصحیح کما في البزازیة وغیرها یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت
بموجب اشباہ کے ہے مصنف رحمہ نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ میں زیادہ کی اشباہ کی متابعت سے ورنہ میرے نزدیک شکار
کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیقی ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کے برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے
چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد ہیں صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے انکے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نہ کیا فیصب یا شبکة
لصید یملک ما تعلق بها بخلاف ما اذا نصبها للجفاف فانه لا یملک ما تعلق بها ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا
اس جانور کا جو اسمیں پھنس گیا بخلاف اس صورت کے کہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمیں تو اول صورت میں
دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد النقاش
او غیره خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکه ویجب التعریف اور اگر پایا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو یا وسے تو اسکا
مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنی پکارنا واجب ہے کہ جسکا ہو سو آ کر لے ہم نقاش بضم نون و سکون قاف و کسر لام و شین معجمہ عرف میں اسکو کہتے ہیں
جو زمین میں مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی الطحاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثة ناقل کبیع
وهبة وخلافة کارث ووصایة واصالة وهو الاستیلاء حقیقة بوضع الید او حکما بالتهیئة کنصب شبکة لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک
فلو استولی فی مفازة علی حطب غیره لم یملکه ولم یحل للنقاش ما یجب بالتعریف معلوم کرنا کہ ملک کے سبب شرع میں ایک سبب ناقل ہے یعنی ایک مالک سے
دوسرے مالک کی طرف ملکیت منتقل ہو جاسکے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرا
مالک ہو جانا جیسے میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقة استیلا اور قدرت ہو
تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر
ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کی تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التفریعات فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے
ترجمہ میں مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب المعدة فی الذبائح من کلب وباز ونحوهما بشرط قابلیة التعلیم بشرط کونه لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہو تعلیم کے اور بشرطیکہ
نجس العین نہو جسکے کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار
ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مهد من الاصل بقوله فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتهما
التعلیم فانهما لا یعملان للغیر الاسد لعلو همته والدب لخساسته والحق البعض بهما الحداة لخساستها مصنف رحمہ نے تفریع کی اس قاعدہ پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے لیے عمل

نہیں کرتے تو شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ
چیل کو بھی ملحق کیا ہے اسکی خساست کی وجہ سے اھ اور بعضوں نے بھیڑیئے کو بھی اسکے ساتھ ملحق کیا ولا الخنزیر لنجاستہ عینہ علیہ فلا یجوز بالکلب
علی القول بنجاستہ عینہ الا ان یقال ان النص ورد فیہ فتنبہ اور نہ سور سے شکار کرنا درست ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے اور یہ جب اس
قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہو ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یہاں جواب دیجیے کہ کتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے
تو کتا مستثنیٰ ہوا اس قاعدے سے ہوا گاہ رہنا وبہ یندفع قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضہم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علی
ما فی التجرید وغیرہ فتامل اور اسی جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابو حنیفہ کے
نزدیک بنا بر تجرید وغیرہ میں ہے سو تامل کرے بشرط علمہما علم ذی ناب ومخلب من وحش دار اور جنگل کیسا کا شکار حلال ہے انکی تعلیم یافتگی کی شرط سے
دو اہ بترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر قہستانی ویاتی ثلثا فی الکلب ونحوہ وبالرجوع اذا دعوتہ فی البازی ونحوہ اور یہ یعنی
انکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو
مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی میں ہے اور آگے مذکور ہوگا اھ یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ
نہ کھائے تو اسکا معلم ہونا ثابت ہوگا اھ اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لیکے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں نے اپنی عادت
چھوڑ دی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوگی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھا ویگا تو بھی اسکی تعلیم یافتگی کو ضرر
نہیں کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وشرط جرحہما فی ای موضع منہ علی الظاہر یعنی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی جگہ
مقام میں ہے بسبب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوے ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ تحقیق ذکاۃ کا ہے
وعن الثانی یحل بلا جرح وبہ قال الشافعی اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا وشرط
ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال
کے اور اسکو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہا عمداً علی حیوان ممتنع ای قادر علی الامتناع
بقوائمہ او بجناحہ متوحش فالذی یقع فی الشبکۃ او سقط فی البئر او استانس لاتحقق فیہ الحکم المذکور ولذا قال یوکل لان الکلام فی صید الاکل
وان حل صید غیرہ کما سیجیء او اعم حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے کتے یا باز کے چھوڑتے وقت
ممتنع متوحش ماکول ہو اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکماً تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمداً ہے یعنی ترک تسمیہ نسیاناً مضر نہیں ممتنع سے اسواسطے کہ جانور اپنے
بچانے پر قادر ہو اپنے پاؤں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہو گیا تو اسمیں
حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف رح نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ
گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلاً کھال سے فائدہ
حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے وشرط ان لا یشرک الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ ککلب غیر معلم وکلب مجوسی او لم یرسل او ترک التسمیۃ علیہ
اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں چنانچہ بدون سکھلایا کتا اور مجوسی کا
کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمداً بسم اللہ کہنا اسپر ترک ہوا تو ان صورتوں میں شکار حلال نہوگا وشرط ان لا
یطول وقفہ بعد ارسالہ لیکون الاصطیاد مضافاً للارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار کے پکڑنے میں دیر نہ کی

اور توقف نکیا ہو یہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب ہو اور مضاف ہو بخلاف ما اذا اکمن کستنیٰ کا لفہد کما یکمن الفہد سئلہ وجد الحیلۃ لا الاستراحۃ
برخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دبکا رہتا ہو بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے
ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یعنی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرر نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دبکا رہے نہ بطریق استراحت کے
پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہو اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگا یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی
عن المحیط مختصرا وللفہد خصال حسنۃ ینبغی لکل عاقل ان یاخذ بہا کما البدائع المصنف اور چیتے کے چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے کہ لے لیا کرنا چاہیے مصنف
شرح میں انکو مفصل بیان کیا ہے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ چیتا دبکا رہتا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے کہ فرصت
تاکتا رہے تا بلا مشقت مطلب حاصل ہو ازانجملہ یہ ہے کہ اسکا سکھانا مار سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہے اسی طرح
عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسیطرح
عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر پایا تو بہتر ورنہ بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان ہلاک کروں غیر کے واسطے
ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن العینی عن العمادی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک الاکل پھر اگر شکاری باز نے کچھ کھایا تو باقی حلال ہے
کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب لا یوکل مطلقا مثلہ ما ادرکہ اور اگر کتے اور مانند اسکے نے شکار سے
کچھ کھایا تو باقی نکھایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اسکو کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو کا کل منہ ای کما لا یوکل الصید اذا اکل الکلب منہ بعد ترکہ الاکل ثلث
مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اسکا کھانا اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جس میں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اسنے شکار
پکڑا اور نکھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اسکا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہے اسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یوکل ما صادہ بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل
ثلثا اور اسیطرح وہ شکار بھی نکھایا جائیگا جو اسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار
شکار کرے اور نکھاوے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صادہ قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اکلہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا کالفوت محل فیہ اشکال ذکرہ القہستانی
یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلیئے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا یعنی مثلاً کھا چکا تو اسمیں بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ شکار یا غیر موجود ہے
یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں عدم بقاء محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے
اگر جنگل میں ہے تو اسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اسکی ملک میں ہے تو اسمیں اختلاف ہے سو امام رح کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین رح کے نزدیک حرام نہیں خواہ
مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مدبرہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعوی وارث کے نزدیک انتہی حاصل
اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بیچ ڈالا گیا تو مشتری بائع سے ثمن پھیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تھا
اور اثر ظاہر ہوتا ہے تو یہ ہیں اسکو کھانے کے بعد اور اگر یہ کہے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیئے کہ حرمت ساقط ہو جاوے
محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کعقد فر من صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد و لم یاکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل
چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اسنے شکار پر چھوڑا اسواسطے شکار پکڑا تو وہ
کھایا نہ جاویگا اسلیئے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اپنے ترک اجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ہے
ولو الصیاد الصید من الکلب او قطع منہ بضعۃ فالقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہ ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ

اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اُس مین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈالدیا سو اُسنے اُسکو کھالیا یا کتا شکار مین سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کر لیگیا اور کھا گیا
تو باقی شکار حلال کھایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسلئے کہ یہ حرکت اُسکی نہایت علم اور زور اُسکی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اُسنے وہ چیز پی کہ جو مالک کے لائق
نتھی یعنے خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنے گوشت کذا فی المنح ولو نهش الصيد فقطع منه بضعة فاكلها ثم ادركه فقتله ولم ياكل منه لا يوكل لاكله
حالة الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتون سے نوچا سو اُس مین سے نصف کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور نہ کھایا تو وہ حلال نہین کھایا جائیگا شکار کرنے کی
حالت مین کھا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نہشه وتبع الصید فقتله ولم یاکل منه حتی اخذه صاحبه ثم اکل ما القی حل لانه لو
اکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچھا کیا شکار کا سو اُسکو قتل کیا اور اُس مین سے نہ کھایا یہان تک کہ اُس سے مالک نے شکار لیا
پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اُس وقت مین یعنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت مین ضرر نہ تھا چنانچہ گذر گیا
واذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوة فوق ما فی المذبوح ذکاه وجوبا اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے
ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہے تو اُسکو ذبح کرے بنابر وجوب کے ہم یعنے اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب اور اگر زندہ پایا
تو حلال نہین بدون ذبح کرنے کے اسواسطے کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہین
اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیان نکل پڑین پھر وہ مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہین
اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی مین ہے وشرط لحل بالرمی التسمیة وجرح الآلة اور تیر سے شکار کے حلال ہونے مین تیر
مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنے نسیان سے ترک تسمیہ شرط حلت نہین وشرط الجرح لیتحقق معنی الذکوة اور شرط ہے
زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا معنے یعنے تطہیر خون نکالنے سے ثابت ہو وشرط ان لا یقعد عن طلبه لو غاب الصید متحاملا سهمه فما دام فی طلبه حل وان قعد
عن طلبه ثم اصابه میتا لا یوکل لاحتمال تسبب آخر اور یہ بھی شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہوگیا ہو اُسکے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جبتک
تیر انداز اُسکی طلب مین ہے وہ حلال ہے اور اگر اُسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اُسنے شکار کو مردہ پایا تو اُسکا کھانا حلال نہین اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت
دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ محرمات مین موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیة کما ان لا یتوارى عن بصره وفیه کلام
مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاوی قاضی خان مین حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ
مین مذکور ہے ہم وجہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو تو شاید اور کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اُس
شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہین مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی مین روایت ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اُسکو پایا سو کھا جب تک سڑ گندہ نہین ہوگیا
یہ حدیث باوجود غائب ہونے پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اُس شخص پر جو اسکا مانع ہے انتہی ملخصہ کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی فان ادرکه الرامی
او المرسل حیا ذکاه وجوبا فلو ترکه حرم وسیجی پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار
حرام ہوگا اور آگے آویگا ہم یہ مسئلہ مکرر ہوگیا والحیوة المعتبرة حیا ما یکون فوق ذکوة المذبوح بان یعیش یوما وهو الاکثر صحیح اور جو حیات کہ بیان سے لینے
ذبح شکار مین معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی البرجندی اما مقدار ما هو ما لا یتوهم
بقاءه کما فی الملتقی فلا یعتبر اتفاقا حتی لو وقع فی الماء یحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنے جسقدر زندگی سے اُسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی بیان
معتبر نہین یہانتک کہ اگر اسقدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اُسکو ذبح نکرے اور وہ پانی مین گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ہم صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول

امام رح اور صاحبین رح کے ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہے اور امام رح کے نزدیک حیات خفیہ مین بھی ذبح کرنا ضروری ہے متردیہ وغیرہ اسکے مانند کذا فی المجتبی
والمعتبر فی المتردیة واخواتها کالنطیحة والموقوذة وما اکل السبع والمریضة مطلق الحیوة وان قلت کما اشرنا الیه وعلیه الفتوی وتقدم فی الذبائح اور
متردیہ اور اسکے مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ مین جسکو درندے نے کھایا اور بیمار مین مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کردیا
اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح مین ہم متردیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ
وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنے حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے حلال نہین اور اسیطرح شکار مین بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا فتوی اگر
سید چوہی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہین بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہ ہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل
اس آیہ کریمہ وما اکل السبع الا ما ذکیتم اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان ترکہا ای
الذکاة عمدا مع القدرة علیها فمات حرم پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمدا باوجود قادر ہونے کے اسپر پھر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا
یحرم لو عجز عن التذکیة فی ظاہر الروایة وعن ابی حنیفة وابی یوسف یحل وہو قول الشافعی قال المصنف وفی متنی ومتن الوقایة اشارة الی حله والظاہر [illegible] انتہی
قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیة فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسیطرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایة مین اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ آلہ اسکے پاس
ذبح کا نہین یا وقت تنگ ہے اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایة یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح مین
کہا اور میرے متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اسکے حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایة کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف
مین کہتا ہون اور ظاہر الروایة کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت مین حرام کو حلال نہین کر دیتا ہم برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے
عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا او ارسل مجوسی کلبه فزجره مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا
اور پکار کر شور کیا سو وہ تیز ہو گیا اور اس نے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم ہر چند زجر لغت مین بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور
قوت سے بلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادتی طلب ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی مین ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہون
تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس ہے کہ حلال ہے یعنی اگر مسلمان نے کتے کو
شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہوگا اور اگر ارسال نہ ہو وے اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پھر اگر
زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے او رماه بمعراض بعرضه وہو سہم لا ریش له ای بلا حدیدة بعرضه یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض
سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمین پر نہین اور بعض معراض اسکو کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے ہم
معراض پتلا لکڑا سا تیر ہے دونون کنارے اسکے باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کذا فی
القاموس ولو جرحه قتل ان مات بجرحه حل اور اگر معراض کے کنارے سے پہونچا اور تیزی سے ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہے او بندقة
ثقیلة ذات حدة حرم لقتلها بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ یا باڑھ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ باڑھ
اور تیزی سے ہم بندقة بضم با موحدہ وسکون نون مدورہ مٹی ہے جس سے مارتے ہین اور اسکو جلاہق بھی کہتے ہین کذا فی المغرب ہند مین اسکو غلولہ اور غلیلہ
کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت خفیفة بها حدة حل لقتلها بالجرح ولو لم یجرحه لا یوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامه
فیما علقته علیه اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلیے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اسکا کھانا مطلقا
درست نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہے اور بعضون کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان

منتقی کی ہمار ستی میں ہو ہم فتاوی قاضی خان میں ہو کذلیلہ او نچر او صرامین اور لاٹھی اور اُسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیئے کہ ہتیار مذکورہ
چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہان اگر انکو دراز نوک دار تیر کے مانند کرلے اور اُسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اسکا حلال ہوگا
اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیئے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہو کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہو
تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر میں اسکی طرف اشارہ ہو اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اُنسے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا
شکار کرتا ہو سیسے اور مٹی کی گولی سے آیا اسکا کہنا درست ہو یا نہیں تو جواب لکھا کہ اُسکا کھانا حلال نہیں زیلعی میں ہو کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ
اگر موت شکار کی زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہو تو وہ حلال ہو اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہو تو بالیقین حرام ہو اور اگر شک ہو اسمین کہ زخم سے موت
ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہون کہ سیسے کی گولی سے شکار میں اُتنا ہی بہ ہو کہ اُسکا کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ گولی تو [illegible]
کے سبب قتل کرتی ہو نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی او ھی صید فوقع فی ماء او احتمال قتل بالماء فیحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا
پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اُسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو
پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اُسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہو کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی
صورت میں احتمال ہو کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں ہو سب اسوقت ہو جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمین زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ
زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہو کہ وہان احتمال مذکور منعدم ہو کذا فی العالمگیریۃ او وقع علے سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل الثمان
الاحتراز عن مثلہ بہذا امکان یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہان سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہو ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی
صورتون سے بچنا امکان ہو ھم یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور یہی حکم ہو درخت یا دیوار یا لکڑی یا کھونٹی
یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہو اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین
کے ہو کذا فی الحموی فان وقع علے الارض ابتداً اذ الاحتراز عنہ غیر ممکن فیحل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہو اسواسطے
کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ھم یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہو تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہو ورنہ شکار کے
باب کا انسداد ہوگا او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بصیاحہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ مثلہ کنسخ الحدیث یا مسلمان نے
اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اسکو زجر کیا یعنی شور کر کے اسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہو اسواسطے کہ زجر کمتر ہو
ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہو اس فعل سے جو اس سے فوق ہو یا برابر اُسکے ہو نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہو راجح یا صحیح سے نہ ضعیف سے
ھم زجر اسواسطے کمتر ہو ارسال سے کہ زجر مبنی ہو ارسال پر کہ اُسکی تاکید ہو تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہو نہ زجر او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم
فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہو اسواسطے
کہ زجر ارسال حکمی ہو یعنی بمنزلہ ارسال کے ہو درصورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن منہ لو ارسلہ علی صید وکثیرۃ فقتل الکل
واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سواے اُسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہو اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اُس شکار کا پکڑنا ہو
جسپر کتا قادر ہو سکے یہان تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکارون پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اُسنے سب شکارون کو قتل کیا تو سب کا
کھانا حلال ہو یعنی خلاصہ یہ ہو کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہو ان دلائل سے
جنکو ہمنے ذکر کیا ھم قولہ اکل جزا ہو فان رفع اور اُسکے معطوفات کی کصید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو خلافا للشافعی وانما قولہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا سو اسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف
شافعی رحمہ اللہ کے کہ انکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے
وہ مردار ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یوں روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنے جو چیز چوپائے
جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحٰق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا
فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات
اسمیں قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اسکا اس زخم سے متوہم ہے عینی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے
چنانچہ پاؤں یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل الالتیام اکل العضو ایضا والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کردیا اور اسکا بدن
سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اسکا نہیں ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں
کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن
حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح تبینا والحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اسکا اکثر بدن اسکی دھڑی اور دم کے ساتھ رہا یعنے
ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دم تک
تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتوں میں اسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اسکو شامل نہ رہی ہم
اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اسواسطے کہ اسکی سلامتی اور بقا ایسے زخموں
کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اسکی ذکاۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ لا مکان
المذکور برخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اسکے سر کے ساتھ رہا تو اسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنے اگر
ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی
حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ
الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے
برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر
شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اسکو زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مارا تو اسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور
حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اسکو حیز امتناع سے خارج کردیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش
فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اسکو
خارج کردیا یعنے اب بھاگ نہیں سکتا اور اسمیں اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اسکے دوسرے نے اسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے
اور اسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا امام زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے
اسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اسکے ذبح پر قادر ہوگیا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اسنے اسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا
شخص اسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اول حرمت ثابت ہوگی
وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اسکی پوری قیمت کا جو اسکی قیمت

اُسکے تلف کرڈالنے کے وقت ہوا اُس نقصان کے جو اُن کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہم وجہ تاوان یہ ہی کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا
شخص زخم کاری لگانے سے اُسکا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اسکی یون ہو کہ وہ شکار
دس درم کا تھا مثلاً شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مرگیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا
تاوان دے کذا فی المنح وحل صید ما یوکل لحمہ وما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے
شکار کرنا اُس جانور کا جسکا گوشت حلال ہو اور جسکا گوشت حلال نہیں ہو اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے
واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرآنی کی مطلق ہونے کے سبب سے یعنی حق تعالی نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا
احرام باندھے ہو تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونون کو شکار کہتے ہین وفی القنیۃ
یجوز ذبح الہرۃ والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذہ حرارۃ الموت اور قنیہ مین ہی کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہی کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کرڈالے ہم کہتے ہین کہ بلی موذی ہو تو اسکو مار دے نہ کہ کان میں اسکو ذبح کرڈالے چنانچہ جنیس مین ہو اور اگر کلب عقور
یعنی کاٹنا ہو تو اُسکا قتل جائز ہو اور اُسکا مالک تاوان نہین لے سکتا کذا فی الطحاوی ویطہر لحم غیر نجس العین بالذکاۃ اصلا وجلدہ وقیل لا یطہر جلدہ
لا لحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب وما مر فی الطہارۃ پاک ہوجاتا ہی گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ مسلا
پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہوجاتی ہی نہ گوشت اُسکا اور یہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح تر ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب
کتاب الصید مین منقول ہی اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ مین اخذ الطیر لیلا مباح والاولی عدم فعلہ شب مین پرند کا پکڑنا مباح ہی اور بہتر یہ ہی کہ
ایسا نکرے کذا فی الخانیۃ ویکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبہ مکروہ ہی باز کو شکار سکھانا زندہ پرند پر اسلیے کہ پرند کو اُس سے تکلیف ہوتی ہی سمع الصائد
حس انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا آدمی کے سوا پالتو جانور جیسے گھوڑے اور بکری
کی آہٹ سنی سو اُسکی طرف تیر چھوڑا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہم یہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہی ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہی اور مصنف نے
اسکو قول مختار فرما دیا ہی منتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے اسی کو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ
کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہین ہی اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الطحاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید حلال
الاکل حل بخلاف اس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنے سو اُسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہی ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ
لم یحل جوہرہ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہی تو حلال نہین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم جمع ہوتے ہین
تو محرم غالب ہو جاتا ہی احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اُسکے
سینگ یا کھر کو سو وہ مرگیا اگر اسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرۃ بحال الرمی فتحل
الصید بردتہ اذا رمی مسلما لا باسلامہ اور اعتبار حال وقت تیراندازی کی حالت معتبر ہوتی ہی تو شکار حلال ہی تیرانداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو
اسلام کی حالت مین اور شکار حلال نہین تیرانداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا بت پرستی کی حالت مین ہم عنایہ مین ہی کہ تیر لگانے اور معلم کے
چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہی تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہی اور اُسکے برعکس حلال نہین کذا فی الغایۃ ویجب
الجزاء بحلہ اذا رمی محرما لا باحرامہ وسیجی قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہی محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام مین نہ اُسکے
محرم ہوجانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہی اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الدیات سے پہلے

فرع: مسئلہ ملتقطہ شارح کا لون باز یا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان ام لا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ ملتقط اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور بدون ارسال کے شکار کی اباحت نہیں ہے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاتہ مذبوحۃ فی بستان ہل یحل اکلہا ام لا فقلت لا وذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن یحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور یہ مسئلہ کہ شیخ زیلعی سے ابھی ذکر کیا ہے اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں بشک واقع ہونے کے سبب سے اس میں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جنکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں ہے اور اگر ہے تو اسنے ذبح کے وقت اللہ تعالے کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد ابیح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قال المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اسکے دل میں یہ بات جم جائے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ ایسے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ذکوۃ ہے شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح میں ہم کہتے ہیں قولہ اس پر دال ہے کہ حلت قول پر پانی کے قریب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہے کہ پانی میں گر کر مرگیا اور دریائی جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈالدیا اور بعضوں نے کہا کہ مطلق اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہو سے قلت فقد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں حادثہ مذکورہ اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اول میں غیر مالک ہے یقینا اور ثانی میں احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلبی والطحطاوی ورایت بخط ثقۃ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فاحفظہ اور میں نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یعنی کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اسکو پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہوجانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم صورت حادثہ فتوی طلب کے نظائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہوگیا ہے یہ معتمد قول یہ ہے کہ اسقدر سے کافر نہیں ہوتا الا جب کہ حلال جانے تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا موید فقہا کا یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی میں ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال ومات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مرگیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ہم کہتے ہیں مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرح ہلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علماء نے کہا ہے مردار سے نفع لینا کسی وجہ سے جائز نہیں اور کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتملیک عصفور بواجدہ آخرہ اور اجازت دیگئی تملیک گنجشک کی کہ اسکے پانیوالے کو

بعد ایک سال کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے تمثیل کا یعنی حق منحصر ہو دین میں تو دین کل حق ہے بعض اہم استیفا دین ہوتی استیفا ممکن
نہیں کیونکہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سو اسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شے سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اسکا استیفا رہن سے ممکن ہے اسکو سمجھ کذا فی شرح الوقایہ
حقیقۃ وہو دین واجب ظاہراً وباطناً او ظاہراً فقط کثمن عبد او خل وجد حراً او خمراً خواہ دین حقیقۃ اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں
واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ کہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اسکے
ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد رح نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن
فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما یأتی خواہ دین حکماً ہو جیسا کہ وہ اعیان
جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف
ہو جانے کے وقت مثل واجب ہو اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا مثل نہ ہو جیسا کہ مغصوب سوائے اسکے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے
تو رہن صحیح ہو حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور جیسا کہ مقبوض علی سوم الشراء او مقبوض بحکم بیع فاسد او مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ
چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ مضمون
بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے سوائے اسکے کہ اسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن
بعوض اعیان کی اس طرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت میں سو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی رہن بعین
مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے مبیع کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے
ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مثل مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی مافی الخانیہ
مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ
غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب و قبول سے در حالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اس وقت میں تو راہن کو تسلیم
مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن
رکھنے میں فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن حال کونہ محوزاً لا متفرقاً کثمر علی شجر فارغاً لا مشغولاً بحق الراہن کشجر بدون الثمر ممیزاً لا مشاعاً ولو حکماً بان اتصل المرہون
بغیر المرہون خلقۃ کالشجر ونحوہ تبیع لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مقسوم ہے
نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز او مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشرط مذکورہ
ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جبکہ مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے
شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا فاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ وصحح فی المجتبی
انہ شرط الجواز مصنف رح کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور
مجتبی میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض
کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بین الرہن والمرتہن قبض حکماً علی الظاہر اور
تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو نے

اور دین ساقط نہیں باقی رہیگا پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ مرتہن یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما الانتفاع
بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنیٰ ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے
ہر طرح نہ غلام و لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن سے
یا راہن سے کسیکو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے ہم کہتے ہیں کہ عدم
انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو
استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسیطرح اسمیں تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود رحمہ وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوٰا اور بعضوں نے کہا
کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو بیاج ہے ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے
اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور رہ گئیں معتبرہ
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ اگر عقد رہن میں استیفاء
منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن
ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور
رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ
بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آویگا ہم غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں
اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شرب فحصۃ الشاۃ یسقط وحصۃ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مر گئی مرتہن کے پاس یعنے وہ بکری جسکے دودھ
پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا بکری اور اُس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا [illegible] بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ
مرتہن لیگا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اسپر ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مر گئی تو دین کی قسمت ہوگی
بکری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ
راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اُسکی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ
صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور رہن باطل نہوگا اسکی اس تعدی سے
واذا طلب المرتہن دینہ امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبارہ
مستوفی نہ ٹھہر جائے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام اسکے استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں تکرار استیفا لازم آتا ہے اس
صورت میں جبکہ مرہون ہلاک ہو جائے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یکن بیدہ شرح مجمع مگر اس صورت میں
احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا
تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اسکا پورا دین
اسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اُسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ دونوں حق میں برابری ثابت ہو جائے ہم یعنی حق مرتہن دین میں متعین ہو جائے جیسے راہن کا حق
مرہون میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جبتک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع

مرہون کا اسور ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد ان الرہن تقلہ لک الحکم ان لم یکن للرہن مؤنۃ وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الذہاب
علیہ لتسلیمہ یعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہی اگر مرہون کے لانے میں
باربرداری کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دینا پڑیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون یعنی تخلیہ واجب ہی نہ نقل کرنا مرہون کا
ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیامہ لم یومر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر
مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں ہو
ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہی کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہی تلف نہیں ہوا ہی یعنی درصورت عدم احضار
وہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہی جبکہ راہن مرہون کے تلف ہونیکا
دعوے کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہی اور اسی طرح کا حکم ہی ہر ایک اُس قسط کے نزدیک جسکی مدت
پہونچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما مر
ابن شحنہ وقال ط ولا وجہ لما لم یحضر الرہن اولیکن بغیر مکان العقد والحمل یعسر چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہی اور
یوں کہا ہی اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا اگر مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور بلا اسکے کہ اسکی باربرداری میں
دشواری ہو یعنی درصورت عدم دشواری غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو وکذا الحکم اذا ادی ... بعینہ ہلاکا وہذا
فی النہایۃ بذکرہا اسی طرح قسط کا حکم ہی کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوے ہلاک راہن کے
اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہی ہم یہ تفریع قول اشارہ ہی ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہی کہ جبکہ استیفا سے کل دین کے
واسطے احضار مرہون ضرور ہی ویسے ہی استیفا ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہی بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں ہی کہ اگر راہن
مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہی تاکہ اسکی خاطر جمع ہوجاے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار
رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اس مرہون کے حاضر کرنیکا جو اسنے رکھا ہی معتمد شخص کے
پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا اب اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ
ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ بامرہ ... اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنیکا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہی راہن کے امر سے یہاں تک کہ ثمن پر قبضہ
کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہی راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ
مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ہم بدل ثمن ہی اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت
طلب دین لازم ہی اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہی مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ
ثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہی وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تاکہ وہ اپنا دین
اسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہی تا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ
من الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اسنے کچھ دین معاف کر دیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جبتک وہ
قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کر دیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح بعض دین کے
قبض یا ابرا سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الوہبانیہ اور مرتہن پر یہ واجب ہی کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جن سے ودیعت کی حفاظت واجب ہے ہم حفظ عیال مین الکنت سکنی ہو نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرتہن اپنے زوج کے
حفظ مین دے تو اسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ بیٹا ہو کالنفقہ نہین کذا فی الحموی فضمن ان حفظ بغیرہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے
اسکی حفاظت کراویگا چنانچہ کتاب الودیعہ مین گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ
واستخدامہ ولبسہ یہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور پہننے کا
مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہوجاویگا اسقدر اسکے بعد اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن سے وکذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل
فصہ الی باطن کفہ اولا یہ لفظ برجندی البیرجندی والبیرجندی علی ما اختارہ الرضی اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائین یا داہنی
چھنگلی مین بنا بر اس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف مین کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان
اسواسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی معزیا انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا
بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی ما سیاتی فی الآتیۃ تامل لیکن ہمنے کتاب الحظر مین مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی مین انگوٹھی
پہننا رافضیون کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا مین کہتا ہون ولیکن ہمارے زمانہ مین تو داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننے کی عادت
جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے ایسا سمجھنا بر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تقریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا یجعلہ فی اصبع اخری الا اذا کان
المرتہن امراۃ فیضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہوگا سواے چھنگلی کے دوسری انگلی مین
پہننے سے مگر جبصورت مین مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتین اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیون مین
بھی پہنتی ہین تو انکے حق مین یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کرکے ہم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان
لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہین کہ بالکل ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت مین تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اسقدر
ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وشملہ تقلد سیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان یتقلدون فی العادۃ بسیفین لا الثلاثۃ اور انگوٹھی کے مانند
دو تلوارون کا باندھنا ہے نہ تین تلوارون کا اسواسطے کہ بہادر عادتا مین دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین یعنے اگر رہن کی دو تلوارین باندھین تو ضمان
لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندھین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتم ای خاتم الرہن فوق آخر یرجع
الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے مین دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع
کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگون مین سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہین دو انگوٹھیان پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگون مین نہین تو محافظ ٹھہریگا
تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضی بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب
المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمۃ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادا ے ضمان اور دین دونون ملکر برابر
ہوجاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے دراہم
اور دنانیر دو جنس مختلف ہین چنانچہ معادن مین مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا فیضمن
المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور
مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب مدت دین کی آویگی تو مرتہن اسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان
رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہیگا مرتہن کے پاس

ہوسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا جیسے رہنے مین واجرة بیت حفظه وحافظه وماوی الغنم
علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرة راعیه لو حیوانا ونفقة الرہن
والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل
فیه ان کل ما یحتاج الیه لمصلحة الرہن بنفسه وتبقیته فعلی الراہن لانه ملکه وکل ما کان لحفظه فعلی المرتہن لان حبسه له اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور
اسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی حفاظت کے واسطے ہو
سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اسکا محبوس رہنا اسکے حق کے واسطے ہے جو نفس مرہون کے محتاج الیہ ہے چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے
والے کی اور چارہ اور باغ کی سینچائی وغیرہ ذلک من المصالحات واعلم انه لا یلزم تسمیة شرط علی الراہن قہستانی عن الذخیرة اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر
لازم ہے اسمین سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرة ثم جنایة زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر
لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنة رده کجعل الآبق اور جو چیز بسبب
کمداواة جرح الی یده ای الی ید المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانة فالمضمون علی المرتہن والامانة مضمونة علی الراہن لو قیمته اکثر من الدین اھ
مرتہن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانے والے کا اجر یا اسکے کسی زخم کو پھیر لانے کی اجرت چنانچہ ... تقسیم ہے مضمون اور
امانت پر سو جسقدر مضمون ہے اسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہو اور غلام مرہون کی
قیمت دو سو درم ہو تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے مین دو درم صرف ہوئے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور
نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجة
امراض وقروح وفداء جنایة اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایات کا وکل ما وجب علی احدهما فاداه الآخر کان متبرعا الا ان یامره
القاضی به ویجعله دینا علی الآخر فحینئذ یرجع علیه بمجرد امر القاضی لا یرجع بجعله دینا علیه لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہے اگر اسکو دوسرا
ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اسکا دعوے نہین کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت مین وہ دوسرے سے اپنا خرچ
پھیر لیگا اور مجرد امر قاضی سے بدون اس تصریح کے کہ اسکو دوسرے پر دین ٹھہرا دے رجوع نہین کر سکتا چنانچہ ملتقط مین مصرح ہے وعن الامام لا یرجع لو صاحبه حاضرا
مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلة الحجر زیلعی اور امام رح سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگر اسکا ساتھی موجود ہے مطلقاً رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے
یا نکرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنی امام رح کے نزدیک مکلف آزاد پر قاضی
حجر نہین کر سکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن غیر هذا وقال المرتہن بل هذا هو الذی رهنته عندی فالقول للمرتہن لانه القابض
راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہے اور قول
معتبر نہین مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن رده علی الراہن بعد قبضه فان القول للراہن لانه المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اسکے پھیر دینے کا
دعوے کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے وان برهنا فالراہن ایضا ویسقط الدین
لاثباته الزیادة پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانین تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا ولو قبل قبضه فالقول
للمرتہن لانکاره دخوله فی ضمانه اور اگر اختلاف ہو اسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن

کہتا ہو بلکہ بغیر سے قبضہ کر لینے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ذمہ ضمان کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فالبینۃ للراہن لاثباتہ الضمان
بزازیہ اور اگر دونوں اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ ویجوز لہ السفر بہ بالرہن اذا کان الطریق
آمنا کما فی الودیعۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہو مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ بیخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرطیکہ اس طریق
جائز ہو اگرچہ مرہون کیلئے لیجانے کے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا الانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا
العمدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العمدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما کما یفیدہ کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے
دوسرے شہر میں لیجانا درست ہو اگرچہ مدت کا سفر ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہو جسکے قبضہ میں مرہون ہو چنانچہ عمادیہ میں ہو عمدہ سے منقول
برخلاف دو قاضیوں کے فتاوی یعنی قاضی خان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عمدہ میں ہو وہ امام رح کا قول ہو اور جو دونوں فتاوی
میں ہو وہ صاحبین رح کا قول ہو چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہو قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان میں صاحبین رح کا مذہب گنا کر ہے
کذا فی الطحطاوی فائدۃ فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ یضمن بما فیہ من الدین
کما ذکرہ المصنف اول الباب **فائدہ** حدیث میں ہو کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہو جسمیں وہ مرہون ہو شراح حدیث نے کہا مطلب
حدیث کا یہ ہو کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہوجانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکی قیمت کتنی
تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر دین میں وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجائے ایسا
ذکر کیا ہو مصنف رح نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہو مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت
کی ہو اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہو میں کہتا ہوں مرسل ابوداؤد صحیح ہو یہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

یہ باب ان مسائل میں ہو کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہو اور کسکا جائز نہیں لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر یعنی صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی
غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا مقارنا او طارئا من شریکہ او غیرہ یقسم او لا والشائع کا رہن مطلقا صحیح
نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح
انہ فاسد یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہو کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہو مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم
ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہو ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہو کہ مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن
صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہاں رہن مال نہو جیسا کہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن سرے سے منعقد نہوگا
اسی کا رہن باطل نام ہو وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ وغیر المدبر فیجوز بیعہا
لا رہنہا اور اشباہ میں ہو کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہو وہ رہن بھی قبول کرتی ہو یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہو اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہو سواے چار چیزوں کے
مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہو کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سواے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہو رہن رکھنا
انکا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہیں ہو کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہو اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہو اور عتق معلق کی
صورت یہ ہو کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہو تو اسکی بیع تو درست ہو مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی
بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ تفریع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور اشباہ مین جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع
بشرط خیار کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف رح نے شرح مین کہا کہ اس مین
اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری مین ضعیف قول پر ہم بیان مین ابو یوسف رح کا ضعیف قول یون مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا
مانع نہین کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود لملکہ وعلی کل لا یکون رہن المشاع ابتداء کما لا یخفی فی غرر البصائر
نتنبہ مین کہتا ہون بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہین کہ باقی رہیگا
اسکی ملک مین یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال مین مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ صرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر مین [illegible]
شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہین بلکہ ظاہرا اسپر بھی متفرع نہین ہو سکتا
اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجھکو خیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اسکے ملک سے باہر نہ گیا تو گویا اسنے اپنے بعض ملک کو رہن کیا تو رہن مشاع
ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مشتری مین داخل ہو گیا تو رہن رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے
پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام رح کے قول پر اگرچہ مدت خیار مین ملک مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع
کی ملک مین عود کریگا اور ہر حال مین رہن مشاع کا ابتدا سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل وہبانیۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ
مشاعا فیبیع نصفہا من طالب الرہن ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرہن بالثمن
واعتمدہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع مین وہ ہے جو منیۃ المفتی کے حیلون مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی
نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن اسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو خیار ہے اور مشتری
گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن عوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر الجواہر
مین اعتماد کیا ہے اور اسیطرح حموی نے غمز حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکھا ہے انتفاع مین ہے کہ اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگا تو ہلاکت اسکی ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر قیمت دار
ہوجاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ لا یضر لما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدہما رہنا والآخر بضاعۃ
عندک فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالدین لان احدہما لیس باولی من الآخر فیشیع الرہن فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر مین ہے کہ جو شیوع ضرورت
کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا
بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہین
تو رہن شائع ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رہن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونہا اور جائز نہین رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون
زمین کے وکذا عکسہا کرہن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اسکے عکس مین چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا
بدون درخت کے ہے اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن مین بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرہون متی اتصل بغیر المرہون خلقۃ لا یجوز لامتناع
قبض المرہون وحدہ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے
قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز رہن الارض بلا الشجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رہن الشجر
بمواضعہا والدار بما فیہا جاز لتبقی لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختون کو انکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکے اندر ہے

تو جائز ہے کذا فی المنتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت و مقاربت کے ولو رہن دارا الحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ
ولا یفسد الاتصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اسکی دیواریں مشترک ہیں فیما بین راہن اور ہمسایوں کے
تو رہن صحیح ہے صحن اور دالانوں میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اسلیے کہ وہ تابع ہے انتہی اور قنیہ میں یوں ہی روایت
ہے کہ رہن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحطاوی ولا یرہن الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن
رکھنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا ثم لما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ
پھر جبکہ مصنف رحمہ نے وہ چیزیں ذکر کیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں اب اسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رحمہ نے یوں کہا
اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے جیسا کہ ودیعت اور امانت اور جیسے عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ رہن کا
موجب ید استیفا ہے مرتہن کے واسطے اور رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہے تاکہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفا دین ثابت ہوسکے اور امانت
کے قبض میں ضمان نہیں کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز
نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا ہم رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو
استیفا ہے اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے اور ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن
بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے
بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اسکا لازم نہ آویگا خواہ
درک حاصل ہو یا نہو یہ بخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کے واسطے اور استیفا نہیں ہے وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب
کی زمانہ مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام سے مطالبہ کے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہے ولا بالاعیان المضمونۃ بغیرہا ای بغیر
مثل او قیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں اعیان مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا ہم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی
چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہے دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے
پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اعیان میں ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن
جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہیں جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل کے پاس اسکے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفا قصاص
رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ مرہون یعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء
الارش من الرہن بخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا
ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں مشتری سے بعوض تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان
نہیں وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر
وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہیں واذا الحق الرہن فی ہذہ الصور
فللراہن اخذہ فان ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن

صحیح ہونا ان سب صورتوں میں تو رہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف
ہو گیا اسواسطے کہ رہن باطل ہے کے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا
من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرہن خمرًا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے
یعنے مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ہم اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق مسلم میں متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہا ای للمسلم مرتہنہا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دیگا یعنے اگر ذمی کے پاس مسلمان
خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہو گا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان (مالک کرنا ۱۲)
لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس میں ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم
ہو گا اسواسطے کہ خمر ذمیوں کے نزدیک مال متقوم ہے ہمارے نزدیک وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع
والمہر وبدل الصلح عن دم عمد او صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا کہ
غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمد اخون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلاثۃ عین غیر مضمونۃ
اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنے
اشیاء عینیہ تین قسم میں ایک تو وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنے اصلا اسکا ضمان نہیں جیسا کہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون
کے مشابہ ہے جیسا کہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے جیسا کہ مغصوب اور مانند اسکے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے
ہم تفصیل اسکی درر میں یوں ہے کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنے اسکا تاوان نہیں جیسا کہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے
رد مثل مالک سے یعنے جو چیز تلف ہو گئی ہے اسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہو یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جاوے بدون
تعدی کے تو اسکے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا کہ مغصوب اور
مانند اسکے اور فقہا انکو اعیان مضمونۃ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ رکھتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے
یا اسکی رد قیمت سے جیسا کہ معلوم ہو چکا اور شے مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اسکا مثل یا قیمت متعین ہو گی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری
وہ عین ہے جسکا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبض میں اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہیں لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو پھر اس اعتبار سے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر وصح
بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے
کوئی چیز گرو رکھی تاکہ مرتہن اسکو قرض دے اسقدر جیسا کہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر
نہیں کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسیقدر پر مرہون محبوس ہیگا اور سپرد ہونا
ایفا لازم نہیں اسلیے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہیں حالانکہ عقد رہن کے لیے تسلیم مرہون پر جبر نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا فاذا ہلک ہذا الرہن
فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون
بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہو گا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا
زبردستی اسوقت میں جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہو گا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہو گا تو وہ مضمون بقیمت ہے یعنے مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان

لازم ہوگا نہ دین کا برابر اور اسی قدر الدین فان لم یسمہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرہن بان رہنہ علی ان یعطیہ شیئا فہلک فی یدہ
بلا ضمان خلاف ما بین الاماہین مذکور فی البزازیہ وغیرہا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح
یعنے دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اسنے معین نہ کیا ہو تو اسکا ضمان
لازم ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جس پر قبضہ ہوا طلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن
کچھ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اسمیں خلاف ہے دو اماموں میں جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے
اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمیں تاوان نہیں ہے اور مقرر متن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہ ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں
وصح برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے یہ علم ہو چکا صحت
اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن ہمکو علیحدہ اسواسطے مصنف رح نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اسپر مترتب ہوں فان ہلک الرہن
فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرتہن مستوفیا حکما اتفاقا للثلثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد
تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانے والا ٹھہر گیا حکما برخلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پا لیا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا
اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقدہ وہلاکہ بطلا
ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہو گئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف
باطل ہو گئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہو گئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور مسلم فیہ تو
مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا
للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہو گیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو تفاسخا السلم وبالمسلم فیہ رہن فہو رہن براس المال
استحسانا لانہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہو تو وہ از روے استحسان کے
راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا وان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور
ہلک بما ہو بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے
ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اسکے ہلاک ہونے تک ہم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا
لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح
وللاب ان یرہن بدین کائن علیہ عبدا لطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لانہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا
بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولے درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے
رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے
دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یکون ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنے اسکے غلام کے رہن رکھنے کے
ثم اذا ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہو جاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دیں نہ زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف الوصی لکن
جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے

نفع حاصل کرنا درست ہو برخلاف وصی کے کہ اسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونیکا یقین کیا ہو ولو (ای للاب) رہن مالہ
عند ولدہ الصغیر بدین لہ (ای للصغیر) علیہ (ای علی الاب) اور باپ کو جائز ہو اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے
جو صغیر کا دین باپ پر ہو ہم فرزند صغیر کا دین جیسے اسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو ویحبسہ (ای الاب) لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانہ لا یملک ذلک اور جبکہ
اور باپ اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہو کذا فی السراجیہ وکذا عکسہ فللاب رہن متاع
طفلہ من نفسہ لانہ لوفور شفقتہ جعل کشخصین وعبارتین کشراء مالہ لطفلہ اور بیع کا حکم ہو اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی
ذات سے درست ہو اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص مانند قرار دیا گیا اور اسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارتوں کے قرار دی گئی
چنانچہ باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہو یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی
طرفی العقد فی رہن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہو تو وہ مالک نہ ہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن
میں نہ بیع میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہو ہم اصل یہ ہو کہ اگر شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ
باپ میں اسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اسکی شفقت قاصر ہو حقیقۃً عادل نہ ہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح رہن
عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا او الخل خمرا والذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور ذبیحہ کا رہن کے بدلے رہن صحیح ہو اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں
آزاد ہو اور سرکہ شراب اور ذبیحہ مردار ہو ہم فائدہ صحت رہن کا یہ ہو کہ دوسری حالتوں میں مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا
امانت ہو کر کذا فی الطحطاوی وصح بدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ان وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرہن والکفیل
اور رہن صحیح ہو اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اسپر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہو جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا
ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونیکے واسطے کفایت کرتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض میں
کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہو اور اصل ان مسائل میں یہ ہو کہ ظاہر
میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہو حقیقۃً واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رہن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہو رہن
رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ سے استیفاء دین ممکن ہو کذا فی الدرر فان رہن المذکور بخلاف جنسہ ہلک بقیمتہ
وہو ظاہر یعنی اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بعوض
کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہو مانند سائر اموال کے وان بجنسہ فہلک ہلک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدین اور اگر
اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنی جنس کے ساتھ اور ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہونگے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین رح کے
ہم در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک تاوان بالمثل ہو وزن یا کیل میں اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہو نہ وزن
یا کیل مثلاً بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا
باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہو تو امام رح کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اسکی قیمت کا ضمان
واجب ہو اسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس ثم ان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراہن وان الرہن
ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کھرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہو
یعنی دین ساقط ہو گیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہو تو وہ امانت ہو یعنی وہ راہن کا ہو یعنی اگر

تلف ہوگیا تو رہن ہوا اسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر والصدر الشریعۃ باع عبداً علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئاً بعینہ او یعطی کفیلاً کذلک
بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ھم اگر متعین رہن نہیں ہوا اگر
مجلس بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہوگئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی
ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور
وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع
فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا ساتھ شرط
مذکور کے تو بدون اسکے راضی نہوگا پھر جب اسکی رضا تمام نہوئی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجاوے الا ان یدفع المشتری
الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن
رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن عین مذکور ہے اور قیمت اسکی خلاف ہے
حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتری
للبائع قد اعطاہ شیئاً غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافاً للثانی والثلثۃ اور
اگر مشتری نے سوا مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اسکو رکھ یہاں تک کہ میں تجھکو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب تلفظ مشتری کے وہ لفظ
جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے ھم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اسکا مادہ
شرط نہیں ولو کان ذلک الشی الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگر وہ چیز
جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ وہی مبیع ہو جسکو اسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے
کہ اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ھم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی مالیت
متعین ہوگئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا وقبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر
اور اگر مبیع کے قبض کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گزر گیا ھم تو اگر مبیع قبل
قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطا المشتری فخاف البائع تلفہ
جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اسقسم
کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو جیسا کہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اسکے تلف ہوجانے سے
تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خریدنا کرنا جائز ہے اور اگر اسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمیں شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا
یعنی مشتری کا ھم طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عیناً عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ
رہن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز
بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ھم یہ نہیں ہے کہ اسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے
پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقۃ واحدۃ اور اسمیں شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا
ہر شخص کا اور اسمیں کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے

اور عین ۔ احد مین شخص کی ملک کا ان صورتون مین ہوسکتی کذا فی الدرر فان تہایآ فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر وہذا لو مما لا یتجزأ وان مما
یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونون مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باندہ لی تو ہر مرتہن
اپنی باری مین شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق مین یہ اس صورت مین ہے جبکہ مرہون اُس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا جیسے گھوڑا یا غلام
اور اگر قسمت پذیر ہو جیسے گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک نے دوسرے کو بالکل مرہون دیدیگا تو امام رح کے نزدیک اُسپر تاوان
لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم واضح ہو کہ ضمان غصب لازم آویگا یعنی یہی ہے کہ جب شی قابل قسمت
دو شخصون کے پاس ودیعت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دیدی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولہ انہ ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء
اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا
مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر لما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر
راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کردیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ مین رہن ہے بلا تفرق یعنی
بلا تجزی وان رہنا رجلا رہنا واحدا بدین علیہما صح بکل الدین وللمرتہن ان یمسکہ الی ان یستوفی کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصون نے ایک مرد کے پاس ایک
چیز رہن رکھی عوض اُس دین کے جو دونون پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین کامل لینے تک اسواسطے
کہ اس صورت مین شیوع نہین ہے ہم کہتے ہین کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ
یحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن کیے تو راہن ایک غلام کو اُسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب محبوس
ہونے دونون غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ
ان یقبض احدہما اذا ادی ما سماہ بخلاف البیع والعقد یتعدد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر
کردیا یعنی مثلاً یون کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہون اور وہ غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے
جبکہ ادا کرے اُسقدر دین جو اُسکے واسطے معین کردیا تھا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین نہ بیع مین یہی قول صحیح ہے مترجم وجہ
اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہین ہے برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام رح کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد
عقد کا نہین ہوتا واسطے اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہوجاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے کہ
ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی روایت صحیح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ
مین اور مسئلہ سابقہ مین کچھ فرق نہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہے نہ رہن
وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشی کعبد مثلا عندہ وقبضہ لاستحالۃ کونہ کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذاک فی
آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردون کے گواہ ایک مرد پر باطل ہین اس مقدمہ مین
کہ اس مرد نے اُسکے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اُسنے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا
ایک آن مین محال ہے اور اُسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونون گواہیان ساقط ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون
ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہین ہوتا مترجم حق یون ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ
کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اسلیے کہ مرتہن دو مرد ہین اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے

اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع فہما اذا لم یورخا فان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی
یداحدہما کان ذوالید احق تقرینہ سبقہ یعنی بطلان شہادتین کا اسوقت ہے جبکہ دونون نے تاریخ بیان نکی ہو سو دونون نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو
اگلی تاریخ والا لائق تر ہو اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اسکی سبقت کے قرینہ سے یعنے اسکا قادر ہونا قبض پر
دلیل ہو اسکی سبقت کی ولو مات راہنہ ای راہن العبد مثلا او الحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما او لا ای او لیس العبد معہما فان الحکم واحد زیلعی فہو رہن کل
کذا لک کما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا لانقلابہ بالموت استیفا والشائع یقبلہ اور اگر مثلا غلام کا راہن مرگیا
اور حالانکہ مرہون انکے ساتھ ہو یعنے انکے قبضہ میں ہو یا قبضے میں دونون کے نہین دونون صورتون میں ایک ہی حکم ہو کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتہن اسی طرح
گواہ لایا جیسا کہ ہمنے اسکو بیان کیا ہو یعنے ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن
کے قبض میں نصف نصف غلام رہن رہیگا اسکے حق یعنے اسکے دین کے بدلے از روئے استحسان کے اسلیئے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا
ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہو اور قیاس یہ ہو کہ رہن مذکور باطل ہو اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہو استیفا دین کے واسطے اور حبس یہان ممکن نہین ہو سکتا
شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہ ہو کہ عقد تو بالذات مراد نہین ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہو اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شائع اسکو قبول نہین کرتا اور راہن
کی موت کے بعد دین حاصل کرنا ہو مرہون کو بیچ کر اسکے ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہو کذا فی المنح اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ لم تکن رہنا
واذا ہلکت تہلک ہلاک رہن قال وہذا اذا لم یرض المطلوب بترکہا عمامۃ فاذا رضی بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ یحمل اطلاق السراجیۃ
وغیرہا کما افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تاکہ اسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنے ضمان رہن
لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنے اسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہو جبکہ مدیون اسکے رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمادیہ
اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہو کہ اگر مالک اسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہین غصب ہو اور شق ثانی کے مستفاد پر
سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہو چنانچہ مصنف رح نے اسکو شرح میں بیان کیا ہو اور سراجیہ میں یون ہو کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اسکی رضامندی کے اپنے پاس
رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہین ہو بلکہ غصب ہو انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہو کہ اگر بدون رضا مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور
رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہو کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال
امساک مال المدیون رہنا بلا اذنہ وقیل اذا الیس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف اور مجتبی میں ہو کہ مالک مال کو جائز ہو کہ مدیون کے مال کو بدون
اسکی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہو کہ جب مالک کو یاس ہو تو اسکو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو
درست ہو اور اسکو مصنف رح نے ثابت رکھا ہو دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن احدہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ
مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیئے پھر کہا کہ ان دونون میں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکھ بعوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونون کپڑے لیئے تو دونون میں سے
ایک کپڑا بھی رہن نہوگا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنے جب تک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا فروع مسائل متفرقہ
شارح کے غصب الرہن کہلاک الا اذا غصبہ ای حال انتفاع مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اسکے تلف ہو جانے کے مانند ہو تاوان لازم ہونے میں
مگر جبکہ نامستحق نے غصب کیا اس حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا اگر مصحف
رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو اسمین پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا یعنے اسلیئے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا
اسلیئے کہ رہن کا حکم حبس ہو پھر جب اسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی الملتقط

عن الوجیز امرہ بدفعہ الی الدلال فدفعہ فہلک ضمن الراہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اسنے اسکو دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر ضمان لازم ہوگا حاوی وضع المصحف المرہون فی صندوقہ ووضع علیہ قصعۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرہن الا الزیادۃ اور کہا حاوی میں مرتہن نے مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بیکار ہوگیا اور تلف ہوگیا تو حاوی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا یعنی دین اسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئا قنیہ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں جبکہ بدون تعدی کے کذا فی القنیہ الاجل فی الرہن یفسدہ مدت مقرر رہن کی مفسد ہے رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو بصورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد مثل رہن صحیح کے ہے لزوم ضمان میں بر خلاف رہن باطل کے کذا فی الحاوی سلطہ ببیعہ مات الراہن بیعہ بلا محضر وارثہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مر گیا تو مرتہن کو اسکی بیع اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے کہ وہ نقض بیع نہیں کرسکتا اسلیے کہ حق مرتہن کا اس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل نہیں ہوسکتا راہن کے مر جانے سے کذا فی الحاوی غاب الراہن فبیعہ موقوفۃ فرفع المرتہن امرہ الی القاضی لیبیعہ بدینہ یعنی ان یجوز بیعہ والا فلیمهل فالمراد بلغ القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع النہر راہن غائب ہوگیا اور غیبت منقطعہ ہے پس مرتہن نے اسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کا بیع ہو سے آسکے دین کے سبب سے تو لائق یہ تھا ورنہ تقریر ہے کہ جائز ہو اور اگر راہن مر گیا اور اسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اسکا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے البیان کو یہی نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفی الذخیرۃ لا یبیع المرتہن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع الی القاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز البیع اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اسکے تلف ہوجانے کا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علے ید عدل

یہ باب ہے اس رہن کے احکام میں جو رکھا جاوے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب انکے نائب کے احکام شروع ہوتے ہیں یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہوگئے اور اسکی بیع پر راضی ہوئے عدل ثقہ اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ توکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکور ہونگے بعد اسکے فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عدل ہے اسواسطے رکھا گیا کہ اسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرہن علی ید عدل صح ویتم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا ولو ضمن لو دفع الی احدہما لتعلق حقہما بہ اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلیے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ قبضہ معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفعہ فتلف ضمن بالتعدیہ واخذ منہ قیمتہ وجعلاہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلہا رہنا فی یدہ لئلا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر

معتمد نے مرہون ایک کو یعنے راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون
کی قیمت لیوین اور اُس قیمت کو رہن رکھدین اُس معتمد کے پاس یا اُسکے سوا اور شخص کے پاس و معتمد کو اُس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں کہ معتمد ادا
کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا ہو جاوے ہم اسلئے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہو تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا
ٹھہرگیا اور حالانکہ دونون مین تنافی ہی کذا فی المنح وہل للعدل الرجوع مبسوط فی المطولات و معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہی جو اسکا مفصل ذکر ہر بڑی کتابون مین ہم
زیلعی نے کہا ہر کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اس وجہ سے کہ اُسنے مرہون
راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کے واسطے سالم رہی اُسکو ملے جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اس سبب سے کہ اُسنے مرہون کو مرتہن کو دیا تھا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت پھر لینا جائز ہی یا نہیں جواب اسکا یہ ہر کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہوگیا
اُسکے پاس تو مرتہن سے اُسکا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اُسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے پھر لیگا اور ایسا ہی رجوع درست ہی اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت
مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بعوض اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصرًا واذا ہلک ہلک من ضمان المرتہن اور جبکہ مرہون تلف
ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنے مرتہن پر تاوان اُسکا لازم ہوگا فان وکل الراہن المرتہن او وکل العدل او غیرہما ببیعہ عند
حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اہلًا لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اُنکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے
دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہر بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا یکن اہلًا لذلک
عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل صبیا صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لہما اور اگر وکیل اُسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے
وقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اُسنے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تو بیع
صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک بیع صحیح ہر فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت
الراہن ولا المرتہن للزومہا بلزومہ فعقد فی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدہا ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول
نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو
رہن کی وکالت مخالف ہر وکالت مفردہ سے چند وجہ انہین سے ایک وجہ یہ ہر کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول
ہوجاتا ہی ہم مفردہ وکالت کی یہ صورت ہر کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت آنے پر وکیل ہو اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی
والثانی ان الوکیل ہہنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہر کہ وکیل یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر امتناع کے
نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہی تا مرتہن کو ضرر نہو او کیفیت جبر کی یہ ہی کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وکذا
لو شرطت بعد الرہن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ وان صححہا قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ او
اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہر اور وکالت مشروط ہوگئی ہو وے بعد رہن کے صحیح تر قول مین کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ
قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہر چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہر تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری مین ہی
کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہر اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہر کہ وہ
جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہی اور یہی قول صحیح ہر چنانچہ محیط سرخسی مین ہر والثالث انہ یملک بیع الولد والارش اور تیسری وجہ یہ ہی
کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہر ہم بیع دیت کی یہ صورت ہر کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اسکی دیت مین

تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لیگا وان کان الرہن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر مرہون بعینہ موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اُسکے مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہو ای المشتری علی العدل بثمنہ لانہ العاقد اور مشتری اپنے عدل سے اُسکا ثمن پھیر لے اسواسطے عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ہو ای العدل علی الراہن بہ ای بثمنہ پھر مستعد راہن سے اُسکا ثمن پھیر لیلینے اسواسطے کہ راہن نے مستعد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اُسکو وکیل کرکے تو راہن پر اُسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر واذا رجع علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتہن اور جب مستعد نے راہن سے تاوان ثمن کا پھیر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اُسکو مسلم ٹھہرا او یرجع العدل علی المرتہن بثمنہ یا چاہے مستعد مرتہن سے اُسکا ثمن پھیر لے یعنے اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اُسنے اُسکو ثمن جانکر دیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اُسکا القبض بالضرورہ واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم یرجع ہو ای المرتہن علی الراہن بدینہ ای بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے اپنا دین پھیر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا زاد ہہنا فی الدرر والوقایہ وان شرطت الوکالۃ بعد الرہن رجع العدل علی الراہن فقط سواء قبض ثمنہ او لا وقد ذکر ما ذکرنا ہہنا اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے شروط ہوئی ہو تو فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ہم اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اُس سے متعلق نہوا تو اُسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہے کہ مستعد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا مستعد کے پاس بلا تعدی کے پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو تاوان مستعد کو لاحق ہوگیا اُسکو راہن سے پھر لیگا کذا فی الدرر فان ہلک الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن وضمن الراہن قیمتہ ہلک الرہن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا مالک نکلا اور مالک نے راہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنے راہن اور ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتہن بقیمتہ یرجع علی الراہن بالقیمۃ التی ضمنہا للضرر وبدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھیر لیگی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر پھیری اپنے ضرر کے سبب سے اور دین پھیرے انتقاض قبض کے سبب سے ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ فرع مسئلہ لطیفہ شارح کافی الولوالجیۃ ذہبت عینا دابۃ الرہن یسقط ربع الدین وفی ولد البہین ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ [illegible] رہی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرہن علیٰ غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراہن رہنہ علیٰ اجازۃ مرتہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اُسکے مرتہن کی اجازت پر یا اُسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے ہم یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب تعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اُسکا دین ادا کردیا تو بیع نافذ ہوجاویگی فان وجد احدہما نفذ وصار ثمنہ رہنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادا سے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہوگئی اور اُسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنی دو صورت ادا سے دین رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتہن البیع فسخہ ینفسخ لنفسہ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کردیا تو بیع فسخ نہو گی اُسکے فسخ کرنے سے صحیح ترقول میں واذا بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الیٰ فکاک الرہن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ رہن ابن کمال او جیسکہ بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کی طرف تا وہ
بیع کو فسخ کر دے اور یہ اختیار مشتری کا اسوقت ہے جبکہ اسنے خرید کیا اور اسکو اسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ
الراہن ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتہن الاول فالثانی موقوف ایضا علی اجازتہ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے
ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند
اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم
ہو جاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باع الراہن ثم آجرہ او رہنہ او وہبہ من غیرہ فاجاز المرتہن الاجارۃ والرہن او الہبۃ جاز البیع الاول
لحصول النفع بتحول حقہ الی الثمن علی ما اقررہ فی محلہ بتجرد دون غیرہ من ہذہ العقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتہن فیہا فکانت اجازتہ اسقاطا لحقہ فزال المانع
فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اسکو اجارہ میں دیا یا کہیں رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو
بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنا بر اسکے جو ثابت اور
اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اسکے سوا یہ عقود مذکورہ ہیں اسلئے کہ مرتہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اسکی اجازت تھا وہ حق مرتہن
حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگی ہم کہتے ہیں اور یہ بیع ثانی اجازت کے سبب جائز ہوئی اور اسلئے کہ راہن اجارہ بیع کے اجارہ وغیرہ تو بیع جائز ہوا
سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اسکا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہوگیا بر خلاف عقود
مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اسکی اجازت تھا
حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراہن من زید ثم باعہ من المرتہن انفسخ الاول اور
اشباہ میں ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ہم کہتے ہیں گویا استدراک ہے مصنف رحمہ کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ
ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای نفذ اعتاق الراہن رہنہ اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا
آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کر دے یا اسکو مدبر کر دے تو یہ
تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا وکان الدین حالا اخذ المرتہن دینہ من الراہن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن
اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قیمۃ الرہن بدلہ الی زمان حلولہ فاذا حل استوفی حقہ منہ ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین
مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہونچنے تک پھر جب مدت تمام ہو چکے
تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کی ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے لے
لے وان کان الراہن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کی
ادا کرنے میں یعنی اگر اسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کر کے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ غنیا
اور جسقدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے پھیر لے جبکہ اسکو مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی ای کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر
وام الولد ملک المولی اور استیلاد میں سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر
اور ام ولد کی کمائی مولے کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الاجنبی الرہن فحکمہ ما اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو

تلف کر دیا تو اسکا حکم مانند ہی اسکے حکم کے ہے جیسا کہ بالاتفاق مالک غلام مرہون کو آزاد کر دے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہم یعنے اتلاف راہن شمالی کے مانند ہو اگر دین حال ہو
تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین میعادی ہو تو اسکی قیمت اور اپنے پاس رہن رکھے میعاد تک کذا فی الدرر و الرہن الذی اتلفہ اجنبی
او عیب الراہن فالمرتہن یضمنہ او ان تلفت قیمتہ او عیبہ او نقصہ فیکون القیمۃ رہنا عندہ کالاصل اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنے غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن
تلف کرنیوالے سے اسکی قیمت کا تاوان لے اور قیمت متلف ہونے کے دن جو اسکی تھی سو قیمت اسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس جیسا کہ گذر گیا و انما
یلی القیمۃ معتبرۃ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اسکے تاوان میں یوم القبض
کی قیمت معتبر ہوگی اسلیئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و باعارتہ ای المرتہن الراہن یخرج من
ضمانہ لقیامہا عاریۃ مجازا اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اسکے تاوان سے یعنے اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے
دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ہم یعنے لفظ اعارہ یہاں مجازاً استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقی اعارہ تملیک
منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں ہے تو تملیک اسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک
مجانا حتی لو کان اعطاہ بہ کفیلا لم یلزم الکفیل شئ بحر و جوہرۃ الرہن فلو کان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن جاز ضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر
مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنے دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض جو سبب ضمان ہے مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر
راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو
لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنے کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی
فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا و للمرتہن استردادہ منہ الی یدہ اور
مرتہن کو واسطے ہی پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کیطرف سے فلو مات الراہن قبل فکہ او قبل الاسترداد فالمرتہن احق بہ
من سائر الغرماء لبقاء حکم الرہن پھر اگر راہن مر گیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ مستحق وارثوں مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے
بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ہم رہن کا حکم ابھی باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعارہ او اودعہ احدہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ
اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ وہاں قبض جسکے سبب سے تھا سو باقی نرہا
ولکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کرے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ
بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما
باذن الآخر حیث یخرج من الرہن ثم لا یعود الا بعقد مبتدا لانہا عقود لازمۃ بر خلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ
صادر ہووے راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب
عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ہم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل
ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعقد ناقض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ
دیا اجنبی کو اور راہن نے اسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہو جاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن ... ہے زیلعی نے کہا
اسکا ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ و بخلاف بیع المرتہن من الراہن لعدم لزومہا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے
اسکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہو جاوے ابتی لو مات الراہن قبل ردہ

کسی نے چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور راہن چیز کے پھیر دینے کا
مقر لہ کی طرف امر ہوگا ولو رہن دار غیرہ فاجاز صاحبہا جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے و بینۃ الراہن
علی قیمۃ الرہن اولی یعنی راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اسکی قیمت میں
راہن کہتا ہے کہ اسکی قیمت سو درم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادتی
ضمان کے ثابت کرتے ہیں و زوائد الرہن کولدہ و ثمرۃ رہن لا غلۃ دار و ارض و عبد فلا یصیر رہنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا
بچہ اور پھل رہن میں داخل ہیں مگر اجرت مکان اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہوگا عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو
رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادتی کہ متولد نہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء میں سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے
یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور اون اور دودھ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے
ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اُنکے تلف ہوجانے میں تاوان نہیں تو اُنکے تلف ہوجانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصراً الرہن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اُسکی ضمان میں اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع
رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لیکر اور دونوں کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء
دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصاً و صح استعارۃ شیء لیرہنہ
فیرہن بما شاء اذا اطلق ولم یقید یعنی درست ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اُسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور
جسطرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو و ان قیدہ بقدر او جنس او مرتہن او بلد تقید بہ و ضمنہ فان
خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتہن قیمتہا کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی
یعنی یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو یہاں اُسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور
اسوقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اُسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے مستعیر کی
تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اُسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اُسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہے اور مرتہن غاصب کا غاصب
الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک لا یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی بہتری میں اسطرح سے
کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا مستعیر نے اُسکو اُس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اُسنے بہتری کی مخالفت کی
یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو
رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہوجانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر و ان ضمن المرتہن یرجع بالضمن و بالدین علی الراہن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر تاوان لیا
مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھر لے جسقدر کہ اُسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جیسے کہ مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد تاوان
دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھر لیگا چنانچہ مذکور ہوچکا فان وافق و ہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی
مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اُسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ
اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی و وجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر و ہو الراہن لقضاء دینہ بہ اور دین
کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا و الا [illegible]

کلہ مضمونا ضمن قدر المضمون فی الباقی امانۃ وجوب لہ بقدر دین اس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون نہ ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے
ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذہب من الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسی طرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے
دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ
غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین ازید فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر در لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ
المصنف فالذم الیصرح علیہ فی شرحہ مع کمال متابعتہ للدرر فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اسکے قبول کرنے پر جبر کیا جائیگا پھر مستعیر نے
جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادا کرنے
دین میں متبرع ہے رجوع معیر اس شرط سے ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی اسکا
رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادا سے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال
کیا ہے اور مصنف نے اس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اسکو
ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو اسکو تامل کر لیجئے باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب
اسکو متن کے اندر داخل نہیں کیا ہم تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون محال نہیں ہو سکتی بغیر دین کے ادا کرنے
سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدون ادائے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو
اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جو اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف نے اسکی تبرع کو ترک کیا
من شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ او بعد فکہ لم یضمن وان استخدمہ او رکبہ من قبل لانہ امین خالف
ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر تاوان
نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے خدمت لی ہو یا اس پر سواری کی ہو اور مانند اسکے اور استعمال کیا ہو اسلئے کہ راہن امین ہے جسنے مالک کی مخالفت کیکے بعد
اسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت کے بعد الی الذمہ سے ضمان لازم ہوگا بخلاف امام شافعی رح کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن العمادیۃ المستعار والمستعیر اذا خالفا ثم عادا
الی الوفاق لا یبرأ عن الضمان [illegible] علیہ الفتوی انتہی لیکن شرنبلالیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اسکے
پھر موافقت کریں تو ہر واحد ان دونوں میں سے بری الذمہ نہوگا بموجب اس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیۃ لو اختلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء
بحالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر یا راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ایفاء مال کا
منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے اور صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد
فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما
امرہ بالرہن بہ فالقول للمعیر ہدایہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ
ہم یعنی مقدار دین میں اختلاف ہو معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر قلیل دین کا دعوے کرتا ہے
اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف
کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہوگا کذا فی شرح التکملہ ولو مات مستعیر مفلسا مدیونا فالرہن باق
علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو

موجبۃ للقصاص فمعتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین قاضیخان وعبارۃ القہستانی وشرح المجمع یبطل الرہن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو
غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی القاضیخان اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا میں بطلان کی
جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر ہے بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی کجنایتہ ای الرہن سے
ابن الراہن او علی ابن المرتہن فانہا معتبرۃ فی الصحیح حتی یدفع بہا او یفدی وان کانت علی المال یباع لہا لو جنی علی الاجنبی اذ ہو اجنبی لتباین الاملاک
زیلعی جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا
فدیہ دیا جاوے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہے فرزند
راہن و مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہوتا ہے املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رہن عبدا یساوی الفا
موجل فرجعت قیمتہ الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم مائۃ وحل الاجل فالمرتہن یقبضہا ای المائۃ قضاء لحقہ ولا یرجع علی الراہن بشیء لکونہ بالقتل
والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا ویدالمرتہن ید الاستیفاء فیصیر مستوفیا الکل من الابتداء
اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہو ہزار درم موجل پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا
تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادا حق کے سبب سے یعنی ادا سے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا
جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں بخلاف نقصان
عین کے کیونکہ جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہر گیا ابتدا سے عینی سے ولو باعہ ای العبد المذکور بامرہ ای الراہن
قبض المائۃ قضاء لحقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استردہ وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن
نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ جب دین
باقی رہا اور البتہ راہن نے اسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہیگا گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون
پھیر لیا مرتہن سے اور اسکو بذات خود بیچا الا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراہن وجوبا بکل الدین وہو الالف لقیام الثانی مقام الاول لحما
ودما وقال محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علی المرتہن بدینہ وہو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب لکن عامۃ المتون والشروح علی الاول اور
اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو
تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھوڑا وے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں اور خون بہا
میں اور محمد رح نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول محمد رح کا
مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی ای الرہن خطاء فالاولی الرہن خطا ء
فداہ المرتہن لانہ ملکہ ولو یرجع علی الراہن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے از راہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہے اور
مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہے تعلیل ملک مرتہن
غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا
اور غلام مرہون سب کا بالکل اسکے ضمان میں ہے اور اسکا دین مرقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور
مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتہن من الفداء دفعہ الراہن

مرہون جنایت جنایۃ یسقط الدین بکل منہا لو اقل من قیمۃ الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرتہن سے
دو الا و الا جناب الفتار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون
کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استہلک مالا یستغرق رقبتہ فداہ المرتہن فان
ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر عمارکل مرہون تلف کرے اسقدر کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہو تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ ندے تو راہن اسکو بیچ ڈالے
یا اسکا فدیہ دے سے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور درصورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہو اسکا
دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الرہن انسانا او استہلک مالا فدفعہ الرا
وخرج من الرہن او فداہ وبقی رہنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو دیڈالے اور وہ رہن
خارج ہوگیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ واما جنایۃ الدابۃ فہدر وبہیمۃ کانہ ہلک بآفۃ سماویۃ وتمامہ فی الخانیۃ اور
جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنے اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے
وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراہن باع وصیہ رہنہ باذن مرتہنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو
اسکا وصی اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی
نصب القاضی لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادا دین
راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں دینا او ورثتہ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ
میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو انپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ فروع مسائل ملحقہ شتی کے رہن الوصی بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم
من غرمائہ لو توقف علی رضی البقیۃ ولہم ردہ فان قضی دینہم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغریم جاز وبیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین
کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور انکو رد کرنا پہنچتا ہے
پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا کر دیا رد کرانے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون
بیچا جاویگا ادا دین کے واسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن ولا بموت المرتہن ولا بموتہما ویبقی الرہن رہنا عند الورثۃ اور مصنف
کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مر جانے سے اور مرہون
رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی
فصل فی مسائل متفرقۃ یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رہن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وہو یساوی العشرۃ
فہو رہن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس
درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ہم لانہ یبقی تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نہ رہا لیکن باطل نہوا سرکہ
ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہو جانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ ہوگیا تو عارض زائل
ہوگیا ثابت ہو گیا سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اسمین
یعنے اس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہے ہم کی بیشی میں مقدار کا اعتبار

ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدار میں ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی و وزنی میں قیمت کا نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں
عن الزیلعی علیہ الفتوی فان انتقص شئ من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنابر اعتبار کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا
اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا **ولو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ بعشرۃ** ہذا قید لا بد منہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ
بحسابہ فتنبہ **فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا** بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغہ وہل یبطل الرہن قولان **ہو الی الجلد یساوی درہما**
فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درہم ہو دس درہم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنے کے مرگئی سو اسکی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا
آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درہم کی ہو تو وہ ایک درہم پر رہن ٹھہرے گی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درہم ہونا ضرور ہے اسواسطے
کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہرے گی اسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلا اگر دین دس درہم ہو اور
قیمت بکری کی ۲۰ درہم ہو اور کھال ایک درہم کی ہو تو کھال نصف درہم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ
ہوجاویگی اسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہوگا اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک
صحیح ہے بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مرگئی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا ماتت شاۃ المبیع قبل القبض فدبغ جلدہا
حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ بکری بیع ہو قبل قبضہ مشتری کے مرگئی
پھر اسکے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر کھال کے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوجاتا ہے ہلاک مرہون سے اور
بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہے مبیع کے تلف ہوجانے سے **ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرہن** خلافا لزفر اور اگر مرہون
غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے **ونماء الرہن کالولد**
والثمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسا بچہ
اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خونبہا اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے **ویکون رہنا مع الاصل**
تبعا لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہو اپنی اصل کے تابع ہوکر **بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ**
فی الرہن وتکون للراہن الاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن والا فلا کذا فی القہستانی برخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا
بدلا ہو جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے
تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا **فاذا ہلک النماء المذکور ہلک مجانا** لانہ لم یدخل تحت العقد
مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو رائگاں تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں
بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے **واذا بقی النماء** او حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصۃ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد
الاکل **فانہ یقسم الدین علی قیمتہا** قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ حکما باقی رہے اس طرح پر کہ کھایا جاوے
راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اسکو پھر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہوجاوے
کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جاویگا دونوں یعنے اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے قول آئندہ
میں ذکر کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اسنے کھایا تو اسپر ضمان نہیں
اور اسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا

و الا اذا ... اسکو کیونکہ وہ بچہ کا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادتی کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو لیا اور کھایا

کذا فی الطحطاوی ملخصاً لبعد ہلاک الاصل فکاک بحصتہ من الدین لانہا صارت مقصودۃ بالفکاک والتبع یقابلہ شیء اذا کان مقصوداً یعنی جبکہ زیادت متولدہ

باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کے

سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے ویقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط

من الدین حصۃ الاصل و فکاک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل

فیسقط و ثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفتک بہ اور اسوقت میں دین تقسیم کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر

قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے چنانچہ اگر دین دس درہم ہو اور اصل مرہون کی

قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسر سے زائد اصل کا حصہ ہو سو ساقط

ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہو زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فکاک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن فی

اکل الزوائد ای کل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ تعمیم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل بخصوص حقیقۃ الاکل

فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ راہن نے

مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے مالک کے

اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسیکا فتویٰ دیا ہے

مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصوص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اسکو اتباع کیا جاویگا یعنی تو درصورت

وجود نقل مخصوص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط پر جائز ہے برخلاف تملیک کے

ہم یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز

مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شیء من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کا دین کچھ اباحت اکل سے قال

فی الجواہر رجل رہن دارا و اباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب بعض لا یسقط شیء من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی اخذ حکم العاریۃ حتی لو اراد منعہ

کان لہ ذلک جواہر اخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کردیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچھ مکان

ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن

کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ہم اہین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اسکو

مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہیں چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں

کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی

ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم

من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے

کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا

راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہی جو محمد بن اسلم سے منقول ہی کہ مرتہن کو یہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ ربوٰ ہے
اور تعلیل اسکی اسکے مفید ہی کہ مقرر کراہت تحریمی ہو سوا سمین تامل کرو ان شم فتکک الراہن الرہن بل باقی عند المرتہن حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن
من الراہن کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون چھوڑا یا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہان تک کہ مرہون
ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اس زیادتی کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہونچیگا وہ ساقط
ہوگا اور جسقدر دین زیادتی کو پہونچیگا اسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی ام انتفاع مرتہن کی وجہ یہ ہی کہ مرتہن کا شربت مثلاً
راہن کے اذن سے راہن کے شرب کے برابر ہی تو جیسے راہن کے استعمال سے ساقط دین نہین ہوتا ایسے ہی مرتہن کے استعمال سے ساقط نہوا کذا فی الخانیہ
فی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کاتلاف الراہن بنفسہ التسلیط اور جواہر مین ہی کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی
تلف کرنے کے برابر ہی بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفیہا اباح المرتہن نفعہ بل الرہن ان یوجرہ قال الاقبل فالاجرۃ وضمنت المدۃ فالاجرۃ لزام للراہن قال لہم
ان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک ویبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہی
یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہو پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اسکی اجرت مرتہن کی ہی یا راہن
کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہی اگر اسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہی اور اس صورت مین رہن
باطل ہوگا وفیہا رہن کرما وسلمہ المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لایبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر
مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اسکو سینچے اور اسکے امور ضروریہ کی خبر گیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فتقبض المشتری والثمر ان
ثمرہ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضے دین المرتہن والا یکون رہنا ویبطل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا
اور اسکا پھل مباح کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچا الا سو مرتہن نے اسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہی اور
اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہی بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پھل رہن رہیگا یعنی ثمن مقبوض کے
ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہی رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا ہووا
کہ اسنے مباح کو کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لایجب
شیٔ وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء ان سقاہ من ملک فلیحفظ اور اسی کتاب مین ہی کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اسکے لیے
انتفاع مباح ہو تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کا دیا ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقے رہنا ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت
لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہی کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہوجاے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین مگر وہ حکم ضمان
باطل ہی یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ
مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجاے اسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا
یبطل الرہن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہی تو باقی
مین بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہی تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اسکا تلف ہونا بالقدر

ولو آجر دارہ لغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارۃ یعنی اگر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اسکو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہو اور
اجارہ باطل ہوگا ولو ارتہن ثم آجرہ صح بہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہو ابق الرہن سقط الدین
کہلاکہ فان عاد سقط بحساب نقصانہ الا باق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اسکے ہلاک ہو جانے کے مانند بعد
اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہو جو اسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ
القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ
کردینا مرہون مین صحیح ہو مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے
وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہو وفی الدین لا تصح خلافا للثانی
اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہین ہو بخلاف ابو یوسف رحمہ کے ہم زیادت دین کی صورت یہ ہو کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر
وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھدیا تو صحیح نہین لیکن زیادت رہن کی دین پر بقطع نظر رہن سے صحیح ہو اسواسطے کہ استدانت یا مستامانت کے دین اول کے
ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہو کذا فی الطحطاوی والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین
لیست منہا اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہو کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کردینا اسی وقت متصور ہوتا ہو جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلاً ثمن مین یا معقود علیہ مثلاً
مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ کردینا دونون قسم سے نہین ہو ہم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہو اور اسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہو کہ دین واجب تھا
عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہو بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ نبہ فی شرحہ علی انہ انما
عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلۃ مستقلۃ لا فرع للاولی فتنبہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین
الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی
مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے اور حال آنکہ دونون غلامون کی قیمت ہزار ہو تو پہلا غلام
رہن ہو جب تلک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیرے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض مین امین ہو ضمین یہان تک کہ دوسرے کو بجائے
اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے
مسند رہنا ہین باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہو کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف واو کیا نہ عطف بفا تا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جداگانہ ہو مسئلہ اولی پر
متفرع نہین سو آگاہ ہوا برأ المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ
من صاحبہ فیصیر غاصبا بالمنع مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا از روے
استحسان کے بسبب ساقط ہو جانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اسلیے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر
تمام قیمت لازم آویگی ہم درصورت ابراء اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہو دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نہ رہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا
ولو قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ کمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ ای عن دینہ علی شیء لانہ استیفاء او احال الراہن
مرتہنہ بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض راہن سے یا اسکے غیر سے جیسا کہ کسی احسان کرنیوالے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید کی یا راہن کے ساتھ کسی شیء پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہو
یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا اہم وجہ فرق ابراء اور استیفاء مین یہ ہو کہ ابراء سے اصل دین

ساقط ہوجاتا ہی اور استیفا سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ قضا دیون بامثالہا ہوا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہوگیا تو
یعنے استیفا بقبض مرہون ثابت ہوگیا اور استیفا ثانی یعنے استیفا حقیقی منقوض ہوگیا کذا فی الہدایہ والزیلعی والدر المختار **وردما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفا**
راہن ومتطوع او شراء وصلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اُسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں
یعنے اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید اور صلح میں پھیر دینا واجب ہی تاکہ استیفا مکرر نہو جاے
وبطلت الحوالۃ وہلک الرہن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنے مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور یا وجود
بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہی کذا فی الہدایہ ہم یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ
میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ ہے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابرا کے
ہو تو لائق یوں تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا فلاصہ جواب یہ ہی کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہی لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے
گویا مرتہن کا دین خود ادا کردیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والا فینبغی ان لا یبطل الحوالۃ
فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہی اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہی اور اگر دین
مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یوں ہی کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی **وکذا لو تکاہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک**
ایضا لو تصادقا علے ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون الجہۃ باقیۃ بخلاف الابراء لانہ یسقط
الدین اصلا اور اسی طرح یعنے جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہی استیفا کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہی بمقابلہ دین اس صورت میں بھی
کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہی پھر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور خیال کے
سبب سے بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنے بعد اتفاق نفی دین جائز ہی کہ دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا
برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہی یعنے اسمیں وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا ہم تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب باقی رہتا ہی
اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہی برخلاف ابرا کہ اسمیں توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایہ وشروحہا **کل حکم عرف فی الرہن الصحیح**
فہو الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور معلوم ہی سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہی کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی
ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اُس سے تاوان متعلق ہی
ہم طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہی کہ تاوان اُس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا **وفی کل موضع کان الرہن مالا**
والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد
من البیوع اور یہ بھی عمادیہ میں ہی کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اُسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعض شرط مفقود ہوں جیسے
مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند **وفی کل موضع لم**
یکن الرہن کذلک بکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنے مال نہو جیسا کہ خون یا مردار
یا آزاد ہو اور اُسکا مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہیں وحینئذ **فاذا ہلک**
ہلک بغیر شیء بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنے جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن
کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف ہوگا

مرہون بالکل بے قیمت ہے اور دین سے تلف ہوگا یعنے قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن بے قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے
تو دیت لازم ہوگا میں امانت ولہذا اور فالمرتہن احق بہ کما فی الرہن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مریگا اور راہن کے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر
حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا رہن الرہن باطل کما حررناہ فی العاریۃ معزیا للوہبانیۃ ایک مرہون کا
بلا اذن راہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہمنے اسکی کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کرکے ہم رہن کا راہن باطل ہے خواہ راہن رہن
کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا قال وای رہین لا یرام انفکاکہ بحجنیہ لو مات
بالموت یشطر اور وہبانیہ کی پہیلیون میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہین یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہین اور کون قاتل ہے جسکا مقتول
اگر مرجاے موت سے اسکی دیت نصف ہوجاتی ہے ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالے نے فرمایا (کل نفس بما کسبت
رہینۃ) یعنے ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد ختنہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کا ختنہ قطع
کردالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہا ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی
کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنے قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانون کے
محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر ہم مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم
رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہین اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیان وہ ہین جو حدود کی خوبیان ہین اور
سبب بھی اسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر ہم دریافت کرنا چاہیے
کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہے ہم جنایت مصدر ہے جمع اسکی جنایات ہے ہر چند مصدر کی جمع نہین آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا
جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف ہم شرع میں جنایت اس
فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہین لیکن فقیہون نے اپنی اصطلاح
مین غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہے اس فعل حرام کے ساتھ جو مال مین واقع ہوا اور جنایت خاص کرلی ہے اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھ پاؤن
ناک کان آنکھ مین واقع ہو ہم جنایت علے النفس کو قتل کہتے ہین اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہین قتل عبارت ہے اس فعل سے جو عبد کی طرف سے
مضاف ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہوجاے اور زوال حیات بالفعل عبد مسمی بموت ہے کذا فی الزیلعی والمتمیز القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود
ودیۃ وکفارۃ واثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آیندہ یعنے قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ
اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہین چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا
ہم یعنے مصرقتل کا اقسام خمسہ مین باعتبار تعلق احکام آیندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہین اقسام خمسہ یہ ہین قتل عمد شبہ عمد خطا
جاری مجراے خطا قتل بالسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حدید
جوہرہ ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل برہان ولیطۃ وقولہ نار عطف علے محدد لانہا تشق الجلد وتعمل عمل الزکوۃ حتے لو وضعت فی المذبح
فاحرقت العروق اکل یعنے ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ ہم قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام میں اسکے بدن

بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُسکے اجزا و بدن کو پھاڑ ڈالے جیسا کہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی الجوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار
یا دھار والی چیز کے جیسا کہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور جیسا کہ بانس یا نرکل کا تیز چھلکا یا قصد قتل ہو آگ سے
اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگون کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنے اگر آگ کے
جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اُسکا درست نہیں کذا فی الکفایہ پھر خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمیں بالقصد ضرب سلاح سے
ہو یا جاری مجرائے سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی میں کہا قتل عمد وہ ہے جسمیں قصداً قتل ہو لوہے سے جیسا کہ چھری اور تلوار
سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُسمیں حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن کچل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ یا قتل نیزہ سے یا سوئی
کو چبھو کر بشرطیکہ لوہے کا نام اُسپر قایم ہو خواہ غالباً اُس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ لوہا احادیث میں منصوص ہے جیسا کہ لا قود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود
الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ بات معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو جیسا کہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا
خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں جیسا کہ آگ سے جلانا عمد ہے اور
اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ دے یا بدن میں گھس جا جیسا کہ چوبہ
لکڑی تو یہ چیزین تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضیخان میں ہے کہ لوہے میں رجوع لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہوتا ہے زخم ہو یا نہو
نہیں اور طحطاوی کی روایت امام سے یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو موجب ظاہر الروایت کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلاشک قصاص
واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک تو
قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہیں اسلیے کہ عادتاً اس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا
فی الطحطاوی مختصراً فتاوی قاضیخان میں اسمیں عدم قصاص کو ہی والله اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہی میں کہتا ہوں اور شرح
وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی وفی البرہان وفی حدید غیر محدد کالسنجۃ
روایتان اظہرہما انہا عمد اور یہ بات کہ جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اُسمیں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی
(اسحاء التنور یلحق بالقود والآن لم نکن فیہ نار) اور مجتبی میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کافی ہوتا ہے اگرچہ اسمیں آگ موجود نہو کذا فی منح الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے
تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اسمیں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈالدیا کہ اُسمیں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اُسی وقت مرجائے
یا صاحب فراش رہے مرنے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہیں وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا
ملتقط اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگجائے تو اُسمیں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
(والثانی شبہہ وہو ان یقصد ضربہ قصداً بلا آلۃ مفرقۃ للاجزاء) اور دوسرا قسم قتل کا شبہ عمد ہے اور صاحبین اور تینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب
اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں جیسا کہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا (وموجبہ الاثم فان حرمتہ
اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر بجوازہ لمکرہ بخلاف القتل) اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے
کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہیں ہے حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال الله تعالیٰ ومن
یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اُسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق کی تحریم کے واسطے
کافی ہے اور احادیث تو اسمیں بہت ثابت ہیں ازانجملہ ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول الله صلعم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند الله آسان تر ہے

مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں
شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل آگ میں ڈال دے اور نسائی اور ابن ماجہ میں مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے
اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اسکی
دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عز وجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین
قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا معین قصاص ہے بلا لزوم مال اور امام شافعی رح کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث
مقتول کو قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنے تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے
عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مومنا خطأ الآیہ) و بدلیل حدیث
عبد اللہ بن عباس کے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنے موجب
قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کر دے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پس جبکہ خبر واحد سے مجمل قرآن کی بیان ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں
مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولیٰ مجمل قرآن کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور
سے اسکی تخصیص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ
او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہوجاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی
دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی
جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانھا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بھا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ سوا
کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد پر وہ کفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ
الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدا قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے
و الثانی شبہہ و ہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر و خشب کبیرین عندہ خلافا لہما فالغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنے
مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جاوے سوا اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنے اس چیز سے جو تفریق اجزاء نہ کرے اگرچہ بڑا پتھر اور
بڑا لکڑا ہو یہ امام رح کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے اور شبہ عمد وہ ہے کہ ضرب ہو اس چیز سے جو
سلاح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اس سے مارنا ہلاک ہو جیسا کہ سنگ عظیم اور عصا کبیر اور موگرا دھوبی کا یا ہلاک غالبا نہو جیسا کہ عصا صغیر اسکو شبہ عمد
اسلیے کہا کہ یہ فعل مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمیں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمیں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا
قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اسکے آلہ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہوگی کذا فی العینی وموجبہ
الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات
میں آویگی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے اور کفارہ ہے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمیں
۲۵ یکسالہ ہوں اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چار سالہ لا القود لشبہہ بالخطأ نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ
عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اسکے مشابہ ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل سیاسۃ
کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہہ العمد فیما دون النفس ہنا ای الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا

آدمی کے اطراف مین عمد ہی قصاص کا موجب ہو جان کے سوا کہین شبہ عمد نہین بلکہ عمد ہی ہے یعنے اتلاف نفس باصطلاح الفقہا ہوتا ہے اور ما دون النفس مین تلف نہین ہوتا مثلاً
عصا کہ بغیر قتل نفس کا آلہ نہین اور ہاتھ یا پانوں کے توڑنے کا آلہ ہے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ پانوں تلف ہونگا تو اسمین کفارہ اور دیت نہین بلکہ قصاص
واجب ہو یعنے فاعل کا بھی ہاتھ پانوں توڑا جاویگا و اما الثالث فالخطاء وہو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کما اذا رمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا
ہو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اسکی دو قسمین ہین اسواسطے کہ یا خطا اور چوک چوکی فاعل کے گمان مین چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر
حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا او خطأ فی نفس الفعل کما اذا رمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ
او تجاوز عنہ الی ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ید رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عنقہ فہو عمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع
السہم فاصاب الرجل فہو خطأ لانہ اخطأ فی اصابۃ الحائط و رجوعہ سبب آخر والحکم یضاف الی آخر اسبابہ ابن کمال [illegible] یا خطا واقع ہو نفس فعل
مین چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے گذر کر اسکے پیچھے کسی مرد کو جا لگا یا فاعل
نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ یا پانوں کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا
اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار مین لگا پھر تیر وہان سے پلٹا سو دوسرے مرد کو لگ گیا
تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے مین چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف
اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق
الخطأ فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ
سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اس صورت مین خطا فی الفعل ثابت ہے حالانکہ فاعل کا اسمین مطلقاً قصد نہین ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام
مین وہ خلل ہے جو اسمین ہے صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے
چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرکے اور شخص کے لگجاوے انتہی حاصل کلامہ اس کلام مین قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل مین لازم نہین چنانچہ
لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ مین خطا فی الفعل ثابت ہے اور اسمین مطلقاً قصد نہین لیکن عنقریب آویگا کہ یہ جاری مجرای خطا کی صورت ہے
نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ ے وقاصد شخص ان اصاب خلافہ فذا خطأ والقتل فیہ معذر اور وہبانیہ مین ہے اور قصد
کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے لگجاوے تو یہ قتل خطا ہے اور اسمین قاتل کا قتل ازروے قصاص کے متعذر ہے
وقاصد شخص حالۃ النوم ان یمت فیقتص ان ابقی دمانہ نہر اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم مین اگر وہ مر جاوے تو قاتل سے
قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنے اگر مقتول خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ و الرابع ما جری
مجراہ مجری الخطا کنائم انقلب علی رجل فقتلہ لانہ معذور کالمخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کے ہے یعنے خطا نہین بمنزلہ خطا کے ہے جیسے
سونے والا منقلب ہو یا کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر اور صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا
تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے مین اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا تو نائم معذور ہے خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہین بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے
طحطاوی مین عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی
اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی مین ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہے
کہ حقیقت مین خطا نہین اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہین کہ اسپر مقصود کا خلاف ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب انتہی مافی الطحطاوی

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعہ کی طرف صحیح خطا ہے وجہ یہ ہے کہ موجب ہذا النوع من القتل فی نحو الخطاء وما جری مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون
اثم القتل اذ الکفارۃ یؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ
کمتر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے کہ اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ
کہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی
لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب
کحافر بئر وواضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن
حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دونوں کی قید ہے چنانچہ درر میں ہے لو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھیگا تو اسکی طرف تعدی
ثابت ہوگی تو دیت اور کفارہ بھی ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا واضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا اشتمل علی البئر ونحوہ بعد علمہ بالحفر ونحوہ درر اور اسی طرح
قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اسکے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جبکہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ
چلا کھودنا وغیرہ جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب
دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور رکھودنے والا متعدی ہے اسلئے تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی
صیانت نفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے
اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث الا الخامس ملخصا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے
موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا
تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوائے اس
قسم کے یعنے قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنے قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہے اسواسطے کہ مباشرت
عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اسکو اسواسطے
ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعیؒ نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اسکے جمیع احکام میں واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ

یہ فصل ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں یجب القود ای القصاص
بقتل کل محقون الدم بالنظر للقاتل درر کما سیصح عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمدًا واجب ہے قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدًا قتل سے
شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں آتا ہے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح
ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ بنظر القاتل وانما محفوظ الدم ہے یعنے اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب
ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے
نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے
ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اسنے مقتول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے
وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنے دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو انکو عمدًا قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر
مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدًا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے تو قواعد کے تحت میں

سلہ دھکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنے ایسا ہوا کہ دوسرا کو دھکا دے کر کنوئیں میں ڈالدیا ۱۲

داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تھا اصل مین پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ الوہیت شبہہ ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل عمد مین
قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحطاوی لا المستامن والحربی یعنے مستامن اور حربی یعنے انکے قتل عمد سے قصاص
واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہین اور حربی تو مطلقاً مباح الدم ہے وشرطہ ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول اگر کو
کے قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہین ہے فی البزازیہ حکم علیہ بالقود
فجن قتل وقبلہ لو سے انقلب دیۃ بزازیہ مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہو جاویگا یعنے پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل
من یجن ویفیق فی حال افاقتہ قتل کیا اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا فان جن بعدہ
ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اسکے اگر جنون مطبق یعنے دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے
مال مین واجب ہوگی کذا فی الظہیریہ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا روایۃ فیہ قال ابوجعفر یقتل غلام نے اپنے میان کو
قتل کیا تو اسمین کچھ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابوجعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے
وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنے بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لیجاوے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاوے
قتل ختنہ عمدا وبنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے
کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر بنابریں مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت
واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ بینہما کولاد وملک او اعم کقولہ اقتلنی فقتلہ بینہما کما سیجئ اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور
مقتول مین قصاص ٹلجانے کا شبہہ نہو چنانچہ ولادت یا مالک ہونا یا کوئی امر ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجھکو
قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد
بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سواے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اسکی قیمت
دینا قاتل پر واجب ہے بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اسکی
قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مین (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے یعنے آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے
اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور
حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ولنا اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الآیۃ
کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنے جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور
غلام کی قید نہین تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے عن ابن عباس نقل کیا ہے ومن جملہ
دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنے مقتولین مین تمپر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازانجملہ قولہ تعالی
(ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کرکے ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر
ماسواے مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنے اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص ماعدا کی نفی پر دلالت

کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نجاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے
بدلے غیر قاتل کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہوجاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر جو
فضیلت رکھتا تو بدعوی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی نہونگے جب تک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ ماریں اور اپنے غلام کے بدلے انکا آزاد نہ ماریں حق تعالی نے
انکے رد میں یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاسے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا واجب ہونا
قصاص میں عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہوا اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور
غلام دونوں برابر ہیں قیل ولا الحر بالعبد ورد بہ قولہ بالا اسلئے کہ اکثر یا ہے مذہب شافعی کی اشکال میں کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ
آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اسکے دلائل ہو فیہ سے بایدین اور لیے کہ ہم شارح کی اس عبارت میں کچھ تقریر اور تحقیق نہیں شارح نے
عبارت منح الغفار کے نقل کرنیکا ارادہ کیا سو اسکا قلم بہیج چل گیا یون کہنا تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہ علت ہے ان التقبیل الذکر بالاشیہ کذا فی الطحطاوی
مختصر العینی یہ ہو بعض شارحین نے امام شافعی رح کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا
بدلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہوا اسلئے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولی مقتول ہوگا اور جو تفصیل
اسکی منح الغفار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی لطماس ع خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ + رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد
ولا تقتلوہ انی انا عبدہ + ولم ار حرا قط یقتل بالعبد + اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ پکڑو میرے خون کے
بدلے اس غزال کو کہ جسنے اپنے دونوں گوشہ چشم کے دو تیروں سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ میں اسکا غلام ہوں اور مینے
کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جاسے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ میں منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور
دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب نہیں فاجابہ بعض الحنفیۃ رادا علیہ ع خذوا بدمی من رام قتلی بلحظہ + ولم یخش
بطش الہ ری قاتل العمد + وقودوہ بہ جبرا وان کنت عبدہ + لیعلم ان الحر یقتل بالعبد + سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو
میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی وجہ سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار بھی ڈالا اور وہ شخص نہ ڈرا خدا سے کہ پکڑنے سے ہوتا
ہے قاتل عمد میں اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ میں اسکا غلام ہوں تا معلوم ہوجاسے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا اس نظم
میں خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہیں والمسلم بالذمی
خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض یہ خلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داؤد و اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی میں عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی میں ذمہ کے پورا کرنے والوں میں زیادہ تر کریم ہوں ہرچند دارقطنی نے ابن
بیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر حربی
مراد ہے توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضی رض سے نقل کیا کہ ذمیوں نے جزیہ اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہوں اور انکا مال ہمارے مال کے برابر ہو
لا بمستامن بل ہو بمثلہ قیاسا للمساواۃ لا استحسانا لقیام المبیح ہدایہ ومجتبی وقہستانی وغیرہ نہ قتل کیا جاسے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا
خون علی التابید معصوم نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر ہو قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم
ہونے مبیح کے کذا فی الہدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا اور اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب کا اسواسطے کہ مستامن عزم دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف

وینبغی ان یعول علی الاستحسان لتصریحہم بالعمل بہ الا فی مسائل مضبوطۃ لیست ہذہ منہا وقد اقتصر ملا خسرو فی متنہ علی القیاس انتہی یعنی فتنبہ المصنف رحمہ اللہ

علی عادتہ قلت ویعضدہ عامۃ المتون حتی الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یوں ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے
استحسان پر عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے
انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر تک ویقتل
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے
دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت
کے بالاتفاق ہے تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ یا پاؤں اور دونوں کان اور ذکر یعنی نارہ اور خوطے مقطوع ہیں اور آنکھیں نکلی ہوئی ہیں تو
قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور ہو اسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں مساوی ہیں اور عصمت ہی کے مساوات ہے اور امور کا نہیں تو
قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی والفرع باصلہ وان علا لا عکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شاخ بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ
جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک رح کے اس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر
ہم یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک رح کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تادیباً چھری پھینک مارا اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہیں
اور ظاہر مالک میں ہے کہ اسنے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اسکی یہ سے کہ حدیث میں ثابت ہوا ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے
کذا فی العینی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک رح کے مذہب میں معتمد نہیں و الا کتب مالکیہ میں عدم قصاص علی العموم مذکور ہوتی واللہ اعلم او لا تقتل الاصول وان

علوا مطلقا ولو اناثا من قبل الام فی نفس او اطراف بفرعہم وان سفلوا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہ کیا جاوے گا بدلے انکی فروع کے
نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقا اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے ہوں اور اگرچہ فروع بعیدہ ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے
قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے ہم یعنی دادا یا نانا اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پروتے کو یا ماں اپنے
بیٹے کو یا نانی اپنے نواسی کو یا پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمدا کریگا
تو اسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ نے عمر فاروق رض سے مروی ہے وہو وصف معلل بالجزئیۃ فیتناول من علا لانہم اسباب
فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جسکے سبب جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول
عالیہ کو بھی متعدی ہے اسوجہ سے کہ اصول اسباب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع انکے فنا کا سبب نہ ہوگا ہم ولہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو صف
کفار میں پاوے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وحینئذ تجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی

تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی وجوہرہ وسیجیئ فی المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ یا دادا وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر
اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی رح نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے
اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ

وفی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطی او الصبی او المجنون وکل من لا یجب القصاص بقتلہ لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العامد
عندنا خلافا للشافعی برہان او ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قاتل پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں
اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہوا اسکے غلام کے قتل میں مالک شریک ہو یا قاتل مخطی کا

تو شریک پر بھی قصاص واجب نہین والد اور موسے اور مخطی کے مانند اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلایل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا
ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا بسید بعبدہ ای بعبد نفسہ و مدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ ہذا داخل تحت قولہم ومن ملک قصاصا
علیہ سقط کما سیجی اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے
فقیہون کے اس قول کے تحت مین اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آویگا ہم مالک پر قصاص اسواسطے
نہوا کہ غلام اسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے مین کچھ واجب نہین ولیکن خانیہ مین ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ مین ہے کہ سعدی پر کفارہ
واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل مین کذا فی الطحطاوی ولا بعبد یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزے اور نہ قتل ہوگا شریک عبد
مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہین ہے جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا
شرح ہدایہ مین تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا بالعبد الرہن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین
قصاص نہین ہے یعنی جب تک راہن اور مرتہن دونون موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا
مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جائے
وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرۃ وعلیہ یحمل ما فی الدرر معزیا للکافی کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہین اگرچہ راہن مرتہن
دونون موجود ہون کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو درر مین کافی سے منقول ہے کذا فی المنح ہم یعنی جو کافی سے درر مین مذکور ہے کہ باوجود
اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہین سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو مجیب ابن نجیم کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی
کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ مین ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے یعنی لو اختلفا فلہما القیمۃ تکون رہنا
مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص و قیمت لینے مین اختلاف کیا تو دونون کے واسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجاے عبد مرہون مقتول
رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعہ قبل القبض
فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاے قبل قبض مشتری بیع کو جائز کرے تو
قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کرے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت لے کذا فی الجوہرہ
ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا لا حاجۃ لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود عینی وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ
حرا ورقیقا فاشتبہ الولی فانقطع القود اور قصاص واجب نہین بدلے اس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا یعنی بدل کتابت کے اور وارث اور موسے کو چھوڑ کر
اگرچہ وارث اور موسے ساتھ ہی موجود ہون بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی موت مین آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اسکے ولی مین اس اختلاف کے
سبب سے شبہہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہین مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ
شارح نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص مین شرط ہے ہم علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد
مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا
ولی مین تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء اولا او ترک وارثا ولا وفاء اقادہ سیدہ لتعیینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے
کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سواے اپنے موسے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا مگر وفاء بدل کتابت موجود نہین تو اسکا موسے
قصاص لیگا بسبب متعین ہونے موسے کے ولی ہونے مین وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتون مین سے پہلی صورت مین خلاف ہے محمد کا اور پہلی صورت یہ ہے کہ

سانپ تو اسکے قتل پر پیشقدمی الخ ترجمہ جبکہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعًا قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا القود الا بالسیف
وان قتله بغیرہ خلافا للشافعی اور قصاص نہ لیا جاوے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی رح کے
انکے نزدیک جس طرح قتل کرنا قاتل کا ظاہر ہو اسی طرح اسنے مقتول کو مارا ہو یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں ان لفظ سے مروی ہے قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضی رض سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہا میں
قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ وفی الدر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبه صرح فی منح الغفار حیث قال تخصیص السیف باسم القود لا مفہوم له
غیرہ به الاثر ای انا اختصصنا السیف دون غیرہ بالسیف فی قوله علیہ الصلوۃ والسلام لا قود الا بالسیف وفی السراجیۃ من له قود فقاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتله بحجر او نحوہ
عزر وکان مستوفیا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ مراد بالسیف السلاح واللہ اعلم اور در میں کافی سے ہے کہ تلوار سے اور ہر ایک ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں کہ
اسی کی تصریح کی ہے مصنف نے منح الغفار میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص
لینے کا مالک ہو وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالدیگا یا اسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر پاویگا
اور وہ شخص اس قتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہوگیا انتہی کلام السراجیۃ تو یہ محمول ہے اس پر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم وللاب
المعتوہ القود وتقیید الصدر والزیلعی بالقتل اتفاقی وله الصلح بالاولی لا العفو مجانا وله القطع بدل ید معتوہ وقتل قریبه لانه ابطال حقه ولا یجاله او فرزند نا قص العقل مدہوش
کے قطع ید اور اسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تقیید صدر الشریعہ اور زیلعی کی قتل کے واسطے اور جبکہ اسکا باپ
قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کردینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کردینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ مفت معاف
کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہے معتوہ وہ ہے جو بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بیہودہ باتیں کرے جسکو اہل ہند
بھولا اور بھوندو بولتے ہیں اسکے قرابت دار سے مراد اسکا اخیافی بھائی اور اسکی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا
اسکا باپ اسکے قائم مقام ہوا اسلیئے کہ شفقت کے سبب سے اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وقیدہ مصنفہ بقدر الدیۃ واکثر مصنفوا الت
وقع بالقتل منهم لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانه انظر للمعتوہ اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر صلح واقع ہوگی
تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیئے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح فلمن قتل ولا ولی له فللحاکم
قتله والصلح لا العفو لانه نظر للعامۃ اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اس شخص کے کہ مارا گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث اور عام خلق کا ضرر ہے والوصی
کالاخ یصالح عن النفس فقط بقدر الدیۃ وله القود فی الاطراف استحسانا لانه یسلک بها مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اسکے بھائی کے
برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف
انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی کالمعتوہ فیما ذکر او طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اسکے
قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں لیا
کر سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لهما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببه کاملا ثبت
لکل علی الکمال کولایۃ انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین رح
کے انکے نزدیک قصاص نہ ہوگا جب تک صغیر وارث جوان نہ ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اسکا کامل سبب پایا جاوے تو وہ چیز ہر ایک

جناب مصنف علام نے یہاں سراجیہ اور فتاوی کا نام ذکر کیا ہے مگر کوئی اسکا سامان کا ... باغ نہیں کیا تو میں دیکھنا کہ اسکے نیز مسئلہ اور غیر کو تلوار میں ملا دیا ہو حدیث آنے کے میں سو اسکا ترجمہ اس جگہ مترجم اول سے چھوٹ گیا تھا اسلیئے اسکو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ۱۲

واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کردینے اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہر شیٔ عدم تقسیم پذیر ہے چنانچہ قصاص و نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاتا ہے جیسے
قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاے قصاص میں اختیار ہوگا و لہذا ابن ملجم بعوض علی مرتضیٰ کے مارا گیا
اور حضرت علی کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اور بسبب کامل کی قید سے مسلم اسیر دار الحرب نکل گیا
ہے کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعا زیلعی فلیحفظ مگر جبکہ مقتول کا
ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق ائمہ کرام اور صاحبین ہر دو کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے
ہم ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن ظاہر قول یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یہاں جو وارث ہو مقتول کا
تو مثال اسکی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہو اور جدہ اسکے سوا زوجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ
محقون الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہو مقتول سے یعنی اسکا وارث نہیں ہو تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص
واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن
باعتبار اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکے بدلے مارا جاویگا والدیۃ علی عاقلتہ لو القاتل فی الخطا اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے
مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی القتیل بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق ویقتل الاجنبی اور
اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی
تصدیق نہ ہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا ہم پر ظاہر ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کروانا جائز ہے جو استیفاء قصاص
بہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا اس صورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعویٰ کیا
اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو امر ثابت نہ ہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بیرا فی دار رجل فعطب فیہا
شخص فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک حفرہا فی الحال فیصدق بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ بر خلاف
اس شخص کے جسنے کنواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اسمیں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو
صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ بذات اور استبداد خود کا فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھود سکتا ہے
وجود محل کے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی بر خلاف صورت اول کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں استبداد امر بالقتل فی الحال
متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا اور قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے مثلاً یوں
اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور استبداد رجعت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی
اور اگر استبداد رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ رجعت کا دعویٰ کیا بعد عدت کے تو اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط
راسا لما فات القاتل حتف انفہ وظاہر قولہ تعلیل فوت المحل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنے
فرش پر اپنی موت مر جاوے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم
نہ ہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وفی الدرر والمجتبی دم بین اثنین فعفا احدہما وقتلہ الاخر ان علم
ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتلہ عمدا فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس اور ہدر
اور مجتبی میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا

معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہو تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو یہ معلوم نہیں تو اسپر قصاص نہیں اور اسکے مال میں دیت
واجب ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے سو مقتول کے وارث نے پکڑنیوالے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر
قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو ہم بخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا
مشکل فہم ہے پس ہولنا اسمین وصورت علم سقوط قصاص ہے اور جس میں دیت ہے اور یہاں کی صورت مین فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا و مات المجروح فاقام
اولیاء المقتول بینۃ انہ مات بسبب الجرح واقام الضارب بینۃ انہ برئ من الجراحۃ و مات بعد مدۃ فبینۃ ولی المقتول اولیٰ کذا فی معین الحکام
معزیا للعمادی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ
چنگا ہوگیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن العمادی اقام اولیاء المقتول البینۃ علی انہ
جرحہ زید وقتلہ واقام زید البینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولیٰ کذا فی المشتمل معزیا لجمع الفتاوی ورثہ
مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھکو مارا
تو زید کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن جمع الفتاوی ہم اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات
المجروح لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح بہذا السبب مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی والناس قبلت بینۃ مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے
زخمی نہیں کیا پھر زخمی مرگیا تو اسکے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہونچتا مطلقاً خواہ اسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی
یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثون کا مقبول ہے کذا فی القنیۃ و فی الدرر عن المسعودیۃ لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا
اور درر مین مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثون نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ اس
فصل میں مکرر ہوگیا و فی الوہبانیۃ جریح قال قتلنی فلان و مات فبرہن وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم تسمع لانہ حق المورث وقد اکذبہم اور وہبانیہ میں ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق
مورث کا ہے اور مورث تو گواہون کو یا وارثون کو یا دونون کو جھوٹا کر گیا و لو قال جرحنی فلان و مات فبرہن ابنہ علی ان آخر جرحہ خطاء قبلت لنفیہا
حرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے از راہ خطا اسکو زخمی کیا تھا
تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سما حتی مات ان دفعہ الیہ حتی اکلہ ولم یعلم بہ فمات
لا قصاص ولا دیۃ لکنہ یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اسنے اسکی طرف دیدیا یہانتک کہ اسنے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانتا
سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجرہ السم ایجارا تجب الدیۃ علی عاقلتہ اور اگر زہر اسکے
حلق مین زبردستی ڈال دیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری مددگارون پر وان دفعہ لہ فی شربۃ فشربہ فمات منہ فکالاول لانہ شرب باختیارہ
الا ان الدفع خدعۃ فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیہ اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مرگیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند
یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں مین مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اسطرح دینا دغا و فریب ہے تو کچھ لازم نہیں
مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیۃ و ان قتلہ بمر نفع السم بالفعل ہو فی البلدین یقتص ان جہابہ حد الحدید او طعن وجرحہ اجماعا کما نقلہ المصنف عن المجتبی اور اگر
مقتول کو قتل کیا بھاوڑے سے اور تیشہ سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اسکی پیٹھ لگی اور اسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص
لیا جاویگا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرفع سے وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی بھاوڑہ وغیرہ ہم اور اگر بھاوڑے کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہو نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بدن پھٹ جائے تو تلوار کے مانند ہو صاحبین رح کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام رح کے نزدیک کذا فی المحیط وفی

عن الاتقانی والا یعنی ان حدد لم یقتل بثقلہ ولم یجرح لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس وذہب ونحوہا وعزاہ فی الدرر

لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر بھاؤڑہ باڑھ کی طرف سے اسکے نہیں لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ امام رح سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے اور یہی حکم لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند اسکے جو لوہے کا ہم جنس ہو اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور یہی ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبی ضربہ بجنب السیف او غرزہ بالسیف الغمد فقتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبے میں ہے کہ اس تلوار سے مارا جو اپنے میان کے اندر ہے سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام رح کے نزدیک لیکن قاتل پر دیت ہوگی یہ فیصلہ بھی ہے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے کے واسطے ہتھیار سے اسکو نہیں مارا کذا فی المحیط والتغریق خلافا لہما وللشافعی جیسے گلا دبانا یا سنگ اور غوطہ دینے میں قصاص نہیں بخلاف صاحبین رح اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے غالباً نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکلنے سے غالباً اور وہ مر گیا تو یہ خطاء عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اور چونکہ اسکے ہاتھ پاؤں بندھے نہیں ہیں اور وہ خوب تیراک ہے تو یہ بھی خطاء عمد ہے اور اگر اس طرح پانی بہت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام رح کے قول پر یہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبین رح کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے

کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخلہ بیتا فمات فیہ جوعا لم یضمن شیئا وقالا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اسمیں بھوک سے مر گیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد بہ بخلاف قتلہ بالجوع لانہ ضرب بالسوط کما سبق اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے بھوک سے علی الاتصال کوڑا مارنے کے جیسا کہ پہلے گذر چکا اور ظہیریہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاسۃ ولا یقبل توبتہ بعد مسکہ کالساحر اور مجتبے میں ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد قبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ انکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہے یہی انکا پیشہ ہے وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ویعزر ویحبس الی ان یموت

زاد فی الخزانۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبے میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈال دیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور خزانہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ہم اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کرکے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط صبیا والقاہ

فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادری پر دیت ہے ہم

اور بیمار مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح

ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا یعنی ڈالتے ہی باندھنے والے اور گرانے والے کے برادری پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اسکے پانی میں گرا دینے سے ڈوبا وقطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر
فعلى الثاني قوده فقط عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے میں سے کچھ باقی رہگیا اور اسمین روح ہے سو دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا
تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے ہم کہتے ہیں اگر مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا
بیٹا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا في الطحطاوي عن الذخيرة ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش
كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا
اسوقت قاتل پر قصاص نہیں کذا في الخانية ہم کہتے ہیں کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جائیگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا
کذا في العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی نے کہا کہ مین نے خانیہ کو دیکھا تو قتلہ کے موافق پایا یعنی وہ مریض جسکے لئے عدم توقع زندگی کے بھی
قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو حاشیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہوا اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه بيده
وقطع آخر عنقه ان توهم بقاءه حيا فالقتل قاطع العنق والا فالقاتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ مین ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا
اور دوسرے نے اسکی گردن کاٹی اگر اسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہے پیٹ پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاے اور اگر اسکی زندگی خیال مین نہ آوے
تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ
پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی صورت عمد کے ہے اور خطا مین
دیت واجب ہے کما في العالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات يقتص الا اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة والبرء منه اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا
سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہو کر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاے جو زخم کو قطع کردے
جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہوجانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور
مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا ويقيد هنا انه لو عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح [illegible] معلوم نہونگے اسوقت
مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل
عمدا والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال مین اگر زید کا
فعل عمداً ہوا اور اگر عمداً نہو تو اسکے برادرون پر دیت ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر مین زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اسکے سر مین زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا في العالمگیریہ عن الكافي لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل زيد معتبر في الدارين وفعله بنفسه هدر في الدنيا
لا العقبى حتى ياثم بالاجماع فصارت ثلاثة اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اسپر کوئی چیز
واجب نہیں دنیا اور آخرت مین اور زید کا فعل دونون جہان مین معتبر ہے اور اسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا مین نہ آخرت مین یہان تک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو
گویا تین جنس ہوگئی یعنی بسبب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف
ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتله لان فعل الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے
کہ مقتول مین تکلیف شرعی یعنے عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی
فعل باطل ٹھہریگا اور مثل شیر اور سانپ کے ہوگا تو اس صورت مین زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا في الطحطاوي اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول
مذکور کے قاتل چند آدمی ہون اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنے باطل نہیں دارین مین معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال وسيجيء قتل من شهر سيفا على المسلمين

یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال ویجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین ولا شئ بقتلہ ان لم یکن دفع ضررہ الا بہ صرح
فی الکفایۃ ای لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ القہستانی وغیرہ وبالی مانحن فیہ اور جسنے تلوار مسلمانوں پر نکالی اسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال
بلا توقف اسکا قتل واجب ہو چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ انہنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یون کہا ہے کہ واجب ہے قتل کرنا
اس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ دفع اسکا اسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اسکا دفع ممکن نہ ہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں
یعنی اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اسکی قہستانی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا
مگر ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اسکی نہیں ہے اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ اشار الیہ ابن الکمال کذا فی
الطحطاوی ولا شئ بقتلہ بخلاف جمل الصائل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ اور کچھ بخلاف جمل صائل کے یعنی اگر اونٹ کسی پر
حملہ کرے اور وہ اسکو مار ڈالے تو بسبب حفظ اسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا القتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا
فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھ نہیں اسکے مار ڈالنے میں جسنے ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک
مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اسکے جنگل میں یا اسپر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو غیر شہر جنگل وغیرہ میں سو اسکو مار ڈالا جسپر
ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی تھی پس کچھ نہیں ہے [illegible]
یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدن میں نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں
گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہو سکتی ہان اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کریگا تو اسکے بدلے قاتل کو مار ڈالا جاویگا
اسواسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھستی اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی [illegible] اوالمجنون علی غیرہ سلاحا فقتلہ
المشہور علیہ عمدا تجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی [illegible]
ومثلہ الصبی والدابۃ [illegible] وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور چارپایہ ہے اور امام شافعی نے کہا کہ ان تینون
صورتون میں [illegible] اور حیوان حملہ کرنے والے کے قتل میں اسواسطے کہ قتل رفع شر کے واسطے ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل
[illegible] ثابت ہوئی تو اسکے خون کی عصمت ساقط نہ ہوگی [illegible] لہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص لازم نہ آیا
یا جانور کسی کا کچھ نقصان کرے تو [illegible] جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہ ہوا [illegible]
شر نے انکا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص رفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف وکف عنہ علی وجہ لا یرید
ضربہ ثانیا فقتلہ الآخر ای المشہور علیہ [illegible] کذا قالہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتحرر انہ مادام شاہر السیف
ضربہ والا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور اسطرح باز رہا کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہو اسکے بعد
اسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اسنے مارا یا اسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اسکا قاتل قتل کیا جاویگا
اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ہٹ جانے کے سبب میں کہتا ہوں تو یہ امر منقح ہوگیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اسکو
مارنا درست ہے اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں اسواسطے کہ انسان برہنہ شمشیر لیکر
بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقا برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فتبعہ
رب البیت فقتلہ فلا شئ علیہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اسکے گھر سے نکال

اور صاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مار ڈالے تو اسپر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ قتال کر اپنے مال کے آس پاس
ہم نسائی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے میرا مال چھین لیجایا چاہے فرمایا
کہ تو اسکو خدا کی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اسکو ڈرا سو اسنے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اسنے کہا سو اگر میرے گرد
کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے داد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس قتال کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے
ہو یا تو اپنا مال بچا لے کذا فی التیسیر وکذا لو قتلہ بعد الاخذ اذا قصد اخذ مالہ ولم یتمکن من دفعہ الا بالقتل صدر الشریعۃ اور یہی حکم ہے اگر اسکو قتل کرے مال لینے
پہلے جبکہ وہ اسکے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے بچانے پر بجز مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی الصدر الشریعۃ فی الصغری وقید بالمال العشرۃ او اکثر لیصیر دون
اقل قالہ الولوالجی اور مجتبیٰ وغیرہ میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہو تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اسکو قتل نہ کرے
لیکن اسکو قتل نکرنا اسلئے لکن نہر الفائق میں آخر باب قطع الطریق میں یوں ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ وہ مال اقل از نصاب ہو اور اسکو قتل کرے
بدلیل حدیث کے من قتل دون مالہ فہو شہید یعنی جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود
نعم والا فان المقتول معروفا بالسرقۃ والشر لم یقتص استحسانا وجبت الدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اسنے اسکو کہا تھا یعنی
پھر کبھی چوری سے وہ باز نہ آتا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہو تو ان کا قبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چور ہو اور بدکاری میں مشہور ہو تو قاتل سے ازراہ استحسان
قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ ہذا اذا لم یعلم انہ لو صاح علیہ طرح مالہ وان علم ذلک فقتلہ
مع ذلک وجب علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اسوقت ہے جبکہ صاحب مال کو یہ معلوم نہو کہ اگر وہ شور کریگا اور للکاریگا تو
سارق اسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہ جانتا ہے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ کر بھاگ جاویگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہے کیونکہ اسکو ناحق قتل کرنے
سبب سے کالمغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کے مانند ہے جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ
غاصب کو قتل کریگا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کرکے اور اگر مسلمان اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہوں
چنانچہ اس زمانے میں ہے تو ظاہر ہے قتل غاصب جائز ہے بموجب حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی ومباح الدم التجأ الی الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی ولم
یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فیقتل اور جو مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہو مثلاً کسی نے زنا کیا ہو یا
مرتد ہو یا قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جائیگا اور نہ وہاں سے گرفتار کرکے نکالا جاویگا قتل کیواسطے لیکن کھانا پینا روکا جاویگا یہانتک
کہ وہ گھبرا جاوے بھوک پیاس کی مار سے تو نکل پڑے جب حرم سے نکل آوے تو اسوقت حرم سے باہر قتل کیا جاوے بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل اسکا جائز ہے
واما فیما دون النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جائیگا اسی حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف میں تو مال کا طریقہ سلوک کیا
ولو انشأ القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیۃ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ
ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیف
فلا قصاص وتجب الدیۃ فی الصحیح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود لشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کر سو اسنے اسکو تلوار
سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ
سے ہر چند حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص شبہہ سے ساقط ہوتا ہے وکذا لو قال اقتل اخی او ابنی او ابی فقتلہ الدیۃ استحسانا کما فی الخانیۃ
من الکفایۃ اور اسیطرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان چنانچہ بزازیہ میں ہے کفایہ سے منقول

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیما عن الواقعات لو ابنہ صغیر القیاس اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
ہم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے جیسی سے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر میں منح الغفار میں ہے کہ یہ محمول ہے قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اُسنے اسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہ قول اقتلنی کے قول
کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
وفی اقطع یدہ فقطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لاشی علیہ
فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اُسنے اسکا سر پھوڑا تو اُسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اُسپر خونبہا ہے
وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہے کہ اپنی ذات کے
اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہے جیسا عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسی کی
تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت صحیح ہو اسواسطے کہ
عصمت دم موجود ہے اور قصاص گو ساقط ہو گیا ہے شبہہ اذن سے او شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں ہے وفی اقتل عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان
علیہ جاننا چاہیے اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اسکا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اسکو قتل کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا تو اُسپر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اسواسطے کہ غلام ان
داخل ہے اور مال میں ابتذال جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری الی النفس ومات لان الاطراف
کالاموال فصح الامر بہا پھر اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مرجاوے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا انمیں صحیح ہو گا مع سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہے منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہے اسمیں بھی
خلاف مذکور جاری ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود ولبطلان الصلح بزازیہ اور اگر بولا کہ
ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ کپڑا [illegible] یہ درم دے سو اُسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہو گا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطائے ثوب یا درم باطل ہو گی کذا
فی البزازیہ فروع مسائل متفرقہ [illegible] ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سواے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ
اُسمیں تملیک جاری نہیں ہم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے برات ہو جاتی ہے دنیا
میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو
بہتر صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نہ کرے کذا فی الوہبانیہ
ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے
خبر کرے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ غیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود وعند الاصولیین وفرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم
شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہاء نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی [illegible]
ہم یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہے قصاص کیلئے نہیں [illegible] محیط میں ہے کہ ایک شخص مقتول ہوا عمدا اور اسکا ایک وارث ہے تو اسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے
قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور بہتر یہ ہے کہ گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل نوع کر لیگا تو تعزیر دیجائیگی

اسپر تاوان نہین اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریہ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز نقضاء لجاعتہ فی القصاص دون الحدود واوراشباہ مین الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدہ مین یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتون مین پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی نسبت قصاص مین درست ہے نہ حدود مین ہم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سواے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست یعنے بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا ۲ قصاص مین میراث جاری ہے اور حد مین نہین ہم دوسرا قول آیا ہے کہ قصاص بھی موروث نہین کذا فی الحموی لصح عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھدینے سے برخلاف حد کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی مین نے اسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہے نہ حد مین السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ساتوین صورت یہ ہے کہ قصاص مین دعوی ضرور ہے نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہے انتہی مافی الاشباہ وفی الخیفۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تخفیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر مین جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونون صورتون مین تاوان نہین ہم ابو ہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اسکی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکرے مار کر تو کچھ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ مین نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیئے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر مین سے کچھ لے تو بھی مستوجب قطع عین نہین اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جاے لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اسمین کچھ تفصیل نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو ادخل راسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے ڈھیلا مارا سو اسکی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الجنبہ عن کنز الروس باتفاق حنفی و شافعی کے اختلاف حنفی و شافعی تو فقط اس صورت مین ہے جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسواے جان کے قصاص مین یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے مین ہم قصاص مادون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص حدیث مین ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص مادون النفس ہر ایک ایسے مقام مین جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہان برابری اعضاے ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو وہان بدلا لینا جاری ہے اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت ہے یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت مماثلت کے بدلا لینے مین لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے بدلے کاٹا جاویگا اور نہ بایان بجاے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ مین نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلامون کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہین بالون مین اور سر کی کھال مین اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا

قصاص ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلہ انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلہ سبابہ کے اور وسطی بدلہ وسطی کے اور خنصر بدلہ خنصر کے اور بنصر بدلہ بنصر کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری کا وجوب ہے تو ثنیہ توڑا
جاسے بدلے ثنیہ کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے اُنکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ
فیقاد قاطع الید من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور رہی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹا کہنی
کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة انف لم یقتص لامتناع حفظ المماثلة وہی الاصل فی جریان
القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی یعنی برابری
تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم ... تو یہاں ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمین قصاص ہے اُسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اسمین ہمارے
نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ کاہی قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجائے یا اسمین زیادہ خلل ہو جاسے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری
سے وان کانت یدہ اکبر منہا لاتحاد المنفعة قصاص میں جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص
میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن
اور اسیطرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھوں اور کان میں ہم مارن تو نرم غضروفی ہے ناک میں یا بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے
قطع میں قصاص نہیں اسیطرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہیں بعض قصاص نہیں عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ناک کی پھنگی کے قطع میں حکومت
عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءہا وہی قائمة فیجعل علی وجہہ قطن رطب ویقابل عینہ بمرآة محماة اور اسیطرح قصاص لیا جا
اُس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اُسکی روشنی زائل ہو گئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منہ پر گیلی روئی ڈالی جاسے اور
اسکے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاسے ہم یہ حکم خلاف قیاس ثابت ہے علی رضی کی تجویز سے جسپر صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق کے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے
روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اُسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ
تعالی عنہ آسے اور فرمایا کہ اُسکی آنکھ پر روئی رکھی جاسے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اُسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اُسکی بینائی منقطع ہو گئی اور آنکھ قائم رہی
کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلة اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاسے تو اُسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبی نقلا عن العینی وغیرہ
الاتفاقی ذاہبة فتقتص [illegible] اور مجتبی میں ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والے کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اُس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا
چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی عین الاحول اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہم مجتبی میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں خلل
مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو ظاہر قول اول مقید ہے اور قول ثانی ضعیف
تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو الشاق فی کل شجة یراعی او تحقیق فیہا المماثلة کموضحة اور اسیطرح قصاص کا حکم
ہے ہر ایک اُس زخم سر میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ میں ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت
قطع ہو کر ہڈی کھلجاسے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکبرا الا اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں
سوائے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور
یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ
لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لہاتہ وبہ اخذ صاحب الکافی قال

قال المصنف وفی المجتبی وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جاے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا جاے سوہان سے گوشت تک
یعنے دانت کی جڑ کی مقام تک اور اوپر والے گوشت کے حسبقدر دانت باقی رہے اسکا قصاص ساقط ہو تعذر مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ دانت کا اکھاڑنا
یعنی کبھی پا اکثر کو افاسد ہو جاتا ہی اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہی مصنف نے شرح میں اسکو کہا ہی او مجتبی مین ہی کہ اسی قول الاخیر پر فتوی ہی ثم الطحطاوی
نے کہا کہ بخط زیلعی اسیطرح لفسد لہاتہ ہی اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور صحیح یہ ہی کہ لتفسد لثاثہ ہی یعنی بجاے با کے نون تا ر مثلثہ ہی لثات جمع لثہ کسرلام
یعنے مسوڑہا یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑہون میں اکثر خلل
واقع ہو جاتا ہی کما تقرر اان قیناوپا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہی بیانکہ کہ کاسر اور کسور دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر کسور کا دانت توڑا گیا
ہو ہم ریتنا اسوقت ہی جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا فقصاص نہین تو ہنما ہی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ وفی المجتبی ویؤجل حولا فان لم ینبت اقتص وقیل یؤجل
الصبی لا البالغ اور مجتبی مین ہی کہ قصاص کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہی کہ
صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہی نہ بالغ کیواسطے ہم ملتقی مین ہی جب دانت سے کچھ توڑ گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت پھر جاے
تو اسپر قصاص ہی سوہان سے ویت کر اور ظہیریہ مین ہی کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے جنگے ہونے تک انتظار چاہیے اور ایکسال کا انتظار ضرور نہین مگر
یہ مرد کی روایت مین اور صحیح قول اول ہی اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہی کذا فی الطحطاوی فلو مات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مر گیا
تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمین حکومت عدل ہی وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی
یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القلاع والطبیب انتہی وسنحققہ اور اسیطرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہی جبکہ مدت مقرر کیجاے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا عوض یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہی اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے
ہم مجتبے مین ہی کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہین اور اگر سال کے اندر اسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدا تھی تو قصاص واجب ہی اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی اور اسمین [illegible] ابو یوسف کا وہ قول ہی جو
شارح نے مذکور کیا و توخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یوخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل انہ لا یوخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص
لیا جاتا ہی سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نیچے کا اوپر کے سے
کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہی کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اسکی مثل ورنہ نہین سے ولا قود عندنا فی طرف رجل وامرأۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر
المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہم حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین
اور دو غلامون کے اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے انکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف الساقی
بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہی لہذا قصاص متعذر
ثم قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امرأۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین قہ
القہستانی والبرجندی مین کہتا ہون یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب مشہور ہی لیکن واقعات مین ہی
کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہی اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہی جب کہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی
ہو جاوے تو اسطرح کچھ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنے جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلی کا ادنی سے
ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہی ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور ہی

قولہ وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارش اوراطراف مسلم اورکافر کی برابر ہین خونبہا کی مساوات کے سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے
لیکن کافر حربی او رمستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے ہم اسکا عضو
بھی قطع کیا جاتا ہے اسکے بدلے اور جو قتل نہین ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہین ہوتا یعنی انکے نزدیک مسلم کا قتل نہین ذمی کے بدلے تو اسکے عضو کا بھی قطع نہین اسکے
عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف ساعد اور قصاص نہین ہاتھ کے کاٹنے مین نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہین ہوسکتی کمی بیشی کے
احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفۃ برئت اور قصاص نہین ہے جائفہ مین جو چنگا ہوگیا ہو جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پہنچ جاوے
ہو پیٹ یا سینہ کیطرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤن مین جائفہ نہین ہوتا لیکن فوطون اور مقعد مین جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن
شرح القدوری فان لم تبرأ فان سرت یقتص والا ینتظر البرء او السرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا سو اگر ساری ہوگیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مرگیا تو
جارح سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صحح ابن کمال ولسان وذکر ولو من اصلہما یعنی شرح وہبانیۃ واقرہ المصنف لا
یقتص ویسقط اذا قلت لکن جزم قاضی خان بلزوم القصاص وعلیہ فی المحیط قول الامام ونصہ قال ابوحنیفۃ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ اقتص منہ اذ لہ حد
معلوم واقرہ فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ اور قصاص نہین زبان اور ذکر کے قطع مین اگرچہ دونوں جڑ سے قطع ہوگئے ہوں اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ
اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع مین کمی بیشی محتمل ہے مین کہتا ہون لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص کا
قطعی حکم کیا ہے اور محیط مین اسکو امام کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر ذکرہ جڑ سے قطع ہوا یا حشفہ سے تو قاطع سے قصاص
لیا جاوے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور معین ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان مین ہے کہ ذکر کے
قطع مین عمدا جڑ سے قصاص ہے اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہین اور قطع زبان مین قصاص نہین انتہی اور ہدایہ وذخیرہ مین تصریح ہے کہ قطع اصل ذکر مین قصاص نہ
ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان مین ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ ذکر کے قطع مین قصاص نہین اور
اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط مین ذکر یون ہے کہ اسمین قصاص نہین اور ابو یوسف سے روایت یون ہے کہ اسمین قصاص ہے مضمرات مین ہے کہ یہی
الروایۃ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم ای وان قطع کل الحشفۃ یقتص ولو بعضہا لا کما ذکرہ یعنی اگر بالکل ساری قطع ہوجاوے تو اسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہین بلکہ بعض قطع ہوا
تو قصاص نہین ہم الحشفۃ کی صفت قطع معلوم ہے بعض کی وجہ سے یا قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا وتجب القصاص
فی الشفۃ ان استقصاہا بالقطع لامکان المماثلۃ والا لا یستقصہا لا یقتص مجتبی وجوہرۃ اور قصاص واجب ہے ہونٹھ مین اگر قاطع نے قطع کے سبب سے
لب کو نہایت تک پہنچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا تو قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہین کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا
کذا فی المجتبی والجوہرۃ یعنی قصاص نہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومۃ عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان مین
حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات مین معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو
وہ دیت ہے مسمی بحکومت عدل ہے وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان رأس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین القود واخذ
الارش وعلی ہذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد واذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یخیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاملا اور اگر
قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اسکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے
لینے مین وعلی ہذا القیاس دانت اور باقی ان اطراف مین جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور
مقطوع عیبدار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے مین مختار ہے چاہے بدلہ مین عضو عیبدار کٹوا دے چاہے پورا خونبہا لے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتون مین اپنا پورا حق لینا ہے کمال حق متعذر ہے قہستانی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہ صورت ہے جبکہ قاطع قطع کے وقت لنجا ہوا اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو
اور بعد قطع کے لنجا ہو جاوے تو مقطوع قصاص سے دیت پاویگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ مین ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر رہا لنجا ہو جانے محل کے کذا فی المجتبیٰ
قال برہان الدین لان ہذا لو اشلا انتفع بہا فلو لم ینتفع بہا فلو لم یکن محلا للقود فلہ دیتہ کاملۃ بلا خیار وعلیہ الفتویٰ مجتبیٰ برہان الدین نے کہا یا اختیار اس شرط سے ہے
کہ شل ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہین تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبیٰ وفیہ لا القطع الصحیح بالشلاء اور مجتبیٰ مین ہے کہ صحیح ہاتھ شل ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ولیسقط القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط
ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا وبعفو الاولیاء اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کر دینے سے وبصلحہم علی مال
ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثون کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو ہم اسواسطے کہ صلح استفادہ حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض
مال کے جائز ہے اسمین عوض کی کچھ تعیین نہین کذا فی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا
واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت مین وبصلح احدہم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح وقیل علی العاقلۃ تلتقی اور قصاص
ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا جسنے صلح اور عفو کچھ نہین کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے
تین سال کی مدت مین اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے یہی قول صحیح اور بعضون نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی المنتقی امر الحر القاتل وسید
العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما اذا اشترکا فیہ علی الف ففعل المامور الصلح عن دمہما فالالف علی الحر والسید الآمرین نصفان لانہ مقابل بالقود وہو
علیہما سویۃ فیبدل کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولیٰ نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونون شریک
تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونون کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونون امر کرنے والون یعنی آزاد اور سید پر آدھون آدھ ہین یعنی پانچ سو
آزاد پر اور پانچ سو مولیٰ پر ہونگے اسلئے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہین اور قصاص دونون پر برابر ہے تو قصاص کا بدلہ بھی اسی طرح دونون پر
برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجز بخلاف الاطراف کما سیجی اور قتل کیجائیگی
جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت مین سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلئے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ
خروج روح امر قسمت پذیر نہین یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک مین ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہین
چنانچہ عنقریب آتا ہے اور دلیل قتل جماعت کی سواکی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب روایت ہے کہ عمر فاروق رضی نے پانچ یا سات مردون کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے
اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو مین انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ
ساتھی مارین اور اگر ضرب علی التعاقب ہوا و مقتول مرجاے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری
پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاے اور یہ مقصود نہین مگر موت سے پہلے تو اسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا
کذا فی الطحطاوی والالاکائی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہین چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح مین ہے ہم خواہ کسی کا زخم
مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہوگا اسپر قصاص ہے اور باقی لوگون پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفی المجتبیٰ انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزہوق
الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او مغرین او معینین بامساک واحد فلا قود علیہم اور مجتبیٰ مین ہے کہ جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہونگے
جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو جبکہ اہل جماعت تماشائی ہون یا قاتل کو ورغلاتے ہون یا قاتل کے
مددگار ہون ایک شخص کو گرفتار کرکے تو ان لوگون پر قصاص نہین اور نہ انپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی ثم الاولیٰ ان یعرف الجمع

بلام العہد فانہ لو قتل فرداً جمع احدہم الولد او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو معروف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص
کو جماعت قتل کرے کہ انمین سے ایک باپ یا بیٹا ہو مقتول کا یا کوئی انمین دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ھم یعنے اگر لام عہد خارجی ہوتا تو
یہ مراد واضح ہو جاتا بلا تکلف ویقتل فرد بجمع اکتفاء بہ للباقین خلافاً للشافعی ان حضر ولیہم اور قتل کیا جاتا ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت
مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیون کے واسطے برخلاف شافعی کے کہ امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول
مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیون کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے
نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روے قصاص کے اور اسلیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے
صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد قتل لہ وسقط حق البقیۃ کموت القاتل
حتف انفہ لفوات المحل کما مر پھر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط
ہوتا ہے قصاص قاتل کے مر جانے سے اپنی موت سے بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا قطع رجلان ید رجل او رجلہ او قلعا ما سنہ نحو
ذلک مما دون النفس جوہرہ دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پانون کاٹا یا دونون نے اسکا دانت اکھاڑا اور مانند اسکے اور کوئی جنایت قتل
نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذا سکینا فامراہا علی یدہ حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منہما او منہم لانعدام المماثلۃ
اسطرح پر کاٹا کہ دونون شخصون نے چھری کو پکڑا سو اسکو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پانون پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہو گیا تو ہمارے نزدیک قصاص
نہیں کسی پر ان دو مین سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد
سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوگی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف
قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب کذا فی الہدایہ وشرح وہبان ان
الشرط فی الاطراف المساواۃ فی المنفعۃ والقیمۃ بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواۃ فی العصمۃ فقط درر کسی پر قصاص نہین بنا بر عدم مماثلت کے سبب اسواسطے
کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت دم کی مساوات
مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور النفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانون کا قصاص ہوتا ہے وضمنا دیتہا علی
عددہم بالسویۃ اور دونون قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلہما قطع یمینہ
والدیۃ بینہما ان حضرا معا اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپسمین آدھون آدھ
بانٹ کر لین بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون وان حضر احدہما وقطع لہ فللآخر علیہ ای علی القاطع نصف الدیۃ لما مر ان الاطراف لیست کالنفوس
اور اگر دونون مین سے ایک مرد حاضر ہوا اور اسکے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ
اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہین ہے مم دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانچ سو دینار ہے کذا فی الطحاوی ولو قضی بالقصاص
بینہما ثم عفا احدہما قبل استیفاء الدیۃ فللآخر القود وعند محمد لہ الارش اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے
قصاص معاف کر دیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہین خونبہا لینے کا اختیار
ہے ویقاد عبد اقر بقتل عمد خلافاً لزفر اور قصاص لیا جاویگا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک اقرار عبد غلام سے قصاص
نہین ثم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمین اسکا ضرر ہے ولو اقر بخطاء او بمال لم ینفذ اقرارہ علی مولاہ بل یکون سے

واللہ اعلم مصنف نے شرح مین کہا کہ موجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تھا اس صورت مین جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہی کہ سنگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا
سو وہ شخص دوسرے شخص پر جا پڑا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اسکے فوراً کاٹنے سے مر گیا اور اگر ٹھہر کر اسکے کاٹنے سے
تو اسپر بھی دیت نہین فروع مسائل بحفظ شارح کے القی حیة او عقربا فی الطریق فلدغت رجلا ضمن الا اذا تحولت ثم لدغته ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ مین
ڈالا سو اسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہو پھر اسنے کاٹا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہو گا ام خطاء
نے کہا کہ مسائل فقہ کا مقتضا سے جواب امام یہ ہی کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہی اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وضع سیفا فی الطریق
فعثر به انسان ومات وکسر السیف فدیته علی رب السیف وقیمته علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور
مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اسکے گرنے سے تو اسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہی اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہی فرع سیره للرعی فنطح ثور غیره فمات ان اشهد
علیهم والا فلا وقال صدر الشریعه لا ضمان لان الاشهاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان کسی نے اپنا بیل چھوڑا چراگاہ مین سو اسنے دوسرے کے
بیل کے سینگ مارا سو وہ مر گیا اگر گواہ مقتول کے مالک نے اسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گواہ قاتل کے مالک پر ضمان
لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور صدر الشریعۃ نے کہا کہ مطلقاً تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہی دیوار مائل مین نہ جانور مین کذا فی السراجیہ
واعلم انه اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیه القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنه وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجته ولها ولد منه
ولد وکعامد مع مخطئ وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیة وسبع کما فی الخانیه فلا قود علی احدهما ای لا قصاص علی واحد منهما انما ذکرا ویه معلوم
کر کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہین چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اسکے فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے
بیگانہ شریک ہو گیا زوج کا اسکی اس زوجہ کے قتل مین جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہی اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل
مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونون مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین
کسی پر قصاص نہین علم پہلی صورت مین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اسکے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے
قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا فرزند زوج کا فرزند ہی سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پھر جب اسپر واجب نہوا تو اسیطرح اسکے شریک پر بھی واجب نہوا
طحاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونون کے خاص مال مین اسلیئے کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی
کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہی اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہی اور باقی مجنون کے برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت
ہی اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہی اور باقی دیت ساقط ہی دخل رجل بیته فرای رجلا مع امراته او جاریته
فقتله حل له ذلک ولا قصاص علیه هذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معزیا للشرح الوهبانیه وقد حققناه فی باب التعزیر ایک شخص داخل ہوا اپنے گھر
مین سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اسکو اسنے مار ڈالا تو اسکو یہ قتل کرنا حلال ہی اور اسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخون
سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہی تعزیر کے باب مین ہم حلت قتل مین ظاہراً احصان
شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہی کہ قتل یہان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہی اور اسیطرح بزازی نے مطلق
رکھا ہی اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہی چنانچہ قاضی خان نے اسکو صریح بیان کیا ہی تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین ہوا
اسواسطے کہ زنا سو جب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور مجموعی مین ہادی سے منقول ہی کہ اصل یہ ہی کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اسکو قتل کرنا حلال
ہی اور قتل سے باز رہتا ہی آدمی اس خوف سے کہ اسکو حاکم وغیرہ سچا نجانیگا الا یہ کہ اسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہی انتہی اور منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہی کہ حلت قتل ثبوت ہو جبکہ

شور کرنے سے زانی نہ بھاگے اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ کی تشریح کے بیچ میں مجموع قال لرجل شد فرسی فاراد شدہ فاصابتہ فمات فدیتہ
علی عاقلۃ الآمر صغیرا او لا اذن سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اُسنے اُسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اُسکو پانون سے کچلا سو وہ مرگیا
تو اسکا خونبہا امر کرنیوالے کے برادرون پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شئی او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح
اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اسکو کسی چیز کے اُٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اُسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت
واجب ہوگی ہم کہتے ہیں یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھامنے کے واسطے اور اُس سے کچھ نہ کہا سو اُسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اُسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا
اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن التاترخانیۃ
والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فقولان اور اگر اُسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب
ہم قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال
قع فوقع ضمن ہم کہتے ہیں قیل لا یضمن مطلقا تاجیہ طفل صغیر ہو دیوار پر ایک مرد نے اُسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اس سے کہ خبردار
نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اُسپر خونبہا نہین اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہین کذا فی التاجیۃ

فصل فی الفعلین فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلا قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ

بالامرین اے بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطاین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والآخر خطا تخلل بینہما برء او لا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اسکو
مار ڈالا تو دونون امر یعنی قطع اور قتل دونون فعل مین پکڑا جاویگا یعنی دونون فعل کا بدلا اُس سے لیا جاویگا اگرچہ دونون فعل عمد ہون یا دونون خطا
ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونون فعل مین صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیوخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل
الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل برء ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ
مین بدون تداخل کے مگر اُن دو خطاؤن مین جنکے درمیان صحت واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ وہ دونون فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل مین
داخل ہوجاویگا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہوئی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ
تو معلوم کرچکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطا والقتل کذلک صار اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء او لا صار ثمانیۃ وقد علم حکم کلہا تو خلاصہ
یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ
قسمین ہوگئین اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہم تو اگر قطع اور قتل دونون عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا
پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ
قطع تو جزاء قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب
ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل
خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو
یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ ہم ضرب رجلا مائۃ سوط فبرء من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ
ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برء من تسعین لم تبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر مانند اس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے
اور انکی جراحت کا اثر کچھ باقی نہ رہا اور وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو انکا مارنا

معتبر باقی نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہی وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف فی مثلہ حکومۃ عدل وعن محمد یجب اجرۃ الطبیب وثمن الادویۃ درر وصدر الشریعۃ وہدایۃ وغیرہا اور اسی طرح ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہی اور محمد رح سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا میں ہی ویجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی مائۃ سوط جرحتہ وبقی اثرہا بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش باعتبار الاثر ہدایۃ وغیرہا اور حکومت عدل دیۃ نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہی ان سو کوڑون میں جنہون نے زخمی کر دیا اور اسکا نشان باقی رہگیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہی اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہی یعنی نوے کوڑے کا زخم چنگا ہوگیا لیکن اسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ دیت ما دون النفس کی واجب ہوتی ہی عیب کی اور برائی سے اور عیب کی پیدا ہوتی ہی نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواہر الفتاوی رجل جرح رجلا فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی میں ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہوگیا تو زخم لگانے والے پر اسکا نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہی یعنی تا بقاء زخم کذا فی الطحطاوی وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان فعجز عن الکسب فعلیہ مداواۃ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتہی قال المصنف والظاہر انہ مفرع علی قول محمد رحمہ اللہ قلت وقدمنا معزیا للمجتبی عن ابی یوسف نحوہ وستحققہ فی الشجاج اور اسی جواہر الفتاوی میں ہی کہ ایک مرد ظالم کے غلام سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا اپنے کسب اور کمانے سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہی جو ظالم کو لایا انتہی باقی جواہر الفتاوی میں مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہی میں کہتا ہون اور ما تقدم اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے منسوب مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے ہم [illegible] فیما دون النفس کے شروع میں شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک ہر تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہی ومن قطع ای عمدا وخطاء بدلیل ما یاتی وبہ صرح فی البرہان کما فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء وفی مالہ فی العمد ید القاطع فی الخطاء فقطعہ خطاء وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجۃ او جراحۃ فمات منہ ضمن قاطع الید دیتہ فی مالہ اور جسکا ہاتھ یا پانون کاٹا گیا اسنے اُس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے اسکی دیت کا ضامن ہو شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہی خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح کی ہی برہان میں چنانچہ شرنبلالیہ میں لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یون منقول ہی کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہی نہ قاطع پر اور جسنے گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہی خطا میں سو اسنے مسئلہ خطا کی اور سہو کا حکم ہی اگر اسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا اختلافا قالوا قلنا انہ عفا عن القطع وہو غیر القتل برخلاف ضمان کے یعنی انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہی ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہی اور قطع کا مغائر ہی تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہو سکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدث منہ فہو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کرے یا جنایت سے یا قطع سے اور اس حدوث سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہی نفس سے تو قاتل کچھ ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ جنایت اسم جنس ہی شامل ہی قتل کو اور اس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہی عفو نفس تو باتفاق امام اور صاحبین ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وقنیۃ فالخطاء یعتبر من ثلث مالہ فان خرج من الثلث فیہا والا فعلی العاقلۃ الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب ضمان لازم نہو تو اگر جنایت ازراہ خطا ہی تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اسکے تہائی کل سے نکلا فہو المقصود اور اگر اسکے تہائی مال میں دیت کی گنجائش نہوئی تو

عاقلہ یعنی قاتل کے برادرون پر دیت کی دو تہائیان واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اُسنے جنایت عفو کر دی ہو تو دیت کی معافی کا
تو مقتول کے ثلث مال سے اُسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا
لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اُسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اس سے وارثون کا حق متعلق نہین ہے تو عفو
عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطأ قطعا سو جسنے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اُس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا ومفادہ ان عفو الصحیح لا یعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہوگا ایسا ذکر کیا ہے
قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اُسکا از راہ خطا قطع ہوگیا اور وہ
پرہیا یعنی صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اُسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مرگیا اُسکے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا نہ ثلث مین کذا فی الطحطاوی و تصرف
من کل المال حق الورثہ بالدیۃ لا بالعفو لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہے
نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے وہ اتجہ مثلا ای مثل القطع حکما وخلافا اور سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم مین اور امام ہم اور صاحبین کے خلاف مین
قطعت امراۃ ید رجل عمدا ای او خطأ لما یاتی فافہم اطلق کما سبق و کالملتقی وغیرہ کان اولی قائل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمدا یعنی یا از راہ خطا
ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو ابھی اسکے مذکور ہوگی تو اگرچہ مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکھا تھا اور
جس طرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سواسکو تاویل کہ یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات
فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اُسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے
دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمدا ہو باتفاق امام اور
صاحبین کے یجب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت
کے مال مین واجب ہے اگر اُسنے عمدا ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نرکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری
تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نتھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اسکے مددگارون پر اسواسطے کہ عمد مین فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اسکے مددگارون پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترادا الفضل اور مہر اور دیت
برابر برابر ہوجاوینگے اگر دونون مقدار مین برابر ہون اور اگر کم و بیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دین ہم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اُسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر
اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہوگئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور
اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اُسکا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارون پر دیت واجب ہے اگر عورت نے
از راہ خطا اُسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا تقاص لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطأ بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت
باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگارون پر واجب ہوتی ہے خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونون
باہم مجرا ہوکر برابر سرابر ہوجاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطأ ایضا اذا جعلہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ
لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ولعل اطلاقہ لاحالتہ لمحلہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہے کہ خطا مین بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوین
اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارون پر بموجب اُس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ عجم کے
گروہ مین منحصر ہے یعنے اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا مضمون نہین جو دیت مددگارون پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اُسکے محل پر

تناصر ایک دوسرے کی مدد کرنا ۱۲

ہوا کیا ہی یعنے اخلاق باعتبار تحمل کے ہی جسکے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد مہر المثل ولا شیٔ علیہا لرضاہا بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت پر پھر وہ مر گیا اوسکے سبب سے تو یہان عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہین مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے یعنے جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہین رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا والباقی وصیۃ لہم اسکے لاوارث قاتل اور اگر قطع یا اور خطا سے تھا تو عورت کے مددگارون سے اسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہی مددگارون کے واسطے مہر جنایت خطا مین دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت مین مہر ہونے کی لیاقت ہی سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہو اور مقتول کا کچھ مال نہین سوا دیت کے تو مددگارون پر کچھ واجب نہین کیونکہ نکاح کرنا حوایج اصلیہ سے ہی تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہو تو زیادت واجب نہین اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہی تو زیادت وصیت ہی مددگارون کے واسطے اور یہ وصیت صحیح ہی کیونکہ وہ لوگ قاتل نہین کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگارون پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنے جو مہر مثل سے زیادہ ہی تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہی یا نہین اگر نکل سکتا ہی تو بھی مددگارون پر سے ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہی اونکے حق مین تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہین مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہین سکتا تو بقدر تہائی کے مددگارون پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثون کے واسطے مددگارون پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہین ہوتی کذا فی المنح ولو قطعت یدہ فاقتص له فمات المقطوع الاول قبل الثانی قتل الثانی به لسرایته وعن ابی یوسف لا قود ولانہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأہ عما ورأه وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف قاله المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف رحمہ سے روایت یون ہی کہ قتل کا قصاص نہین اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع پر اقدام کیا تو اسکو بری الذمہ کر دیا ماورائے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مع خلاصہ اشکال مذکور یہ ہی کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کر دے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہی اسوجہ سے کہ صورت عفو کی مقصود قصاص مین کافی ہی کیونکہ وہ صورت شبہہ ہی تو وہان اسکی براءت معتبر کی اور یہان معتبر نہ کی الطحاوی نے کہا کہ اقوال متون اور شروح کے معارض نہین ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہی یعنے روایت نہین ولو مات المقتص منه فدیته علی عاقلة المقتص له خلافا لہما قلت ہذا اذا استوفاہ بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا یتقید فعلہم بشرط السلامۃ کالاجیر وتمامہ فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اسکی دیت اسکے مددگارون پر ہی جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین رحمہ کے کہ اونکے نزدیک دیت نہین مین کہتا ہون یعنی دیت کا واجب ہونا اسوقت ہی جبکہ مقطوع بذات خود استیفا قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور فصد کھولنے والا اور نشتر زن سو انکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہین ہی مزدور کے مانند اور اسکا پورا بیان درر مین ہی والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ والمباح یتقید به اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہی کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہین ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہی ہم یعنے چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہی تو درصورت ضرر کے انپر کچھ تاوان نہین بخلاف فعل مباح کے کہ اسمین عدم ضرر شرط ہی ومنه ضرب الاب ابنه تادیبا والام والوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہی اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا مان کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب والوصی والمعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانه مباح وضرب التعلیم لا لانه واجب اور قسم اول سے یعنے منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دینے کیواسطے پھر مر گیا تو ضمان نہین تو تادیب کیواسطے مارنا سلامت

اگر نکل گیا کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سوا اسکے کہ اسکی انگلی ہوگئی تو حجام پر آنکہ کی نصف دیت ہی کذا فی الاشباہ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من
سطح فانشج راسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرئہا فشقہ فماتت بعد یوم او
یومین ہل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل
یضمن قال لا انتہی قلت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقرر ان شرط الضمان علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قنیہ میں ہی کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس
مسئلہ کا حقیقت یہ ہے کہ ایک لڑکی سوا اسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحون نے کہا کہ اگر اسکے سر کو چیر دینگے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو
نہ چیرینگے آج تو وہ مر جاویگی اور میں سر کو چیرونگا اور اسکو اچھا کر دونگا۔ دانستہ اسکو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اسپر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو
نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اسپر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنے رسم اور عادت سے خارج نہو پھر نجم الدین سے کہا گیا
کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر لڑکی مر جاوے تو میں ضامن ہون یعنی میرے اوپر اسکا خونبہا ہی تو ضمان دیت کا اسپر لازم ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی اس سوال و جواب
سے القنیہ میں کہتا ہون شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہی موجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام مصنف فی شرحہ کذا فی الحمادیہ

باب الشہادۃ فی القتل

و اعتبار حالتہ ای حالۃ القتل یہ باب ہی قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت للورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق
ملک المورث لان شرعیۃ القود للتشفی وہو للورثۃ دون المورث فلیس باہل لہ قصاص وارثون کیواسطے ثابت ہوتا ہی سرے سے بطریق خلافت کے بدون
سبقت ملک مورث کے واسطے کہ قصاص کا شروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کے واسطے ہی اور میت اسکا اہل نہیں یعنی تشفی قلب یا مطالبہ خون کا
ہم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثون کیواسطے ابتداء ہوتا ہی بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونون میں یہ ہی کہ وراثت
سبقت ملک مورث کی مستلزم ہی پھر مورث سے وارثون کیطرف ملک منتقل ہوتی ہی اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہان یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے
شخص کا قائم مقام ہو اسکی ملک کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن جب مقتول اپنے قاتل کے قتل
کرنے سے عاجز ہو تو اسکے وارث اسکے قائم مقام ہوگئے بدون اس امر کے کہ مقتول قتل کا مالک ہوا پھر مالک نے اپنے وارثون کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح
خلاصہ یہ ہی کہ خلافت حقیقیہ یہان مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا لاستیفاء قصاص کیواسطے عقلا غیر متصور ہی بلکہ خلافت مجازی مراد ہی یعنی مقابل وراثت وقولہ تعالی فقد
جعلنا لولیہ سلطانا نص فیہ اور حق تعالی کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہی اس میں یعنے ورثہ کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہی نہ بطریق وراثت کے
ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہی اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہیں اسکے وارث کیواسطے سوا اخذ دیت یا قصاص کا تسلط ظاہر ادیا وقالا لا بطریق الارث کالدین والقصاص مالا اور
صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثون کو بطریق ارث کے ہی جیسے اس صورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاوے یعنے قتل خطا میں فثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ
فلا یصیر احدہم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہی جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے آیندہ قول
یعنی جب وارثون کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹہر جائیگا باقی وارثون کی طرف سے بیانا قصاص میں بخلاف صاحبین کے
والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدہم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہی
کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم ہوتا ہی باقی وارثون کی طرف سے اور تمام وارثون کے قائم مقام ہی خصومت میں اور جس چیز
کے وارث مالک ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثون کی جانب سے اور خصومت میں سبکے قائم مقام نہیں ہوتا جب یہ قاعدہ
معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثون کا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثون کو تجدید دعوی کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں

اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے مشترک ہونے سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثون پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی مدعی کو
حاجت نہین ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجة بقتل ابیہ عمدا مع غیبة اخیہ یرید القود لایقید اجماعا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متہما پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ
پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت مین قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ دے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب لعیدہا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی
حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونون بھائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک وراثة بطریق میراث
کے ہوتی ہے نہ بطریق خلافت کے ولی القتل الخطاء والدین لا احتیاج الی اعادة البینة بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین مین اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق
بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر خصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ہم حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعوی کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہوگیا اور
قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعاً حکم ہوگیا پھر اگر
غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مرگئے ہون تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبد بینہما عمدا او خطاء والحال ان
السیدین احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے
تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ہم یعنی اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے
عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہوجاویگا ولو اخبر ولیا قود بعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو للقصاص منہما عملا بزعمہما اور اگر قصاص
کے دو وارثون نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہے انہین دونون کی طرف سے انکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم
اسواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کر دینے سے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وہی رباعیة فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ
الشریک فلاشئی لہ ای للشریک عملا بتصدیقہ ولہما ثلثا الدیة اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونون مخبر
وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھ حصہ نہین اسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونون مخبر بھائیون کے واسطے دیت کی دو تہائیان
ہین ہم اسواسطے کہ دونون کا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباہما فلاشئی للمخبرین ولاخیہما ثلث الدیة اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور
تیسرے بھائی نے دونون کی تکذیب کی تو دونون مخبر بھائیون کا کچھ حصہ نہین اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم
ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینون بھائیون کے واسطے تہائی دیت ہے و
الرابع ان صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیة اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط تیسرے
بھائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہوگیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے
تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر سے معاف کر دینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیون اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکا اقرار قاتل کی
تکذیب سے ثابت نرہا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر لہ القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبرون کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونون مخبر بھائیون کے واسطے اس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ہم یہ بیان ہو وجہ
استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعوے
عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہوگیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا
قاتل مقر ہوا کذا فی شرح الوقایہ للطحاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین ہین
بلکہ محمود کے ہین تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیون کا ٹھہریگا و ان
شهد انه ضربه بشیء فلم یزل صاحب فراش حتی مات فعلیه القصاص لان الثابت بالبینة کالثابت معاینة ولا یحتاج الشاهد ان یقول انه مات
من جراحته بزازیہ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو زخم لگانے والے
سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ اسکے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہو اور اسکی حاجت نہین شاہد کو کہ یون کہے کہ مقتول مرگیا اسکے
زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف و ان اختلف شاہدا قتل فی الزمان او فی المکان او فی الآلة او قال احدهما
قتله بعصا وقال الآخر لم ادر بما ذا قتله او شهد احدهما علی معاینة القتل والآخر علی اقرار القاتل به بطلت لان القتل لا یتکرر
اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا
ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دو بار نہین ہوسکتا ہے تو
ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگارون پر نہین ہوتی وکذا تبطل الشهادة لو کمل النصاب فی کل واحد منهما لتیقن القاضی
بکذب احد الفریقین ولا اولویة اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب
ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل منهما لعدم
المعارض اور اگر ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہوگی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہو اور ایکطرف
دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدون کی گواہی مقبول ہوگی ولو شهدا انه قتله وقالا جهلنا الآلة تجب الدیة فی ماله فی ثلث سنین شرنبلالیه
استحسانا حملا علی الادنی وهو الدیة وکانت فی ماله لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انہون نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار
معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنے کے سبب سے اور موجبات قتل مین کمتر تو دیت ہے اور دیت
قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے اور قیاس یہان یہ تھا کہ شہادت مقبول نہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے
لیکن بدلیل استحسان ادنا موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً
مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منهما ای من الرجلین انه قتله وقال الولی قتلتماه جمیعا له قتلهما عملا باقرارهما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے
یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونون کا قتل کرنا جائز ہے انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے
ولو کان مکان الاقرار والمسئلة بحالها شهادة لغت الشهادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاهد یبطل شهادته وفسق المقر لا یبطل الاقرار
اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجاے اقرار کے شہادت ہو تو دونون گواہیان لغو ہوجاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہون کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہون کا اور گواہ کا فاسق
ہونا اسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولی فی صورة الاقرار لکل واحد
صدقتما لیس له ان یقتل واحدا منهما لان تصدیقه بالاقرار کل لقتله وحده اقرار بان الآخر لم یقتله بخلاف قوله قتلتماه لانه دعوے

القتل بلا التصدیق فیقتلہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول سے اقرار کی صورت سابقہ مین کہا کہ تم دونون سچے ہو اقرار قتل مین تو وارث کو دونون مقرون مین ایک مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہین ہو اسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار ہی اسکا کہ دوسرے نے اسکو قتل نہین کیا یعنی تو درحقیقت دونون کی تکذیب ٹھہرا بخلاف اُس محل کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونون نے اُسکو قتل کیا ہی اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہی بدون تصدیق کے تو اس صورت مین وارث دونون کو قتل کریگا انکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی اخر انہ قتلہ وقال الولی قتلہ کلا ہما کان لہ ای للولی قتل المقر دون المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجبہ کما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول کو مارا ہی اور گواہ قائم ہوے اسپر کہ دوسرے شخص نے اُسکو قتل کیا ہی اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونون نے اُسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہی نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذر گیا ہم موجب شہود یہ انفراد ہی یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہی کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل یا شریک کا قائل ہی تو تکذیب شاہدون کی ہوئی انفراد مین اور تکذیب تفسیق ہی شاہدون کی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلتہ وحدک کان لہ قتلہ لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والون مین سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہی تو ہی نے اسکو تنہا قتل کیا ہی تو وارث کو اُس مقر کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونون نے اتفاق کیا ہی باہم تصادق کیا ہو وقال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ شہود علیہ وانما کذب الاخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو مین سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اُس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے مشہود علیہ کے گواہون کی تکذیب نہین کی اسنے تو دوسرے گواہون کی تکذیب کی ہو کذا الحکم الخطا فی کل ما ذکرہ الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہی ہر ایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہو زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوتا تھا اور خطا مین دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل انہ قتلہ خطا وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الدیۃ للولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ علی الولی لتکذیبہ المضمون الذی ہو الوصلے دو گواہون نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگارون پر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لین اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لین اور گواہ وارث سے پھیر لین اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت کے اور اسکے ضامن ہوئے جو وارث کے ہاتھ مین ہی والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا الحکم کالخطا فاذا جاء حیا خیر الورثۃ بین تضمین الوصلے الدیۃ او الشہود ولا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجبوا القود وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطا اور اس حکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہی پھر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار مین اسمین کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لین یا گواہون سے تاوان لین مگر رجوع مین عمد اور خطا برابر نہین تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہون کو دیت کا پھیر لینا جائز نہین اسلیے کہ گواہون نے وارث مذکور کیلیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور وہ مال نہین اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند ہم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا ہو قصاص اسواسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہو کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطا او العمد ثم جاء حیا او شہدا علی شہادۃ غیرہما فی الخطا وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الوصلے الدیۃ فی الصورتین للعاقلۃ اذ ظہر انہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہون نے اور شاہدون کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارون پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد مین کذا فی الطحاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہین اسواسطے کہ گواہی مین انکا جھوٹ ظاہر نہین ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون صورتون مین قاتل کے مددگارون کو دیت کی

ضمان ہے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اسکے وارث نے مددگاروں سے ناحق خونبہا لیا والمعتبر حالۃ الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول
اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے میں تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہے اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا
ہی تو انسان کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوڑنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیرانداز قاتل ٹھہریگا تیراندازی کی حالت فقط کذا فی الطحطاوی و
فتجب الدیۃ فی مالہ ویسقط القود للشبہۃ بردۃ المرمی الیہ قبل الوصول وقالا لا شئ علیہ اور جبکہ تیراندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی
تیرانداز کے مال میں اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ تیرانداز پر دیت اور قصاص
کچھ لازم نہیں ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیراندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک
زید پر دیت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال میں وہ مسلمان معصوم الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا
اس محل میں جو اپنی عصمت نہیں رکھتا اور بلا اتلاف معصوم کے کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی اسکے مسلمان ہو جانے سے
بالاتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں ہے یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اسکی دیت واجب نہیں ہے اسواسطے کہ تیراندازی کی حالت کا اعتبار
ہے اور اس حالت میں اسکا خون مباح تھا معصوم نہ تھا بل القیمۃ لعتقہ ای المرمی قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے جبکہ تیر مارے قبل
وصول کے ہو یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر لگنے سے پہلے تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگی نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت
تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا وتجب الجزاء علی محرم رمی صیدا فحل فوصل الیہ حلالا او رماہ فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جسنے
حالت احرام میں شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اسنے احرام ترک کیا پھر اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اس محرم پر بدلا واجب ہے جسنے شکار کو تیر مارا پھر اسنے احرام باندھا پھر
شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی مقضیا علیہ برجم فرجع شاہدہ فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر
قاضی کا حکم ہوگیا تھا اسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اسکو تیر لگا ہم ایسا ہی کہتے ہیں جیسا کہ مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے
ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو دور کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماہ مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لا ان کان ما رماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی تفریع مسائل خیرۃ الخیریۃ ای
رجل یکون جانیا لو مات یجب علیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ فقل ختان قطع الحشفۃ باذن ابیہ کون جنایت گر ہے اگر جنایت کردہ مرجاوے تو
اسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے بچہ کی ساری حشفہ کاٹ ڈالی اسکے باپ کی اجازت سے
یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اسنے خطا سے ساری حشفہ قطع کر ڈالی پس مسئلہ چند بار گذر چکا ای انسان بقطع اذنہ تجب نصف الدیۃ وبقطع راسہ نصف
عشرہا فقل جنین تخرج راسہ فقطعہ ففیہ الغرۃ کون آدمی ہے جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے اگر
تو جواب دے کہ پیٹ کا وہ بچہ جسکا فقط سر نکلا ہو اسکو قطع کیا تو اسمیں غرہ ہے یعنی پانسو درہم ہم دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار
ہے اور اسکا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اسوقت ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی ای شی یجب بہ الدیۃ
وثلاثۃ اخماسہا فقل دیۃ الاسنان اشباہ کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت
ہے کذا فی الاشباہ ہم اسکا بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم الحکیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہی اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا
اصطلاح شرع میں اس مال کا نام ہی جو جان کا بدلا ہو اور یہ نہیں ہی کہ دیت مصدر ہی بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہی یعنی اطلاق دیت کا مال
پر حقیقت عرفی ہی فقہا کے نزدیک ہم لغت میں دیت مصدر ہی مانند عدت کے وزن و تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہی اور مال کے عوض کا نام قیمت
ہی والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اس مال کا نام ہی جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور کاہے نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثری یہی ہی شارح
نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض و بنت لبون وحقۃ الی جذعۃ یا دخال الغایۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار
قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دوسالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہارسالہ وہی الدیۃ المغلظۃ لاغیر اور یہی دیت مغلظہ ہی نہ سوا
اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہی کہ اگر اونٹون کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ
فی الخطا اخماسا منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ
اور ۲۰ دوسالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چارسالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرۃ آلاف درہم من الورق یا
دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہی خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں
وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہی وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ
ثوبان ازار ورداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہی اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار
بکریاں اور ازار و رداء پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہی جوڑے کے انداز سے میں اور بعضون نے کہا
کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہی یعنی کرتا اور پاجامہ برہان میں ہی کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت ہی اور
ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہی وکفارتہما ای الخطا و شبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر
توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہی پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے
اور ان دونون کے کفارہ میں مساکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمین وارد نہیں ہی اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی بنص شارع
اندازہ ثابت ہوتا ہی اسمین قیاس مجتہد کو مطلقا دخل نہیں وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعا لا الجنین اور صحیح ہی آزاد کرنا اس غلام شیرخوار کا
جسکا باپ یا مان مسلمان ہی اسواسطے کہ وہ مسلمان ہی باپ یا مان کا ساتھ دیکر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودیۃ المراۃ علی
النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس وما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصف نصف ہی مرد کی
دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہی علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوفہ بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن
بیہقی میں ہی عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المراۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس فیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہی
عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ
سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ للمستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر ملک الاسلام
اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آ کے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں بخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہی کہ مستامن پر دیت
نہیں ہی اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہی لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی زیلعی نے فی النفس
خبر المبتدا وہو قولہ الآتی الدیۃ اور جان میں یعنے جان کے قتل خطا میں دیت ہی شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی

یعنی دیت کی و الالف ومارنہ وارنبہ وقیل یجب ارشہ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم نتھنوں میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری
دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سر بینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر و الحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے
میں پوری دیت واجب ہے اسلئے کہ قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا یہی قیاس ہے جو مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان
کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو میں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو
چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں جیسے ہاتھ کی دسوں انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے
اور ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشم والذوق والسمع والبصر والسان ان منع النطق او اداء اکثر الحروف ولو بعض الحروف فی لسان الاخرس
حکومۃ عدل جوہرہ وہذا اسقطہ من نسخ الشرح فتنبہ اور زائل عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور سننے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے
کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرہ اور یہ
عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب ایسی منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جاوے یا آدمی کا حسن جمال علی وجہ الکمال
زائل ہو جاوے تو پوری دیت واجب ہوگی ہر منفعت اور جمال میں کمال کی قید سے ایسا نکلا کہ ناقص منفعت کا فوت ہونا مثلاً گونگے کی قطع زبان میں پوری دیت
واجب نہیں اسلئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں
اور چشم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے نہ پوری دیت خواہ عمداً ہو یا خطا بلکہ ان میں حکومت عدل ہے اور ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے
مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں اور اسکا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا اور وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے
چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والاقسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء التی تتعلق باللسان وحروف اللسان ستۃ عشر
تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وغیرہ یا پوری دیت قطع زبان میں اس وقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہے
اور اگر حروف ادا ہوتے ہیں اور بعض ادا ہوتے ہیں تو دیت کی قسمت ہوگی ان حروف کے شمار پر جو متعلق زبان کے ہیں اور وہ حروف سولہ ہیں یہ مقسوم ہوگی
اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہو بسبب حروف کے پہنچنے کی اسقدر جانی کو لازم ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے
(نصیر والا ۱۲)
ہم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول صحیح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو
ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی تھوڑی زبان کاٹ ڈالی تھی سو آپ نے حروف تہجی گنے جو حروف اس سے
نہ نکل سکے بقدر اسکے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ للبرلوروالی ان کے خاص بولنے میں صرف شیخ فقد ... صرف طرطال ان ہی کذا فی الطحطاوی والحیۃ
حلقت فلم تنبت اور اس داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اسکے بال نہ جمے پوری دیت ہے اسلئے کہ داڑھی سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت
کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے خواہ کسی طرح ہو اور دیت اس وقت ہے کہ پھر بال کے اگنے کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر ایک سال
پھر میں مر گیا تو مونڈنے والے داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے ونصفہا نصف الدیۃ وفیہا وفی شارب حکومۃ عدل فی الاصح اور آدھی داڑھی مونڈ
میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولحیۃ کوسج
علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل وان متصلا ففیہ کل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں کوسج کی داڑھی مونڈنے میں جسکی
ٹھوڑی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اسکے رخسارہ پر بھی بال ہوں لیکن متصل نہوں تو اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسارہ اور ٹھوڑی کے بال متصل ہوں تو پوری
دیت واجب ہے وشعر الراس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیہا حکومۃ عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ

سر کے بال پر وہ زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر وہ جمین تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہو علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے
نزدیک اسمین حکومت عدل ہو واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقا ولو مات قبل تمام السنۃ ولم ینبت فلا شیء علیہ شعر صدر وساعد وساق اور معلوم کرو کہ بالون
مین مطلقا قصاص نہین اگرچہ جنایت عمدا ہو اور اگر وہ شخص مرگیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سو اسے تعزیر کے
کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین وفی العینین والشفتین والحاجبین والرجلین والاذنین والانثیین اسے
الخصیتین وثدیی المرأۃ وحلمتیہا والالیتین اذا استاصلہا والا فحکومۃ عدل اور دونون آنکھون اور دونون ہونٹھون اور دونون بھوون اور دونون پاؤن اور
دونون کانون اور دونون فوطون اور عورتون کی دونون چھاتیون اور چھاتیون کی دونون گھنڈیون مین اور دونون چوترون مین پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوترون
کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمین حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المرأۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل اور اسی طرح عورت
کی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہے ثم قطع شرمگاہ عورت مین استیصال شرط ہے
کہ ہڈی تک پہونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ اور ان دوہری
چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھون یا ایک پاؤن یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان
یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہے وفی اشفار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین وفتح الجفن او الہدب الدیۃ اذا
قلعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چارون پلکون مین کے بالون مین پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھڑ جاوین اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع
ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اسکا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالون سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقۃ ہے اور پلک کے بالون پر مجازا ہے اور
دونون مین سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکون اور انکے بالون مین پوری دیت ہے کیونکہ دونون مین آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وفی
احدہا ربعہا اور ایک پلک مین چوتھائی دیت واجب ہے ہم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونون آنکھون مین چار پلک ہین ولو قطع الجفون
باشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہا کشیء واحد اور اگر قطع ہون پلکین انکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہین ہم
شارح کو یون کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل دیۃ کاملۃ بہذا او شعرہا اور جس پلک مین
جسپر بال نہین حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان مین یون ہے کہ جس
پلک مین بال نہین اسمین حکومت عدل ہے مجکو معلوم نہین کہ سوا اسے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ مین بجاے شعرہ کے شفرۃ بالفا ہے
وفی کل اصبع من اصابع الیدین والرجلین عشرہا اور دونون ہاتھون اور دونون پاؤن کی انگلیون مین سے ہر انگلی مین دیت کا دسوان
حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ہم ابو داؤد اور نسائی مین ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ انگلیان برابر ہین ہر انگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیۃ الاصبع ونصفہا ای نصف دیۃ الاصبع
لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس انگلی مین مفاصل اور جوڑ تین ہین تو ایک مفصل کے قطع مین انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف
دیت ہے اگر انگلی مین دو جوڑ ہین چنانچہ انگوٹھے مین وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المرأۃ نصف دیۃ الرجل جوہرہ خمس من الابل
او خمسون دینارا او خمسمائۃ درہم اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد
ہے اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ
لو حرا ونصف عشر قیمتہ لو عبدا دیۃ مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہو تو اسکی دیت کے بیسوین حصہ کا

یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہوسکتی واللہ اعلم ویحیی بالوتحقہ فالحکم فی او اخرہذا الفصل اور راس فصل اپنی فصل شجاج کے اخیر میں یہ مسئلہ آویگا کہ اگر عضو کو چیکا یا پہر گوشت جم گیا۔

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہی شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کیساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی بہا ہے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ جونسی کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جراحت لغۃ مطلق جراحت کو شجہ نہیں کہتے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرہما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل المجتبیٰ والمسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور اسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبیٰ والمسکین وہی لیے الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحا مہملہ وراء مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جس میں کھال خدوش ہو جاے یعنی کہلجا جاے ہندی میں اسکو کہرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے دال مہملہ و عین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جس میں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاے اور خون کو نہ بہادے والدامیۃ التی اسالتہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہا دے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کرے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کردے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کردے یعنی توڑنے کے بعد ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کردے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جاے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا وبعدہا الدامغۃ بغین معجمۃ وہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد لموت بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم بالاستقراء انحصارہا الا انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے غین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکالے اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد موت ہی باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہوگیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے وتجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو حرا صلیا والاقیما حکومۃ عدل لان جلدہ ناقص زیلعی من عیسی وقہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درہم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اسکے سر کے بال پیری سے نہ جہڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آثار الشر میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہے تا حلق کے اوپر انتہی الحج ولوالج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچ جاتا تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہوا اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاہا لانہا اذا نفذت

اور ایک نسخہ میں شجاج کو جلد کے نیچے ... دماغ ... ۱۲

سارت جائفتین فیجب فی کل ثلثہا پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہو گیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہو گی **وفی الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل** اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کی جانب سے اور انکا رائیگاں چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوئی ام مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ان پانچوں موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا اور صحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ام چونکہ موضحہ کی دیت شرعا اول ثابت ہو چکی ہے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا جنہ کی مقدار کی توضیح یہ ہے کہ مثلا باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہو گی اور اگر ربع ہے تو ربع دیت واجب ہو گی وعلی ہذا القیاس وصحح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی **وقیل قائلہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین من الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان انقص العشر قیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث** اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جاوے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جاوے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جاوے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے **وہذا التفاوت ہو ای حکومۃ العدل یفتی** کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والمواہب وغیرہا وجزم بہ فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور مواہب وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہ ورأس فحینئذ یفتی بہ ولو فی غیرہما او تعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقا لانہ الیسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت میں مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہو گا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقا اگرچہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرأ اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک امام طحاوی نے کہا کہ قول اول بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے **ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا** اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمدا میں ام شجاج ما فوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور ما دون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہو گا والاصح یستوی العمد والخطأ فیہ اور جن شجاج میں قصاص نہیں انمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر وشرنبلالیہ وابن الکمال وغیرہا لامکان المساواۃ بان یسبر غورہا بالمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہو ان شجاج مین بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق ہین یہ ذکر کیا ہو محمد بن حسن نے اصل یعنے مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ما قبل موضحہ کا صحیح ترہی کذا فی الدرر والمجتبٰی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ مین برابری کرنا ممکن ہو اسطرح پر کہ زخم کا عمق اوہ گہراؤ امتحان کیا جاسے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لیجاسے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جاسے ہم کافی مین ہوکہ یہی قول صحیح ہو بدلیل ظاہر قرآن و الجروح قصاص یعنی زخمون مین قصاص ہو اور اعتبار مساوات کا ممکن ہو کذا فی العینی والمستصفی فی الشرنبلالیہ السمحاق فلا یقاد اجماعا کما لا قود فیما بعد ہا کالہاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنٰی کیا ہو تو اسمین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبٰی ولا قود فی جلد راس و بدن ولحم خد وبطن وظہر پھر ذاہدی نے مجتبٰی مین کہا اور قصاص نہین سر اور بدن کی کھال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت مین ہم شاید کہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہو یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہو عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہو کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین انمین حکومت عدل ہو جبکہ ہڈی کھل جاسے یا ٹوٹ جاسے بشرطیکہ اثر باقی رہا اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اسمین کچھ نہین اور محمد رح کے نزدیک تا حصول صحت قیمت معالج کی لازم ہو کذا فی الطحاوی واما فی اللطمۃ والوکزۃ والوجأۃ اور نہ قصاص ہو طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب مین ہم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہین وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے مین پوری دیت ہو وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیون کے قطع مین نصف دیت ہو اگرچہ پانچون انگلیان ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیون کے تابع ہو ہم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہو ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہو ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہو نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہو پنڈلی کا یعنے اگر پاؤن کی انگلیان آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہو اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہو وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع مین جسمین ایک انگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا یا پانچوان حصہ دیت کا واجب ہو شارح نے کہا یہ لف ونشر مرتب ہو یعنی ایک انگلی مین دسوان حصہ ہو اور دو انگلیون مین پانچوان حصہ ولا شی فی الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شی فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہین قطع کف مین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین تین انگلیان ہون تو قطع کف مین کچھ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہو ہم یعنی جسطرح کف مین کچھ واجب نہین جبکہ پانچون انگلیان قطع ہون تو اسی طرح تین انگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہین ہو اور یہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہو اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہو کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبری الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وہکذا واقرہ المصنف اور جواہر الفتاوی مین ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ ہاتھ گردن کے نیچے نہین پہونچتا تو بقدر نقصان حصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہو رد نہین کیا ہو ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل

الکف لزمہ دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص قاله وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیۃ ۔ یعنی متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی
سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ قول
درر کے مخالف ہو ایسا بیان کیا ہو شرنبلالی نے اور آگے متن میں آویگا ہم کہتے ہیں شرح طحطاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہے کہ جو عضو شل ہوگیا اسکی
دیت واجب ہو اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور
اگر باقی انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصح الزائدۃ وعین
الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی
آنکھ اور آلہ تناسل اور اسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہو آنکھ میں نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں کلام
سے ہم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ کی
حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحۃ فکالبالغ فی عمدہ وخطائہ اذا ثبت ببینۃ او باقرار الجانی وان انکر وقال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل پھر
اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطا یا عمد میں جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہوا
میں اسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ اذہبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی
الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل جاتی رہی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل
ہوجاویگی بسبب داخل ہونے جز کے کل میں مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل
ہوجاویگی ہم عقل کے فوت ہوجانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہوجاتی ہے اس واسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذہب
سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی
تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہوگی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع
سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہے ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہوگئے تو ایک دوسرے میں
داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ولا قود وان ذہبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں
آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے کہ ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت
ہے ولا قود بقطع اصبع شلت جارتہا خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف
صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا بقطع مفصل الاعلی فشل ما بقی من الاصابع بل دیۃ المفصل وحکومۃ
فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے
ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود او اصفر او احمر باقیہا بعد کسر بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ
المضغ والا فلو ما بقی حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیء فیہ فیہ ما فیہ ۔ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں
جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہوجاوے اور اگر
چبانا فوت نہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی
تو درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے ہم خلل یہ ہے کہ اسمیں نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے

بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہی کا صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی
محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ
کلیہ یہ ہی کہ جب جنایت واقع ہو دو مکانوں میں جو فی الحقیقت جداگانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی
مانع نہیں ہی اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاتا تو ایک کی دیت دوسرے کے
قصاص کی مانع ہی ہم زیلعی میں ہی کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور
صاحبینؒ کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہی اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من
اقاد سنہ بعضی حول ثم نبتت لبعد ذلک لتبین الخطا حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہی اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال
گذرنے کے بعد پھر لیں اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہی بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے ساتھ سے قصاص میں اسوقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہو شبہہ کے
سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے در فی الملتقی ویستانی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر
الذی لا یرجی نباتہ لا یوجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ لیبرا الا السن لان نباتہا نادر والملتقی
میں ہی کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہلگیا
لیکن خلاصہ میں ہی کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اسمیں تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتویٰ ہی اور کہتا ہے توفیق بین القولین کی جاتی ہی اس قول سے
جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہی کہ قول صحیح یہ ہی کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہو نہ تاجیل ایکسال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں
نادر الوقوع ہی ہم وجہ توفیق یہ ہی کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہی اور جو تاجیل کا قائل ہی تو مراد اس سے تاجیل للصحۃ ہی لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکے مفید ہی کہ سال کی
تاجیل میں خلاصہ ہی عالمگیریہ میں ہی کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار نہ کرنا چاہیے مگر محمد کی روایت میں اور صحیح پہلا
قول ہی انتہی اور ندرت نابت کی تعلیل اسکی مفید ہی کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہی کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردہا ای ردہا صاحبہا الی
مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھ دیا اور اسپر
گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہی اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالہا الاولی فی
المنفعۃ والجمال لا شئی علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہی شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب
نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح
کان جبکہ اسکو قطع کے بعد چپکایا یا لپیٹا تاکہ دیگر سو گوشت سے جگیا دیت واجب ہی اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت
السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما اگرچہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط
ہو جاتی ہی جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہی برخلاف صاحبینؒ ہم صاحبینؒ کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت
ہی اسواسطے کہ جنایت موجبہ دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہی ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت
ٹیڑھا جما تو اسمیں حکومت عدل ہی ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہی ولا شئی فی ظفر
نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جسطرح کہ پہلے تھا ہم اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اسمیں حکومت عدل ہی اسواسطے کہ شرع میں اسکی
دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار والتحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شئی فیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہوگیا

یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہوگیا اور اُسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہین ہم اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور زوال نفع ہی سو چنگا ہوجانے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہین جیسے ضرب باور دنا کہ غیر فاحش ہین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہین

ان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہی وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ لے ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنے حکومت عدل ہی اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لاحق ہوا ہی صحت ہونے تک طبیب کی اُجرت اور دوا کی قیمت سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لا خلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقدمنا نحوہ عن المجتبی فاذا کرہنا عندروایتین قنیہ اور طحاوی کی شرح مین ہی ابو یوسف کے قول یعنے خونبہاے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور دوا ات واقع ہوئی ہی تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ اسکے ہم پہلے ذکر کرچکے ہین مجتبی سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین وغیرہ ازان پس ہم دو روایتون ایک روایت محمد کے موافق ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے سو شارح نے لہذا قنیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہوسکتی ہی لکذا فی الطحاوی ولا لیقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا اگر اسکے چنگے ہوجانے کے پہلے برخلاف شافعی کے ہم مستدل امام احمد اور دارقطنی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہوجاے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ جراحات مین انجام کا معتبر ہی شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطا بخلاف السکران والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بد فہم اور بیہوش کا عمد خطا ہی برخلاف مست اور غش والے کے کہ انکا عمد خطا نہین فعلی عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اُسکے مددگارون پر دیت ہی اگر دیت بیسوین حصہ تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہی اور صغیر اور مجنون لایق عقوبت کے نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہی ضرب سن صبی فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم تنبت فعلی عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحققہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اُسکے مددگارون پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہی تو خود اُسکے مال مین دیت ہی اور ہم عجمیون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین مہمۃ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملہا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کذا فی تنویر البصائر معزیا للتاتارخانیۃ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانب کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر مین ہی منسوب بتاتارخانیہ

فصل فی الجنین یہ فصل ہی بچہ کی کے مسائل مین جنین اُس بچہ کا نام ہی جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہی ضرب بطن امراۃ حرۃ حامل حتی الامۃ والبہیمۃ وسیجیے حکمہا قلت بل للشرط حرۃ الجنین دون امہ کما علقت من سیدہا او من المغرور بحریۃ الفرۃ علی اداقۃ درر عن الزیلعی فالعجب

فصل فی الجنین

من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا اور دونون کا حکم آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ کا بھی آزاد ہونا شرط ہی نہ اسکی مان کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اسکے بچہ مرجانے مین غرہ یعنی دیت ہی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہی کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا ہی یہان اسکے مخالف بیان کیون کیا مین ضرب تسلیم شامل ہی نہ قید تو یہی حکم ہی ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہی کہ ضرب جنین کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اقولہ ہذہ اولی مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہی شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہی اول شہر سے اور یہ دیت جسکا غرہ نام ہی اول مقادیر دیات سے ہی ہم شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ وتشدید راء عبارت ہی عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط مین ہی کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اُسمین غلام کا دینا واجب ہوا اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی اوپر مذکور ہی کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہی دیت کے بیسوین حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ہم مرد کی دیت دس ہزار درم ہی تو اُسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہی اور عورت کی دیت پانچ ہزار درم ہی تو اسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ لنا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور امام شافعی رح نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہین اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہی اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی معجم طبرانی مین حدیث طویل سے مروی ہی غرۃ عبد او امۃ او خمسمائۃ او صحیحین مین ابی بکرہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین مین غرہ عبد یا امہ کا حکم کیا لیکن اسمین ۵۰۰ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین مین جو اپنی مان کے پیٹ مین مقتول ہو غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہی ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد الاثر اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر مان اسکی مرگئی تو مان مین دیت واجب ہی اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ فعل متعدد ہوجاتا ہی اپنے اثر کے تعدد سے ہم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اور وہ اُس سے پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا تو تیر اندازی پر دو دیتین واجب ہین اگر دونون قتل ازراہ خطا ہین اور اگر اول عمد ہی تو قصاص اور دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ بتعدد الغرۃ لو جنینین فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہی کہ اگر دو بچے مردہ ہوکر ساقط ہون یا زیادہ انتہی مافی الذخیرہ مین کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اسکو صریح نہین دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہئیے ہم جوہرہ مین ہی کہ اگر حاملہ دو جنین گرادے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک زندہ نکلکر مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہی ضارب پر اور اگر مان مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط مان کی دیت واجب ہی اور اگر مان کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر مان مرگئی اور اُسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط مان کی دیت ہی اور امام شافعی رح نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت مان کی واجب ہی ہم امام اعظم کی دلیل یہ ہی کہ ظاہر ان کا مرنا موت جنین کا سبب ہی کیونکہ اُسکا جینا اُسکے جینے سے ہی اور اُسکا دم لینا اُسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اسکی مان کی موت سے ثابت ہوتی ہی اور یہ احتمال بھی ہی کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان کما لو القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اُس صورت مین دو دیتین واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون

ف یعنی پانسو درم جو غرہ کی مقدار ہی ... پانسو درم ۱۲

مرے گی تو ما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرث منہ امتہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہو وہ موروث ہو یعنی جنین کے وارث اسکو لینگے
میراث کے پاوینگے اور اُسکی ماں اُسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلیٰ عاقلۃ الاب غرۃ ولا یرث
منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نہ پاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اُسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی
عاقلہ پر غرہ ہو اور باپ اسکا غرہ سے میراث نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہو یعنے قاتل ہو ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں ہے
وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثی لما تقرر ان دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ
واجب ہو اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسوان حصہ واجب ہو اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ مملوک کی دیت اُسکی قیمت ہو تو تعیین قیمت جنین کا طریقہ
یہ ہو کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کریں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی ان حالات میں کتنی قیمت ہوتی اُسکا بیسوان یا دسوان حصہ واجب
ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہو کہ لازم آتا ہو کہ جو واجب ہو مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر کے واجب سے اسواسطے کہ فہم اکثر ہوتا ہو تو جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا
ولا یلزم زیادۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زیادہ ہونے قیمت مذکر کے غالبا یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت
زیادہ ہوتی ہو لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار درم کی ہوگی تو بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین حصہ
سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکرا او انثی فالانثی علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہو طرف
کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہم محمد آفندی نے کہا کہ اسمیں تامل ہو تارک ہوگیا ہو قہستانی کا اور انثی میں یون مذکور ہو
کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو یقین پر عمل کرنا چاہیے خنثیٰ مشکل کی مانند انتہی یعنی ذخیرہ سے منقول ہو کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم
نہو تو یقین ماخوذ ہو خنثیٰ مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثیٰ مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو یقین واجب ہو اسی طرح یہاں بھی امر یقینی پر عمل کرنا چاہیے انتہی کذا ولا الغی بلا راس
لا یجب الا القیمۃ اذ لا نفخ فیہ للروح ولا نفخ من غیر راس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ
قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہو جبکہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرہ فی مال الضارب لان ما [illegible]
جنین مملوک میں اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اُس شخص کے مال میں واجب ہو فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہو ضارب کے مال کے واسطے واجب ہو اور کہ عاقلہ [illegible]
مملوک کی واجب جنین اور اُس مال کا مالک ہو نہ لونڈی کا مالک ہو نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا ونقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا لو قیمتہ
وفاء بہ والا فعلیہ اتمام ذلک تعنیہ اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حال آنکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہو نہ لونڈی
کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اُسکا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی البرجندی
مثلا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہو یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض نہ ضارب پر واجب نہوگا اور اگر
جنین کی قیمت ۲۵ درم ہو تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے
جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہو جیسے جانور کے نقصان میں جاندار کا نقصان معتبر ہو نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر
الشریعۃ ولا یخفی انہا للمولیٰ اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اُسکی ماں کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہو کذا فی صدر الشریعۃ اور پوشیدہ نہیں ہو کہ قیمت مذکور
مالک جاریہ کی ہو فان حرر ای الجنین سیدہ ای بعد ضربہ بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولیٰ لا دیتہ وان مات بعد العتق لان الاتلاف حصل [illegible]
حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو بعد مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب بشکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو اسمیں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے
واسطے ہو نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہو یعنے قتل اسکا ضرب سابق سے ہو اور وقت ضرب حالت رقیت میں ہوا تھا

كذا في صدر الشريعة وعند الثلاثة تجب فيه وهو رواية عنا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ
فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا كفارة في الجنين عندنا وجوبا بل ندبا زيلعي ان ورفع مثلا اور کفارہ واجب
نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی مع نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کامل میں تو اسکے غیر میں
متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایہ وشروحها وان تقرب حيا فمات
ففيه الكفارة كذا صرح به في الحاوي القدسي وهو مفهوم من كلامهم لتصريحهم بوجوب الدية حينئذ فتجب الكفارة فيه ما لا يخفى فليحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر
مر گیا اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنے زندہ کے سقط میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درصورت زندگی
جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد
رکھنا چاہیے یعنے اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں فما استبان بعض خلقه كظفر وشعر كتام فيما ذكر من الاحكام حتى عدة ونفاس كما مر في بابه اور جس جنین
کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا جیسے ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں
چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرة عاقلة امرأة حرة في سنة واحدة وان لم يكن لها عاقلة ففي مالها في سنة ايضا صدر الشريعة ولم تأثم بالم يستبين
بعض خلقه ومر في الحظر لو اسقطته ميتا عمدا بدواء او فعل كضربها بطنها بلا اذن زوجها اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کر دیا عمداً بدون اذن
اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ
نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعہ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا
اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں لفظ مذکور ہو چکا ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب
نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضا بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضا بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن
ولم تتعمد لا غرة لعدم التعدي پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم
تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہے زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے
کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں وتمامه في حاشية الطحطاوي ولو امرت امرأة ففعلت الامرأة ضمن المأمورة اور اگر
زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرا دیا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں وام الولد اذا فعلته بنفسها حتى اسقطته فلا شيء عليها لاستحالة ان يجب
على مملوكها المستحق فيخلفه تجب للمولى الغرة لانه مغرور او ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے
مملوک پر یعنے غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ
ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنے فریب خوردہ ہے کہ غیر کے مال میں تصرف کیا اپنے مال جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے حکم ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ
لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے پیٹ گرا دیا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے
واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ
وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو گویا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریة مختصرا وفي الواقعات شربت دواء لتسقطه عمدا
فان القته حيا فمات فعليها الدية والكفارة وان ميتا فالغرة ولا ترث في الحالين اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گرا دے پھر اگر بچہ گرا دیا
زندہ بعد اسکے وہ مر گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرا دیا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہوگی وتجب

وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ اوبنی باذن الامام لاینقض اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا جیسے مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو
ہم تو ڑا نجائیگا الخ فقہاء کے کلام سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا
تو منع اور رفع اسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل انکا قول ہے کہ جسکو ضرر کہے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم رکھا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو
یا نفع مسلمین کے واسطے بنایا ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان یضر بالعامۃ لایجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لاضرر ولاضرار فی الاسلام اور اگر کثر خلق کو ضرر کرتا ہو
تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لاضرر ولاضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہم یہ حدیث
حاجت طبرانی میں اور عبادۃ بن الصامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابوہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ
سے بیہقی و دارقطنی میں مروی ہے اختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچاوے یعنی اسکی حق تلفی نہ کرے
اور ضرار کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجھکو اسمیں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اسمیں کچھ
النفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایک طرف سے ہو اور ضرار دونو طرف سے ہو اور بعضوں نے کہا ضرر اور ضرار ہم معنی ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ مترجم کہتا ہے کہ
لاضرر لعلہ یروی الاضرار ہو یعنے بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنے تو اسکو ضرر پہونچا جسنے تجکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم
والقعود فی الطریق للبیع والشراء یجوز ان لم یضر باحد والا فلا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خریدنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہیں
تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانے کا وہذا فی النافذۃ وفی غیر النافذۃ لایجوز ان یتصرف باحداث
مطلقا اضرہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں
تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے
کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے ہم شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل
حالہ ان یجعل حدیثا لو فی الطریق العامۃ وقدیما لو فی طریق الخاصۃ برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں
یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا
درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی اشیاء
مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے یعنے سبب ہلاکت
بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب
جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سواسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا
اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلفت بہ ای بواحد من المذکورات بہیمۃ ضمن ما فیما لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی
چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنے بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال میں تاوان
لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو وجہ تاوان کی یہ ہے کہ محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا
اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ نائب ہے خلق اللہ
کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام سے احتراز ہے اول
کلام تک یعنے فان مات احد کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان

یعنی خلافاً لمحمد پھر اگر سلطان نے اُسمین اِتنی کنیت وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص گیا یا راہ کے کنوین کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان
نہین اسی قول پر فتویٰ ہی اور یہ برخلاف محمد کے کہ اُنکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہے ہم غم سے بیان مراد وہم کا رکنا ہی کنوین کی ہولت ان اشیا مین ضمان اسواسطے
نہو اگر کنوین کا گرنے والا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہی جبکہ وقوع کے سبب سے ہلاک ہو کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب
فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی مرد
کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو صاحب خانہ کے ملک مین ہی تو مالک خانہ کی تعدی نہوئی جو اسپر تاوان آتا وان
اصاب الخارج او وسطه بزازیہ فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اسکا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر
ضمان واجب ہی اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہی کہ راہ کی ہوا مین اُسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لنبا پرنالہ لگانے مین ضرورت بھی نہین اسواسطے
کہ دیوار مین چھوٹی پرنالہ ہوسکتا ہی کذا فی الهدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت مین ہی جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو جیسا کہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل
بھی اسپر دلالت کرتی ہی اور ضمان واجب ہی واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آیندہ مین لتعدیه ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا فضمان واضع پر ہی اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر
یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہوتا اس مکان کی بیع
سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنے فعل واضع ضمان کا موجب ہی بخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہی مع خلاصہ زیلعی یہ ہی
کہ باوجود بیع ضمان اسواسطے ہی کہ فعل اسکا منسوخ نہین ہوگیا اسکی بنا زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل کے جبکہ اسکو بیچ ڈالا تھا وسکے بعد جھکا مشتری کے زمان مین دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا
تو بائع پر ضمان ہی نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہی اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو
اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منها اصابه ضمن النصف استحسانا زیلعی
اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونون طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور یہ یعنی دونون طرفون کا اسپر گرنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب
ہی اور نصف دیت باطل اور رائگان ہی اور اگر معلوم نہین کہ دونون طرفون سے کون طرف اُسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہی کذا فی الزیلعی
مع قیاس یہ تھا کہ صورت عدم علم کچھ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہی اور اگر داخلی سے ہی تو ضمان نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہی کہ ایک حال مین
پورا ضمان ہوسکتا ہی اور دوسرے حال مین کچھ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه اخر فعطب به رجل ضمن لان
فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کردیا اُس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکھا تھا پھر اُس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کنارے پر کرنیوالا
ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنے راہ مین رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنے تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول ولو
حمل علی راسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی اخر او دخل بحصیر او قندیل او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصیرا او بواری ابن کمال او جلس فیه لا
للصلوة ولو لقران او تعلیم فعطب به احد کاعمی ضمن خلافا لهما اُس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اُسمین سے کچھ
دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنے مسجد مین پتھریون یا چٹائیون کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سواے نماز اور فعل کے
واسطے مسجد مین بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اُسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندھا چٹائی مین الجھکر یا پتھریون مین ٹھوکر کھا کر مرگیا
تو حامل یا داخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منه رداء لبسه علیہ ضمان لازم نہوگا اُس شخص پر جسپر سے وہ چادر گری
جسکو وہ اوڑھے تھا اور اُسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا مع حامل اور لابس مین فرق یہ ہی کہ حامل شئ اُسکی محافظت کا قصد رکھتا ہی تو تقیید بالسلامت مین اُسپر
کچھ حرج نہین اور لابس ملبوس کی محافظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامت مین اُسپر حرج ہی کذا فی الطحطاوی ولو دخل بهذه الاشیاء المذکورة الی

فی مسجد حیہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم وفعل الغیر مباح فیتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکورہ میں سے چٹائی یا قندیل یا بچھونا بیان اپنے محلہ کی مسجد میں
لیگیا اور کوئی شخص انکے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ ہی پر ہے انکے سوا اور لوگوں پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو بشرط سلامتی
ہیگا تاہم ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ و غیر اہل دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے
بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی وجلس فیہ للصلوۃ والحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن ولغیر الصلوۃ
یضمن مطلقا خلافا لہما واستظہر فی الشرنبلالیۃ معزیا للزیلعی وغیرہ قولہما وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے
اور کوئی شخص اسپر گر کے تلف ہو گیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اسپر ضمان نہیں
اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ
نماز کے واسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور میں نے اسکی تحقیق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں ف م زیلعی میں حلوانی
سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی غرض
سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو استاجرہ لیبنی
او لیحفر لہ فی فنائہ حانوتا او دارہ فتلف بہ شیء ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علمہ فعلیہ
کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر اور ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنا دے یا اسکے واسطے کنوان کھودے اسکی دوکان یا گھر
کے پیش دروازے میں سوا اسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہو گئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی
تو امر کرنے والے پر ہے چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در میں اور مزدور اسکو نہ جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اسنے تعمیر کے واسطے
امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہیں تو اسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے
تعمیر پر اجرت علی انہدام دور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی فیہ حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای قیاسا و فیہ اذا الامر فینا امرہ و علی
المستاجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ہو و غیرہ القیاس ہنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی اصل روایۃ صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتامل
اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمیں مجھکو کنوان کھودنے کا حق نہیں ہے یعنی پھر باوجود اسکے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف
ہو گئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہو گیا تو مستاجر نے اسکو فریب نہیں دیا یعنی حقیقۃً نہ ظاہر کر کے اور مستاجر
پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی میں کہتا ہوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اسکی ترجیح
پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کرو م وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہرا اپنے ملک
میں کیا اسواسطے کہ پیش در میں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا
نہ مزدور پر و من حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی
طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من التسبب اور جسنے چاہ آب ریز کھودا راہ میں سلطان
کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑی رکھا راہ میں یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنالی گئی پھر کسی مرد نے
اسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہو گیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولی ہے بہ نسبت سبب کی طرف سے م یہ تعلیل ہے تحقیق
دو صورتوں کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ و قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اسپر عمدا چلنا نسبت الی الواضع کا

قاطع ہو اسواسطے کہ واضع تو سبب ہی اور چلنے والا مباشر ہی کذا فی الطحطاوی وبہذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور کذا
فی المجتبی اور اس کلام سے بعض علماء ضمان متسبب سے ظاہر یہ ہوگیا کہ متسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہی کنوان کھودنے اور پتھر راہ میں رکھنے سے جبکہ اسکا گرنے والا
بالقصد اسپر مرور نکرے کذا فی المجتبی وفیہ حفر فی طریق مکۃ وغیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق
فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لایمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبی میں ہی کہ مکہ معظمہ یا اسکے سوا میدانون کی راہ میں
کنوان کھودا اور اسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کھودنے والے پر ضمان نہین برخلاف شہرون کے میں کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ
میں شہرون کی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلون کی اسواسطے کہ شہرون میں راہ میں سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانون کی راہ میں ولو استاجر رجل اربعۃ
لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقعت علیہم
بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ خانیہ وغیرہا زاد فی الجوہرۃ وہذا الاشبہ فی الطریق فلو فی ملک المستاجر ینبغی ان لا یجب
شیء لان الفعل مباح فلم یکن مضمونا انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصون کو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کھودنے کو سو کنوان انکی سب پر پھٹ کر گر پڑا
انکے کھودنے کے سبب سے سو انمین سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہی اور چوتھائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے
کہ کنوان انپر گرا انکے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیون کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہوگی جو اسکے فعل کے مقابل
واقع ہوگی کذا فی الخانیۃ وغیرہا جوہرہ میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور یہ حکم اس شرط پر ہی جبکہ کنوان راہ میں ہو سو اگر مستاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یون ہی کہ کچھ دیت واجب نہ
ہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہی سو جو حادثہ ہوگا اسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرۃ قلت ویوخذ منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارضہ تارۃ تکون ملکا لہ وتارۃ
تکون خراجیۃ کاراضی بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ مدۃ طویلۃ یودی خراجہا ویملک الانتفاع بہا غرس او غیرہ فیستاجر
الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لیغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فسقط علی احدہم ہل لورثتہ مطالبۃ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وحسبہما
عدم وجوب شیء علی المستاجر وکذا علی الاجیر کما یفیدہ کلام الجوہرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم
میں کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہی وہ حادثہ یہ ہی کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین کاہے مملوک
ہوتی ہی اور اسپر خراج ہی جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہی اور کاہے صاحب انگور کے قبضہ میں مدت دراز رہتی ہی کہ وہ اسکا
خراج دیا کرتا ہی اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہی درخت وغیرہ لگاکر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کھودنے کے واسطے
تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جمادے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہی یا نہین مصنف نے
شرح میں کہا اس حادثہ اور اسکے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہی مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد
ہوتا ہی اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہی یعنی یہ جو کتب فتاوی میں مذکور ہی بلاقید کہ جو کھودنے میں تلف ہوا اسکا ضمان ہی سو مراد حفر فی الطریق ہی
حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم میں جو کہا کہ زمین کاہے مملوک ہی اور کاہے وقف اور کاہے تصرف مستاجر میں ہی مدت طویل
سو مراد اس سے یہ ہی کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہین کہ ایک زمین کاہے مملوک ہی اور کاہے وقف اور جواب استفتا میں خلل ہی کہ حادثہ انگور متفرع
ہو صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز ہی اور فقہا کے دین سے منصوص نہین تو حکم متحد نہین ہوسکتا اور حادثہ بھی مختلف ہی کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغائر ہی واللہ اعلم کذا
فی الطحطاوی فرع مسائل ملتقطۃ شتی استاجر رجلا لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا ان قبل فراغہم من عملہ فالضمان علیہم لانہ بعد لم یکن سلمہ الی رب الدار
اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھپا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھپا گر پڑا سو اُسنے کسی آدمی کو قتل کیا اگر انکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان انکاریگرون پر

ہو نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اس وقت مین یعنے قبل از مشغول شدن صاحب خانہ کے واسطے وہ ظالم نہین ہوا لیکن اگر سستی الماء بحیث یزلق واستوعب الطریق
اور نقصان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور چھڑکنا تمام راہ مین ہے اور اگر چھڑکا تھوڑا ہے یا تمام راہ مین چھڑکا نہین ہے
تو ضمان نہین فلو رش فناء حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا وتمامہ فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر
کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی رو سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے

فصل فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل مین مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہا ای صاحبہا ما تلف بہ من نفس

انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز
جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کرکے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا
اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا والد یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طولب ربہ حقیقۃ او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد ضمن عاقلۃ الوقف
ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو جیسا کہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو
عاقلہ وقف پر ضمان لازم آویگا وکالقیم الوصی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے ہم ولی
سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اسکا باپ اور دادا اور راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک ہونیکا نہین کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن
کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبض مین کیوے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہو گی حالت کتابت مین تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اسکی قیمت اور دیت مقتول
مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اسکی ادائے قیمت مین بھی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اسکی گردن
سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی وکذا احد الشرکاء ولو الورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکون
مین سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین خود انکے وارث ہون باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکون
سے مطالبہ کرے تا وہ جمع ہو کر دیوار کو ڈھا دین تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا
مالک نہین نعم فی الظہیریۃ لو مات ربہ عن ابن فقط ودین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ہان ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک
مرگیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان
تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضہ مکلف مسلم او ذمی یعنی من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن
ولیہ ومولاہ بالخصومۃ زیلعی حرا ومکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا
ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اسکے مالک کا اذن خصومت
کے واسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طلب شرط
ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد
باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یون کہنا
کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے
کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس امر سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہا کہ تجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب
نہین ہے اور نہ اشہاد بلکہ مشورہ ہے کذا فی الخلاصۃ ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحال انه لم ینقضه مع تمکنه من نقضه فی مدة یقدر علی نقضه فیها صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اُسنے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ
وہ اسکے گرانے کا مالک ہے اسقدر مدت میں جس میں اُسکے ڈھانے پر قادر ہے یعنی طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی
مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اُسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب اور دیوار کے باعث ضمان
تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہو جاوے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام
کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک
جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف به من النفوس فعلی العاقلة ومن الاموال فعلیه لان العاقلة لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگاروں پر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ
مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے ولا ضمان الا بالاشهاد وشرطه ثلثة اشیاء علی التقدم علیه وعلی الهلاک بالسقوط علیه وكون الجدار ملکا له ای من وقت
الاشهاد وبقاؤه وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہیں مگر شرط یہ ہے کہ گواہ لانے سے ایک یہ ہے کہ صاحب دیوار کی طرف طلب اس پر مقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاک
ہوئی اسپر گر پڑنے کے سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہو یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اُسکی ملک میں باقی ہو لہذا مصنف نے قول
آیندہ کو ذکر کیا ولو تقدم علی من لا یملک نقضه ممن یسکنها باجارة او اعارة او الی المرتهن او الی المودع لا یعتبر لعدم قدرتهم علی التصرف
اور اگر طلب ہدم اُس شخص سے مقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اُن لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہو اجارہ یا عاریت کے سبب یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب
ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں اُنکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں چنانچہ فلو سقط بعد التقدم
لمن ذکر واتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی الساکن ولا المالک اور اس صورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے
ساقط ہوکر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر یعنی ساکن پر اسواسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اُسپر اشہاد
ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکه ببیع او نحوه کہبة وصدقة بعد الاشهاد وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقه ثم عاد وافاق خانیة چنانچہ اس
صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہوگئی اُسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی
اور اسی طرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا جنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اُسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون
ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیة ہم ظاہر اعبارت میں تسلیم ضرور ہے بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول میں کہیگا لزوال
ولایته بالبیع ونحوه وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشهاد ولو قبل القبض لزوال ولایته بالبیع ونحوه وان عاد ملکه بعده حاوی وخانیة خروج ملک
بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہوجانے اسکی ولایت کے بیع اور اُسکے مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیة ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نرہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی
ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعله کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق
میں پہلے سے ذکر ہو چکا ہے اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھنیاں راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعة
اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ
ساقط ہوکر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود
جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من مالک او ساکن باجارة او بغیرها والاضافة

لا ولی ولا بینۃ قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اسی آدمی کو
طلب ہدم کا اختیار ہی اسواسطے کہ خاص حق اسی کا ہی قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کثرت تعلق اور اتحاد کی وجہ سے ہی یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونون کو
صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فیصح تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہی یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار
مائل ہی اور اسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنا لینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہین تو یہ جائز ہی پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم
نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہی کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یصح لان الحق العامۃ وتصرف
القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اسکو قاضی نے مہلت دی یا مدت
معین تک یا اسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام مین سب کا حق ہی اور قاضی
کا تصرف حق عام مین نافذ ہی اسمین جو انکو نفع کرے نہ اسمین جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہان اسی کا خاص حق ہی ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ
للدار فاے طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف
تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہی تو اہل خانہ کا اشہاد
صحیح ہوگا اسقدر دیوار مین جو انکی ملک کی طرف مائل ہی اور اسقدر مین بھی جو راہ کی طرف مائل ہی اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہی اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ
کا غیر ہی تو اسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہی اور جب بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے
معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہی یعنے اجمال مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی
ہو شروع سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین جیسے پرنالہ مین ضمان لازم ہی بلا طلب بسبب اسکی تعدی کے مائل بنانے سے
حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم
ایک دیوار مائل پانچ شریکون مین مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگارون پر پانچوان حصہ
دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اسکے پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی
اسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہی کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین
لیکن اسکی اصلاح پر قادر ہی حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہین وان بنی ثلاثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او وضع حائطا
فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہی ایک نے اسمین
کنوان کھدوایا یا دیوار بنائی سو اسکے صدمہ سے ایک مرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیون کا ضمان دیگا بسبب اسکی تعدی کے دو تہائیون مین یعنے
دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحدہ قتل ہلاک ہی تو اسکی قسمت ہوگی مالکون پر
بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی وقالا نصفہا لان التلف قسمان معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکون کے اور تین شریکون کے مسائل مین دیت نصفا نصف
ہی اسلیے کہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہی اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اسکے حصہ مین تلف معتبر ہی اور جس شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اسکے حصہ مین
تلف باطل اور رائگان ہی اور کنوان کھودنے مین باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہین ہی اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہی تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا لانقسام
ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الا اشہاد وعلی الحائط اشہاد وعلی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار
دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہی یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہی دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

النقض بضم نون وسکون قاف عمارت ہو اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد وعثر انسان بنقضہ
فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اسوقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اسپر ٹھوکر کھا کے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر
ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہی تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہی وان عثر رجل
بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا
تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثون پر ہی نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن

رب الجناح القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیہ بخلاف صاحب الحائط فانہ لو تعثر بالقتیل ایضا بوضعہ الطریق عن القتیل ایضا ویدہ انہ لو بایع الجناح او النقض بری و لو بایع الجناح لا
برخلاف برآمدہ گرنے کے کہ وہان مالک اسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول
سے بھی لازم ہوگا اور یا اسکا وہ مسئلہ ہی کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیچ کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے
بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یہی کما لو ظل لا نعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے
پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے ویقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہا شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد
مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہی کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہی نہ قتل پر فروع مسائل متعلقہ شارع کے حائط ابعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد

علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ کحائطین فالاشہاد صحیح فی الواہی لا فی الصحیح
ایک دیوار ہی کہ کچھ درست ہی اور کچھ مائل ہی اور شکستہ سو اسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اسنے تلف کیا
تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے
ایک دیوار بمنزلہ دو دیوارون کے ہی تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل
فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا فانہما دو دیواریں ہین ایک مائل ہی اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اسنے
کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگان ہی کچھ اسکا ضمان نہین کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ
ایک مسجد ہی جسکی دیوار مائل ہی تو گواہ کرنا اسکے بانی ہی پر چاہیے اور اسکے سقوط کا خونبہا اسکے بنانے والے کے مددگارون پر ہی حائط الوقف علی المساکین علی
عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مساکین پر وقف ہی تو اسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہی جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد
ہوگا تو ضمان نہین کذا فی العالمگیریۃ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگارون پر ہی اگرچہ قرضہ
غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تعلیق دل علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فزنی
بہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ ولو الجیۃ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کر دونگا تو یہ عفو صحیح نہین اسواسطے
کہ یہ تعلیق ہی ایسے کو یا اسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اس شخص کو جسکے بہانے کا شارع سے مجھکو اختیار دیا تیری ملک مین کر دونگا اور اس تعلیق کی تعلیق صحیح نہین تملیک قصاص پر مسئلہ
اصل کا یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہی اور وہ یہ مسئلہ ہی کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ
لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی الولوالجیۃ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہی تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اسپر حد نہین

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہی جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہو ہم امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہیں لہذا
انہیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اسکے لگجانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ مستثنیٰ ہی نہیں تھا ضمن الراکب
فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں سوار اسکا
جانور کا جب اوسکا جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منھ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت
المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ فقبلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث
ہوں پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضامن نہ ہوگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلنا قتل مقتول کی مباشرت ہے اسکے بوجھ کے
سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا ہم جو مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار
کی طرف منسوب اور مضاف ہوتا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلایا اور بارانکہ وہ زمین پر چالیس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا
اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا قہستانی اور اگر
غیر کے ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنے مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا
مالک اسکے ساتھ نہو یعنے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی والا یکن باذنہ ضمن ما اتلف مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں
جانور کا ادخال بدون مالک کے اذن سے ہو تو مالک پر ضمان لازم آویگا اسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کی سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو
یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں
ضمان اسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے
جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے کہ وہ اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو ٹھہرا دیگا راہ میں اور ضرب دم کو واقع
ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے گو کہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطب انسان بما راثت او بالت سائرۃ او واقفۃ
لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا
ہو لید پیشاب کے واسطے اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون ٹھہرے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ پھر اگر اسنے جانور کو
لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنے اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اسکے ٹھہرانے کی تعدی کے
سبب یعنے راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں آخر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فلا یضمن
ومنہ سوق الدواب واما باب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور
کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور ازانجملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان
وہاں مقرر کردیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان
الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اسنے آنکھ پھوڑی یا
کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب
وصحح فی الدرر انہ مطرد ومنعکس اور ضامن ہوتا ہے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا اوس چیز کا جسکا سوار ضامن ہوتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد

سلہ بلکہ زمین میں بیان ہے جبکہ ہم فاعل ہو اور لفظ ... ۱۲

اور عکس ہے کہ ہم اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہان راکب پر ضمان آتا ہے وہان کھینچنے والے اور ہانکنے والے
پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہان انپر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے
ہاتھ اور پاؤن کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤن کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب
ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد شاید دونون پر یعنے کھینچنے والے اور ہانکنے
والے پر کفارہ نہیں ہم سائق اور قائد مسبب ہین اور راکب مباشر ہوا اور کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق میں میراث اور وصیت
متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنح ولو کان سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ
الی المباشر اولی من المتسبب کما مر لیسئلہ اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ اما اذا کان سببا یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ
نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اسپر سوار ہو یعنے اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آوے گا
بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے بخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اسپر یقین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہے سبب
کی اضافت سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اولویت مباشر کی تسبب سے اسوقت ہے جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نکرتا ہو چنانچہ یہان پر یعنے کھینچنے میں لیکن اگر
سبب ایسا ہو جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان مسئلہ جانور کو چبھونے کے اسکا بیان آویگا اسلئے راکب کے
اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے سے کہ اگر ہانک اس جانور کو کوچ اور وہ کوچنے سے بہاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون پر ضمان لازم آویگا
کہ فقط کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الاخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیسا
من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دیوے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کی دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون باہم ٹکر کھا گئے ہون اور مر گئے ہون
اس صدمہ سے سو دونون چت گر پڑے ہون بشرطیکہ دونون آزاد ہون عجمی نہون اور ٹکر لگانے کے قاصد نہون اور دونون منہ کے بل پٹ گرے ہون ہم ضمان ہے کہ ہر
واحد کی موت دوسرے شخص کی طرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار میں ہے کہ اگر دو نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا
پیچھے سے آیا اور ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی حکم ہے دو کشتیون کے ٹکرانے کا کذا فی الطحطاوی ولو
کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال یہدر دمہما فی العمد والخطا شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونون سوار یا پیدل غلام ہون یا ٹکر کھا کر پٹ گرین یا منہ کے بل کذا صرح
ابن کمال تو انکا خون رائگان ہے عمد اور خطا میں کذا فی الشرنبلالیہ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر مرارا اور اگر دونون عجمی ہون یعنے عرب نہون
تو دیت انکے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونون نے عمداً ٹکر کھائی ہو
اور مر گئے ہون تو ہر شخص پر نصف دیت ہے ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کذا بین
ہے کہ نصف دیت عمد میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا
تو فقط اسکا خون رائگان ہے یعنے اسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی العمد اور اگر دونون
میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں ہم یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے
مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی
القفاء ہدر دمہما لو ... بقوۃ نفسہ جیسا کہ اگر دو مرد نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون گر پڑے اور مر گئے چت گرکے تو انکا خون باطل اور
رائگان ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الاخر بقوۃ صاحبہ پھر اگر دونون

گرے منھ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر
علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں متعاکس کریں یعنی
ایک شخص چت گرا اور دوسرا منھ کے بل تو منھ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگان ہوا اسکا
خون جو چت گرا بسبب اسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع لتسببہ
بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو وہ دونوں شخص تانتے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع
قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلاتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائدہا وقائد قطار بالکسر قطار الابل وعلی راکب
منہ رجلا الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسے زین یا ورمانند اسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹوں کی قطار کے
ہانکنے والے پر جنمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار کسرے قاف سے عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما

فی السبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما امامہ
ولو راکب وسطہا یضمنہ فقط مالم یاخذ بزمام ما خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونوں
پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب ہونے میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اسکے مال میں ہے یہ اس صورت میں
ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہوا اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے
کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خاص سائق کا قائد نہ رہا اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہو وہ فقط اگلے
اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑے یہ وہم نہ ہو کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹوں کی
جنایت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ وہ انکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اسپر نہیں کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل
پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اسکی جنایت کا ضمان اسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا
ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ
رجلا مفعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا بہا علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا خسران کما توہمہ صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے کسی مرد کو قتل کیا جو باندھا
گیا تھا چلتی قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو
پھیر لیگی اسلیے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے
کہ اسنے انکو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا اور تقصیر اسکی
اور عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اسکو اس بلا میں ڈالا فلو ربطہ والقطار واقفۃ ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ
قطار کھڑی ہو تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے کیونکہ عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا انکو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ہم
برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ وکلبا لمتقۃ وکان خلفہا سائقا فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا
وان لم یمش خلفہا فان اصابت فی فورہا فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب نہایۃ اور جسنے جانور یا کتا
چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر
جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکما اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ہم درالمنتقی میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے
ہر حال میں چاہے اُسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث
نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اُسکو فاسد کیا اگر اُسنے چھوڑا اُسکو اور ہانکا یا کھیت کی طرف اس طرح پر کہ وہ اُسکے پیچھے تھا تو اُسپر ضمان ہے
اور اگر وہ اُسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور داہنے بائیں نہیں جھکا جس طرف اُسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اُسنے خراب کیا تو بھی ضمان اُسپر لازم ہوگا
اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اُسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا
پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ کتے پر ضامن نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے
کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصرا و ان ارسل طیرا ساقہ اولا او دابۃ او کلبا ولم یکن سائقا لہا او انفلتت دابۃ فاصابت مالا
او آدمیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا ہو
یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اُسکو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اُسنے تلف کیا رات میں یا دن میں تو ضمان
نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور کھینچنا کا فعل رائگان ہے اُسپر ضمان نہیں ہے ابو داؤد اور ابن ماجہ
کی حدیثوں میں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اُسپر ضمان نہیں ہے امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد کھینچا جانور ہے تو اُسکا فعل باطل ہے جبکہ جانور
چھوڑ گیا اسواسطے کہ افساد مرسلہ کا فورا رسال میں رائگان نہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہا رحہم نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں
ضمان ہے کذا فی العینی کما لو نخست الدابۃ ای بالراکب او بسکران ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیرہا
فلا یضاف مسیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر ہدایہ چنانچہ اگر جانور نے سرکشی کی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار اُسکا روک نہ ہو سکا
پھیرنے پر تو ضمان لازم نہ ہوگا خود چھوٹے جانور کے مانند اسواسطے کہ اُسوقت میں سوار اُسکا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ
ہوگا تو اگر اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اُسکا خون باطل ہے اُسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العنایۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن
الراکب فنفحت او ضربت بیدہا او نفرت فصدمتہ وقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اُس جانور کو مارا جسپر کوئی
سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اُسنے اُسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا
ضمان دیگا نہ سوار ہم راکب کے مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر پانند رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو باندھنے والے
پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان اوقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف ایضا اور ابو یوسف نے
کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصفا نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی
تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑا کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہے ولو کان باذنہ ووطئت احدا فی فورہا فدیتہ علیہما اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور نے کسیکو
کچلا کونچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے یعنی دونوں پر خون اُسوقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے ہٹا ہو ورنہ تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر
کذا فی الطحطاوی عن الملتقی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر کونچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اُسکا خون رائگان ہے ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ
الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیۃ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اُسکو
قتل کیا تو اُسکا خون کونچنے والے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا ورنہ تو
سوار پر ضمان لازم ہوگا کونچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیۃ وضمن فی فقئہا عین دجاجۃ او شاۃ قصاب او غیرہا لانقصہا اللحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کے واسطے ہیں یعنی قصاب کی بکری سے
گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیا ہے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت کس قدر کم ہو گئی ہے تو جس قدر
تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی وفی عینیہا تخییر ربہا ان شاء ترکہا
علی الفاقئ وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے پر
چھوڑ دے یعنی اسکو دیدے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزورہ ای ابلہ
فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گائے بیل اور اسکے
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لیے ہونیکا اعتبار
نہیں ہے وجوب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم شترکش کی گائے بیل اور اونٹ ہیں اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم نہ کرے کہ وہ دونوں
گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اسکا حکم بکری کے مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انکی آنکھ میں چوتھائی قیمت ہے جس طرح
غیر ماکول اللحم جیسے خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنح عن شرح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا
فصارت کانہا ذات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے ہوا
ہوائی کہ انسے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنی مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں
اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہے یعنی بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جسکو ہم پہلے
ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقأ
عینیہ معا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ ربع القیمۃ لیکن
چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلاً گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں جیسا کہ
زیلعی سے عنقریب مذکور ہوچکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے سب قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال
کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے
مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع
احدی قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ
وعلیہ الفتوی وعرجہا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی
زبان کاٹنے میں ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا جیسا کہ اگر ایک پاؤں کاٹیگا جانور کا تو اسکی پوری قیمت
کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنی اگر جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے جیسا کہ اسکی تفصیل دونوں آنکھوں کے
پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہوچکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پاؤں کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو کاٹنے والا اسکا کچھ ضمان
نہ دیگا ابوحنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہوجانا پاؤں کٹ جانے کے مانند ہے یعنی ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کردینے میں کل قیمت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل شتی شارح کے نقل المصنف عن الدرر لکلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب

لم یضمن وانما یضمن فیما اشہد علیہ فیہ بخلاف ما مر عنہ بنی ادم کالحائط المائل ولو قطع الثور رجلا فقتل کلب عقور فیضمن اذا لم یحفظہ انتہی قال المصنف ولکن
حمل المتلف فی قول الزیلعی وان اتلف الکلب فعلی صاحبہ الضمان ان کان تقدم الیہ قبل الاتلاف والا فلا کالحائط المائل علی الآدمی انتہی
یحصل التوفیق مصنف نے شرح مین درست یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختون سے انگور کھاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگون کو گواہ
کیا اسکے کھانے مین سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہانتک کہ وہ اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا ضمان تو اسی صورت خاص مین لازم ہوتا ہے جبکہ
اشہاد ہوا ہو اسلئے مزین مین بھی آدم کے تلف ہوجانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے مین تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی حفاظت
نکریگا انتہی قول الدر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول مین اور کتا تلف کرے تو کتے کے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے
سے پہلے اور نہین تو ضمان نہین ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے در اور زیلعی دونون قولون مین اتفاق حاصل ہوگا مصنف نے اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول کیا ہو تو
اختلاف باقی نہ رہا دونون قولون مین طحطاوی نے کہا قولہ علی الادمی ہو قول حمل المتلف قلت وقد وقع الاستفتاء عمن لہ نحل یضعہ فی بستانہ فتخرج
فتاکل عنب الناس وفواکہہم ہل یضمن رب النحل بالفقد النحل من العنب ونحوہ ام لا وہل یامرہ بتحویلہ عنہم الی مکان اخر ام لا وجوابہ ان لا یضمن مطلقا اشہادا
شہد واعلیہ ام لا اخذا من مسئلۃ الکلب بل اولی وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ لکن رایت فی فتاواہ انہ افتی بالضمان فی مسئلۃ النحل فراجعہ عند الفتوی
مین کہتا ہون اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جسکے تصرف مین شہد کی مکھیان ہین وہ انکو اپنے باغ مین رکھتا ہے سو مکھیان وہان سے نکلتی ہین اور لوگون کے
انگور اور انکے میوے کھا جاتی ہین کیا مکھیون کے مالک پر مکھیون کے انگور وغیرہ تلف کرنیکا ضمان لازم ہوگا یا نہین اور انکے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیون کے اٹھا لیجانے کا
حکم ہوگا یا نہین جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیون کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگون نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ
کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیون کی خوراک اسطرح ممکن نہین اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی مین ذکر کیا ہے لیکن
مصنف کے فتاوے مین دیکھا ہے کہ اسنے مکھیون کے مسئلے مین وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت ظاہرا مسئلہ کلب مختصر ہے
درر مین مذکور ہے وجود نص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویلہ من ملکہ فلا یؤمر بذلک علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشائخ فینبغی ان یؤمر بتحویلہ
اذا کان الضرر بینا علیہا علیہ الفتوی اور مکھیون کا اٹھانا انکے مالک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ
لائق یون ہے کہ اسکے اٹھانے کا حکم کیا جاوے جبکہ لوگون کا صریح ضرر ہوتا ہو بنابر قول مفتی بہ کے وفی الصیرفیۃ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل الصحیح
ضمانہ اور صیرفیہ مین ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہون کھاتا ہے سو گیہون والے نے اسکو نہ روکا یہانتک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اسپر ضمان ہے ادخل غنما
او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن وتمامہ فی البزازیۃ کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا
کھیت یا انگورستان مین اگر اسنے داخل کیا ہو ہانکے کے تو جو اسنے تلف کر دیا اسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہین ہے تو ضمان نہین اور قول ضعیف یہ ہے کہ
ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ مین ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت مین ایک مرد کا جانور پایا اور اسنے کچھ خراب کر دیا سو اسکو باہر ہانکا
باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ مجتبیٰ مین ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر مین کر دیا بدون
اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہوگیا سو اسپر تاوان نہین اور اگر کپڑا کسی کے گھر مین رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ
نے اسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی نسبت مین تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرے مین ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی
سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والے پر ضمان نہین اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی مین ہے

انتہی من العالمگیریہ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہی مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام مین اعلم ان جنایات المملوک لاتوجب الا دفعا واحدا لو محلا یعنی معلوم کرو کہ مملوک کی جنایات سے موجب نہین ہوتی مگر ایکبار دیدینا لونڈی غلام کا اگر مملوک دینے کا محل ہو یعنے اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متعددہ مین تو سب مقتولوں کے وارثوں کو وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اسمین اپنا اپنا حصہ کر لینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جبکہ اسکی حریت کے اسباب منعقد نہ ہو گئے ہوں چنانچہ مدبر اور مستیلاد اور مکاتب کذا فی المجتبی وی والا فقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نہ ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہو گی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اسکو بانٹ لینگے ولو فدی القن ثم جنی فکالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنے اسکے قتل کر نیکے بدلے مال دیا پھر اسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہی پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت یہانتک الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہی یعنے جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اسنے جنایت ہی نہین کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہی بخلاف المدبر والمستولدۃ فانہ لا تجب الا قیمۃ واحدۃ و سیتضح بر خلاف مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہو گی جنی عبد خطاء التقیید بالخطاء ہنا انما یفید فی النفس لا بما دونہا

یقتص واما فی ما دونہا فلا یفید لاستواء خطاء وعمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطاء بالبینۃ واقرار مولاہ وعلم القاضی لا باقرارہ اصلا بدائع قلت لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیۃ عن الاشباہ وتقدم فدفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا او ان شاء فداہ بارشہا حالا اگر مملوک نے از راہ خطا جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی یعنے مقتول کا وارث مالک ہو جائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دیدے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہی اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہی اور جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہی اسلیے کہ ما دون نفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہوں سے اور اسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہین ہی اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہی اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہی ہم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونوں سے متعلق ہی دفع مین تو وجہ یہ ہی کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہ ہی کہ وہ بدلا ہی عین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن الواجب الاصلی ہو الدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک مین واجب اصلی دفع ہی نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہی مملوک کے مر جانے سے بر خلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہو جاتا ہی کہ محل باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مر گیا یعنے قتل خطا مین تو واجب ساقط نہ ہو گا اسکی عاقلہ پر واجب ہو گا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیۃ عن السراج والجوہرۃ عن البزدوی ان الصحیح ہو الفداء حتی لو اختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متی وجد ولا یبرا بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ واجب اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہی نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہ ہو اسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہ ہو گا غلام قاتل کے مر جانے سے وعللہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حقہم فبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہی کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہو گیا غلام مین ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک انتہی ملخصا فی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہی نہ دفع وافاد شارح المجمع فی تعلیل الامام ان الواجب احدہما وانہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام رحمہ کی تعلیل مین بیان کیا ہی کہ جنایت عبد مین

دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہی اور جبکہ مولے نے دفع یا فدیہ کو اختیار کیا تو یہی چیز متعین ہو جاتی ہی لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس سے فی لفظ
الکتاب ولا الہدایہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہی کہ واجب اصلی دفع ہی اور یہ بیان کیا ہی کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہی مجمع محیط میں آیا ہی
کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہی چاہے غلام دیدے چاہے فدیہ دیوے اور یہی مذہب ہی کیونکہ واجب
اصلی دفع ہی اسواسطے تو اس نص سے غلام مدفوع متعین ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنیکا یہ غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہو گیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہی سو اسنے فدیہ ہی
کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر ہی کہ سبب ہی یعنی اختیار کر لینے سے اور زیلعی کا کلام تفصیل میں مضطرب ہی واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی بعدہ فہی
کالاولی حکما یعنی اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہی حکم میں یعنی مولے دفع
اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہی فان جنی جنایتین دفعہ الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کین تو ان جنایتوں میں
مولی غلام کو انکے وارثون کو سپرد کرے یا دونون کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولی او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ
ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا
آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہی دیت سے تو قیمت
دے اور اگر دیت کم ہی قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق [illegible] غلام کی دیت
واجب ہوتی ہی جنایت جانکر ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش میں داخل ہی ولو علق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ فقتل
العبد ذلک کان مختارا اقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہی تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا
اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہی اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہون تو تو مطلقہ ہی تین بار
تو عورت وارث ہوگی زوج کی ہم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہی سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے
تو تو آزاد ہی سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہی سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ
اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا ودفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا
ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے
تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہی مع اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہی اور اس صلح
کی صحت نہیں بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجاسے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح وضمن اعتاق صحیح ہوگئی ابتدا سے
وان لم یعتقہ وقد سری یرد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نکیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام
اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کر دیا جاوے بسبب باطل ہوجانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ
بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ ولولیہا الاقل منہا ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے از راہ خطا جنایت کی
سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ناواقفی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین میں کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہی تو قیمت کا ضمان
اور اگر دین کم ہی تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہی قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ
ای العبد الجانی اجنبی فقیمتہ واحدۃ لمولاہ لاثنیرا اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اس پر ایک قیمت واجب ہی غلام کے مالک کے واسطے نہ سوا اسکے
ہم یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر ہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا گویا ملک رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پا دیگا تو اسکو صاحب دین لیگا

اسواسطے کہ مالک سے رفع زیادت مین مختار ہے نہ مجبور ہم یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین سو جبکہ اسنے فدیہ زیادہ بانسبت قیمت اختیار
کیا تو زیادہ کا تاوان لازم نہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو
اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہے حکم مین فان کان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص لیا جائیگا عبد حفر بئرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع
فیہا انسان او اکثر فہلک فلا شی علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا سو مالک نے اسکو آزاد کیا پھر اسمین چند
آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مرگیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسلیے کہ غلام کی جنایت اسپر کچھ واجب نہین کردیتی ہے اور بعد عتق مین بھی یہی حکم ہے ویجب علی المولی قیمتہ واحدۃ
ولو الواقع الفا زیلعی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوین مین گرکے مرگئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد
عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الآخرین الذین لم یعفوا او فداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بذلک العفو
سقط القود وانقلب مالا وجب دیتان وقد سقط دیۃ نصیب العافیین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او بین فی نصفہ لہما پھر اگر ایک غلام نے ان دو
آزاد مردون کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہین سو دونون گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثون
آزاد کو دیوے جنہون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری
دو دیتین ہین اور جبکہ معاف کرنیوالون کے حصے کی دیت تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنیوالے دو وارثون کے حصون کی دیت باقی رہگئی یا مالک
یہ نصف غلام دونون وارثون کو دیوے فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولی الخطاء وبنصفہا
لاحد ولیی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطا قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا
تو مالک پوری دیت کا فدیہ دیوے قتل خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت فدیہ دیوے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیہما ثلثہ
ارباعہ اثلاثا عولا عندہ وارباعا عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور تین تہائی کا بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار
حصے کرکے بطریق منازعت صاحبین کے نزدیک اور وجہ اسکی یہ ہے کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درہم مین ہے اور عمد کے وارثون کا حق
قصاص مین تھا پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنے پانچ ہزار درہم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار
خطا کے وارثون کو دیوے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیان خطا کے وارثون
کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین کے
کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیان خطا کے وارثون کو اور ایک چوتھائی اسکو جسنے عفو نہین کیا اسلیے کہ نصف غلام تو
خطا کے وارثون کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونون فریق کی تو اسکو نصفا نصف کردیا کذا فی الزیلعی فان
قتل عبدہما قریبہما وعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ الی الآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجہہ انقلاب
العفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا یخلفہ فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابتدار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام
قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اسکا فدیہ چوتھائی دیت دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ
ہین اس مسئلے مین امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اسکے وارث اس مین اسکے خلیفہ نہونگے ہم طحطاوی نے
کہا کہ امام کی دونون وجہ دونون مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایۃ علی العبد یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہے

دیۃ الحر فقیمتہ فان بلغت ہی دیۃ الحر وبلغت قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ ونقص من کل دیۃ عشرۃ دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق
عن رتبۃ الحر وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ یعنی اگر غلام کی قیمت جو سو آزاد مرد کی دیت کے برابر پہنچ جاوے یعنی قیمت غلام کی
دس ہزار درہم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہنچ تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گھٹا دینگے تاکہ غلام کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درہم
کا معین کرنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے وہ فرماتے ہیں لا یبلغ بقیمۃ العبد دیۃ الحر اور ایک روایت ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درہم کم کیے جاوینگے کیونکہ جنایۃ
علی ما دون النفس فی ظاہر الروایۃ پس اسوقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے
نزدیک نقصان قیمت کا معتبر ہے کذا فی الطحطاوی وفی الغصب تجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے
بالاتفاق جہاں تک اسکی قیمت پہنچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الاصح
ورجح وقیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ ونقلہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضا حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں مملوک کے ہاتھ میں اسکی نصف قیمت
ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہ ہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں امام یہی قول اختیار
اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع اور احسن میں اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی میں کذا فی الطحطاوی وتجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل
کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے اس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد
قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ ولہ للعبد ورثۃ غیرہ غیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اسکے
مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاویگا صاحب حق کے
اشتباہ کی وجہ سے یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص
ہوگی لیکن دیت فقط وارثوں کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی والا یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہیں سوا مولی کے تو قاطع سے
قصاص لیا جاویگا بخلاف امام محمد کے قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے
دو غلاموں کو کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا
تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اس واسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء
اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہو گئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ قتل کیا ہو اور دونوں کی
قیمت برابر ہو اسوجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان
اظہار ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر
الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب
ہوگی کذا فی الزیلعی هم قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور
ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقا رجل عینی عبد خیر مولاہ ان شاء دفع مولاہ عبدہ المفقو
لا عینا واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک مرد
غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا اندھا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور اس سے نقصان اٹھایا اور صاحبین نے کہا کہ مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دفع اپنے
پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیام قیمتہما مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے
کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم
مقام ہے انکی مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے مقتول کا فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ
اخری یشارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شیء علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت
دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر
کی تمام جنایات میں سوا ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنے بحکومت قاضی
ولو دفع القیمۃ بلا قضاء اتبع الولی بالجنایۃ الثانیۃ السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر
مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت ادا کی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کریگا مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک
پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا ہے اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں او اتبع الولی الجنایۃ
الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنے نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اسکا استحقاق ناحق لیا ولا شیء علی المولی اور قیمت
سے کہا کہ قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ
قبل العتق او لا لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعددہ
صادر ہوئے تو سوا ایک قیمت کے کچھ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام
کی ذات سے متعلق نہیں تا مالک آزاد کرنے سے انکے حق کا ضایع کرنے والا ٹھہرے وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں
یعنے مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ
یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے
مولیٰ کے ضرر پر بر خلاف اسکے جبکہ اسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطاء فمات لم تسقط
قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مرگیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاہ خطاء سعی فی قیمتہ اور اگر
مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنے محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعی
فی قیمتہ ثم قتلہ دُرر اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اسکو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کروا دے اسکی قیمت

حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ یہ فصل مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ فغصبہ
رجل ومن سرایتہ فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی
زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وہو فی ید غاصب فمات منہ برئ الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا
اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے
بسبب ہوجانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہرجاویگا غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مواخذ بافعالہ

لا باً قوالہ الا بعد عتقہ غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اُسکے قبضہ مین مرگیا سو وہ تاوان دیگا اُسکی قیمت کا اسواسطے
کہ غیر ماذون اپنے افعال مین ماخوذ ہوتا اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال مین بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فجنی عند سیدہ اخرے
ضمن السید قیمتہ لہما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اُسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت
کی تو مالک اُسکی قیمت کا تاوان دے دونون مقتولون کے وارثون کو نصفا نصف یعنے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے
وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاولی لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک اُس
کی نصف قیمت پھیر لے غاصب سے اور موسلے وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب ہوا تھا اس حال مین کہ مزاحم موجود تھا
طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم
اور منازع اُسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اسکو لیگا
تاکہ اسکا حق پورا ہو جاوے انتہے تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنے مقتول
اول کے وارث کا حق اُسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اُسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولی بہ علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر
دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیر لے اسواسطے کہ ولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس تھا وبعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ
لا یرجع المولی علی الغاصب ثانیا لان الجنایۃ الاولے کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی
غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی
الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونون صورتون مین یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوا اسکے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنے جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
مدبر جنی عند غاصبہ فرد فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا
ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولی ورجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اُسنے مالک کو
پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اُسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اُسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوگی اور
مالک قیمت پھیر لے غاصب سے اسلیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور موسلے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار
دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے پھیر لے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتون مین مدبر کے مانند ہے غصب صبیا حرا
لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات فی یدہ فجاۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کر سکتا
غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے
لم یضمن غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہین اسلیے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن ہو
مختلف باختلاف الاماکن نہین ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا لتسببہ بنقلہ لمکان الصواعق والحیات
حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسبیبا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ
کے کاٹنے سے تو اسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب باعث ہے بجلیون یا سانپون کے مکان کی طرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو
اُس مکان مین لے گیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتے ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی الہدایہ

دخیرہا فات وبقی الوصل الی الکبیر فہذا الالکن تعدیا ان مقیدا ولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ بتقصیرہ ومحکم صغیر کبیر
مقید ہے۔ نہایہ میں کہتا ہوں باقی رہگئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لیگیا زبردستی اگر مقید کرکے اسطرح لیگیا کہ اسکو بچنا اُسے
ممکن نہیں تو قاتل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اسکا مانع نہو اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر
مقید کے مانند ہے بقیہ مذکور ہے کذا فی النہایہ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ فلیس الغاصب حتی یجیء بہ او یعلم موتہ خانیہ کما لو خدع امرأۃ رجل یا حتی وقدمت
الغیر تنہا فاتہ تحبس حتی یردہا او تموت خلاصہ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اُسکو لے آوے یا اسکی
موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخانیہ چنانچہ اگر ایک ساده کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین میں جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو
وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اسکو پھیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنی اسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصہ اہ منحہ تا ختن صبیا فقطع الختان لکہ
فقطع حشفتہ ومات التعیین فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان
الاجیر وفی معایات الوہبانیۃ مسئلۃ ومن ذالذی ان مات یجب فانہ علیہ اذا مات بالموت نصف ختنہ کرنیوالے کو حکم کیا اگر صغیر کا ختنہ کرے سو اسنے ختنہ کیا
تو اسکی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ ضمان اجیر کے
باب میں سابق مذکور ہو چکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون ہے کہ اگر اسکا مجنی مر جاوے تو اسپر وہ واجب ہے جو نہ مرنے سے اسکا واجب ہو
موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے کمن حمل صبیا
علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن یستمسک فمات کان علی عاقلتہ من حملہ ای دیۃ الصبی کان الصبی ممن یرکب مثلہ اولا
کما فی الخانیہ مانند اس شخص کے جسنے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ یہ سیکھے واسطے سو صغیر گرپڑا اور تھنے جانور کو یا نکا نہ تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانیوالے کی
عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہوگی خواہ وہ ایسی عمر کا لڑکا ہو کہ سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ میں ہے کصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد ای المودع
ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ خانیہ اس صغیر کے جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا اسنے اسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا
ضامن ہوگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے
پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدون اسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھالیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام
پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبدا محجورا مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس
مال ودیعت رکھا گیا سو اسنے اسکو تلف کیا تو اسکا تاوان دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا الخلاف لو اعیر او اقترضا
اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا ہم یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر بلا اذن پر ضمان نہیں بالغ
ہونیکے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الملتقی ولو کان باذن اودعا فی الحال ضمن بالاجماع اور اگر عاریت
یا قرض اذن سے ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مالا لغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو
اسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فیضمن بالاجماع وتمامہ فی الاختیار والشرنبلالیہ عن الحلبی ومسکین علی خلاف ما فی
الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور اس صورت میں ہے کہ صغیر عاقل و فہمیدہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اسپر ضمان لازم نہیں بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ میں
شلبی اور مسکین سے منقول ہے برخلاف ملتقی اور ہدایہ و زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں
اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

ذبح ہوا کہ قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اسکا خون بہا ادا کرو تو دو دیت سے ادا کرتے ہیں ہم لوگوں نے نامُوس یعنے وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی عینی نے شرح
ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے جو ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بضعف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود
ہے صحیح مسلم میں تو یونہا ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں بھی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہم پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی
کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی انتہی ثم قضی علی اہلہا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعوی بقتل عمد
وان وقعت الدعوی بخطاء فعلی عاقلتہم ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی
ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین کذا فی الشرنبلالیۃ پھر اہل محلہ
کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی
واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عاقلہ یعنے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ و خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ
ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگاروں پر دیت ہے یعنے تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاویگی کذا فی الشرنبلالیۃ ولو لم
یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہوا تو مکرر قسم لیجاوے گی تاکہ پچاس قسمیں پوری ہوجاویں
وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاویگی ومن نکل منہم حبس حتی
یحلف علی الوجہ المذکور ہذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص ان میں سے
قسم نہ کھاوے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ قسم کھاوے اسطرح جو بیان مذکور ہو چکا یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں انکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا
اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ
اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ
سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامراۃ وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر اسواسطے کہ صغیر اور مجنون تو قسم کے
لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل اذ القتیل عرفا
ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانما ہذا حتف انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلیے
کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مر گیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے بندہ کے فعل
کے او یسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک
یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے بخلاف کان اور آنکھ کے او نصفہ ای ولا
قسامۃ فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من النصف ولو معہ الراس للامر بالشک فی نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑا گیا یا
نصف سے کمتر میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ یعنے مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی رقبتہ ای المیت حیۃ
ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب مر گیا ہے کذا فی البزازیۃ
وفی الخلاصۃ کالکبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ وفی الظہیریۃ بخلافہ اور جسکی پیدائش پوری ہوچکی ہو بڑے آدمی کے برابر ہے یعنے تمام
بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے مخالف ہے یعنے اسمیں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم
کان ابراء منہم لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ انکی طرف سے ابراء ہے محلے والوں کے واسطے

اور قسامہ اُنکے دیتے ساقط ہوگیا فان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعویٰ کیا
تو انسے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ہم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ
معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا
یا سوار ہے تو اسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اُسکے قبض اور تصرف میں ہے تو گویا اُسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا
سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن مالکا لہا لانہا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا
علی السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں جمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ
جانور انکا مملوک نہ ہو اسلئے کہ انکے قبض و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر جیسے گھر کا مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے
کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل
المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہ ہو تو دیت اور قسامہ اُن محلے والوں پر ہے جنکے محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ
علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد لی احدہما
اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گانوں میں یا دو قوم کے
درمیان تو جو انمیں نزدیک تر ہوگا اُسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اُس مقتول میں جو دو گانوں
کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانوں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا
اور اگر دونوں گانوں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ہم قرب کا اعتبار اُسوقت
ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں یوں صحیح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانوں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے
گانوں کے گھروں سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہیں تو نزدیک تر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں
زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منہم کذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی اتفاقا
الا ان لا یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو
اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے
کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ ساعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ہم طحطاوی نے
کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبًا مقتول کی آواز بھی گانوں تک پہونچے گی والا بان کان
فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ
اسکی آواز نہیں سنائی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ہم یعنی قسامہ اور
دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھوں نے مدد نہ کی تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا
کہ اسکی آواز گانوں تک نہیں پہونچ سکتی تو وہ عدم نصرت میں معذور ہیں تو انکی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا وہذا ای ہذا الحال المکان الذی وجد فیہ القتیل
فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا
للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مالک فیہ لاحد ولا ید اور ...

اس مکان کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اُنکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی اُنکے مددگارون پر اور اسی طرح اگر وہ مکان
معین لوگون پر وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامہ ہے اور دیت انکے مددگارون پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنے تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین وہبانیہ
اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین اور درر وغیرہ کی پیروی سے تو اسوقت قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اس
مکان مباح مین پایا جاوے جسمین کسی کی ملک ہو نہ قبضہ اور [illegible] محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول بیابان مین ہو تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک
اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اہل شہر پر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ
ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اسکی بیت المال سے دیجاوے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اسکا خون رائگان ہے اور اسی طرح کا حکم ہے
اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اسکی قرب مین آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن الملتقی والاعتبار فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہے
تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید تصرف خاص لو لجماعۃ معینین فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد منہم
اور ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوئے یہی ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا
کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن ینبغی وجوبہا فی بیت المال فقال الحکم وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کرو طحطاوی نے
کہا اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المستحقۃ فاما الاراضی التی لہا مالک اخذ منہ
ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی یعنی مراد یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا قبضہ
مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اُنکو چھین لیا ہے تو لائق یہ ہے کہ انکے اندر مقتول کا خون رائیگان ہو اسواسطے کہ غاصب
پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان میاہا الکبر فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ
فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہم الغوث کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضہ
مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اسواسطے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اس طرح پر ہو کہ وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ
اور محیط سرخسی سے نقل کیا ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی
وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ
لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہا لاربابہا
اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین مین جو ایک گاؤن کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اس گاؤن کا رہنے والا نہین ہو تو دیت
اسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی فی الولوالجیہ مین کہتا ہون تو یہ روایت صریح ہے اس مین کہ قرب مکان اسی
صورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اُنکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہ مسائل متن
مین آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا وغیبا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رحمہ اللہ تعالی اور اگر
مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اسپر قسامہ ہے اور اگر اُسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے بخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی
والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہ لہ بالحجۃ کما سیجیء وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ گھر اسکا ہے اور اسکے
مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اُسکے مددگار نہین ہین تو اُسی آدمی پر دیت واجب ہے اور حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار وہی الدیۃ والقسامۃ علی
اہل الخطۃ الذین خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط لکھکر ملکیت کا سند ا

فتح اسلام میں اگرچہ انمیں سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو هم خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے زمین کے جبکہ امام نے
شہر فتح کیا اور انکو زمینوں میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا تاکہ انکے حصے جدے جدے ہوجاویں کذا فی العینی دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف کلہم مشترکون
نہ وہاں کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع
پھر اگر وہاں کے سب مالکوں نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعضہم اکثر
نصیبا کان علی عدد الرؤس کالشفعة اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر
ہو شفعہ کے مانند هم مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہے اور دوسرے کا دسواں اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت انکے عاقلہ پر تینوں پر برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور
کثیر مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہیں کذا فی العینی والزیلعی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلة البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور ابھی خریدار
مشتری کے قبضہ میں نہیں آیا کہ اسمیں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلة ذی الید خیار لهما او لاحدهما
خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے هم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلة حتی یشهد الشهود انها
اے للدار التی فیہا القتیل لذی الید وہو القتیل کما سیجی اور عاقلہ یعنے مددگاروں پر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی ندیں اسکی کہ جس گھر میں مقتول
ہو وہ قابض یعنے صرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنے اگر ذو الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک گواہوں
سے ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان ہو لم تدع عاقلة ولا نفسه درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبضہ از تصرف بدون شہادت
کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کبھی مقتول فی الدار کی دیت ندیگا اور نہ قابض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر حملا
بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثة للورثة صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے علت بیان کرکے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر وارثوں کے واسطے
ممکن نہیں هم مقتول کا گھر تو روز قتل کی حالت میں وارثوں کا مالک ہو گیا اور وارثوں کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تا وارثوں پر
تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہو اور وارثوں کو ملی تو گویا وارثوں کا ضرر ہوا وارثوں کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے
یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا مذہب یہ ہے کہ وارثوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ مسئلہ
متن اور شرح میں آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثة یخلفونہ فیکون الایجاب علی الورثة للمیت لا للورثة کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے
ہیں تو ایجاب دیت کا وارثوں پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثوں کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت
وقد یقال لما کان ہو لا یدی لنفسه فغیرہ بالاولی لقوة الشبهة تامل میں کہتا ہوں جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے
سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کرو وان وجد فی الفلک فالقسامة والدیة علی
من فیہا من الرکاب والملاحین اتفاقا لانہ فی ایدیہم کالدابة اور اگر مقتول پایا گیا ناو میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہے جو ناو کے اندر
سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی انکے قبضہ میں جانور کے مانند ہے هم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناو کے کھینچنے والے سب
برابر ہیں وکذا العجلة حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنے اسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سواروں پر ہے وفی
مسجد محلة وشارعها الخاص باهلها لما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اهلها اور اگر مقتول پایا گیا
محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمیں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ
ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے

ہم مالاخسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین جیسا کہ شارح سمجھا ہی اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنے راہ کی دو قسمین بیان کین اسطرح کہ راہ دو قسم ہی ایک تو شارع
محلہ جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور کاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آ جاتے ہون اور دوسرا شارع عام جسمین جمیع طوائف برابر ہون جیسے بازارون کی
راہین اور خارج شہر کی راہین انتہے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہی ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہی کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز
ہو شارع عام سے یعنے شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز
پڑھتے ہون تو وہان قسامة اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہی اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہی کذا فی الطحطاوی و سوق مملوک
علی المالک وعند ابی یوسف علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اسکے مالکون پر قسامة اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون
پر واجب ہی کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامة المسلمین لا لواحد
منہم ولا لجماعة یحصون لا قسامة ولا دیة علی احد ابن کمال وانما الدیة فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک
مین اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ مین اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہو نہ ایک مسلمان کا
مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامة نہین اور نہ کسی پر دیت ہی کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہی اسواسطے کہ
تاوان بمقابلہ منفعت کے ہو یعنے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور قید اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی انہی پر ہوگا یعنے مقتول کی دیت بیت المال کی
سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہی عینی نے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہی تو سب مسلمان اسمین شریک ہین
سو خدا کی لعنت ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیة فیما ذکر علی بیت المال
ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیة والقسامة لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلة فتکون القسامة
والدیة علی اہل المحلة پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہی تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہی اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہی کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون انسے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامہ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہی تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی
اور اسی طرح کا حکم ہی بازار بعید مین جبکہ لوگ اسمین رات کو رہتے ہون یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہین او کان لاحد فیہا دار او حانوت تکون القسامة والدیة علیہ
لانہ یلزمہ صیانة ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی العنایة معزیا للنہایة قلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود
مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خالف المتون لانہ صرح بہ فی غالب الفتاوی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید مین گھر ہو
یا دوکان تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہی اسواسطے کہ اسکو حفاظت اس مکان کی لازم ہی تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اسپر تقصیر کا
موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہی نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات
پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف فتویٰ دیا ہی مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے
وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وکذا لو وجد فی
بریة او فی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لاختباسا کما سیجئ اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاثہ مائہ فی دار الاسلام تجب الدیة
فی بیت المال لانہ فی ایدی المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگان ہی اگر مقتول پایا جاوے جنگل مین اور دریاے فرات کے
درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لا اسکی محبس شدہ نعش چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگان ہوا کہ وہان کسی کا تصرف نہین

اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضے مین ہے کذا
ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یستحق
بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب
ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحطاوی
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر وجنی او وکانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب
علی المالک او ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ یعنی اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور
اگر آویگا یا جنگل قریب ہوگا گاؤن سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت
واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل ہوا
اکثر شانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی
علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض
والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب مکان
ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف
نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا
چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی
علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ویبرئ اہل المحلۃ لان قولہ
حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم جھگڑی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی
انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم
پر تا وقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے
کہ وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت
ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم کہانا ہے اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے
کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح
نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما وبقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے
حق مین باطل ہے بخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے یعنے ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ
محلے والون کے سواے اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو گواہی باطل ہے امام کے نزدیک
تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم
ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہان تک کہ مرگیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے بخلاف

ابو یوسف رح کے کہ قسامہ اور دیت نہیں ولو جرح رجل وبہ رمق فحملہ آخر الی اہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفۃ رح
یضمن اور اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہو جسکی زندگی کی رمق باقی ہو سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہاں ایک مدت رہا پھر مر گیا تو اٹھانیوالا ضامن
نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلے میں
موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسہ فیتہم عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد
اور جس گھر میں تیسرا شخص نہ ہو دو فرد ہوں میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو
آپ قتل نہیں کرتا ہے خلاف محمد رح کے یعنے انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ لامرأۃ کرر الحلف علیہا و
تدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے
مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں عنصر کے تتمہ
اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ
فی ہذہ المسئلۃ کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی
اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں کہا
کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی ولو وجد قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ
علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لا شیء فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو وتبعہ المصنف لکن رجح صدر الشریعۃ وتبعہما
المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اسکے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین رح اور زفر کے نزدیک مقتول کو
میں کچھ نہیں ہے اور اسی پر عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اس قول کا تابع ہو کر جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو و
اور صدر الشریعۃ دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا وله ان القسامۃ
انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان
ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے
عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی یقضی
منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ یوں
نہ کہا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے
کے واسطے اسلیے کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاویگا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا اینکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتیں اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو
قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تحذیرا رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او دار
کذلک ای موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انھیں لوگوں پر ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفة على المسجد فهو كما لو وجد فيه اي في المسجد زيلعي و درر و سراجيه وغيرها وقد قدمنا اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا مین ہی اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کردیا ہی ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہی اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہی قلت والتقييد بكون الارباب الموقوف عليهم معلومين ليخرج غير المعلومين كما لو كان
وقفا على الفقراء والمساكين فان الظاهر ان الدية تكون في بيت المال لانه حينئذ تكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمين فاشبه الجامع
ت الامصنف سمجھا مین کہتا ہون اور موقوف علیہم لوگون مین معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تا کہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہی نکلجاوے چنانچہ فقیرون
اور غیرمعین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہی کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیا کے
جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہین تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہی
مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے نہ روایت کے طریق سے ولو وجد في معسكر في فلاة غير مملوكة ففي الخيمة والفسطاط على من يسكنها
اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکرگاہ مین جو بیابان غیر مملوک مین واقع ہی تو اگر خیمہ اور پال مین مقتول ہی تو اُسکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہی وفي خارجها
اي الخيمة والفسطاط ان كانوا اي ساكنوا خارجها قبائل فعلى قبيلة وجد القتيل فيها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے
قوم قوم ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہی ولو بين القبيلتين كان حكمه كما مر بين القريتين اور اگر دو قوم کے
درمیان پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہی جیسا درمیان دو گانون کا حکم مذکور ہو چکا یعنے جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہی اور اگر دونون
برابر ہین تو دونون پر واجب ہی ولو نزلوا جملة مختلطين فعلى كل العسكر اور اگر لشکری لوگ رلے ملے مختلط اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہی ولو كانوا
قد قاتلوا عدوا فلا قسامة ولا دية ملتقى اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہی نہ دیت کذا فی الملتقی ولو كانت
الارض التي نزل فيها العسكر مملوكة فعلى المالك بالاجماع لانهم سكان ولا يزاحمون المالك في القسامة والدية درر لكن في الملتقى خلافا
لابي يوسف فتنبه اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہی بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے
ساکن ہین مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فی الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہی تو آگاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ
کہنا صحیح نہین فتنبہ ولو وجد في قرية لايتام لم يكن على الايتام قسامة وهي على عاقلتهم لانهم ليسوا من اهل اليمين اور ملتقی مین ہی کہ اگر
مقتول پایا گیا یتیمون کے گانون مین تو یتیمون پر قسامہ نہین اور وہ یعنے قسامہ ہی انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان كان فيهم مدرك
فعليه لانه من اهل اليمين ولوالجية اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہی اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہی کذا فی الولوالجی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے لو وجد في دار صبي او معتوه فعلى عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہی ولو في دار ذمي حلف
خمسين يمينا ويدي من ماله ولو قتيلا فعلى عاقلتها اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیون کے
عاقلہ ہوتے ہون تو دونون یعنے یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یون قسم کھاوے (کہ اُس خدا کی قسم ہی جسنے توریت اتاری) مین نے اسکو
نہین مارا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون اور نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل في محلة فاصابه سهم او حجر ولم يدر من اين
او مات منه فعلى اهل المحلة القسامة والدية سراجيه اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہین کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ
سے مر گیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کذا فی السراجیہ وفي الخانية وجد بهيمة او دابة مقتولة فلا شيء فيها اور خانیہ مین ہی کہ چوپایا پایا جاوے مقتول
پایا تو اسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین وان وجد مكاتب او مدبر او ام ولد قتيلا في محلة فالقسامة والقيمة على

ہو والعلم سے ثلث ہیں اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایے محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاہ فہدر الا مدیونا فیقیمتہ علی مولاہ لغرمائہ حالۃ والا مکاتبا فقیمتہ علی مولاہ مؤجلۃ اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اسکے قرض دینے والوں کے لیے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ہم مکاتب کی قیمت بدل کتابت ادا کیا جاسے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جاسے اور جو بدل کتابت وغیرہ باقی رہے وہ اسکے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریہ ولو وجد المولی قتیلا فی دار ماذونہ مدیونا او لا فعلیہ عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امہ او امرأتہ فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے شوہر کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں جمع معقلۃ بفتح قلوں وضم قاف و سیف معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم و سکون عین وضم قاف بمعنی دیت کے جیسے کہ مکرمۃ بضم راء جمع مکارم ہے وہی الدیۃ و تسمی عقلا لانہا تعقل ای تمسک الدماء من ان تسفک ای تراق ومنہ العقل لانہ یمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے یعنی بہانے سے اور اسی سے ہے عقل یعنی خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے مگر یہاں معاقل سے دیت مراد نہیں حالانکہ کتاب الدیات میں مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ انکا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہے اور ان کو عاقلہ کہتے ہیں تو چاہیے کہ کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا تھا چنانچہ صاحب ہدایہ نے کتاب العواقل کہا ہے بعنوان اسکا یوں جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف مقدر ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلۃ اہل الدیوان وہم العسکر و عند الشافعی اہل العشیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنی جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں اہل دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا شش ماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم ہے تو باطل اور رائگاں نہیں ہو سکتی اور قاتل خطا پر دیت واجب ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا سے حرج مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجیے تو وہ شکستہ و نابود ہو جاسے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ یہی تو سبب ہیں اسکی بیباکی اور نڈری کے تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا سبب احتیاطی سے تو انہیں پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا یعنی شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا انہوں نے وجہ بیان اہل نسب پر دیت نہیں اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے یعنی ہم اہل لشکر عاقلہ ہیں اسکے جو انہیں سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے ہر قاتل کے یعنی جن سپاہی اور حرب پیشوں میں قاتل ہو گا انہیں پر دیت واجب

ہوگی فتجب علیہم کل الدیۃ وجبت بنفس القتل نحو ان الاب ابنہ عمدا فانہ یقضی بالدیۃ في مالہ فی ثلث سنین کذا فی الاختیار شرح المختار و ما کان من الدیات اہل اللشکر پر واجب ہوگی
ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہو نفس قتل کی دیت سے وہ قتل نکلا جو منقلب بمال ہوگیا صلح کے سبب سے یا شبہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے
کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہو جیسا کہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ہم نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجرٰی خطا میں جنانچہ
اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہوچکی فتؤخذ من عطایاہم او من ارزاقہم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال
بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل لصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت لیجائیگی اہل لشکر کے
عطاء سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ اور عطا
وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق سالانہ بقدر حاجت کے نہیں بلکہ اسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء
وکذا ما یجب فی مال القاتل عمدا ان قتل الاب ابنہ یجب فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی یجب اہل لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجائیگی تین سال میں
قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہو قاتل
کے مال میں مثلاً یہ کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ثم عطا قضا کے بعد تین سال میں
سے دیت لیجاویگی اور اگر تین برس کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکر ہونی کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا
تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی الطحاوی فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث سنین او اقل توخذ منہ بحصول المقصود کیونکہ
اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لیجاویگی عطا حاصل ہونے کے سبب سے یعنی اگر تین سال آیندہ کی عطا ایک ہی سال میں نکلے تو تمام
دیت اس سے لیجاویگی کذا فی الذخیرہ اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اس سے لیا جاوے تو انکو
تکلیف و حرج ہوگا بخلاف عطا کے کذا فی المحیط وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر ہو بہم البصائر اور اگر قاتل لشکری
نہیں ہو تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر ثم قبیلہ وعشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ
سے یعنی باپ یا بیٹے کی سمت کے خاندانی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اس طرح پر ہوں کہ جب انمیں سے
کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مددگاری کے واسطے متفق ہوجاتے ہوں تو وہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں یعنی لشکر والے
اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولی ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہو کہ نہ اسکا دیوان ہو نہ برادری
نہ کوئی مددگار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہو یا خود اسکے مال میں کذا فی الطحاوی فی مختصر التصرف وتقسم الدیۃ علیہم فی
ثلث سنین ثم السنین بمعنی العطیات کذا فی خلیجنۃ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین بمعنی عطیات کے ہے کذا فی القنیۃ
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مضمون مذکور ہوگیا لا یوخذ فی
کل سنۃ الا درہم او درہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاوے دیت ہر سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم
اور تہائی درہم کی اور زیادہ نہ لیا جائیگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درہم سے بنابر صحیح تر قول کے ہم اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو ہونگے تین سال میں
تین درہم ہوئے اور اگر ایک درہم اور تہائی درہم کی لیگئی تو چار درہم ہوئے طحاوی نے کہا یہ قول صحیح تر ہے کیونکہ منصوص ہے اور غیر صحیح قدوری کی روایت ہے کہ ہر
سال میں ہر شخص سے چار درہموں سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیہا اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی سعدی ہرا و قبیلہ کے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش کرے تو انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہو نسب کی

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام ہو یا کافر ہونے کے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو فتاوی
مین شرح بیان کیا ہے و لا عاقلۃ للعجم و بہ جزم فی الدرر و قال المصنف لانہم تناصرہم بالمہیون کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والون کا عاقلہ نہین اسی پر
یقین کیا ہے درر مین یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین انکی عدم تناصر کے سبب سے و قیل لہم عواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین
والسراجین فاہل حرفۃ القاتل وجمعہم عاقلتہ وکذا کلما طلبۃ العلم قلت و یبتغی المحلہ فی دیگر خانیہ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کے واسطے بھی عاقلہ ثابت
ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اُسکے عاقلہ ہین اور اسی طرح
طالب علم باہم گر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی النہایۃ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا
الباب و معنی التناصر اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایتہ و تمامہ فی المجتبی یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ مین تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اُسکے ساتھ اُٹھ کھڑے ہون اسکی کاربرآری مین یعنی اسکو بچا لیوین اسکی تکلیف ٹال دین
اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہے و فی تنویر البصائر معزیا للمحیط و الحاوی ان التناصر بینہم بالحرفۃ فہم عاقلتہ الخ فلیحفظ و اقرہ القہستانی اور تنویر البصائر
مین محیط سے منقول ہے اور حاوی مین ہے کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین پیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی
نے ثابت رکھا ہے لکن حسب تحریر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبۃ الحسد و البغض و تمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی
نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہو ہم یہ وہی قول ہے
جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت و حیث لا قبیلۃ و لا تناصر فالدیۃ فی مالہ و بیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری آزاد
نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہے یا بیت المال مین ہے وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایہ مین ہے اور وجوب مال قاتل کے مال مین روایت
شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اُسکے عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے
تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعا عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کو آخر کتاب
مین لائے قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور وصی ہر کو یعنی جس چیز کی وصیت کیجاے اسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے
سے تاکہ غیر اُسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مر وہ مثلا زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ
موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ والایصاء یقال اوصی لہ فلان اے جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجی فی باب مستقل واوصی
لفلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی لہ فلان یعنی اسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصاء سے اور
وصی کے مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنی اسکو مالک کیا بطریق وصیت کے طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان مین تابع ہے صاحب درر کا
فیہ نظر ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اُسوقت مین یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے
مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کسی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجی مین کہتا ہون
تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاوے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنے بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہی ہم بعضون نے کہا اقرار دین عبارت ہی اظہار ما فی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہوا اور
احسان کی کچھ حاجت نہین ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالے فتامله اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالے کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر ہم کہتے اب یہ
سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہی کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہی بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب
ہی پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہان اسواسطے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہی اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ
کیا یعنے وجوب حق اللہ سبب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند نہوا کذا فی الحلبی وہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ
بالزکوۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ لاہل الفسق والا مستحبۃ اور بنا بر اسی کلام کے جو مجتبی مین ہی
وصیت چار قسم ہی واجب ہی وصیت واسطے زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جسکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کے واسطے اور
مکروہ ہی فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہی ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہی تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا
اور مجتبی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبی کا ترجمہ یہ ہی کہ وصیت چار قسم ہی واجب ہی چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہی جیسے
کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور اسکے مانند کی وصیت اور مباح ہی جیسے اغنیاء احباب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہی جیسے اہل فسوق اور معاصی
کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب
نہین اسواسطے کہ سورہ بقر کی آیت سورہ نساء کی آیت سے منسوخ ہی ہم سورہ بقر کی یہ آیت ہی کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والون
کے واسطے اور سورہ نساء کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہی جو ناسخ ہی سورہ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا
اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورہ بقر کی آیت منسوخ ہی اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی ازانجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ مین مروی ہی کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالے نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہی اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور
سے نسخ کتاب جائز ہی ہمارے نزدیک اور حجت ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے قائل نہین کذا فی العینی شرح الہدایہ انتہی ملخصا وسببہا سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہی جو تبرعات یعنے عبادات غیر واجبہ کا سبب ہی ہم حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہی جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہی یعنے جو اعمال فوت
ہوگئے ہین انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہے تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہی کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے
بعد تلافی تقصیر اور اصلاح زاد کی معرفت ہی اور مظالم وحقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے
موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین تاکید فرمایا ہی آیۃ المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا
کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سر کے پاس ہو انتہی
حموی نے قاضی خان سے مسئلہ نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہی شیخین نے کہا
کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہی اور اگر اولاد کبار ہی اور مال تھوڑا ہی امام نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہی اور
وارث غنی ہین تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین

پڑوسیوں کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی وشرائطها کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضافه لعتقه کما سیجی اور
وصیت کی شرطوں میں سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کی طرف نسبت
کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقه بالدین لتقدمه علی الوصیة کما سیجی اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا
وکون الموصی له حیا وقتها تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی له فافهمه فان به یسقط ایراد الشرنبلالیه اور موصی له جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے
وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی له کو حیات تقدیری شامل ہے سو اسکو سمجھ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے صاحب درر نے
کہا کہ موصی له کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے یہ اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے وکونه غیر وارث وقت الموت اور موصی له کا موت کے وقت وارث نہ ہونا شرط ہے یعنے موصی له موصی کا وارث نہو
موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور
حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنے اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اُسنے
اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی له وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتل اور
موصی له کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اُسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اُسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہرصورت وصیت باطل ہے کذا فی
الزیلعی ولم یشترط کونه معلوما قلت نعم کما ذکره ابن سلطان وغیره فی الباب الآتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی له کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں اسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے باب آئندہ میں ہم موصی له کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا و مساکین کذا فی الطحطاوی وکون الموصی به قابلا للتملیک
بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی به کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے
قابل ہو تملیک کے واسطے کسی عقد کے عقدوں سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا معدوم ہم معدوم ہو یعنے علی خطر الوجود جیسے باغ کے پھلوں کی
وصیت کرنا فلانے شخص کیواسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اُسنے مال پیدا کیا تو موصی له ثلث مال کا مستحق ہوگا اُسکی
موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی به بمقدار ثلث مال کے ہو طحطاوی نے کہا یہ لزوم وصیت
کی شرط ہے درر کنها قوله اوصیت بکذا لفلان وما یجری مجراه من الالفاظ المستعملة فیها اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے وصیت کی اس چیز کی
فلانے شخص کے واسطے اور جو اُسکے قائم مقام ہو اُن الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں ہم چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے
ٹھہرایا وفی البدائع رکنها الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہے ہم
غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک متعلق بموت ہے
تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہیں اسواسطے کہ قبول نہیں ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی طحطاوی قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالة بان یموت
الموصی له بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجی میں کہتا ہوں اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی له مرجاوے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی له کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی له کا وارث اور قبول بالفعل مثل قبول بالقول
کے برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اُسکے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اُسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریه عن محیط السرخسی وحکمها کون
الموصی به ملکا جدیدا للموصی له کما فی الهبة فیلزمه استبراء الجاریة الموصی بها اور حکم یعنے اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی به کا ملک جدید موصی له
کی چنانچہ ہبہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب له کی تو موصی له کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع

وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے بصورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نہ کرین عدم مانع وصیت جیسے
قتل یا مستغرق دین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور کی دلیل سے یعنی حق تعالے نے تمھارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمھاری آخر عمرون مین کہ تمھارے
اعمال زیادہ ہون لا لزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیٰوتہ اصلا بل بعد وفاتہ وہم کبار نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ
وصیت کرنا مگر اس صورت مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ
اسکی وفات کے بعد معتبر ہے حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہین اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت
سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہو تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز
نہین سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے
تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون
فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت
لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے کہ مریض کے
اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص
کے واسطے اور حالانکہ وہ اسکا وارث نہین تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اسکے اسکا وارث ہوجاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہوجاوے نئے سبب
کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اس
بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مرگیا کذا فی الطحاوی وندبت بالاقل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم
بحصصہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثون کی توانگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے
انکو استغنا حاصل ہوا ہو کذا [illegible] کما یندب ترکہا بلا احدہما [illegible] اور استغنا [illegible] وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون
توانگری یا استغناء ورثہ کے یعنی جبکہ وارث خود مالدار ہون نہ میراث کے حصون سے انکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے
کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے یعنی جب وارث محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات
کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابتدار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری
سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی البرہان یعنی بہتر صدقہ اس قرابتدار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے [illegible] مین طحطاوی
مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر وارث
دس ہزار درہم کی میراث پاوے وتؤخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنی ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے
بسبب مقدم ہونے حق العبد کے لتقدم حق العبد علی حق الشرع یعنی مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط
ہوجاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم
المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے یعنی جبکہ
مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود در رمین ہے تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگئی والمملوک بثلث مالہ اتفاقا تکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث

فیہا والاسعی فی بقیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شئی فہولہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہو بالاتفاق اور یہ اسکی آزادی کی
وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام
کا ہو جائیگا اگر موصی کا مال درہم اور دینار ہو تو اگر تمام مال ۳۰۰ درہم ہو اور غلام کی قیمت سو درہم ہو تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اسکی قیمت ۱۲۰ درہم ہو تو ۲۰ درہم
کی کمائی کر کے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اسکی قیمت ۵۰ درہم ہو تو ۵۰ درہم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اسکی تفصیل
فتاوے عالمگیری میں مذکور ہے ویدفع الیہ ما بقی واہم مسئلہ لا تصح فی الاصح کما لا تصح بجزء من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کیواسطے دینار یا درہم
غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں ہوتی کہ اپنا اس مال سے ایک نفس کی درر میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کیواسطے
اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہوا اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درہم یا دینار
غیر معین کی وصیت کی تو امام فقیہ نے کہا کہ صحیح ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحطاوی نے لکھا دینار اور درہم میں درہم معین کی قید
اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تھی اور معین کی صورت میں اختلاف ہے وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ او
لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بالاتفاق نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے
وصحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہو حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہو چنانچہ مالک کا یوں
کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے اور حمل کے واسطے اسطرح وصیت ہو کہ مالک کہے کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر روپیوں کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم اعلم انما تصح ان ولد الحمل الاول لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا و
ستۃ اشہر او ما دونہا فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی
مدت سے کم میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کم مدت میں موت یا طلاق
سے کذا فی الطحطاوی مشروط ہے بدلیل ثابت ہونے اسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ
میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی بما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے
واسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہو تا اسپر خرچ کیا جائے تو صحیح ہو ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشر سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ
وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت
حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گاے کے واسطے
نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی
میں ہے منسوب باستیفاء من وقتہا ای وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں
اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار کر
وفی الکافی ما یفید انہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتدا اسکے
مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہو تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا
ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اسپر
کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ لہ

علی الجنین وللجنین فقط اگر پیٹ کے بچہ کا باپ اسکی طرف سے کچھ کرے بعوض اسکے جو بچے کے واسطے وصیت ہوئی تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت
ثابت نہیں ہے پیٹ کے بچہ پر کذا فی الولوالجیہ قلت وبہ علم جواب حادثة الفتوی وہی انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل بل لو ولد الحمل لا ولی ولا وصی علیہ
میں کہتا ہوں اور بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اسمیں جو حمل کے واسطے وقف
ہوا بلکہ فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی پیٹ کے بچہ کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اسپر ہے وصحت بالامة الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اسکے
حمل کے صحیح ہے یعنی اگر اوس نے کہا میں نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اسکے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ صحیح ہے لما التزمان کل ما صح
افرادہ بالعقد صح استثناءہ منہ والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ قاعدہ ہے جسکا ہم اصول میں التزام کیا ہے کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد میں
صحیح ہے تو اسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہیں اسکا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں درست ہے تو اسکا استثنا
بھی وصیت سے صحیح ہوگا وصح من المسلم للذمی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت
مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیل صحت اول کلام الہی ہے لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم یعنی
نہیں روکتا تمکو اللہ تعالی ان کافروں کے احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تمکو تمہارے گھروں سے اور صحت ثانی
کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح ممات میں
بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب میں اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان
ہے اور ہم ممنوع ہیں کفار مقاتلین کے احسان سے لقولہ تعالی (انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین) حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ
اللہ تعالی تمکو روکتا ہے ان کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن
کالذمی کما افادہ الاخ بحثا مصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے حلت وصیت میں چنانچہ
(اخی خسرو کما فی النسخ ١٢)
یہ فائدہ ملا خسرو نے درر میں بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر میں عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہے اور
سیر کبیر میں جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ احتراز ہے اس حربی سے جو دار الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی
مراد ہے سیر کبیر میں کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح
مذکور ہے کتب فقہ میں ملتقی وشرح الحاوی والزیلعی وغیرہا وسیجی متنا فی وصایا الذمی میں کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور
زیلعی وغیرہ نے اور آگے متن آویگا ذمی کی وصایا میں ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرة لا تسببا کما مر اور درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور
اپنے قاتل کے واسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قتل حقیقی نہیں ہم حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ
لا وصیة للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک میں کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل القتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازة
ورثتہ لقولہ علیہ الصلوة والسلام لا وصیة لوارث الا ان یجیزہا الورثة یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث وسنحققہ وارث کے واسطے وصیت درست
نہیں مگر موصی کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھیں
یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے
وہم کبار عقلاء فلم تجز اجازة صغیر ومجنون او وجود الا بکر اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہوں تو وارث صغیر او مجنون کی اجازت جائز نہوگی واجازة
المریض کابتداء وصیة اور وارث مریض کی اجازت ابتدا وصیت کے مانند ہے یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اسکو شفا ہوگئی

تو وصیت صحیح ہو گئی اور اگر مریض مر گیا اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت مریض کی جائز نہ ہو گی جبتک مریض کے اور
وارث اسکی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہو وارث نہیں تو اجازت جائز ہے اور ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض
ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصے کے وصیت جائز ہو گی
ولکون القاتل صبیا او مجنونا فتجوز بلا اجازۃ لانہما لیسا اہلا للعقوبۃ یا یہ کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے
کہ وہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں اولم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ ای سوی الموصی لہ القاتل او الوارث حتی لو اوصی لزوجتہ او ہی لہ ولم یکن
ثمہ وارث آخر صحت الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوائے اسکے کذا فی الخانیہ یعنے سوائے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی
زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہو گی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبی فلو اوصت لزوجہا بالنصف
کان لہ الکل یعنی مجتبی میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کو واسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہو گا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوائے زوج کے تو
نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف باقی بطریق میراث کے قلت وتقدم افادتہ بالرد علیہما [illegible] الاحتیاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل بہ الرد ثم وقد قدمناہ
فی الاقرار معزیا للاشباہ میں کہتا ہوں اور فقیہوں نے زوجین کی ہی اسواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث
ہو گا تمام مال کا میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو پیشتر ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں اشباہ کی طرف نسبت کر کے فی الخانیہ اوصی الرجل لزوجتہ
بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فاما ربعہما وہو سدس الکل ولو کان
لہا زوج فان لم تجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ او دفنا وسے فوائد میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد نے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا
سوائے اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کو واسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلیے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی
رہیں دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجائے زوج ہو اور وارث وصیت کرنیوالی کا سو اگر زوج نے
وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی
وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے انمیں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنے ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج
وصیت کے اور اگر زوج وارث ہے وصیت جائز نہ رکھی تو اسکی میراث تہائی ہے یعنے دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنے چار سہم کا ولا من صبی ممیز مطلقا ولو فی وجوہ
الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہیں اس صبی غیر ممیز سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام
میں انکے نزدیک صحیح ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فتجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر ممیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اسکی تجہیز اور دفن کے
امر میں تو وصیت استحساناً جائز ہے لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہو گی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور
دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہو گی اور اگر وصیت کی کہ
فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہو گی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی المجتبی وعلیہ یحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ
یافع یعنے المراہق اور اسی پر یعنے تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہے ہم یعنی فاروق رضی اللہ عنہ نے
جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا ہے تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقاً یا مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان وصلیۃ مات بعد الادراک
او اضافہ الی الادراک کقولہ اذا ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہیں
اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہے تو وہ

جائز نہوگی جنہیں کہ قصور ولایت کے سبب سے تو اسکا مالک نہوگا تنجیز کے طریق سے و تعلیق کے طریق سے بخلاف ابن آ سکو مالک نہیں ہے بخلاف غلام کے
چنانچہ مبسوط میں اپنے آیندہ قول میں اسکو ذکر کیا ہے والاصح عبد و مکاتب ان ترک الکاتب وفاء و قیل و نہ بصحیح فی صورۃ ترک الوفا و عدمہ
اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعض نے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک وصیت صحیح ہے درصورت
ترک کر دینا ادائے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافا کل منہما و عبارۃ الدرر اضافا ہا الی العتق فتصح لزوال المانع و ہو حق المولی مگر جبکہ
غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی یا نع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولے کا اور درر کی عبارت
یون ہے اضافاہا یعنے غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا ہو یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولے کے سبب سے جائز
نہتی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگی و لا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت
عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کالاخرس اور وصیت بند زبان والے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستگی زبان کی ممتد ہو گئی
یہانتک کہ اسکا اشارہ کرنا معلوم ہو گیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو گو تکلف سے کذا فی المحیط
درمین ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے بخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید و قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ
قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہو گیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے نہ بستہ زبان میں وقدر الامتداد بسنۃ و قیل اذا امتدت لہ تہ
جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ لکان کالاخرس قالوا و علیہ الفتوی و در و تجری فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا
اور بعضوں نے کہا جبکہ بستگی اسکی موت تک ممتد ہو گئی تو اسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہو گیا
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں و انما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور
وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے فلم تو اگر موصی کی موت کے بعد
موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہیگی اسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک میں داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی
ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل قبولہا و ردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے و انما تملک
بالقبول الا اذا مات موصیۃ ثم ہو بلا قبول فہو انہ المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول
کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اسکا موصی مرے پھر موصی لہ مر جاوے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل
سے چنانچہ گذر گیا اور وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہو گئی کہ فسخ کی محتمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ
مر گیا تو اسکی ملک میں وصیت کا مال داخل ہو گیا چنانچہ اس بیع میں جسمیں مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر و کذا او اوصی
للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسی طرح اگر بچہ پیٹ کے واسطے وصیت کی تو وہ اسکے ملک میں داخل ہوگا بدون قبول
کے استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اس شخص کے جسکی ولایت ہو اسپر تاکہ وہ اسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہو گیا و لہ ای الموصی الرجوع عنہا بقول صریح
او فعل یقطع حق المالک عن بغصب بان یزیل اسمہ و اعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے
جو مالک کے حق کو قطع کر لیتا ہو مغصوب سے اسطرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ کپڑے کی
وصیت کی پھر اسکو قطع کیا اور سیا تو اب اسکا نام قبا اور قمیص ہو گیا او فعل یزید فی الموصی بہ یا یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء
فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا و ہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ کی

تسلیم کا مانع ہو بدون ہم اسکے جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ ملت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اُس گھر کے چونہ کاری کے اور اسکی
عمارت ڈھا دینے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہے تابع ہیں نہ اصل ہیں اور عطف علی بقول صرح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر بادونہ علیہ فہو اصل ثالث
فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر بیزیل ملکہ فانہ رجوع عما وملکہ ثانیا امر آخر کالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے
جو اسکے ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے
کہا قولہ وتصرف عطف ہے بقول صرح پر اور ابن کمال نے درر کا اتباع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہو کہ اسکے فعل
کے افادہ رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کر لے وکذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمیزہ اور اسی طرح رجوع ہے جب ایسی چیز
جسکو موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی البیع موصی وصیت سے
راجع نہوگا اُس کپڑے کو دھونے سے جسکی اُسنے وصیت کی اسلیے کہ یہ تصرف ہے تابع ہیں نہ اصل ہیں واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا
اور یہ معلوم کر کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا بجحودہا درر وکنز ووقایۃ وفی المجمع یفتی وشرحہ فی العینی ثم نقل
عن العیون ان الفتوی علی انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے
درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ
انکار رجوع ہے وصیت سے اور سراجیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہے
علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں بھی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمد نے اپنی کتابوں میں
لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اس وجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں
دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی وکذا لا یکون راجعا بقولہ کل
اوصیت بہا فحرام او ربا او اخرتہا اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ ربا ہے یا اُس وصیت میں تاخیر ڈالی
میں نے بخلاف قولہ ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک
شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں وبخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل
ذلک رجوع عن الاول وتکون للوارث بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کو دی
ہے یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارثوں کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ
اور اگر دوسرا فلاں شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے
ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلتا الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو
پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد
الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہے
اُس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلیے کہ ثابت ہو چکا ہے یہ کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث
یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت ہم وصیت تو اسوجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت

وارث ہو گئی نکاح سے اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت مین لیکن مرض کے
سبب سے وہ حکماً مضاف الی مابعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہو گیا ہی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہی تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف
الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا
اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہی ہم اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے
وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر نہین ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا وعبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت
الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی اُسکا اقرار اور اُسکی وصیت اور اُسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان
ہو گیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزندی کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا موجب ہی
ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ انہین موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ بلکہ بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت
موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہی تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہو گیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کلہ ان طال
وہو قرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ او مقعد
اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اُسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہو گئی ہو اور اُس مرض سے موت کا خوف نہو
اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک سال نہ گزرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اُسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاولہ ہین
قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہی جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا قرحہ ہی اور مقعد بضم میم وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو یا پاؤن کی بیماری سے
اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنی آدھا دھڑ حس وحرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ اُسکو
عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر اگر ایک برس سے پہلے مرا تو یہ مرض الموت ہی تو اُسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین
اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون مین خوف ہلاک ہونے کا نہ رہا بچ گیا تو اُسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہو گیا مفلوجون کے حکم مین رہا یہانتک کہ
علاج کے بھی لائق نرہا کذا فی الدرر وفی مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے
نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید مین کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ
اور قول مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا
قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر جمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور
نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اُسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال
تمام وصایا کی گنجایش نرکھتا ہو علم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اُس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اُس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل ایسا ہی کہا
ہی فقہا نے کذا فی الطحاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ
زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقۂ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقۂ فطر کا اور صدقۂ
فطر مقدم ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقۂ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام
الطحاوی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طحاوی سے
یون مروی ہی کہ ابتدا کیجاے کفارۂ قتل سے پھر کفارۂ ظہار سے پھر کفارۂ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقۂ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جاے خراج پر

وفی البزازیۃ مذہب ابی حنیفۃ اخرا ان الحج النفل افضل من الصدقۃ اور بزازیہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے
اور اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای بحجۃ الاسلام احج
عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرا دے سوار کر کے موصی کے شہر سے اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اس وطن سے
سوار ہو کر نہ پیدل تو اسی طرح سے اسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لا یجزیہ قہستانی معزیا للقنیۃ
سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سوار ایک مرد نے کہا کہ میں حج کرونگا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نہ کریگا میت کی طرف سے
چنانچہ قہستانی میں ہے قنیہ سے منقول ان لم تف النفقۃ بذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہو کر وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جس
مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کر کے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من بلدہ راکبا
وقالا من حیث مات استحسانا بدایۃ وتبعہ الملتقی والمفاد ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کو جانے والا
راہ میں مرگیا اور اسنے وصیت کی اپنی طرف سے حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے اسکے شہر سے سوار کر کے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مرگیا وہاں سے
چاہیے استحسانا اسی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والحلبی والملتقی میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی
مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھو جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی
مقدم ٹھہرا ان لم تبلغ النفقۃ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے کفایت کرے
وہیں سے سوار کر کے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہ ہو تو جہاں وہ مرگیا وہاں سے حج کروانا چاہیے
بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد یعتق عنہ عن الموصی ولم یجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اسکے مال سے غلام
خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کی طرف سے اور اسکے وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف
درہم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درہم سے اور
ہزار درہم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم
برئ من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے چند وصیتیں
کیں پھر وہ چنگا ہو گیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اسنے یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے اس مرض سے مرگیا تو میں نے یہ وصیت کی کذا فی الخانیۃ و
قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہو گیا اگر اسکا جنون
دیر تک ٹھہرا یہاں تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس فصار معتوہا حتی مات بطلت خانیۃ
اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ مر گیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیۃ اوصی بان یعار بیتہ من
فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیۃ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریتہ دیا جاوے
فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جائے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیۃ
کما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعلف بہا دواب فلان جاز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے
جانوروں کے لیے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانوروں کو چارہ دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق علی
فرس فلان کل شہر کذا جاز وبطل بموتہ اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے میں اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گھوڑے

کا پیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہی ھم خانیہ مین ہی محمد نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہی پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اسکو بیچا تو وصیت باطل
ہو گی انتہی ولو اوصی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جازت ولہ سکنا ہا ما دام حیا ولیس للوارث بیع ثلثیہا وقال ابو یوسف لہ ذلک لان لہ ان یقاسم الورثۃ البقعۃ
ولہم الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہین سوا اُس گھر کے تو جائز ہی اور موصی لہ کو اُس میں رہنا
یعنی تہائی گھر مین رہنا ہی جبتک وہ زندہ رہیگا اور موروث کے وارث کو اسکے گھر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہی
وارث کو اور یہ بھی جائز ہی کہ وارث وارثون سے تقسیم کر لے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ والوصی لعطلہ لرجل وبحبۃ لاخر واوصی بلحم شاۃ معینۃ
لرجل وبجلدہا لاخر واوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوس ویسلخ الشاۃ اور اگر وصیت کی پاسین کی
وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے نولون کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور وصیت بکری کے گوشت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکی کھال کی وصیت کی
دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اُس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہی ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونون کے واسطے
جائز ہی اور دونون پر لازم ہی گیہون کا مانڈنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا اور اسی طرح دونون پر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا
حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ
من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے
تو یہ جائز ہی اور وہ مال خرچ کیا جاے بیت المقدس کی عمارت مین اور اسکے چراغ مین اور مانند اسکے علما نے کہا کہ یہ دلیل ہی اسکی کہ مسجد کے وقف سے
خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اسکے چراغون پر جائز ہی اور یہ جائز ہی کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلون کے واسطے رمضان مین خرید کیا جاے کذا فی الخانیۃ
وفی المجتبی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز وینفق لفقراء الکعبۃ لا غیر وکذا للمسجد والمقدس اور مجتبی مین ہی کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے
تو جائز ہی اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کام مین اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہی ھم یہ دوسرا قول ہی
متن کے مخالف کذا فی الظہیریۃ وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقراے کوفہ کی وصیت انکے سوا اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہی ھم اور
یہی حکم ہی فقراے حاج اور فقراے مکہ کا کذا فی المکیۃ وفی الخانیۃ اوصی بعبدہ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہی کہ وصیت
کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو وصیت جائز ہی اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہی واوصی بثلث مالہ لاعمال
البر لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کے واسطے کی تو اُسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی اصلاح بادشاہ پر ہی اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ
عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جاے لوگون کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہی چنانچہ خانیہ مین ابو بکر بلخی سے
مروی ہی وفیہا عن ابی جعفر اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو
فضل طعام ان کثیرا یضمن والا لا انتہی اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہی کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جاے انکو جو ماتم پرسی
کے واسطے آوین تو جائز ہی تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہی اسکو جو ماتم داری مین بہت ٹھہرا یا اسکے مکان کی مسافت دراز ہی نہ اسکو حلال ہی جسکی مسافت بعید
نہین اور نہ زیادہ قیام کیا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہو تو اسکا تاوان وصی پر ہی اور اگر قلیل ہی تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی الطعام
الذی یتخذ للنائحات لیقیسہ ثلثۃ ایام فیکون وصیۃ لہن فبطلت والثانی علی ما کان بغیرہن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی
ابو بکر بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت مین ہی محمول کیا ہی اُس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن تک

تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنے ابو جعفر کے جواز وصیت کو اُس کلام پر جو سوا ے نوحہ گر اور لوگون کے واسطے بچا یا جاے ہم نوحہ گرون کے
واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر ہے یعنی ان پر مخصوص نہین ہے کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی ان کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی مخروع مسائل الحقہ شارح کے اوصی بان
یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرأ عند قبرہ شیئا معینا فہی باطلۃ سراجیہ وحقیقتہ یہ وصیت
کی کہ نماز پڑھے اسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اُسکی لاش کو اُٹھا لیجاوین دوسرے شہر کی طرف یا اُسکا کفن دیا جاے فلانے کپڑے مین یا اُسکی قبر پر
کہگل کیا جاے یا اُسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اُسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اُسکو کچھ معین مال دیا جاے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ
اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہین اور قرآن پڑھنا قبر پر اور
قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا
مکروہ ہے لہذا اُسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف اجرہ الی وجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا ے تعالے کے واسطے
تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاے نیک کامون مین ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالے کی ملک ہین
تو اللہ تعالے کی کچھ وجہ نہین بدون تاویل اور توجیہ کے والظاہر قول محمد کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف
کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوا ہزار درم کے
کچھ نہین ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہوسکین تو اُسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسوین حصے سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وفی الوصیۃ
بجمیع ما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اصح قول یہ ہے کہ مین نے فلانے کے واسطے وصیت
کی اُس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پھر جو اُسمین دیکھا تو وہ ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ مال
بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ ثلث مال سے خارج ہو وے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی فہا یا صحت وصیۃ ولو قال ان
مت لا یبرأ للمخاطرۃ اپنے قرضدار سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے اُس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنے بعد موت کے وہ
بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو یون بری الذمہ نہو گا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ
مراد اسپر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہین لیکن اُسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیمارون کی وصیت مین
یعنے جو مال بیمارون کے واسطے وصیت مین متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہوگا اسلیے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم
دون بلادنا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا اُسمین ملک خوارزم کے متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد مین گفتگو کرتا ہو
طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات متفلسفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگون کو عقائد واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکون کے متکلم شبہات
فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وصیت الی اور مفصل ٹھہرے اُنکا مسلم الٰہی سے کچھ نصیب نہین ولو اوصی للعقلاء
یصرف للعلماء الزاہدین لانہم ہم العقلاء فی الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندون کے واسطے تو اُسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ
فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقۃ مین تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیا ے ناپایدار کا انجام غور کر کے اُسکو
چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا درالمختار کے نسخون مین بجاے لفظ قنیہ کے فتنہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اسلیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منح الغفار مین ہے
اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلیے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الوصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج
جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اُسکے وارثون کے قبضہ مین بجاے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنے اگر مال مذکور تلف ہوجاویگا تو اُنکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل میں اذا اوصی بثلث مالہ لزید و لآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ فثلثہ لہما نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجایش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہو سکتی اور استحقاق کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وان اوصی بثلث مالہ لزید و لآخر بسدس مالہ فالثلث بینہما اثلاثا اتفاقا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں میں تین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدہما بجمیع مالہ و لآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ ذلک فثلثہ بینہما نصفان لان الوصیۃ باکثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصی لکل بالثلث فینصف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو اُسکے مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا وقالا اربا عالان الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب الکل فی الثلث یحصل اربعۃ فیجعل ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوین اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب دے ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دیے جاوینگے قہستانی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنے اسمین دقت ہے مطلب ظاہر نہیں درر کی عبارت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اُسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باین معنی باطل ہے کہ موصی کہ اُسکا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی لہ اُسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اُس زائد کے اسلیے کہ اس طلب کے ابطال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا ولا یضرب الموصی لہ باکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعندہ سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فلکل سدس المال وعندہما اربعۃ کما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہیں تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہیں چنانچہ ہمنے انکو آگے بیان کر دیا ہم شارح کو یون کہنا اولی تھا فاضرب نصفہما او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت ہے اُس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہی ہے جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی الا فی ثلث مسائل وہی المحاباۃ والسعایۃ والدراہم المرسلۃ ای المطلقۃ عن التقیید بثلث او نصف او نحوہما اگر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلون میں ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہ ہیں ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنے مطلق دراہم جنمیں ثلث یا نصف کی یا اُسکے سوا اور کوئی قید مذکور نہیں ہم محابات لغت عرب میں بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہان محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی وصور ذلک ان یوصی لرجل بالف درہم مثلا ولآخر بمحاباۃ فی بیع بالف درہم او یوصی بالعتق لعبد قیمتہ الف درہم وہی ثلثا مالہ وللآخر بثلث مالہ ولم تجز فالثلث بینہما اثلاثا اجماعا اور اسکے منجملہ امثلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درہم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اُس غلام کے ازادی کی جسکی قیمت ہزار درہم ہے اور حالانکہ ہزار درہم اسکے تمام مال کی دو تہائیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تینوں مثالون میں اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہا ویا لاتفاق ہوگی یعنے دو سہم ہزار درم کے موصی لہ کو
اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کی صورت یہ ہی کہ ایک مرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درم ہی اور دوسرے کی
۶۰ درم سو اُسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچ ہوا اور موصی کا سوے ان دو غلامون کے کچھ اور مال
نہین ہی تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہا ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ
۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اُسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اُسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے
بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہ ہی کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہی جو محابات مین مذکور ہوچکی اور
اُسکا کچھ مال غلامون کے سوا نہین تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا ہونگے ایک سہم اول کا اور
دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انہین تقسیم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور دو ثلث درم ہی اور وہ سعایت و کوشش کریگا ۲۰ درم مین اور ثانی غلام کا
ثلث آزاد ہوگا وہ ... ۴۰ درم ہی او سعایت کریگا ۴۰ درم مین تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہو ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہی کہ زید کے
واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اُسکا کل مال ۹۰ درم ہی اور وارثون نے اس وصیت کو جائز رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی
وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحطاوی والمنح وبمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنے فرزند کے
حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہی خواہ اُسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا ان کان لہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی وصیت کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہین
اگر اُسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہی پھر جب اُسکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اُسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح
برخلاف مسئلہ سابقہ کے ہم اسواسطے کہ مثل شیٔ مغائر شیٔ ہی وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی
اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرہ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہی اور یہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی
اگر وہ ہوتا انتہی ما فی شرح التکملہ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی اور مجتبی مین ہی اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند اگر
وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہی انتہی ما فی المجتبی اھ لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہی ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ
اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہی ہم مجتبی مین نصف مال مذکور ہی اور سراج مین ثلث مسطور ہی کذا فی الطحطاوی ولہ فی صورۃ
الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت مین تہائی ہی اگر موصی نے دو فرزندون کے ساتھ وصیت کی ہم یعنی دو فرزندون کے ساتھ
موصی لہ کے لیے مثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اُسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا والنصف مع ابن واحد ان اجاز اور موصی لہ کے واسطے
ایک فرزند کے ساتھ نصف ہی اگر فرزند جائز رکھے ومثلہم البنات اور بیٹیون کے مانند بیٹیون کا حکم ہی ہم یعنے اگر مثل حصہ دختر وصیت کی اور اُسکے ایک بیٹی ہی تو موصی لہ
کو نصف ہی اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہی کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہ ہی کہ جب وصیت کرے
کسی وارث کے حصہ کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کرلیا چاہیے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ
فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جزء یا ایک
سہم کی تو اُسکا بیان وارثون کی طرف ہی تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی لہ کو جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء و سہم کے ہمارے
متاخرین کا عرف ہی اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہی ہم وارثون کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء و سہم کا مدلول مجہول ہی قلیل و کثیر کو شامل ہی اور وصیت جہالت سے ممنوع
نہین اور وارث موصی کے اُسکے قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہی کہ سہم عبارت ہی سدس سے آگے کے قول مین بنا بر عرف بعض اشخاص کے منح الغفار مین ہی کہ

افضل نصیب او نقص او بعض او جز او شی کا سہم اور جزو کے مانند ہے کذا فی الملتقی وان قال سدس مالی لفلان ثم قال ثلث مالی لہ واجازوا فلہ ثلث ای
حقہ الثلث فقط وان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث تقدم او تاخر افاد بالتحقیق و بہذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر بولا
کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اسکے واسطے ہے اور اسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے
تہائی مال ہے یعنی اسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ موخر افادہ بالتحقیق کے
سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہو گیا ہم صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو
کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب یہ ہے کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو سو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ
سدس ثلث مین داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری
وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ تضعف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی یکرر السدس لان المعرفۃ
اذا اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کے واسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ تو کلام یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس
مال اسکے واسطے ہے پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اسکا ہے خواہ اسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین
ہوتا ہے اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہی سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف وبثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ فلو متحدۃ فکالدراہم او عبیدہ
ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراہم والغنم اور موصی کے درہم یا اسکی بھیڑ بکریون یا اسکے مختلف کپڑون کی یا اسکے غلامون کے
ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہو جاوین تو موصی لہ کے واسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون مین یعنی درمون مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے
کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمون کے مانند ہین ہم یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کے واسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان
تلف ہو گئین تو موصی لہ کے واسطے تمام ما بقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی تین درم موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع ما
لہ ای جلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع ما بقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی جلبی وثلث الباقی فی الاخرین ای الثیاب
والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی
تہائی سے نکلے ہم یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہین اور انمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی
ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درہم اور غنم کے کہ انمین جمیع ما بقی موصی لہ کا حق ہے والاصل ان کل متحد الجنس کمکیل او موزون وثیاب
متحدۃ وضابطہ ما یقسم جبرا والثانی کل مختلف الجنس وضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہی ہر چیز متحد الجنس جیسا کہ کیلی اور وزنی
اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کے مانند ہر چیز مختلف الجنس اور اسکا
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیا متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے
نہ چاہتے ہون تو قاضی انکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو انمین تقسیم جبری نہو گی وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان
خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہے
تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اسکو وہی دیا جاوے ہم یعنی اگر اسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اسی نقد مین ایک ہزار درم موصی لہ کو دیے جاوین
والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین متروکہ سے
تو تہائی نقد کی اسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اسکی تہائی سے اسکو ملتی جاوے یہان تک کہ اسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں مثلاً اگر نقد متروکہ ۳۰۰ درم ہیں تو ایکسو درم موصی لہ کو دینا اور جو قدر قرض وصول ہوتا جاوے اسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک
و بثلثہ لزید و عمرو وہو ای عمرو میت لزید کلہ لیس کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وہ ما رکما لو اوصی لزید وجدار
اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کے واسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم چیز
مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا اخرج المزاحم
من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ ولا یسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یہ یعنے استحقاق کل ثلث کا اسوقت ہے جبکہ
مزاحمت کرنے والا نکلجاوے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا بسبب
شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان و فلان ابن عبد اللہ ان مات وہو فقیر فمات الموصی و فلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان
نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مروں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد
بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے
تو اس صورت میں زید پوری تہائی نہ پاویگا وکذا لو مات احدہما قبل الموصی و فروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا
اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں ہم از انجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہو اور حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں ہے تو
زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی النہر واصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم
خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے
کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جبکہ وصیت
میں داخل ہی نہ ہوا فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا
للکافی حیث قال او ولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الخ آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام باتباع
کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ صاحب درر کا
تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور بکر کے محتاج فرزندوں کے واسطے اور شرط فوت ہو گئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتوں میں
اسواسطے کہ معدوم او میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اسکی مانند فتاوے
عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی السعدی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب
وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گزشتہ میں یعنے جبکہ مزاحم خارج ہو جائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار میں
نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اسمیں دو روایتیں ہیں فلو قال بین زید و عمرو وہو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی
لو قال ثلثہ بین زید و سکت کان لہ النصف ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث
پاویگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہاں تک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا
تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا و بثلثہ وہو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لان الوصیۃ
ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اسکا ثلث
مال ہے یعنے اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اسواسطے کہ

ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت علیٰ ارث ہی ایجاب بعد موت ہے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا الحکم لو اوصی عینا او
نوعا معینا من ثلث مال مذکور اسی وقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین ہو اما اذا اوصی بعین او نوع من ماله کشاة من غنمه فہلکت قبل موته
بطلت لتعلقها بالعین فتبطل بفواتها اور اگر بہ نسبت تغییر ہا لیکن جبکہ وصیت معین کی کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر
وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی کیونکہ متعلق ہونے وصیت کے معین سے تو وصیت باطل ہوگی اسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اسنے
سوا اس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن له غنم عند الوصیة فاستفادها ای الغنم ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقها بالنوع کتعلقها
بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مر جاوے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے
ویسا ہی ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال له شاة من مالی ولیس له غنم یعطی قیمة الشاة اور اگر کہا زید کے واسطے
گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاویگی بخلاف قوله له شاة من غنمی ولا غنم له حیث لا
شاة له فانها تبطل برخلاف اس قول کے کہ اسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی
نہیں تو وصیت باطل ہے اور وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو مال کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور
مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو
غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یقید بماله ولا غنم له وقیل تصح اور اسی طرح اگر گوسفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نکیا اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں تو وصیت
باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوهما زیلعی اور اسی طرح گوسفند کے مانند حکم ہے ہر قسم
میں اقسام مال سے چنانچہ گاے بیل اور کپڑا اور مانند انکے کذا فی الزیلعی وبثلثه لامهات اولاده وهن ثلث والفقراء والمساکین لهن ای امهات الاولاد
ثلثة اسهم من خمسة وسهم للفقراء وسهم للمساکین وعند محمد یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقله اثنان قلنا ال الجنسیة تبطل الجمعیة اور اگر وصیت
کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہیں تو انکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں سے
اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمدؒ کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ
جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب کہتے ہیں امام کی طرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر
میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وبثلثه لزید وللمساکین لزید نصفه ولهم نصفه وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے
واسطے تو زید کے لیے نصف ہے ثلث کا اور مساکین کے واسطے نصف باقی ہے اور محمدؒ کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے اسواسطے کہ اقل
جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثه لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف واخماسا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی
اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک
کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان له صرفه الی مسکین واحد وقال محمد لا الا الی اثنین بناء علی ما مر فلا یجوز صرفه للمساکین لاقل من اثنین عنده والخلاف
فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعة وقال ثلث مالی لهذه المساکین لم یجز صرفه لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وصی کو جائز ہے
اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمدؒ نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین
کے واسطے ہے اسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمدؒ کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا
سو اگر اسنے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ہے

ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصة شرنبلالیہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیروں کے واسطے سو وصی نے اُنکے سوا اور فقیروں کو دیا
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصة والشرنبلالیہ بمائة لرجل وبمائة لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائة لتساوی
نصیبہما فامکنت المساواة فاخذ ثلث المائتین اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے
کہا میں نے تجھکو شریک کر دیا ان دونوں مردوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر ایک حصے کی تہائی ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہو گئی تینوں کی
برابری تو ہر مرد کو سڑسٹھ کی دو تہائیاں ملینگی ولو بأربعمائة مثلا ولہما بمائتین لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ نصف ما لکل منہما لتفاوت نصیبہما فوجب
کل منہما اور اگر مثلا ۴۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجھکو
دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصے سے نصف ملیگا بسبب تفاوت ہونے دونوں کے حصوں کے تو تیسرا مرد دونوں کے برابر ہوگا
جب دونوں کا حصہ متفاوت ہو تو تینوں شخصوں کی برابری ممکن نہیں تو شرکت کو کل کیا ثالث کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشرکک کا مفہوم بقدر امکان
صحیح ہووے وثبت مالہ لرجل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معہ فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر
دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کیا اسکے ساتھ یا تجھکو داخل کر دیا اسکے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہے مساوات
کی اور یہاں مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے
شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تم تصدیق کیجیو تو اسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار
اسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعہ بخلاف قولہ کل من
ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع برخلاف اسکے اس قول کے کہ جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوے کرے تو اسکو دیجیو تو اسمیں تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہے
ہم یعنے تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیة مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر
وصی اسکا دینا مناسب و مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہو جاویگا ہم وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اسنے وصی کو تفویض کیا
کذا فی الطحطاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان سبق منہ دعوی فی شیء معلوم فہو لہ والا لا مجتبی اور اگر کہا کہ فلانا شخص جو دعوے کرے
مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اس شخص سے کوئی دعوے شی معین میں سابق ہو چکا ہو تو وہ شی مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوے نہیں تو وہ چیز اُسکی نہیں
کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثة
پھر اگر موصی نے چند وصیتیں کیں اسکے ساتھ یعنے اس قول کے ساتھ جو اُسنے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اُسکی تصدیق کیجیو تو تہائی
مال جدا کیا جاویگا وصیت والوں کے واسطے اور دو تہائیاں جدا ہونگی وارثوں کے واسطے ہم یعنے ایک شخص نے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلان شخص کا
مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوے کرے تو اسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اُسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتیں کیں تو اُسکے مال سے تہائی اہل وصایا
کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیاں وارثوں کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہیں اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی
تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثة صدقوہ فیما شئتم والباقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا
اور وارثوں کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر میں کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے ہم پھر جبکہ ہر فریق نے
اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکہ میں دین ہے دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اسکے حصے میں نافذ ہوگا کذا فی السراج الوہاج قولہ الدین وان کان مقدما
علی الحقین الا انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حقوں پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہیں ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو

وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئین بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عدم
تقدیم دین یہان اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہوئی وطریق تخفیہ یا ذکر اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنے
تصدیق فریقین کی فیؤخذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ الموصی لہم بثلث ما اقروا بہ وباقی فلا ہم جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے
اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا یعنی اور اکرنے کے وہ انکا ہے یعنے جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہے اور جو کہ
تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہے ویحلف کل علی العلم ان ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوے کرے یعنے
ہر فریق یون قسم کھاسکے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین حلت لبقی لو کانت الوصایا دون الثلث بل یعزل الثلث کلہ لم تعد الوصایا لم ارہ
باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے مین نے اسکی تصریح
کتب فقہ مین نہین دیکھی وبقی ایضا ہل یلزمہم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث براجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہو کہ آیا انکو لازم ہے یہ کہ مقرلہ
کی تصدیق کرین تہائی سے اکثر مین یا نہ واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض
بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضون نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحاوی مختصرا و لاجنبی ووارثہ او قاتلہ لہ
نصف الوصیۃ وبطل وصیۃ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اس قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت
سے ہم بخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم
بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لغا بعضہ
لغا باقیہ ضرورۃ بر خلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بھی اسلیے کہ یہ
اقرار ہے عقد سابق کا یعنے دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی میں پھر جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت انشاء
تصرف ہے یعنے وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اسنے خبر دی ہے وصف شرکت زمانہ ماضی مین تو اب
اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہوسکتا کیونکہ اسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اسواسطے کہ وارث اسمین
شریک ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد و
عندہما یبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا یہ یعنے عدم صحت اقرار اسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے
پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگا محمدؒ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے
حصے مین باطل ہے اسوجہ سے جو بیان کی کذا فی الزیلعی وله اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلاثۃ انفس لکل
منہم ثوب فضاع منہا ثوب ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم بلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیۃ
لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر ان
تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل
ہوگی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسا ان دو مردون مین سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے واسطے مین نے

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جاوے گی بسبب جہالت کے بسبب نہ معلوم ہونے کے کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یسلموا الیہا او یسلموا بالقسم فانہا فتعود صحیحۃ
لزوال المانع وہو الجحود مگر یہ کہ موصی کے وارث مسامحہ کریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا
انکار مانع تھا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا فتقسم للذی الجید ثلثاہ وللذی الردی ثلثاہ وللذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر
الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں
میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کیا جاویگا اسواسطے کہ برابر کرنا بقدر امکان کے واجب ہے اور اگر کسی معین بیت کی وصیت معین من دار مشترکۃ وقسم ووقع
فی حظہ فہو للموصی لہ والا فلہ مثل ذرعہ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ لکان اولی شرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ اور اگر گھر
دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصہ میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے
اور اگر موصی کے حصہ میں واقع نہ ہوئی تو موصی لہ کے واسطے کوٹھری کے برابر گزوں سے زمین دیجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ میں وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یوں
کہتا قسمت کیجاوے پھر اگر کوٹھری اسکے حصہ میں واقع ہو الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی اگر ایک شریک نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ
کوٹھری مقر کے حصہ میں واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصہ میں نہ ہوئی تو اسکے برابر زمین اسکو دیجاویگی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے
وبالف عین ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درہم معین یعنی معین
دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور ہزار درہم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے
ولہ المنع بعد الاجازۃ لانہا تبرع فلہ الرجوع من التسلیم اما بعد الدفع فلا رجوع لہ شرح مجمع اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درہم کا نہ دینا
جائز ہے اسواسطے کہ اسکو اجازت دینا ابتدائی احسان کرنا ہے جب تک سپرد نہ کیا تو اسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھیر لینا جائز نہیں
کذا فی شرح المجمع بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتل او لوارث فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون
علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز بخلاف اسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے
قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکو وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اسواسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ بزور مجبور کیے جاوینگے
تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنی جسکے لیے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیوں کے نزدیک
اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج سے صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہوا ہے اور مانع تھا
وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ
بوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا فی نصفہ لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی بیدہما فیکون مقرا بثلث ما بیدہ وثلث ما بید اخیہ
اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصہ کی تہائی
میں صحیح ہے نہ اسکے نصف حصے میں اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے
پاس ہے تو وہ مقر ٹھہرا اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنی اسکا اقرار اسکے حق میں مقبول ہے نہ اسکے بھائی کے حق میں بخلاف ما
لو اقر احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث بخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اسکو
تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر ہم تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا اسکا دین ادا ہو اور اگر فاضل ہوگا تو [illegible]

اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے جیسے کہ موصی لہ وارثوں کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پاویگا جبتک وارث کو دو نا نہ ملے کذا فی المنح و بامتہ فولدت
بعد موت الموصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور
اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہیں تو وہ دونوں موصی لہ کے ہیں والا یخرجا اخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما الثلث سواء
اور اگر دونوں ثلث مال سے نہ نکلیں تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر بیٹے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبین کہتے ہیں کہ دونوں
برابر لیگا ہر صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اُسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم
کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک
ہر ایک سے دو تہائیاں لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت میں بالتبع داخل ہے اور خارج ہے وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ ماں اصل ہے اور لڑکا
تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہیں ہوتا تو اگر دونوں میں وصیت نافذ ہو تو بعض اصل میں وصیت قائم نہ رہی اور یہ جائز نہیں ہے کذا فی الہدایہ ہذا اذا ولدت
قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدہما فہو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ
اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اُسکی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے
اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنابر اُس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثوں کا ہے اسواسطے
کہ وہ وصیت کی تحت میں داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العنایۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور میں

باب العتق فی المرض

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے میں ہم چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اُسوقت میں جبکہ وارثوں کا حق متعلق
ہوگیا لہذا اُسکو کتاب الوصایا میں مذکور کیا لیکن اُسکا درجہ وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے یعتبر حال العقد فی تصرف منجز
ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز میں منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کرے ہم اور تصرف
مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت
میں ہو تو اُسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت میں ہو تو اُسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ
معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے
نافذ ہوتا ہے حالت مرض میں مراد اُس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اُسمیں تبرع کا معنی ہے تو مرض میں دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے
اور نکاح مرض میں بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ہم اقرار سے احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح
احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اُسمیں تبرع نہیں ہے والمضاف الی الموت وہو ما اوجب حکمہ
بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث
مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت میں واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے جیسا کہ
یوں کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا
ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہے ہم اسلیے کہ وارث اور غیر ہم کا حق متعلق نہیں ہوتا مریض کے مال سے مگر اُسکے مرض الموت میں اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہوگیا
کہ اُسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز حد التطاول سنۃ وفی المرض

المقعد الصحیح بصلوتہ قاعدا اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب تطاول اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام
شرعی میں کذا فی المجتبی پھر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ ایک سال ہو اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو محتاج کر دے نماز کو بیٹھ کر پڑھنے کا مرض معتبر یعنے جس
مرض میں نفوذ تصرف انشائے کا ثلث مال سے معتبر ہو کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ المریض کا اعتاق
اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف اور ضامن ہونا ان میں ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں
اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہو گئے تعلق ورثہ
کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خریدنے اور قیمت
مثل سے ناقص بیچنے میں اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ
ویعتبر یہ کل تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہونے سے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ پہلے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون میں محیط کا وقف
باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور داخل وصایا میں مزاحمت واقع ہوگی ضرب میں یعنی
مستحق اور متعالی اور مضمون لہ اور حصہ پانے میں کہ اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سے [illegible] فہو المراد
لینگے اور قیمت میں ہر ایک حصہ ضرب ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی ہے کذا فی الطحطاوی ولم یصح الصراف المجیز لا للمعتق فیہ قطعا بالاجازۃ
اور غلام سعی کریگا اپنے استخلاص میں اگر اسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اسواسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ
ساقط ہو جاوے گا انکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور
اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنے تہائی میں دونوں تصرف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ محابات مقدم ہے اعتاق پر مثلا اسکی یہ ہے کہ
۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو جس کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوائے ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنے
سو درم محابات میں صرف ہونگے کذا فی الدر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنے اول اعتاق کیا پھر محابات کی
تو دونوں برابر ہیں صورت اسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنے سو درم
کی تقسیم دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محابات سو درم سے غلام کو ۵۰ درم دیکر
خرید کریگا کذا فی الدر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم ہے ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ
عبد لا تنفذ الوصیۃ بالبقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہے کہ اسکی طرف سے غلام آزاد
کیا جاوے ان سو درموں سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درموں سے اگر ایک درم بھی سو درموں سے تلف ہو وے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ
متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنے اگر وصیت کی کہ اسقدر درموں سے میری طرف سے حج
کیا جائے پھر ان درموں سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں
وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں وتبطل الوصیۃ بالعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع
بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کے آزادی کی یعنے یوں وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت
باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی تو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا
موت کے بعد موصی کے دین میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ لہ لا تبطل

وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثون نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا انکے التزام
کے سبب یعنی انہون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق
ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث مع یمین
لانہ منکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا اسوا اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص
نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہی پھر بکر نے دعوے کیا اسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اسکی آزادی کا دعوے کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہی مگر ثلث
مال کی وصیت پر مقدم ہی کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی اسلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہی اور قول معتبر ہوتا ہی منکر کا قسم
کے ساتھ ولا شئ لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابہ لبکر لانہ المذکور اولا فانیہ الامر ان القوم مثلوا بالزید فغیرہ المصنف ولا ینبہ
تنبیہا والسید اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہین اسی طرح متن اور شرح کے نسخون مین لاشئ لزید مرقوم ہی مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک ہی ولاشئ
لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہوا نہایۃ الامر یہ ہی کہ قوم یعنی فقیہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل
دی ہی سو مصنف نے اوس تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغیر کو بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثہ شئ من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے
کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا مثلا ثلث مال سو درم ہی اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے او یقیم بینۃ علی
دعواہ فان الموصی لہ خصم لانہ یثبت حقہ وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق صحت مین تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہی کیونکہ
وہ اپنے حق کا مثبت ہی اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہی ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث
یسعی فی قیمتہ ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شئ اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوے کیا صحت مین اور
حالانکہ میت کا کچھ مال نہین ہی سوائے اس غلام کے سو وارث نے دونون مدعیون کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے مین اور وہ قیمت
صاحب دین کو دیجائے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہوجاویگا اور کچھ قیمت مین سعی نکریگا صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوے وارث کی
تصدیق سے ایک کلام مین تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہ ہی کہ دین کا اقرار قوی تر ہی عتق سے ولہذا جب بیع
احوال کل مال سے معتبر ہی اور اقوی مدفوع نہین ادنے سے اور اسکا مقتضی یہ ہی کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد وقوع انتقاض کا محتمل نہین
تو اسکو بالمعنی منتقض کیا اسیطرح سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعاہا رجل دینا وآخر ودیعۃ
وصدقہما الابن فالالف بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے
سو ان درمون کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوے کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونون کی
تصدیق کی تو ہزار درم دونون مدعیون مین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہی دین سے ہم اس
مین اولیت مین خلاف ہی برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہی کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عنہ
الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیۃ یعنی مین کہتا ہون اور ہدایہ مین اسکے بالعکس کہا ہی سو یون کہا ہی کہ امام کے
نزدیک ودیعت قوی تر ہی اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہین اور صحیح تر وہ قول ہی جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہی اور اسکا پورا بیان
شرنبلالیہ مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ مین یون ہی کہ صاحب ہدایہ سے پیشتر بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہی وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار
الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہی جو اسکے گہر مین ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور
محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنے اسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑہتے ہون اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہی اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گہر تک ہی ہر
ہر طرف سے ہم محمد نے اطلاقا کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گہر کے ملاصقین کے واسطے ہی خواہ انکے دروازے قریب ہون
یا بعید اقام کچہ نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کابیہا واعمامہا واخوالہا واخوانہا وغیرہم لانہ صلی اللہ علیہ وسلم سوۃ وہی سہم کو حق او
منہ مین جبتی اور آدمی کا صہر یعنے سسرال کے لوگ وہ ہین جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین جیسے عورت کے باپ دادے اور اسکے
چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنین اور انکے سوا سے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مرگیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو
فلو من بائن لا یستحقہا وان ورثت منہ اور اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہو گا اگرچہ عورت زوج کی وارثہ ہوگی
قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فتختص بابویہا عنایہ وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ
حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف مین تہی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہی یعنے خسر اور
خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکہا ہی مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ
مین اسکو ثابت رکہا ہی ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ
ہذہ الفائدۃ پہر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا حق اور ٹہیک یہ ہی کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکہنا چاہیے اور عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین انہون نے انکو مکاتب کیا ادا ے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین حضرت نے انسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصہ مین آئے تہے انہون نے انکو
آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہین اور وہ سو خاندان والے تہے قہستانی وختنہ زوج کل ذی
کذا فی المنح قلت الموافق لعامۃ الکتب فانہ رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہی جیسے اسکی
بیٹیون اور پہوپہیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسی طرح کل ذی رحم واقع ہی اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہی وکذا کل ذی رحم
من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ
والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہی بنات اور عمات کے شوہرون کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہ تعریف صہر اور
ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہی اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہی اور ختن فقط محرم کا شوہر ہی کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے
اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور ہمارے ملک مین یون لائق ہی کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنے داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہی
یہ اشارہ اسطرف ہی کہ دیار روم کا رواج اور عرف معتبر ہی اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحاوی واہلہ زوجتہ وقالا
کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح مجمع قال ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ
فی المطولات اور اہل عبارت ہی اسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہی سواے اسکی لونڈی اور غلام کے وہ اسکے اہل ہی

ہمسر نہین اور اسپر وہ مال نہین جو سادات پر وقف ہو الاشباہ وقف اور یہ حدیث ہی کہ (کل نسب لابن انثی فہو لابیہ الا ما کان من فاطمۃ فانا ولی) تو اگرچہ عورت کا نسب مشتبہ ہو تو یہ خصوصیات سے ہی چنانچہ لفظ حدیث مفید ہی اسکی انتہی کذا فی الطحطاوی وان اوصی لاقاربہ اولذی قرابتہ لذا المنح قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت ہی قریب تر کے واسطے پھر اسکے بعد جو اور قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہی مین کہتا ہون لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہی ہم لذی قرابتہ مفرد ہی اور یہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہی لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فہو عاق والولد ولو منوعین بکفر او رق کما یفیدہ عموم قولہ الوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ مین ماں باپ اور بیٹا اور ہر وارث موصی کا داخل نہین اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہون بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہی بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہی ہم وجہ نافرمانی کی یہ ہی کہ اہل لغت کے عرف مین قریب اسکو کہتے ہین جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سبب تقرب والد کا ولد ہی بنفسہ ہی لا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت مین داخل ہین ظاہر الروایۃ مین اور بعضون نے کہا داخل نہین اور اسی کو پسند کیا ہی اختیار شرح مختار مین ہم قہستانی سے عالمگیری مین بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہی ویکون للاثنین فصاعدا لانہ اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصون اور زیادہ کے واسطے ہوگی بنفسہ اسلیے کہ وصیت مین میراث کے مانند اقل جمع دو ہین ہم امام نے اس وصیت مین چار شرطون کا اعتبار کیا ہی اول یہ کہ مستحق دو شخص ہین یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب معتبر ہی اور قریب محجوب ہی اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہین کذا فی عالمگیریۃ فلو کان للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا اربا عا تو اگر وصیت اقارب مین موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اسکی دونوں چچاؤں کے واسطے میراث کے مانند ہی اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموؤں کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائر کے وقت جب آوی مشتبہ ہی تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی قولہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہی وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہی اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم واحد لا غیر فلہ نصفہا ولیرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہی اور نصف ثانی اور اسکے وارثون کو دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہین ولو عم وعمۃ استویا لاستواء قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونوں برابر ہین اسواسطے کہ دونوں قرابت یکسان برابر ہی ولو انعدم المحرم بطلت خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہو گئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف وصیت صرف ہوگی اسلیے کہ انکے نزدیک اقارب مین دادہال اور نانہال کے سب رشتہ دار داخل ہین کذا فی الطحطاوی ولولد فلان فہی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہی اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہی یہان تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہی ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب اور داخل نہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فہی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت

فالاقرب معتبر ہی اولاد کا ہی الخ ... [illegible]

بیٹیوں کے واسطے ہو حقیقت مین محمل کرنے کی راہ سے بیٹے پوتون کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور مع الانکار حقیقۃ
بہ قدم ہو مجاز پر فلو تعذرت الحقیقۃ صیرت الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار و بیہودہ نہ ٹھہرے
ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اسکی اولاد صلبی نہین ہے تو اب وصیت مین پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریہ ولا یدخل
اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیون کی داخل نہوگی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثۃ فلان للذکر
مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثون کے واسطے تو مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ
موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتہا اسے الوصیۃ ہنا اسے فی الوصیۃ لورثۃ فلان و ما فی
معناہا کعقبہ فلان موت الموصی لورثتہ او لعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ و العقب انما یکون بعد الموت اور یہان یعنی فلانے
کے وارثون کی وصیت مین اور جو اسکے معنی مین ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت مین صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکے
وارثون اور پس ماندون کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہین آتا مگر
اسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم و بینہ علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثون
کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو ما بین ورثہ اور ما بین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثون کو حصہ ملیگا تو انکے ما بین
مرد کو دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ
او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثون او عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکے وارثون و عقب کے واسطے
وصیت باطل ہو گئی ثم ان کان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان و لورثتہ و عقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ و عقبہ لان الاسم
لا یثبتا لہم الا بعد الموت و تمامہ فی السراج پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ مین نے وصیت کی
فلانے شخص کے لیے اور اسکے وارثون او عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اسکے وارثون اور عقب کے واسطے اسلیے کہ
وارثون کا اسم شامل نہین انکو مگر بعد مرجانے اس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج مین ہے وعقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان مات
فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج مین ہے او عقب آدمی کا اسکا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت
پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی انمین بھی مرد عورت برابر ہین اور عورتون کی اولاد عقب مین داخل نہین اسواسطے کہ وہ
اپنے باپون کی عقب ہین نہ اسکے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو فولد انہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونون کو شامل ہے و فی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ و عمیانہم
و زمنائہم و اراملہم الارمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امراۃ و یونثہ قولہ و دخل فی الوصیۃ فقیرہم و غنیہم ذکرہم و انثاہم اور اگر وصیت
کی فلانے شخص کے یتیم فرزندون مین اور انکے اندھون اور لنگڑون اور انکے مساکین مین تو وصیت مین داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی
اور انکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جسکا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی
نہین ارامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ انہین
عورت اور مرد یکسان ہین و قسم بالسویۃ ان احصوا بغیر کتاب و حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے
متعین اور منحصر ہون بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت مین یعنی جبکہ منحصر ہون تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا انکے واسطے عدم جہالت اور انحصار کی
شامی ۱۲

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہی کہ احصا بدون لکھنے اور حساب کرنے کے نہو سکے اور محمد نے کہا جبکہ سو سے زیادہ ہون اور بعضون نے کہا کہ یہ حاکم کی راے پر
مفوض ہی اور محمد کا قول آسان تر ہی کذا فی فتاوی قاضیخان والا فللفقراء لانہ یعطی الوصی من شاء منہم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ قید لعدم القرینۃ اور اگر یتیم وغیرہ
غیر منحصر ہون تو وصیت کا مال اُنکے محتاجون کو دیا جاے وصی کو اختیار ہی اُنمین سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت مین تو اُس سے قربت مراد ہوگی ہم در مین ہی اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہی اور قربت ہوتی ہی دفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم اور نابینا
اور لنگ کے اسامی احتیاج پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی الطحاوی ولو فی بنی فلان تختص بذکورہم ولو اغنیاء اور اگر وصیت کی
بنی فلان مین یعنے فلانے کے فرزندون مین تو یہ لنگے مردون کے ساتھ مخصوص ہی اگرچہ مرد مالدار ہون الا اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ
فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتون کو
بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہی جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین عورتین بھی داخل ہین ہم جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اُسکی دو صورتین
ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنے جماعت کثیرہ کا جیسا کہ تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر نہ ہو جماعت کثیرہ کا بلکہ نہین معلوم کرنا [illegible]
کہ فقہا کی اسامی سے پہلا اسم حسب الفتح شعب ہی پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مثل قریش کے شعب ہی اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور
ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصرا وکذا الحکم فیما اذا اوصی لموالی الاناث [illegible] والا فالوصیۃ باطلۃ اور
اسی واسطے یعنے جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اُسمین موالی عتاقت اور موالی موالات اور اُس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل
ہو جاتے ہین یعنے جبکہ وہ لوگ شمار مین منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہی والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالایتام جازت وان لم یحصوا
لانہ وقعت لله تعالی وہو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت وتجعل تملیکا والا فالوصیۃ باطلۃ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ
یہ ہی کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر دے حاجت سے جیسا کہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہی اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون بنا بر اسکے کہ شمار یعنے
اس حالت مین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہی اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہین کرتا
تو اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہی اور یہ وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہی اور اسکا پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہی
اوصی من لہ معتقون ومعتقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جسکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ
دونون موجود ہین اُسنے وصیت کی اپنے موالی کے واسطے تو وصیت باطل ہی اسواسطے کہ مولی لفظ مشترک ہی اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہین ہم حنفیون کے
نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرتا کہ مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونون کو شامل ہی باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا
اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ موالی سے آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری
ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہی درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ
کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہین ہی جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہی کہ مشترک عام ہوتا ہی جبکہ نفی کی تحت مین واقع ہو اور صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہی اس دلیل
کہ نفی مشترک مین منافی نہین اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہی جیسا کہ قول آیندہ مین معلوم ہوگا وحینئذ فقولہم لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لاستغراق
فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنایہ واقرہ المصنف اور اسوقت مین یعنے جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہین
ما بین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کہائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا

عام ہی موالی اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور موالی اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہی مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ قسم کھائی ہی موالی نے شخص کا بغض با عتبار ہی اور بغض غیر مختلف ہی ما بین الاعلیٰ و الاسفل کذا فی المنح یہ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح میں ہم شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہی اور علماء کے نزدیک علت عموم بغض ہی نہ نفی الا اذا عینہ ای الاعلیٰ والاسفل قبل موتہ فیتعین لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی متعین کردے موالی اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہو جاویگی زوال مانع سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو زائل ہو گئی اسکا بیان ہے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ و مرضہ اور موالی میں داخل ہی وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولا یدخل فیہ مدبرہ و امہات اولادہ عن ابی یوسف یدخلون اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہی کہ وہ بھی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہی کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہی موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقق اسم کا ضرور ہی کذا فی الدرر اوصی بثلث ماله الی الفقہاء دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنی بدون علم دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہاں تک کہ بعض فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ دانی میں اعلیٰ مرتبہ کو پہنچ گیا ہو اور فقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہی اور اسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کیا ہی الا ما شاء اللہ تو علما ہمسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا و قدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جائے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہی جیسا کہ فتاویٰ قاضیخان وغیرہ میں ہی اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے ذکر کر چکے ہیں لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ التطیین للقبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ الا انہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہی تو لائق یہ ہی کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اسوقت وصیت ہی مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ استدراک ہی فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرأ عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور او بعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جواز ہما فینبغی جوازہا مطلقا و تمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہی کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قراءۃ کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بہ قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہی مطلقا یعنی خواہ عدم جواز کی علت قراءۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہی کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط له لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف و بالمباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال و تحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیۂ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہی کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کردے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہی تو اگر اس مکان میں قراءۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اس مال کا جو اسکے واسطے مشروط ہوا ہی اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہی کہ واجب ہی اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہو اسکے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے

شامل ہوگا اگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونے والے کو بھی شامل ہے تو موجود اور معدوم دونوں اسمین داخل ہین
بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان واسئلۃ ثمرۃ عین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فتتنا
تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابق مین اگر باغ مین پھل موجود نہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے
مانند ہے ثمرۃ معدومہ کے شمول مین جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے یعنے اگر وصیت کے وقت پھل باغ مین نہین ہین اور اسنے پھلون کی وصیت کی ایک
شخص کے واسطے تو اسکی مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اسکو ملتا رہیگا وفی النہایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان
علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ وصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور نہایہ مین ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جسمین باغ کا
قیام اور درستی ہے صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل
من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ فلہ عبارت ہے ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور
اسکے کرایہ سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکے کذا فی جامع اللغۃ ہم کہتے ہین بعینہ اسی طرح مذکور ہے قلت فظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ
قلیہ رین کہتا ہون کہ ظاہر اسکا دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ مین داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم یعنے ظاہر قول اسکا غلہ
اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اس باغ کا اخروٹ بیچا جاسے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکا ثمن موصی لہ کا ہے مین کہتا ہون کہ اخروٹ
اسکا حق ہے اور وہی اسکی بیع کا مالک ہے اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اس نسخہ کے بموجب جسمین جوز کا لفظ بحکم واو
منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ مین بجاے مہملہ وراے مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت کے ثمر سے تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ شامل طلب کے ہے فتاوی عالمگیری مین
محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اسمین وہ ثمر یعنے انگور نیان اور اوراق اور حطب اور ثمر سب داخل ہے انتہی
کذا فی الطحاوی والصوف علی ظہرہ وولدہا ولبنہا لہ باقی فی وقت موتہ سواء قال ابدا اولا لان المعدوم منہا لا یستحق بشی من العقود فکذا بالوصیۃ
بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑون کے صوف کی اور انکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا
یعنے جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسی طرح
وصیت سے بھی بر خلاف پھل کے کہ اسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بصحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوہ جعل
مسجدا لزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اسکے وارثون نے اجازت دی
تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا بزوال مانع کی وجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنے مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا وان لم یجیزوا جعل
ثلثہا مسجدا رعایۃ لحق الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونون جانب کی رعایت
کرنے سے یعنے اس صورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنے ولو لظہر فرس فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا
الوصیۃ وعندہما یجوز اور اگر اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے
امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونون جائز ہین کذا فی الدرر
وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس
تعلیل مین اعتراض ہے یعنے قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح نہین ہوتا بہت سے مواضع مین
مثلے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اوصی لبنی المسجد لم تجز الوصیۃ لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف

یعنی ولکذا الوادی مستامن مثلہ اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت
او دبرہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اسکے تمام مال سے اس
دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی اسواسطے کہ اسکے وارثون کا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی لہ مسلم او ذمی جاز فی الظاہر
زیلعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول ظاہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ
لانا امرنا بالبناء الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوا یعنی بدعتی جیسے خارجی یا رافضی جبکہ اسکی بدعت منجر بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے
امر میں اسواسطے کہ ہم مامور ہیں بنا احکام کی ظاہر اسلام پر و ان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عندہ نافذۃ عندہما شرح المجمع اور اگر
اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع لم اہل بدعت
یعنی جو بنی ہوا اسکے نفس کا تابع ہوا بدعت کی طرف مائل ہو کر اگر اسکے کفر کا حکم ہو جیسا کہ ایک گروہ انمین سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدا اکبر ہے تو وہ مرتد
کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کالذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح تر پر اسواسطے
کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی تو اسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کقولہ ہذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانہا صدقۃ
وہی علی الغنی حرام و ان عممت کقولہ یاکل منہا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یکون بطریق التملیک انما یصح لمعین الغنی لا لغیرہ ولا لحصی اور وصیت مطلقہ
یعنی غیر مخصوص جیسا کہ یون کہنا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہیں اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے
وصیت کو عام کردیا ہو جیسا کہ یون کہنا کہ اسمین سے کھاوے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کھانا اسمین سے صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین
شخص کے واسطے اور نہ غیر معین کے وصیت مطلقہ وہ ہے جسمین نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جسمین غنی و فقیر دونوں مذکور ہوں فلو خصت
الوصیۃ بہ ای بالغنی کقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وہو غنی او لقوم اغنیاء محصورین حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص
ہوئی جیسا کہ موصی کا یون کہنا کہ اسقدر مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار معین و منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو انکو حلال ہے
تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حررہ الطرسوسی اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ طرسوسی نے درر میں اسکی تحریر
اور تنقیح کی ہے یعنی وقف مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کردے اور جبکہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم
اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو انکو حلال ہے اور وہ … ذکر کیا … چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تضمنا
اور وجہ الحذف … اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے لہذا اسکو اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور جامع الفصولین میں ہے
کہ وقف کا متولی وصی کے مانند ہے … کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فروع مسائل یا تحفہ شارح کے اوصی بثلث مالہ للصلوٰۃ
جاز للوصی صرفہ للورثۃ لو محتاجین یعنی بغیر قرابۃ الولاد لانہ یجوز صرف الکفارۃ الیہم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہ یجوز لکل ورثتہ ولاحدہم یعنی
محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منہم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم یجز نمازون کے کفارے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت
کی تو وصی کو اسکا صرف کرنا موصی کی وارثون پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کہ ان لوگوں میں سے جنپر صرف کفارہ
جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیونکہ اسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون پر اور ایک
وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں خیرات لینے پر سو اگر انمین سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہو تو جائز
نہیں ہم غیر قرابت ولادت کی قید اسلیے لگائی کہ اسکے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں اگرچہ موصی نے اسکو معین کردیا ہو ہشام نے محمد سے

روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انھوں نے اتفاق کیا کہ انکو واسطے
وصیت کا مال دیا جاوے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثوں نے اجازت دی کہ اسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی
ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی اوصی بکفارۃ صلوٰۃ لرجل معین لم یجز غیرہ بہ یفتی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین
کے واسطے تو اسکے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ہم نے قضاء غیر میں طمع فاسد ہے لہذا تغیر وصیت جائز نہیں … الوصی …
ثلث مالہ و دیونہ علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز … ثم التصدق علیہم … مال کی وصیت کی اپنی نمازوں کے کفارہ کے واسطے
اور حالانکہ اسکا ثلث مال محتاجوں پر دین ہے سو وصی نے اس مال کو انھیں پر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نہ کریگا اور ضرور ہے کہ اس مال کا اول قبض
کرنا پھر انکو صدقہ دینا … ولو قبض … کفارہ … لو امر ان یتصدق بالثلث فما … صاحب … تملیک …
لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے تہائی مال
مثلاً غصب کیا اور اسکو ضائع کیا سو وصی نے اسکو چھوڑ دیا یا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق میں اسسبب سے کہ اصل … قبضہ
بعد مرجانے موصی کے بخلاف دین کے کہ اسپر دیون کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کریگا یہ سب مسائل قنیہ سے ذکر ہیں فی الجواہر
اوصی الرجل بعقار ورثۃ وقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلبہ ثم بعد سنین ادعی تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ
اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اسی شہر میں تھا اور حالانکہ
اسکو قسمت ترکہ معلوم ہوئی اور … طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہ ہوگا بشرطیکہ اسنے وصیت کو رد نہ کر دیا ہو
… عقار عبارت ہے … کذا فی الطحاوی عن جامع الفصولین اوصی … فیہا بعد … قبل القبض صح لجواز
التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے واسطے وصیت کی ایک گھر کی … قبضہ کرنے سے پہلے … جائز ہے اسواسطے کہ وصیت
کی چیز میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے … الولد … متولیا … المتولی اولی من الاب … زمین کو وقف
کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ پر … الشفیع من ید الموصی لہ
تو خذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ … مال … گھر … اسکی وصیت کی ایک مرد کے واسطے
سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ لیگا
اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ہے … مگر شفیع لیگا حق شفعہ کی
علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن سے مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن نہ لینگے کذا فی المنح

باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاوے ہم عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اسکو اپنے مال میں تصرف کرنیکی یا امور کی وصیت
کی اور اسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہیں اور وصایت بالکسر … اسم ہے اس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اسمیں خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے
اول بار وصی ہونا غلطی ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہیں عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہوں ابو مطیع نے کہا کہ میں نے
۲۰ برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ
صح فان رد عندہ ای بعلمہ … ایک شخص نے اسکو وصی کیا اور اسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہوگیا

پھر اگر رد کیا یعنے قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست مین تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی ہم سو اسواسطے کہ وہ اسمین متبرع ہی اسپر
قبول کرنا واجب نہین چاہیے اسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہین کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہین ہی کیونکہ موصی کو اختیار
ہی کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہان اگر اسکے سامنے دوسری بار قبول کرلیگا تو صحیح ہی سو اسواسطے کہ بنا بر یہ مین ہی کہ کسیکو
وصی کیا سو اسنے اسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تجسے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اُسنے کہا مین نے قبول
کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی و الا لا یصح الرد بغیبتہ لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اسکا رد کرنا اسکے پیچھے یعنے
اسکی عدم دانست مین صحیح نہین ہی تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہی
خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام رح کے نزدیک بخلاف ابو یوسف رح کے یعنی انکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین
فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد و القبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اسکا وصیت کرنے والا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہی ہم وصی
بالتصرف مین متبرع ہی تو بدون قبول کرے کے اسپر وصایت لازم نہین مانند وکالت کے اور یہان فریب دینا بھی نہین ہی اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلیے کہ اُسنے
حال دریافت نکیا کہ اُسنے وصایت قبول کی یا نہین ولزم بعقد الوصیۃ ببیع شئی من الترکۃ وان جہل بہا لکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط
فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہوجاتی ہی وصی کی کوئی چیز بیچ کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے کہ
وصی کو وصایت کا علم شرط نہین ہی اُسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت
کا معلوم ہونا شرط ہی وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت سے
سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہی مگر جبکہ قاضی نے اُسکے رد کرنے کو نافذ کردیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت کا
صحیح نہین ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج
جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنے قاضی اُنکے سوا اور شخص کو
وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہی تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کرین قبل اخراج کے
تو تصرف جائز ہی کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر والمرتد وتاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا
لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا بالزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد
مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی انکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہوجانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا
مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہی کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہی کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہی ولی عبدہ
والحال ان ورثتہ صغار صح کایصائہ الی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان ردفی الرق فکالقن اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہی
جیسے اُسکا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہی پھر اگر مکاتب عاجز ہوکے بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھر آگیا تو اسکا حکم غلام کے
مانند ہی یعنے اگر وارث صغیر ہین تو درست ہی اور نہین تو درست نہین والا لا وقالا لا یصح مطلقا درر اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی
کرنا صحیح نہین اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا ای حقیقۃ
لا بمجرد اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقۃ نہ فقط وصی کے اظہار سے
تو قاضی اُسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کے واسطے اور وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہین ہوسکتی

اسواسطے بہتر ہوا کہ شکایت کرنے والا کا سبب کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ
اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلا ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان
جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہی تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ واختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولما
عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ
فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ
الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف اشباہ میں ہی فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی
اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہی لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہی چنانچہ فصولین میں ہی اور
وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہی انتہی مافی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں فصل سے یہ ہی کہ میت کا وصی اگر متقی اور
کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہی سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہی کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک
کارگذار
صحیح یہ ہی کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہی قاضی سے یعنے اُسنے بہتر سمجھکر اُسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق
یوں ہی کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی مافی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب
بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی مم منجملہ وظائف کے تولیت ہی فتاوے
خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اُسکی شرط یہ ہی کہ اُس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین
میں ہی تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہی اور اگر کریگا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوتا ہی کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو
بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہی کذا فی الطحطاوی ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ
ووقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہی جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہی اسواسطے دو متولی دو وصی
کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ ووقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف بلا رای الآخر لم یجز وقد صارت واقعۃ الفتوی اور قول سابق
سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رای کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی مم یہ صورت
اسعاف میں مصرح مذکور ہی کہ انفراد احد الناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کرے تو جائز ہی مفتی ابو سعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان الصماد ہ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے
وصی کے باطل ہی اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہی ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب
لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا قول
قریب تر ہی صواب کی طرف مم یہاں دونوں قولوں پر فتوی اور قضا درست ہی چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا
کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاضی واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا
من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رای ذلک فیہ

المصلحۃ والا لاستبداد فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا بالملتقطات وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ یعنی بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہے
جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کی طرف سے
ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہے تو اسی طرح اسکے نائب کا
تصرف جائز ہے اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے
تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ مین بالملتقطات وغیرہا سے منقول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج
لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب له وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فله ذلک ونصب القاضی الآخر لا یخرج الاول اھ
سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہے کہ اگر قاضی نجانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو
اسنے وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسکو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا شراء کفنہ وتجہیزہ والخصومۃ
فی حقوقہ وشراء حاجۃ الطفل والاتہاب له واعتاق عبد معین ورد ودیعۃ وتنفیذ وصیۃ معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل
ہے مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اسکی تجہیز مین اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے مین
اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہے
وزاد فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخری منہا رد مغصوب ومشتری شراء فاسدا وقسمۃ کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین بجنس حقہ شرح وہبانیہ نے دس چیزین
سوا اسکے جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کیے ہین ازانجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور
دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق کی جنس سے ہم نے امور عشرہ سے تین امر کو شارح کے لیے ذکر کیا ازانجملہ عیب کی وجہ سے بیع کا پھیر دینا اور
اجارۃ لنفس یتیم یتیم کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا مسکین فقیر یا مساکین کے واسطے وبیع ما یخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ الخ
جسکے تلف ہوجانے کا ڈر ہے اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو صرح بالانفراد او الاجتماع
اتبع اتفاقا شرح وہبانیۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو کر تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع کی تصریح کر دی ہو تو اس تصریح کی پیروی کرنا
لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدہما فان اوصی الی الحی او الی آخر فله التصرف فی الترکۃ وحدہ بلا احتیاج
الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت
نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم چلپی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر دوسرے شخص کو وصی
کیا ہوگا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا یوص ضم القاضی الیہ غیرہ درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی
دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ مین دو شخصون کی رائے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو ایسا قاضی کے نصب سے ہی
ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر مقامہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ مین ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام
پر قائم کر دے یا اسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث شاءا انتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور وصیت
باطل نہین ہوجاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی ما فی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے ہم شرح وہبانیہ مین ہے کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا
دوسرے محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گی

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ گویا تو بیچ کیواسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے
متعلق ہے نہ عین متروکہ سے وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ
اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اور شخص کا
مالک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے تو عقد کا عہدہ اسکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی فی الترکۃ کلہا او
قال محمد فی الثلث لانہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی الملتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی
رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے پھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے پھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف
کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا
کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہوگا اور ملتقی میں ہے … کہ وصی تاوان پھر لے ان فقیروں سے جنھوں کو ثمن خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا انکو ہوا
ہے تو انکا نقصان بھی انہیں پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع
علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اسکا
ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا حق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے پھر لیگا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق
سے جو صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیال الوصی بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز بحر اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو
اسطرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البحر وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن الناس فیہ لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان الولایۃ نظریۃ فلو باع ہکذا کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیچنا اور
خریدنا وصی کی اجنبی سے (?) بقدر اتنا ہے کہ لوگ نقصان اٹھاتے ہیں اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلیے کہ وصی
کی ولایت نظری ہے یعنی بیع میں یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے
کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک
مطلقا لانہ وکیل اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی
نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا
یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب
جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے
ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں ہم نے زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم
کو بیچ کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت
ظاہر ہو یا نہو وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیچ کرنا اپنی ذات سے جائز
ہے قیمت کے برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں تو جائز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار ففیہ تفصیل اور یہ سب
مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد الوصی

علے کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار میں تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے پہننے کا
کفن تین کپڑوں کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ یضمن
ما دفعہ من مال الیتیم ولوالجیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت میں وصی تاوان دیگا
اسکا جو اسنے ثمن دیا ہے یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیۃ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفعہ
الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے اسکو دیا جسکا دینا اسکو جائز نہ تھا مہ یہ صاحبین کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک
وصی پر ضمان نہیں اگر یتیم کو پچیس برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقار میں کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ
ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف ہلاکہ ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی الزیلعی والقہستانی الاصح لا لانہ نادر اور وصی کو بیچنا
وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول میں مگر ادا سے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہے
عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسبت کرکے میں کہتا ہوں اور زیلعی او قہستانی میں مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا
تلف ہوجانا کمتر ہے مہ اگر میت پر دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہیں تو صاحبین کے نزدیک
جسقدر دین ہو اسقدر کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ
او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا اور
صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے
کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہیں سے متصور نہیں سوا عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی پیداوار زیادہ نہیں ہوتی
اسکے مصارف سے یا اسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اس وجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ میں ہے کذا فی الدرر والاشباہ مختصرا مہ وصیۃ مرسلۃ
مراد وصیت مطلقہ ہے اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عقار کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت وہذا لو البائع وصیا من قبل ام او اخ فانہما
لا یملکان بیع العقار مطلقا میں کہتا ہوں اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ میں اس شرط سے ہے کہ بائع ماں یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ
ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہیں ہر طرح یعنے نہ اشیاء مستثنے میں نہ انکے غیر میں ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک
نہیں سوائے طعام اور لباس صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگوں کے نزدیک
سراہا اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا صرح بہ ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مالہ ای الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری
کرے یتیم کے مال میں اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سو اگر اسنے اپنے واسطے اس مال میں تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے وجاز لو اتجر من مال الیتیم وتمامہ
فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال میں یتیم کیواسطے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے مہ درر میں خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے
مال میں تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہیں اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضامن ہے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک
نفع وصی کو حلال ہے خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شی باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان میں کہتا ہوں اشباہ میں
ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہیں ثمن مثل سے کمتر میں مگر ایک مسئلہ وصیت میں اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنے جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے
شخص سے مہ اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہو تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی

وفیہا ایضا الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شیء لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقدمنا فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز استحقاقہ اور اشباہ مین اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اُسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہی سو اگر اُسنے عمل نہ کیا تو اُسکو اجرت نہین ہی اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہین ہی اور یہ یعنے متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہی جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کر دے تو اگر اُسنے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایکسال مین کوشش کی تو اُسکے واسطے کچھ اجرت نہین اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اُسکے مخالف ہی یعنے یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہی اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف مین گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اُسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کان الوصی اعتبارا وکبارا باع حصۃ الکل کما مر کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصون کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ مین ذکر ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثون کے حصہ کو بیچ کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے جو تفصیل ذکر ہوئی ہی کہ اگر ادائی قرضہ اور خوف ہلاکت مین بیچ جائز ہی نہ اسکے سوا مین کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایہ لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین ملک صغیر کا باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح مین مذکور ہی ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہین تو مقر لہ کو اُسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیء من ترکتہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہ کہ اقرار کرنے والا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصون مین ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لم یسمع درر اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ ترحقدار ہی صغیر کے مال مین تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اُسکا وصی نہو تو دادا احق ہی چنانچہ کتاب الحجر مین ثابت ہو چکا ہی وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ مین ہی کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتون کے جاری کرنے کے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ اُسکو یہ درست ہی

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہ فصل ہی وصیون کی گواہی کے مسائل مین ہم اس فصل مین شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت او باطل ہی گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہی ہم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا تصرف جاری ہی اور بالغ کے مال میت مین وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت مین تو اس تہمت سے اسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما لکبیر ای بغیر مال المیت لانقطاع لا تہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہی گواہی اُن دونون کی غیر مال میت کے جبکہ بالغ ہو

دونوں وصیون کی ولایت کی اُس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ
جیسے صحیح ہو گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے واسطے ہزار درم کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہو گواہی انہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں
گواہوں کے واسطے اتنے ہی کی ہزار درم کے دین کے یعنے فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین
ہونے کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں صحیح ہیں بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف بخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت میں یعنے ہر فریق
نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درم کی وصیت کی ہو سو یہ گواہی باطل ہو وقال ابو یوسف لاتقبل فی الدین ایضا وقدم فی الشہادۃ
اور ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ دین میں بھی گواہی مقبول نہیں مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں پہلے مذکور ہو چکا ہو وشہادۃ الاولین لعبد و
الآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لاثباتہا الاشرکۃ فتبطل یا پہلوں کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلوں کی گواہی ثلث مال یا غیر معین دراہم کی وصیت
کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی دم کل مال میت میں غلام بھی داخل ہو تو ثلث مال کی وصیت میں تہائی غلام میں شرکت ثابت
ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہو وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین اخر
لانہ لاشرکۃ فلاتہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہو اگر دو مردوں نے اور دو مردوں کے واسطے کسی چیز مثلا غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے
شاہدوں کے واسطے دوسری چیز مثلا باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہاں دونوں فریق میں شرکت ثابت نہیں تو تہمت بھی نہیں جو گواہی نہ
مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لاثباتہما لانفسہما معینا وحینئذ فیضم القاضی بہما ثالثا وجوبا لاقرارہما
بآخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کما لو انکر زید دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونوں کے ساتھ وصی کیا ہو تو یہ گواہی لغو ہو بسبب
ثابت کرنے دونوں وصیوں کے اپنی ذاتوں کے واسطے مددگار اور اس صورت میں قاضی ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی ملادے بنا بر وجوب کے
کیونکہ انھوں نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونوں وصیوں کا تصرف کرنا میت کے مال میں بدون تیسرے وصی کے جائز نہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا
الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ لیکن یہ کہ زید اسکا دعویٰ کرے یعنے زید یوں
دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہو ان دونوں کے ساتھ تو اب دونوں وصیوں کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلئے کہ دونوں وصیوں نے
تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما اوصی الی رجل لجرہما
نفعا بنصب حافظ للترکۃ ولہذا اور اسی طرح میت کی دو بیٹیوں نے جب گواہی دی کہ انکے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہو تو گواہی لغو ہو اسواسطے کہ دونوں نے
اپنے واسطے منفعت کھینچی بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کے واسطے وہذا لو ہو منکرا ولو یدعی تقبل استحسانا اور یہی گواہی کا لغو اس شرط
سے ہو کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما ان اباہما
وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لاتقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی لایملک نصب الوکیل عن الحی لطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ بخلاف
اس گواہی کے کہ دو بیٹیوں نے یہ گواہی دی کہ انکے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہیں وکیل کیا ہو کیونکہ یہ گواہی کسی طرح مقبول
نہیں خواہ زید وکالت کا دعوے کرے یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنے کا بیٹیوں کی طلب سے مالک نہیں
بخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم مطلقا اور وصی کو گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہو نہ میت کے نفع پر اگرچہ
گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ رجع مطلقا وعلیہ الفتوی درر وصی نے میت
وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اسقدر مال ترکہ میت سے بھر لے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہو کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ

میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت لہ ہو یا اللہ واد کذا فی الجتبیٰ وفی مختصر اگر وکیل ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا
اپنے مال سے سو اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہو ولذا لک الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع
اذا اشہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدی کہ جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے
بھر لے جبکہ اسپر اسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لونگا ولی البزازیۃ والخانیۃ شرطا
الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ فائدۃ لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن
وان لم یشہد بخلاف الابوین وتحکی ما یفیدہ قنیۃ بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو واسطے شرط ہو اگر وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ
حق رجوع میں بدون گواہ کے کر لیسکے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے
اگرچہ اسنے گواہ نہ کر لیا ہو بخلاف ماں باپ کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو ضرور اس میں دو قول ہیں کہ
ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بالشہادت میں مضطرب ہے اور لیکن پھر ایک طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت طعام
اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الجتبیٰ او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے وہ
دین میت کا جو شرعا اسپر ثابت ہوا ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن المیت
او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو
کفن دیا یا اسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے ترکہ سے بھر لیگا اور تبرع نہوگا یعنی اسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت
من مال نفسہ قبل قولہ فیہا ہو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اسکا قول آئین مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ یہ
متن اسکا کہ یا متن کا قول او کفنہ دالا متکرر ہے بقول ماتن او کفنہ حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ
اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے میں
ترکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متغایر ٹھہرا فتامل انتہی
ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باع یرجع القاضی الی اہل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ وان
قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی اسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی
ان میں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر ثقہ واقفکاروں میں سے دو شخص اسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اسکی قیمت کے موافق بیع کیا
اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کی طرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزائدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض
البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منہم علی شیء یوخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما
کما فی التاترخانیہ اور اگر مزائدہ میں یعنے جہاں بیع من یزید ہوتی ہے جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام گھر بولتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر
تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کی طرف پھر اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انھیں دونوں کا
قول لیا جاوے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے ودلہذا قیم الوقف اذا اجر
مستغل الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر اکل نے الدر منثور یا الخانیہ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا
شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل در رمین مذکور ہیں فتاوے قاضی خان سے منقول فروع

بیع الوصی

مسائل ہیں شارح نے کہا یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثمان عشرۃ مسئلۃ فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے مین بدون گواہون
کے مقبول ہی مگر بارہ مسئلون مین مقبول نہین چنانچہ اشباہ مین مذکور ہین ہم مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہی اولھا قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہی
کہ وصی نے میت کے دین ادا کرنے کا دعوے کیا صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے دعوی کیا کہ میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب
کرتا ہی اور وصی کے ادا کرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاء دین من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا
ادا کرنے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اسکے ثمن قبض کرنے سے پہلے اوان الیتیم استہلک مالا آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوی
کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی مین اتلاف
کیا تھا اور مین نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اوانہ
اذن لہ فی التجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگون کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم
کی طرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت
کے لائق نہ تھی اور اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت
وصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم کے غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا یہ محمد کا قول ہی اور ابو یوسف
کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہی کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء
عبدہ الجانی ساتوان مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا والانفاق علی محرمہ آٹھوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا صورت
اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا نفقہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اسکو ایک برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے
اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیۃ او علی رقیقہ الذین ماتوا نوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی
کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلامون پر جو مرگئے ہین یہ قول ہی محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہی کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ من مالہ حال غیبتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا یہ مسئلہ اشباہ
مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہ ہی کہ وصی چاہتا ہی کہ مین اداے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اسکی
تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی ولذا من مالہ لنفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسوان مسئلہ یہ ہی اور اسی طرح وصی نے دعوے کیا
خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ مین اپنا مال
خرچ کرتا ہون پھیر لینے کے واسطے اور اگر اسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیۃ اوانہ زوج الیتیم امرأۃ
ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارھوان یہ مسئلہ ہی یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے
اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہی الثانیۃ عشر اتجر ربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارھوان مسئلہ یہ ہی کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل
کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی تھی یہان بھی عدم اشہاد شرط ہی اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع مین شریک
ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ والا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ جس چیز
پر وصی مسلط ہو تو اسمین اسکی تصدیق کیجاویگی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہین تو اسمین اسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی ہم تصدیق ہوگی
قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہو کذا فی الحموی تحت قولہ القاضی وصیا فی سنۃ ... بموتہ فی الاشباہ قاضی نصب وصیا لیٹرا

وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں ہم نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص
مر گیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب
وصی کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کی طرف سے اسکی اجازت ہے کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ ولتنفیذ وصیتہ
سو اضع سبعہ کے یہ تین مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی الزواہر
موضعین آخرین اشتری الاب من طفلہ شیئا فوجد بہ عیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور
کیے ہیں ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اسمیں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب کی اسکو پھیرے واذا احتیج
لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ نصب وصیا لاثبات حقہ کما فی جمع الفتاوے اور جبکہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق
غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے گا اور اگر غیبت منقطعہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب نہر نے ان دونوں مسئلوں کو تتبع اشباہ کی طرف نسبت
کیا ہے ثم غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں تا دلکہ آنا جانا نہو پیدل ہو یا شرح نووی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کیا الجمال
میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ سال میں ایکبار جاتا ہو یہ قول قدوری کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ تین دن یا
یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرتا رہتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا ۱۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا ۳ منزل اور
بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ الا بخیر ومن
لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اسکے برابر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خریدنا اپنی ذات کے واسطے مگر کہ جسکا خیر ہو
دوسری صورت یہ ہے کہ اس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدا من القاضی تیسری صورت یہ ہے اور
جائز نہیں اسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے ہم یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اس چیز پر قبضہ کرے
تاوقتیکہ قاضی قبضہ کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں
ولا ان یوجر الصغیر لعمل یا چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچویں صورت یہ ہے اور وصی
قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنی ایک نوع میں وصی
کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہو گا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض التصرفات صح ساتویں
صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اسکا روکنا صحیح ہے برخلاف میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ ولہ عزلہ ولو عدلا آٹھویں صورت
یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمۃ بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب
آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی القاضی کوصیہ لو وصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے کہ قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر
قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی یا فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا دفع ہو گیا ہم یعنی یتیمہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں
صورت یتیمہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرطیکہ وصیت عام
ہے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرع فی مرضہ باجازۃ ابن المیت
صنہ بعدم الاجازۃ الا ممن تبرع بہ من المنافع فینفذ من الکل بان آجرہ باقل من اجرۃ المثل لانہا تقبل بموتہ فلا اضرار علیہ اور ... ...
لا ملک علیہم لکن فی الظہیریۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوے صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کرنا مرض میں

ناقذ نہیں ہوتا اگر ثلث متروکہ میں ہر حال عدم اجازت وارثون کے مگر اُسکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اُسنے
گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنے اُسکی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اُسنے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہو اسلیے کہ اجارہ مذکورہ مریض
کی موت سے باطل ہوگا اور وارثون پر ضرر رسانی نہین ہی اور اُسکی حیات مین تو وارثون کی کچھ ملکیت نہین لیکن عمادیہ مین ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے
نافذ ہو تو شاید کہ یہ دو روایتین ہین باع مال الیتیم او ضیعۃ و المشتری مفلس یوجل ثلثۃ ایام فان نقد و الا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول
بیچا اور خریدار مفلس ہی تو وصی تین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر
الشراء و قد قبض یرفع الوصی الامر للحاکم فیقول ان کان بینکما بیع فقد فسخته پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو وصی اس امر
کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونون مین بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ مین نے اس بیع کو فسخ کر دیا اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد
فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبیل الوصایا … الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول
کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانتدار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اُسکو عاجز یا
کثیر الاشتغال جانے تو اُسکو خارج کرے اور بعد اخراج کا دو طرح پر ہی ایک یہ کہ وصی اُسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وہ چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت
یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اُسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم ماله بعد بلوغه فشهد
الیتیم علی نفسه انه لم یبق من ترکة والده لا قلیل و لا کثیر الا و قد استوفاه ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انه من ترکة ابی و برهن تسمع وصی نے یتیم کو اُسکا مال اُسکے بالغ ہونے کے بعد
حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اُسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہین رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی
چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اُسکا دعوی مسموع ہوگا ہم … اشہاد ابرا معلوم نہین شخص معلوم
سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہی جو ابرا کا متلزم نہین تو یہ اُسکے دعوے کا مانع نہین برخلاف اس ابراکے جو مجہول سے ہو … تو واسطے یعنے
شخص معین سے چیز غیر معین کا ابرا کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے ساتھ ہی وہ اسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کہا تو
زید بری الذمہ ہوگیا اور ابرا صحیح ہی جتنے معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ یتیمہ مختصر اللوصی الاکل و الرکوب بقدر الحاجۃ قال
تعالی و من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج
ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا قید بقدر حاجت کے ہی یعنے جسقدر بمدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہی اُسی قدر مدت تک کھانا
اور سوار ہونا درست ہی نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ و له ان ینفق فی تعلیم القرآن و الادب ان تاہل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب مین خرچ
کرے اگر یتیم اسکا اہل ہو … شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انھین کی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت
کا ہی یعنے اگر یتیم خاندان علم سے ہی تو وصی خرچ کرکے اُسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے و الا فلینفق علیه بقدر ما یتعلم القراءۃ الواجبۃ فی الصلوۃ مجتبی اور
اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اُسپر اسقدر خرچ کرے کہ قراءت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اُسکو سکھاوے
کذا فی المجتبی و فیه جعل للوصی مشرفا لم یتصرف بدونه و قیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبی مین ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اُسکے تصرف متروکہ
مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنے بدون وصی کے درست ہی ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا و فیه للاب اعارۃ
طفله اتفاقا لا ماله علی الاکثر اور مجتبی مین ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اُسکے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات کے و فیه یملک
الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکه الوصی اور مجتبی مین ہی وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اُس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

نہیں ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہے اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے مابین باپ
اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں ہے قنیہ میں مذکور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہو اسکی
قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اسمیں صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم منفعت پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ویملک الاب
والجد بیع مال احد طفلیہ للآخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور
کا مالک نہیں ہے یعنے اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ دونوں یتیموں کی خیرخواہی کا
مامور ہے سو یہاں ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسی طرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست
نہیں ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من اجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارا لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ
اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا اسکی بالمثل قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بدعقل ہو تو اگر اسنے صغیر کا مال غیر منقول
بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک سے جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ علیہ
یرجع بہ لو مال والا لا لوجوبہا علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ میں اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھر لونگا
تو لے سکتا ہے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر اسوقت یعنی جبکہ نابالغ محتاج ہو تو اسکا نفقہ باپ پر واجب
ہے رجوع جائز نہیں وکذا لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال او لا ان اشہد لانہ لا یجب کذا عن ابی یوسف وہو من جنس جعل العلم واما ملبسہ وطعامہ
اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کریگا خواہ اسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کرنے پر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نہ کرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ مسئلہ خوب
ہے جسکا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم بعینہ قنیہ میں مذکور ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے تو میت کا مال سے محسوب
ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر کفن وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے اسنے صرف کیا تو اپنے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وتحتہ واللہ اعلم استغفر اللہ الکریم

کتاب الخنثی

اس کتاب میں خنثی کے احکام مذکور ہیں اور خنثی مشتق ہے خنث سے بفتح خا معجمہ وسکون نون سے اور خنث لغت میں عبارت ہے نرمی اور تکسر سے اور اسی سے مخنث ہے
معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اسکا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف
متضاد ہیں ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں واسطے امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہے پھر کبھی اشتباہ واقع ہوتا ہے اسطرح پر کہ کوئی انسان ایسا
ہوتا ہے جسمیں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجوده ذکر نادر الوجود چونکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنے مرد اور عورت کے
احکام سے تو نادر الوجود یعنے خنثی کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او عار عن الاثنین جمیعا خنثی وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا دونوں سے عاری ہو تذکیر
اور تانیث دونوں علامتوں سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے
فرج سے تو عورت ہے جب اسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہے اور اگر اسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثول یعنی مسہ کی تنہ
ہے کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اسکا اعتبار ہے اسواسطے کہ اقدم
اسکی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونوں برابر ہوں اسطرح کہ دونوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے مشکل اسواسطے کہا کہ احد الامرین
کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو کی
دلیل ہے وللاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام نے رد کیا ہے کہ انہوں نے ابو یوسف رح سے

فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی المرأۃ او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہی پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکے ڈاڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہی تو وہ مرد ہی وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطئہ فامرأۃ اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہوا تو وہ عورت ہی ہم ظہور پستان سے مراد یہ ہی کہ دونون پستانون سے عورتون کے مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودھ نکلتا ہی ایسا استفادہ ہوتا ہی شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہی کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہی تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اسکا جواب یہ ہی کہ کبھی دودھ نکلتا ہی اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہی جو مرد کی پستان سے تمیز نہین پھر جب دودھ اترا تو تمیز واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہی کہ خنثی نے منی روئی مین لیکر اپنی فرج مین داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہی کہ عورتون نے اسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم یظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہی بوجہ عدم مرجح کی وجہ سے ہم تعارض علامات کی مثلاً یہ صورت ہی کہ پستان ابھرے اور ڈاڑھی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأۃ تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہی کہ خنثی کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہی مرد کی پسلیون سے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے ہم اسمین اختلاف ہی کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہی مشہور یہ ہی کہ بائین طرف کی ہوتی ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ مرد کی سولہ پسلیان اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ ہوتی ہین [illegible] نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہی اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونون کی پسلیان برابر ہین اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اسکی یون مذکور ہی کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فیؤخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت مین یعنی بصورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاویگا خنثی مشکل کے امر مین اس چیز کے ساتھ جسمین زیادہ تر احتیاط ہی تمام احکام مین قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لا یتعلق التحریم بلبنہ قنیہ مین کہتا ہون لیکن پہلے اول کتاب مین مذکور کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور اسکے دودھ سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا چاہیے کہ ان دونون صورتون مین عمل باحتیاط نہین ہی ہم یہان اعتراض وارد ہوتا ہی کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہی تو وہ خنثی مشکل نرہا اسکا جواب یہ ہی کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ ڈاڑھی نمود ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسیطرح دودھ مین کلام ہی کذا فی الطحطاوی فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر احتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردون اور عورتون کی صف کے مابین ہم یعنی نہ مردون کی صف مین کھڑا ہو نہ عورتون کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہی تو عورتون کی صف مین کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہی تو مردون کی صف مین کھڑے ہونے سے اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اسکے دائین اور بائین اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہی اور عورتون کی صف مین کھڑا ہو تو اسپر اعادہ نماز کا واجب ہی اور اگر قریب البلوغ ہی تو اعادہ مستحب ہی اور اگر چند خنثی ہون تو اسطرح کھڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چھوڑین کذا فی الطحطاوی وان بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ [illegible] اور جب کہ خنثی حد شہوت کو پہونچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاے جو اسکی ختنہ کرے سو خرید سے اسکی وہ لونڈی ٹھہر گئی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم لیکن اگر واقع مین خنثی مرد ہی تو وہ اسکی لونڈی ہوئی تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور اگر عورت ہی تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأۃ احتیاطاً ولا ضرورۃ لان الختان سنۃ [illegible] اور مکروہ ہی کہ خنثی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ کرنا [illegible]

سنت ہی نہ فرض ہم یہ مذکور ہا کہ خنثیٰ بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریہ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم
تباع اور اگر خنثیٰ کا مال نہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیا جاوے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جاوے اور ثمن اسکا بیت المال میں
داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یزوج امرأۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح وان
انثی فنظر الجنس الی الجنس عند الضرورۃ مباح ثم یطلقہا و تعتد ان خلا بہا احتیاطا یا خنثیٰ نکاح کرلے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اسکا ختنہ کردے اسلیے کہ اگر خنثیٰ مرد ہے تو نکاح
صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف بسبب ضرورت کے مباح ہے پھر خنثیٰ ختنہ کے بعد اسکو طلاق دے اور ختنہ کرنیوالی عدت میں بیٹھے
بنا بر احتیاط اسلیے کہ اگر خنثیٰ نے اس سے خلوت کی ہو ہم یہ قول طحاوی نے اپنے استادوں سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر
خنثیٰ نے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت سے ملاقات ہوگی اس سے خلاص نہیں ہوسکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقینی نہیں ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثیٰ
مشکل مرگیا اور یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اسپر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یوں کہا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح
کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق دے اختیار شرط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے
از قسم محال ہے تو نکاح کرلینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثیٰ کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے والخلوۃ بغیر محرم اور خنثیٰ
مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے اسواسطے کہ مکروہ ہے وان قبلہ رجل ثبت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثیٰ مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت
ہوگی ہم تو جائز نہوگا خنثیٰ کی ماں کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اسکی بیٹی کو ولا یسافر بلا محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثیٰ مشکل سفر نہ کرے بدون محرم
کے اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو ہم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأۃ لا یعتبر
بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثیٰ مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اسکا کہا معتبر نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی ہے بدون دلیل کے
وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ اسپر سوائے اسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل
وقبلہ یقبل فلیکن ہذا محمل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد ثابت ہوجانے اسکی اشکال کے قول اسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اسکا
مقبول ہے میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہوگی ہم یعنی عدم قبول کا قول اسصورت میں ہے جبکہ خنثیٰ کا
مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اسصورت میں ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے محیط سے وضعف بہ ما نقلہ القہستانی
عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا فتنبہ اور ضعیف بتلایا ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل
مذکور پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا سو آگاہ رہنا ہم قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثیٰ نے حیض یا منی کی یا مرد
یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اسکا مقبول ہوگا اور رجوع اسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اسنے اپنے مرد ہونے کی
خبر دی پھر اسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا ہے یہ بدلیل فیہ فصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل
ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثیٰ مرگیا قبل ظاہر ہوجانے اسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اسکو تیمم کرادیا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے
غسل کے ہم چونکہ اسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم بغیر ... ہو اسواسطے تیمم کرنیوالا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور
اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کے مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثیٰ مشکل قریب البلوغ ہونے
کی حالت میں کسی مردہ کے غسل میں حاضر نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثیٰ مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کرلینا عورت کے مانند ویوضع
الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پھر خنثیٰ مشکل پھر عورت جبکہ اُنپر جنازے

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہے کیونکہ
وہ صاحب فرض ہے اور اسوقت یہ مسئلہ نو سہم کی طرف عول کریگا اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا چھٹا اور دونوں اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا
بھائی جو خنثی ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فرض سے کچھ باقی رہے سو یہاں کچھ باقی نہ رہا اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو عول ہوگا
تو اسکا حصہ نصف ہے پس بنا بر اسکے ہمارے امام کے نزدیک اسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف نہ پاوے ولو مات عن عم وولد اخیہ خنثی فقدر انثی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا
ایک چچا اور بھائی کا ایک لڑکا خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو یہاں عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ہم نے خنثی کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر
اسکو مرد فرض کریں تو وہ بھتیجا ٹھہریگا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہر چند دونوں عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرقہ و مختلفہ ہوں [illegible] لتدارک ما فات ذکرہ فیما سلف [illegible] والحمد للہ کہ یہ مسائل شتی ہیں شتی جمع ہے
شتیت کی بمعنی متفرق اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے
جو وہاں مذکور نہیں ہوئے جہاں انکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور البتہ میں نے اکثر مسائل [illegible] آگے ملائے
ہیں اور حمد اسکو ہے جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قد وعدناک بہ فی اوائل نواقض
الوضوء یعنی پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم میں وہ کلام ہے جسکا میں نے تجھسے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو میں
اور مدمن کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا ناپاک ہونا نجس سے پینے [illegible] کا مقتضی ہے اور قید
خمر کی اتفاقی ہے تو پھر مسکر خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمۃ کبری وہی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض
الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونوں مقدموں سے ملکر
نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس
قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس بل اولی لیکن اس شکل میں صغری کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں نسبت مجتبی مذکور ہے اسکا
حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولی بالنجاست ہے وجہ اولویت
کی یہ ہے کہ شراب رقیق چیز ہے چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے میں غیر رقیق چیزوں مرغی کے چارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اقبح من کان عرقہ کعرق الکلب
والخنزیر پھر مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہو یہ تشنیع اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال
ابن الفرس فیلزم انہ ینقض الوضوء وہو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن الفرس نے کہا تو اسوقت یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو لازم
وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہمنے اسپر اعتماد کیا
یعنی اور متن میں اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی فظاہر اذ لم یرو عن
احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی سلمہ اللہ تعالی نے انکو آفات
سے محفوظ رکھے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال
عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ہے
نہیں ہے مقدمہ اولی غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے ویشہد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علل اہل الکلام بصیرورتہ

مستہلکا کالاستیٰ لانہ فلا یستہلک الانہ اولی فی عرق مثل الخمر ورد صاد الی کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے کیونکہ کا مسئلہ دیکھو اسکا کچھ ورسکے وود مسئلہ بالاجماع
اسواسطے کہ علمانے اسکی حلت اکل کی علت بیان کی وہ وہ ہے کہ مستہلک اور نابود ہو جاتا ہے اس طرح کہ اسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسی طرح ہم واللہ اعلم کہتے ہیں کہ
یعنی شراب اسکے بدلے میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اسکا اثر باقی نہ رہا ہم استدلال نقلی ہے عقلی نہیں کیونکہ عقل اسکی تائید کرتی ہے و یکفینا فی ضعفہ غرائبہ وخروجہ
عن الجادۃ و تحتم طرحہ عن المسرح من متن وشرح اور یہ کو کفایت کرتا ہے اسکے ضعیف ہونے میں اسکا غریب ہونا اور نادر ہونا اور اسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء
حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے ہم مرج فتح میں کہا ہے درا ... و طحطاوی نے کہا ابھی اسکے سوالی کے درخت کی ہے اور یہی
تہا اور یہ لقرینہ الفاظ طرح یعنی اس درخت کا پھل ساقط کیا جاتا ہے یعنی فروع مذہب سے گرا یا جاتا ہے انتہی باختصار ... شرح ... اور یہی ہے کذا فی القاموس اور
قناسے وار عبارت ہے کہ شاید گی پیشانہ سے اور یہ ہے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اسلیے کہ متن بمنزلہ پیکر کے ہے اور شرح بجاسے ... کا لباس واللہ اعلم خبز وجد فی
خلالہ الخبز فارۃ فان کان الخبز صلبا رمی بہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہے تو پھینک دیا جاوے اور روٹی کھائی جاوے
ولا یفسد خرء الفارۃ الدہن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ او لونہ فی الدہن ونحوہ ... و امکان التحرز عنہ ... اور چوہے کی مینگنی تیل
اور پانی اور گیہوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جبکہ اسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکے مانند مسائل ... میں ظاہر ہو تو البتہ ... اسکی کثرت کے
اور اس وجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی التاتارخانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہوں میں پڑ گئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اسکے آٹے
کہانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اسکا اثر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اسوقت اسکا کھانا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی السنن الرواتب
لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی باب الوتر روایۃ سنتوں میں نہ درود پڑھا جاوے اور نہ دعاے استفتاح یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا ہے سنن رواتب سے مراد
ظہر کی اول چار رکعتیں و جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی
قعدہ اولی میں و جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کیواسطے اٹھے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی
چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلیے کہ ہر دو گانہ جدا گانہ نماز ہے الدعوۃ مستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علے قول عامۃ مشایخنا
اشباہ وقدمنا فی الجمعۃ عن التاتارخانیۃ دعا ... جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت میں مستجاب ہے قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعہ میں
تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ... حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اس وقت کی تعیین میں اختلاف علماء ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا
الخروج من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الخلاصۃ وغیرہا فلو دخل رجل فی صلوتہ
بعدہ لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ اور اسوقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایک مرد مقتدی انکی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے
تو وہ نماز میں داخل نہ ٹھہریگا شارح نے کہا ہے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر
کذا فی النسخ وعبارۃ الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا ینجس قدمناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اسکی رطوبت ظاہر
ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہے ہمنے کتاب الصلوۃ سے پہلے ذکر کیا ہے متن کے نسخوں میں
اسی طرح علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے نجاست سے مراد یہ ہے کہ ... اور اسکے مانند کی نجاست نہیں ہے کہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ...
نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نور الایضاح اور اسکی شرح ... میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑ دیں تو نہ ٹپکے تو وہ نجس
نہیں ہوتا اسلیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا اگرچہ ... میں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑ دیں تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں سو یہ مسئلہ نہیں
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بسبب نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو وہ تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جبکہ ناپاک

یا ئے سنتہ اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیت فی البحر قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ
الترتیب واجبۃ علیہ فلا یمکنہ مراعاۃ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ
انتہی بلفظہ پھر میں نے بحر الرائق میں باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب
مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اسپر واجب ہے اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہے مگر تعیین کی نیت سے
تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نمازوں میں اسکا یاد کرنا
لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقلہ بعینہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو معتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلیتنبہ
لذلک پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ انہوں نے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین منوی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت
میں مشکل ہے اور جو ہمارے علماء نے ذکر کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے تو انکے کلام میں اگرچہ بالفظ اول ظہر یا آخر
ظہر ہوا اور وہی یعنی اشتراط التعیین معتمد ہے چنانچہ تبیین میں ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا ہم وجہ اشکال یہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت
اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازیں قبیل مختلف الجنس کے
ہیں اسواسطے کہ انکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ طحطاوی نے ہو المعتمد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول بھی قوی ہے اور تبیین میں صحیح ہے اگرچہ
تعیین احوط ہے راس شاۃ متلطخ بدم احرق الراس فزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقد منا انہ من المطہرات بکری کا سر
خون میں لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کر دینے میں اور ہم نے
کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات میں داخل ہے ہم آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شے ناپاک میں ناپاکی کا کچھ اثر نہیں رہتا یا جلا کر اسکو کر دیتی ہے
بطریق استحالہ کے ولہذا اگر گوبر جلا کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا کہ سور نمکسار میں گر کر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض
جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے ہم یہ قول ہے ابو یوسف رح کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام محمد رح کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا
جائز نہیں عشر کی مانند مفتاح میں ہے کہ محل خلاف اسوقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر
لا لانہ زکوۃ قلت وقد قدمنا فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے میں کہتا ہوں
کہ میں نے اسکو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے ہم جب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی
دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج ودفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ
لیستوفی الخراج من اجرتہا استحقہ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصوں کو وہی
بطریق اجارہ کے تا کہ وہ خراج ادا کریں انکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شئی من اجرتہا دفعہ لمالکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے انکی اجرت سے
کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونوں کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ ہیں تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ
زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا زیلعی پھر اگر بادشاہ اسکو نہ پاوے
جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکوں پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اسکے مالکوں پر رد کرے کذا فی الزیلعی
قلت وقدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط میں کہتا ہوں اور ہم نے کتاب الجہاد
میں مذکور کیا ہے راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جا

مستفودا بالتداخل کا محل اسوقت ہی جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہی محل ہے اور یہی فتاوی قاضیخان
میں ہے کہ جب خراج جمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام رح کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور اگر سب پہلے ساقط ہوگا انتہی اور صحیح
ہر سال ہی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحطاوی عنہم مذبوحۃ ومیتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتۃ اکثر او استویا لا تحری
لو کی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحری واکل مطلقا اور اگر چند بھیڑ بکریاں مذبوح اور مردار ہیں سو اگر مذبوح زیادہ تر ہوں تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر
مردار زیادہ تر ہوں یا حلال اور مردار دونوں برابر ہوں تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت میں ہو اسطرح پر کہ ذبح کی بکری پاوے اور نہیں تو اٹکل کرے اور کھاوے
ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم وزیادہ اور یہ کہ ذکر کیا ہم کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غالب قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہو کہ بازار
خالی نہیں ہوتے ہیں محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کر کے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں تو اسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج
کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہی بخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو احتراز ممکن ہی اکثر نسخوں در المختار میں
یوں ہی درمختار گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہاں اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعضی نسخوں میں یوں ہی کہا مر فی ما والما رکذا فی الطحطاوی اور درج کے لکھنے تحریر صحیح میں فقط مرّ فی ہی آیا
اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی میں ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ ذبح کی علامت یہ ہی کہ اسکی گردن کی شہ رگیں خون سے خالی ہوتی ہیں اور مردار کی خون بھری ہوتی ہیں ایماء الاخرس کتابۃ کالبیان
بالسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہی یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہی پس اگر گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند
ہی پس جب کلام میں اسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اسکا کوئی اشارہ فہیم مستفی سمجھا وے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم و تعلم کے متعذر ہی لیکن اگر
بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو معتبر بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان بخلاف معتقل اللسان کے معتقل اللسان وہ ہے کہ
وہ ہی جو کلام کر سکے پر صاف نہ ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی رح نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونوں برابر ہیں فی وصیۃ
ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت عقلتہ الی موتہ وبہ یفتی
قلت وہی فی الوصایا یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہی وصیت میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرا اور قصاص وغیرہا من الاحکام میں یعنی
گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ میں معتبر ہی اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اسکا اشارہ معلوم ہوتا ہو اور اسکا عدم تکلم اسکی موت تک ممتد اور متصل ہوا ہی
قول پر فتوی ہی میں کہتا ہوں اور یہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا وذکرہ ہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق
مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا او لا لا ومعتقل اللسان کو یہاں اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ
انکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مر گیا اسی حالت عدم تکلم
پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہیں تو طلاق وغیرہ نافذ نہوگا اور جب طلاق نافذ ہوا تو اسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہی گیا
اسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ لا یحل لہ وطؤہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات یجب لہا کان لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف
اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ ہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا
زوجہ کا مہر اسکے متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں لکن کرانہ فی النوادر عند ذکر الاشباہ والاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر
میں ذکر کیا ہی اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک ہم پیشتر کہ ہی علما مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یعنی اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار چنانچہ
انشار طلاق وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہیں وہ علت ہو جاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو وہ طلاق کی علت
نہیں وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہی سال

پورے ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنے جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یون کہنا اگر زید گھر مین ہو
تو زوجہ مطلقہ ہی اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر مین تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد و تبیین مین یہ فرق ہی کہ تبیین مین
اطلاع عباد ممکن ہی اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم والضابط للمقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا و ما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً
کما فی البحر من باب التعلیق مخالف لما اقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصرا فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول
اور قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کے واسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہی اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی
چنانچہ بحر الرائق مین باب التعلیق سے مخالف ہی اسکے جو مصنف نے الکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہی اسواسطے کہ مقتضا اس قاعدہ مذکورہ یہ ہی کہ طلاق
اور عتاق اور اسکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہی وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونا بطریق استناد کے تو آگاہ اور خبردار رہنا اگر کوئی خبر دیکھا مخالف کا اس قاعدہ کا یہی مخالف
ہی لا ہکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانہا تندرئ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ ما منہ یعنی گونگے کا اشارہ اور کتابت اسکا بیان کے مانند نہی
حد مین حد دینے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہین اسلیے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہی گواہی مین بیان کی برابر ہی اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ ہل یصح
اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہی مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اُسکا صحیح ہی اور
مین نے اسکو صریح نہین دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر درر فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال لی گیا تو
روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اُسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہ مذکور ہوگیا ہم اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھنا تا ہی اور
نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیر وغیرہ کے مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اُسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہوگی کذا فی الطحطاوی قتل بعض الحجاج عذر
فی ترک الحج مرض الحج مقتول ہوجانا بعضے حاجیون کا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور وہ مذکور ہوچکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو
لیسکن معہا فی بیتہا تنشزہ علما کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ
کے گھر مین نافرمانی ہی حکماً چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کی باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہی ہم نافرمانی اسواسطے کہ اُسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب
نہوگا در مختار ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب اسکنے علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر مین لیجاے تو زوجہ
نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر اور کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان
فیہ شبہۃ یا اگر زوج غصب کے گھر مین رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہی اسلیے کہ غصب کے مکان مین رہنا
حرام ہی برخلاف اُس صورت کے کہ مکان مین شبہہ ہو تو شبہہ کی یہ صورت ہی کہ زوج نے مثلاً مکان خریدا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی کہ مال مجہول وہ ہی جسکی
حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع امتک واریدہ بیتا علحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکامر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ
مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور مین علحدہ گھر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہین اور
یہ سب باب النفقہ مین مذکور ہوگیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے
مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہی نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای
لانہ کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اُسنے اپنے غلام سے کہا اے مولے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہی بنا بر اُس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی یعنے
کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر مولے کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون تعلیل
مذکور ہی کہ مولے کے حقیقی معنے ثبوت ولاء علی العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراک

بینت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علے وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع
فیہ نکالا جاتا قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی کذا فی الحموی) گواہ نہ گذرانے بخلاف منقول
کے یعنے مال منقول کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے پر کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین ہی موضعت یعنی دونون کے
گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے باہم اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جب
حکم کیا تو اب اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہین یہان تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے
مواضعت کی تہمت دفع ہو جاوے گی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم القاضی
یا قاضی جانتا ہو درصورتیکہ مدعا علیہ کے قبضہ کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ
کی تصدیق کہ وہ عقار اسکے یعنے میرے قبضہ مین ہی قول صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنے باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قالت قہستانی پھر مرۃ
آخر فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل مین کہتا ہون ہمنے چند بار آگے ذکر کیا پھر ایک مرتبہ ذکر کیا باب جنایۃ المملوک
میں کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین یہ ہی کہ قاضی کی دانست پر عمل نہو گا سو اسکو غور کرے و ہذا اذا ادعی ملکا مطلقا اور یہ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے
ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی ملک مطلق کے دعوی مین ہی اما اذا ادعی الشراء من ذی الید
واقرارہ بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علے کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما فی
البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہی سو قابض ذی الید نے اسکے
خرید کا انکار کیا اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہین اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ خرید کا دعوی
جیسا ذی الید پر صحیح ہی ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی جیسا کہ بزازیہ مین شرح مذکور ہی عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کمنقول ہو الصحیح وتقدم
فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ یعنی ویکتب بالحکم القاضی تلک الناحیۃ لیأمرہ بالتسلیم ایسا عقار قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اس
قاضی کا حکم اس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب العقار مین آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی
قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی
اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق
کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وہو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر گیا یا اسکے بجز کچھ اور
ظاہر ہوا یعنے مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین گواہون کے فریب مین پڑ گیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا البطال حکم مین تو ان سب باتون مین
قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہی کہ رائے اول راجح ہوگی حکم دینے سے تو رائے
ثانی سے جو اسکے برابر ہی نقض نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ما فیہ النکال بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح
دعوے اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو صحیح دعوی وہ ہی جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین
اور مطالبہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مشار ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو تو فاسد جو

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور نا مسموع دعوی کی صورت یہ ہے کہ مجہول کا دعوی کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ملخصاً آیتصرف الاٰن نکتہ مرت فی القضاء بالعلم او بخلاف مذہبہ اذا ظہر خطاؤہ ۔ قاضی کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضا میں مذکور ہو گئیں یعنے اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی ۔ اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ یعنے قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافاً لمحمد ۔ زاد فی البحر ما لم ینفذہ قاض آخر فحینئذ لا یکون القول لہ فانہ لم یقبل لوجود قضاء الثانی ہو قال المصنف وہو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محمد رح کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہ ہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف نہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں ۔ شرط النفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان تتقدم دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی ۔ شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہو حادثہ میں اسطرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے مخاصم پر جو منازع شرعی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق میں جیسا کہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع معتبر نہیں انتہی فلو برہن ان لہ علی آخر عند قاض فقضی بہ بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینہما لم ینفذ لفقد شرطہ وہو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر لما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا دار القضا میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنے تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اسکے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آیندہ میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الی الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ ویعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ اسلئے کہ شرط النفاذ القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی بمقتضاء اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوے یعنے انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہو گئی بسبب عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انفاذ قضا کی حق العباد میں اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل مر فی القضاء قبیل باب التحکیم ان الاول ما فادہ اذا لم یثبت لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اسکو جائز ہے اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمیں اسکو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنے اذا تبین وجہ فساد لکونہ خلافاً لما نقضہ فواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضا اس قاضی کے کہ

او رضا ہو کیونکہ یہان سکوت رضا اور عدم رضا دونون کا محتمل ہے کذا فی البحر ادعی بائع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا کنت وقفتہا وارادتحلیف المدعی

علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علیہ الاصح لان صحۃ الدعوی بل تقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما صححہ الزیلعی

وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھپر وقف ہی یا فلانی مسجد پر وقف ہی یا مین نے اسکو وقف کیا تھا

اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہتا ہی تو یہ اسکو جائز نہین بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے

نہ اسوجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہی بلکہ اسوجہ سے کہ وقف مین بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہی برخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصحیح کی ہی یعنی عدم قبول شہادت

کو صواب کہا ہی اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق مین بیان کیا ہی وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی

مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ہذا ما اعتمدہ فی التاتارخانیۃ معزیا لجامع الفتاوی بعد نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد

علی تلک الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول للمنکر الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثون نے اسکا مہر زوج

سے طلب کیا اور یہ کہا کہ یہ ہبہ مہر اسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اسنے صحت مین ہبہ کیا تو وارثون کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہی فتاوی قاضیخان

مین جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی مین ہی یہ کہ زوج کا قول مقبول ہی سو قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد کیا جاتا ہی اسواسطے

کہ ان سبھون نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر مین اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ باقی کلام قاضیخان کا یہ ہی کہ امر حادث ہوا اور حوادث مین اصل یہ ہی کہ اقرب اوقات

کیطرف مضاف ہون قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علے خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان

بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہی تنویر البصائر مین اور اسی پر اعتماد کیا ہی ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر

مین کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہی وہ یہ قول ہی کہ زوج کا قول معتبر ہی اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہی کہ زوج کا قول معتبر

ہونا استحسان ہی پس اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہی تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہرہ ابن الہمام فی آخر المہر فقال وجہ الظاہر ان الورثۃ

لم یکن لہم حق بل لہا وہم یدعونہ لانفسہم والزوج ینکر فالقول لہ مین کہتا ہون اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہی کمال الدین ابن الہمام نے آخر

باب مہر مین سو یون کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہی کہ وارثون کا حق مہر مین نہین بلکہ زوجہ کا حق ہی اور وارث اُسکا دعوی کرتے ہین اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج

منکر ہی تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثون کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلہ لانہا یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل

کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہی زوج کی جہت سے یعنی وکیل کرنے مین معنی یمین ہی یعنی طلاق زوجہ

کی تعلیق ہی زوجہ کے فعل پر اور یمین مین رجوع کا اختیار نہین لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہی اسواسطے کہ فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجکو وکیل

کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہی بخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہین ہی اور رجوع کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلما عزلتک

فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے

سے کہا کہ مین نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ مین جب تجکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہی تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ یون کہے کہ مین نے تجکو معزول

کیا پھر تجکو مین نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہی اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہی فلو قال کلما عزلتک

فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما فینعزل تو اگر یون کہا کہ ہر بار مین تجکو

معزول کرون سو تو میرا وکیل ہی تو اسکے معزول کرنے مین یون کہے کہ مین پھرا وکالت معلقہ سے اور مین نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل

ہوئی کلما کی لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہی تو اب وہ معزول ہو جاویگا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح علے دراہم عن دنانیر او

صلح

اسیطرح قول معتبر ہونا قول ہمہ ۱۲۶۳ سطر ۳ قرۃ العین کا سم وغیرہ وکل ان الوکالہ یجوز تعلیقہا بالشرط فیجوز تعلیق العزل بہا فیجوز العزل من الوکالۃ المنجزۃ وتجرت المعلقۃ فصار وکیلا جدید ثم بالعزل الثانی العزل عن الوکالۃ الثانیۃ وہذا اولی من قول لان متی لعموم الاوقات ۱۲ کذا فی الطحطاوی

اکراہ واقع ولا یلزمہ المال ہو لما افادہ اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا
کیونکہ اکراہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اس دلیل سے جو پہلے مسائل سابقہ میں مذکور کی ہم اسمیں اشارہ ہی اسلئے کہ زوج کو نہیں
طلاق دین کذا فی الطحطاوی عن المصنف ولو احالت المرأۃ انسانا علی الزوج ثم وہبت المہر للزوج لم تصح قالوا وہی الحیلۃ قلت انما لم تصح لہ فیعلم جوابہا الا انہا
لیتا لی انہ یتخلص المحال من مطالبتہ برفعہ الی من لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو درست نہوگا
فقہاء نے کہا ہی اور یہ حیلہ ہی میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا اگر زوج کے قبول سے سو زوج اسکے حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور رہا اگر اسکا
قبول کرنا شرط ہی مگر یہ کہ یون جواب دیا جاسکے کہ محتال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اسکی نالش کرکے اس قاضی کے پاس
جو محتال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ فقادہ انہ یومر بالرفق وفیہا الا فی ایک
شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اس سے اسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اسکے ہمسایہ نے اسکی تحویل چاہی تو اسپر حاکم جبر نکریگا اور ہم
جو کہ مستفاد ہوتا ہی کہ اسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور شفقت کی وجہ سے ہم عدم جبر کی وجہ یہ ہی کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہی وان سقط الحائط
منہ لم یضمن لعدم تعدیہ اذا حفرہ فی ملکہ کان تسبیبا اور اگر دیوار گرگئی پانی کی تراوٹ سے تو کھودنے والے پر ضمان لازم نہوگا اسکے عدم تعدی سے اسلئے
کہ اسنے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ سبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اسکا اور ضمان فاعل ہوتا ہی نہ مسبب وہو کی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا
تحتملہ فتعدی لجارہ ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اسمین پانی نہ ٹھہر سکا اسکے ہمسایہ تک پہونچا یعنی اسکا تعدی
ہوا تو تاوان دیگا عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت
سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہی بسبب صحیح ہونے اسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہی نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسا کہ
دین کے ادا کردینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیومر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن
زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا
ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کے واسطے بنائی بدون اسکے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے میں
احسان کرنے والا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اسکو جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور
اسکے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے
اختلاف اسمیں کیا کہ عمارت زوجہ کی ہی یا زوج کی تو یہاں زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو مالک ہی ویسا ہی ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب
میں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال ہذہ بنتی من الرضاع ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطاۂ فلہ ان یتزوجہا اذا لم یثبت علیہ بان قال ان ہذا ثابت الا بالقول کقولہ ہو
حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہود او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیر خوار
ہی یعنی میری زوجہ کا اسنے دودھ پیا ہی پھر اسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اسکے چوک جانے کی تصدیق کی تو اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز
ہی بشرطیکہ شیر خوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیر خوارگی کا حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اس قول پر لوگوں کو گواہ کیا ہو یعنی
یہی ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دیکر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم
مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہتا کہ اسکی شیر خوارگی حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اسپر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف
کیا تو قول اسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اسکی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وہل یکون تکرارہ کقولہ ثابتا قرارہ ذلک ثبات ثمہ کما افادہ جسوط فی المبسوط

وحاصلہ ان التکرار لا یثبت بہ الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہے یا نہیں اسمین خلاف ہے عالمون کا جو مبسوط مین شرح مذکور ہے اور حاصل مبسوط یہ ہے
کہ تکرار سے اقرار ثابت نہین ہوتا مصنف طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعہ انسان من یدہ لم یضمن
لانہ تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اسکو اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا سبب
سازی ہے بھاگنے کی ہم وانکا حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی منسوب نہوگی جو اسپر ضمان لازم آوے وکذا لو دل السارق
علی مال غیرہ او امسک هاربا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ الا … اور اسی طرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اسنے چورایا یا جو شخص اپنے دشمن
بھاگا ہوا تھا اسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اسکے دشمن نے اسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا تاوان اصل … اور … پر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ جو نہ رکور کا یعنی سبب ہے
یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ … کے فعل سے فی یدہ مال لانسان فقال السلطان ادفع الی ہذا المال والا
قد قال الی اقطع یدک او اضربک خمسین فدفع لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ مین دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے … کہا کہ یہ مال مجھکو دے اور
اگر تو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اسنے اسکو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اسپر اکراہ ہوا قال ترکت دعوای علی
فلان وفوضت امری الی الآخرة لا تسمع دعواہ بعدہ ای بعد ہذا القول ذکرہ فی القنیة ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلان شخص پر تھا چھوڑا اور
اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اسکا دعوی مسموع نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہے الاجازة تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا فاجاز المالک
غصبہ صح اجازتہ وحینئذ فبرئ الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا افعالون کو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی
چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت غاصب بری الذمہ ہو جاویگا تاوان سے … اجازت افعال کی
اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین اختلاف نہین ہے جیسا کہ فضولی کے تصرفات مین ولو انتفع بہ فامرہ بالحفظ لا یبرأ عن الضمان مالم یحفظہ … فی المواہب … اور
اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان
حاوی مین ہے ہم انتفاع کی قید … واسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع منجلا
فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی فیہ … فوجدہ میتا من ساعتہ لم یحل … لو وجدہ میتا لم یوکل لان الشرط
ان یذبحہ انسان او یجرحہ والا فہو کالنطیحة پھیلایا جال جنگل مین تاکہ اس سے گورخر کا شکار کرے اور بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہان
آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہین تو اس جانور کے مانند ہے جو
دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اسکو اسی ساعت مین مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا
فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیہا والاول اوجہ من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراہة ذلک
مکروہ تحریمی ہین بھیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت
مین وارد ہے شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزون کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب بدلیل ہے وجمعہا بعضہم فی
بیت واحد فقال … فقل ذکر والانثیان مثانة + کذاک دم ثم المرارة والغدد اور بعض فقیہون نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا
سو تو کہہ کہ مکروہ ذکر ہے اور دونون فوطے اور پھکنا اسی طرح خون پھر پتہ اور غدود ہم اس بیت مین چھ چیزین ہین نہ سات وقال غیرہ … اور ذکر بیت
… شاة فکلہا سوی سبع فمنہن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح
کیجاوے تو اسکو کھا سواے سات چیزون کے کہ انکے کھانے مین وبال ہے سو وہ حاء مہملہ ہے پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ہم حاء مہملہ …

بھی اسمین کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالمون کا اسمین اختلاف واقع ہوا ختان المرأة لیس سنة بل مکرمة للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہین ہی
بلکہ عورتون کا مردون کے واسطے تکریم ہی یعنی حق تعالی نے مشروعیت ختان نسا سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ الذ ہی جماع مین کذا فی الطحطاوی
وقیل سنة اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورتون کا ختنہ سنت ہی وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوة والسلام فقال ع وسبعة فی الرسل مختونا
لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم * وہم زکریا شیث ادریس یوسف * وحنظلة عیسی وموسی وآدم * ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان
یحیی ہود یٰس خاتم * اور علامہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کر دیا ہی ان انبیا علیہم الصلوة والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سولہون کہا کہ
رسولون مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون چودہ ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت
یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور
حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یٰس ہی علیہم الصلوة والسلام طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح
معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز کی الصغیر وبط قرحته وغیر ذلک من المداواة لانہ مصلحة اور جائز ہی طفل صغیر کا داغنا اور اسکے قرحہ کو چیرنا
پھاڑنا اور اسکے سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہی کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم
وکیہا وکل علاج فیہ منفعة لہا اور جانورون کی فصد کھولنا اور انکو داغنا اور جس علاج مین انکے واسطے فائدہ ہو درست ہی وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرة تضر
ویذبحہا ای الہرة ذبحا ولا یضربہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور جانورون مین اس جانور کا مار ڈالنا درست ہی جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی
ضرر پہنچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اسکو نہ مارے اسلیئے کہ مارنا کچھ فائدہ نہین کرتی اور نہ اسکو آگ سے جلا دے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد
وقملة وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل وفی القاء القملة لیس بادب اور مبتغی مین ہی کہ مکروہ ہی آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین
ان لکڑیون کے جلانے کا جنمین چیونٹیان ہین اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہی اور اسلیئے کہ جون ہر شخص پر چھٹکی اور تکلیف دیگی اور موجب نسیان ہی اور گرسنگی
سے اسکے ناحق تعذیب ہی تو اسکا مارنا ہی بہتر ہی کرنے سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وجاز المسابقة بالفرس والابل والارجل والرمی للریاض للجہاد اور مسابقت
یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکلنا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہو کر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کر کے جائز ہی جہاد کی ریاضت کے واسطے ہم مسابقت کی شرط یہ ہی کہ
دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہانتک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کر سکیگا بالضرور تو جائز نہین اسلیئے کہ مسابقت
خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کی وجہ سے اور اس صورت مین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہی اس شرط سے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز ہوگا کذا فی المنح ریاضت جہاد
کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو و لعب منظور ہو اور دل بہلانا تو مسابقت مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہی مسابقت مین مال کا شرط کرنا
دونون جانب سے مثلا صورت اسکی یہ ہی کہ زید اور خالد نے گھوڑے سے دوڑ اسطرح شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجائے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجائے
تو زید مال دے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بشرطہ کما مر فی الحظر اور دونون جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہین ہی جبکہ دونون شخص تیسرے شخص
محلل کو داخل کر لین اسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا ہم صورت ادخال محلل کی یہ ہی کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے
سبقت کر جاوے تو ہم دونون سے وہ مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھسے سبقت کر جاوین تو ہم تجھسے کچھ نہ لین ولیکن جو زید وخالد مین مال مشروط ہوا ہی وہ بحال خود باقی ہی جو آگے
بڑھجاے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کر گئے تو
انکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہی کہ اسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو
یقینا یا دونون سے کم ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین اگر ایک جانب سے

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجھپر تو سو اشرفی تجھسے لونگا اور اگر تو بڑھ جاوے تو مین تجھکو دونگا
اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دونون طرف کی بازجیت کے احتمال سے سو یہان دونون طرف ایسا احتمال نہین بلکہ ایک طرف
بازی ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوارون کی جماعت سے کہا کہ جو تم مین سے آگے
بڑھ جاوے وہ مجھسے اسقدر مال لیوے یا اسنے تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہ جائز ہے اور مسابقت کے مانند تفقہ مین اگر کسی مسئلہ مین
تنازع واقع ہو اور تحقیق کے واسطے مال مقرر ہوا یکجانب سے یا دونون جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے اسلیے کہ حلت کی وجہ سبب کو شامل ہے کیونکہ دونون
بابون مین سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز استباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی
کل شئ کما مر فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنے گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیراندازی کے سوا اور چیزون مین چنانچہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا
مال شرط کر کے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شی مین مسابقت جائز ہے اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہے ہم پر سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری
مین زیلعی سے منقول ہین اور یہی مذکور ہے کہ باب مسابقت مین جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال شرط دار کو نہ دے تو حاکم جبر سے
اسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کے ساتھ اسپر نافذ نہ کریگا ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوٰۃ کا سوا حضرت انبیاء اور سوا
حضرات ملائکہ کے اور ون پر نہ بولا جاوے مگر بطریق پیروی مثلاً یعنے یون کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللھم صل علی آل محمد او علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا
درست ہے کہ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر صلوٰۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسلیے کہ
حدیث صحیح مین وارد ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی ہو الذی یصلی علیکم واولئک علیہم صلوات لیکن جمہور علما اسکے مانع
ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا انکے ساتھ شریک نہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمین اختلاف
ہے کہ آیا یہ کروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار مین اور کہا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کرنا بلفظ
صلوٰۃ اسواسطے شروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوٰۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوٰۃ
ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوٰۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری ہے رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین
جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنے یون کہنا اللھم ترحم علی محمد جائز نہین ہم بعضون سے کہا
کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلیے کہ صلوٰۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہین کرتا ہے ولہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بھی ہے اسواسطے
کہ انبیا مرحوم ہین یقیناً اور بعضون نے کہا کہ اللھم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الہی کے خزانہ اور ال
مین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسماء معظمہ سے واجب ہے تو فقیر غریب کین فرید طرح کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حرمین کی
حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم تعظیم اولاد علی اور آل ابا بکر اور عمر اور عثمان کے ہے رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی
وجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالاً فلیحمل التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونون قولون کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا
سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضا اے الہی مین نہایت
سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین امت کے اور لوگ اگرچہ قطب یا ابدال ہون انکے ادنی
مرتبہ کی برابر نہین ہو سکتے جسکا اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے

اُن لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہی جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور
بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی اُنکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی والترحم
للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہی اور جو اُنکے بعد ہین از قسم علما اور عباد اور باقی نیک لوگ ہین
[یعنے رحمۃ اللہ علیہ ۱۲]
وہ لوگ ہین جنہون نے حضرت کو نہین دیکھا اگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وہو الترحم للصحابۃ والترضی
[صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲]
للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسی طرح عکس اُسکا جائز ہی یعنے ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور اُنکے بعد کے صالحین
کے واسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہی کرمانی نے لہذا کتب فقہ مین امام کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور ہین وقال الزیلعی
الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا اولیٰ یہ ہی کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا
کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اسلام مغفرت اور تجاوز کی اُسکیلیے دعا
[خدا اُنکو بخشے ۱۲] [اللہ تعالیٰ انسے درگذر کرے ۱۲]
ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لایجوز اے
الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنے تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہی ہم نوروز عبارت ہی آفتاب کے
آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی فروردی ماہ کی اور مہرجان سولھوین تاریخ ہی مہر ماہ کی آتش پرست دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی
حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہی کہ مشابہت ہی ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک
یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنے والا کافر ہوجاویگا ابو حفص کبیر
نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالیٰ کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اُسکا عمل حبط ہوگیا یعنے
ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لایکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اُس دن کی تعظیم کا ارادہ
نہین کیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اُسکے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع
کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہی تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو اشتری فیہ ما لم یشترہ قبل ان اراد
تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لایکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اُسکے قبل خریدنی نہ تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہی تو کافر ہوگیا اور
اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا بأس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس علیہ ابریسم فوق اربع اصابع سراجیہ اور کچھ مضائقہ
نہین قلانس کے پہننے مین سواے ریشمی کے اور سواے اُس کپڑے کے جسپر ریشم ہی چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہی قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہی کہ
اہل عجم اُسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہی کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر تہہ انگل سے زیادہ ریشم ہو اسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہی برخلاف اُس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی
حلت مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہی لباس سیاہ اور
عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ
لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال وایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور مردون کو مکروہ
ہی جیسا کہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے
منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہی شیطان کا ویستحب التجمل لما اباح اللہ الزینۃ بقولہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الا تیادہ

مستحب ہے تجمل اور آرائش اپنی نعمتوں سے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالےٰ کے قل کسنے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون
کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ ہم مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظمؒ اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ درہم ہوتی
تھی بدلیل آیہ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حقتعالی بندہ کو نعمت دیتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر ظاہر ہو
اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے رداء مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ ملتقی
نے ذکر کیا ہے امام اعظم رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمرؓ ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر ایسے اور ایسے پیوند تھے امامؒ نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے
ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو انکے عامل انمین انکی پیروی کرتے اور اگر عمال کو بھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے
حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود وللشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا قال اللہ تعالی والذین
اوتوا العلم درجات فالرافع اللہ الذین لم یضعہ اللہ الذین ہم اولوا الامر علی الاصح وورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا بوڑھے جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش
کی قوم سے ہو حقتعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالی ہے جو اسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی
اسکو دوزخ میں ڈالیگا اور وہ اولو الامر ہے جنکی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علماء دین مراد ہیں بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق
اسمین خلاف نہیں ہم پوری آیت یون ہے واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاے
کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالی درجات انکے جو ایمان لاے تم مین سے اور انکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اسکا عالم
اور دانا ہے تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہیں اسواسطے کہ علم انکی بلند مرتبگی کا مقتضی ہے
اس عمل کا جو علم کے ساتھ مقرون ہو مزید رفعت ہے اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے فضیلت عالم کی عابد پر
جیسے چودھوین رات کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی نے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو
مجالس میں رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرتؐ کے نزدیک انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسی طرح حضرتؐ کے بعد بھی علماء کی
تعظیم کرنا چاہیے ابن عباسؓ سے کہا کہ علماء کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہیں ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد
کا حق شاگرد پر یکسان ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نہ کرے اور اگر وہ کہیں گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو پلٹ دے اور نہ اسکے آگے چلے
مین اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہے کہ بلخ میں سخت زلزلہ واقع ہوا تو ایک بزرگ نے
فرمایا کہ طالب علم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرفا مین
امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہوجاتا ہے اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہے کہ جاہل بھی
جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہوجاتا ہے اختضاب لاجل التزین للنساء والجواری جائز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا ومر فی الحظر ایک
شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کیلیے تو جائز ہے صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ
مکروہ نہین اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ہم ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ جیسے مجکو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اسکو میرا
آرائش کرنا اسمین اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہے کہ نہین کیا لواجبہ مین ہے کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پانوں مین لگانا لائق
نہین کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتون کو مباح ہے اکمل کی شرح مشارق مین ہے کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب
کیا یا نہین انس رضؓ نے کہا کہ مجکو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ انھون نے حضرتؐ کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہے خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام
یہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلیئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہی اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام کی
ایک جماعت نے خضاب کیا ہی صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور بعضی سیاہ خضاب
کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیون کا مذہب یہ ہی کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ فتاوی
قاضیخان میں مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہی مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہی اسواسطے کہ حدیث
صحیح میں وارد ہی کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق میں ہی اور غازیون کو حرام نہیں کافرون پر رعب جمانے کیواسطے
اور اصحاب کبار سے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محمل ہی قالہ الحموی کذا فی الطحطاوی ام میں کہتا ہون کہ میں نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے
کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک کو خضاب وسمہ تھی واللہ اعلم
کما یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہی کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح میں اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہی کہ آپ نے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب اقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المسائل
ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر میں سو وہ بھاگا میدان کی طرف تو یہ مکروہ نہیں بلکہ بھاگنا مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے
واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شیئ بقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی
یکرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اس شہر سے جسمین وبا ہی
سو اگر وہ یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حقتعالی کی تقدیر سے ہی تو کچھ مضائقہ نہیں اسکے نکلنے میں وبا کے شہر سے اور وہان جانے میں جہان وبا نہیں ہی اور اگر اسکے
نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر میں گیا تو اسمین مبتلا ہوگا تو اسکو یہ مکروہ ہی تو وہان نجاے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اسکا اعتقاد
محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف میں محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس
لہ ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں ہی کہ وہان اس سے زیادہ تر کوئی عالم نہیں اسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اسکو یہ جائز نہیں ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا میں ہی ہم یہ قول محمول ہی اس جہاد میں جو ہنوز فرض عین نہیں ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہی ثواب میں اس جہاد کے ثواب
سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یأخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما
الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قد قدمنہ قبیل فصل القرض مدیون
نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے
ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہی اور اسیکا فتوی
دیا ہی مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہی اور مترجمین نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی ہم صورت اسکی یہ ہی
کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نقد لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملتقطہ شارح کا فی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر
کنز الدقائق میں ہی کہ حافظ قران کو لائق یہ ہی کہ ہر چالیس دن میں ایکبار قران مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہی نہ مجرد تلاوت قال تعالی
افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا ندینا دونون درست میں قول صحیح میں اور جب قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہی کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن میں آوے تو اسپر صلوٰۃ واجب نہیں امام محمد سے روایت ہی کہ جسنے قرآن کو سال میں دوبار ختم کیا
تو اسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ میں ہی بہتر یہ ہی کہ ہر مہینہ میں ایکبار ختم کرے اور مستحب ہی اسکے واسطے تطہیر اور تحسین
لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اس مکان کو قندیل اور شمع سے روشن کرنا اور اہل وعیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور انکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا
کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہی کہ تین دن سے کم مدت میں ختم نکرے اور مستحب ہی کہ ہر سال ایکبار اسکو قرآن سناوے
جو اس سے زیادہ تر جانتا ہو اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہی اور بازاروں اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہی اور مصحف پر
کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو رکھ نہ چھوڑے پڑھا کرے تا کہ وہ مہجور اور متروک نٹھہرے اور اگر کوئی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی
عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہوگیا ہو کہ اسمیں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر لحد قبر کے مانند کھود کر دفن کرے یا اسکو دھو ڈالے
یا ایسی پاک جگہ میں رکھے جہاں نجاست اور پلیدوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ کی طرف پاؤں پھیلانا یا قوم میں مکروہ ہی اور جو
قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہی جیسے راہ گیروں کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہی کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ کوئی گناہ نہ دیکھا
کہ کوئی آیت یا سورت سیکھکر بھول گیا نسیان سے مراد یہ ہی کہ اسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہوا اور جبتک قرآن پڑھتے ہیں کچھ پڑھنا لازم نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں
پاؤں سمیٹ لے اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر انھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے
پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہوگیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہی قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحاوی منقولا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہی فرائض کے مسائل میں علم فرائض جمع ہی فریضہ کی اور وہ مشتق ہی فرض سے اور فرض لغت میں بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہی اور اصطلاح شرع
میں فرض وہ ہی جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر منقطع مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت
ہیں تو اسمیں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہوگئے کذا فی العالمگیری عن الاختیار شرح المختار ہی علم باصول من فقہ وحساب یعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض
علم ہی فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہوجاتا ہی اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی پہنچانا
حقوق ہی اہل استحقاق کو اور ارکان اسکے تین ہیں وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری
جیسا کہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع جسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث جیسا کہ نانی کے ارث
مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہی اور اصل اجماع امت ہی جیسا کہ دادا کے ارث عمر فاروق رض کے اجتہاد سے ثابت ہی اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہوگیا
اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا والحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنے حقوق کا منحصر ہونا
پانچ میں حصر استقرائی ہی نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہی یا میت پر ہی یا نہ یہ ہی نہ وہ الاول التجہیز
والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہی یعنے میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے
تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہی وہ دین مطلق ہی یا متعلق بذمہ نہیں اور وہ متعلق بالعین ہی والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث
اور تیسرا یا اختیاری ہی وہ وصیت ہی یا اضطراری ہی جسمیں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہی کہ شرع کی جہت سے ثابت ہی وہی فرائض لان اللہ تعالیٰ
قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلئے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر اور روشن
کردیا جیسے دن کو روشن کردیا اپنے آفتاب سے ہم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرایا اور اسکی تقدیر بیان کی [illegible]

نہین کی اور پھر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کردیا بخلاف باقی احکام کے صلوۃ اور زکوۃ اور صوم اور حج وغیرہا سے کہ انکی نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین انکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری مین کہتا ہون اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہوا اور گاہے قیاس سے ہم بیان اسکا یہ ہے کہ علم یا فقط نص سے ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت وغیرہ بالحیوۃ او لبعضہ ون لکہا النصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہم یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض بسبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض بسبب اختیاری سے ثابت ہے ہم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وہل ارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہے یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردے کا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم شرح وہبانیہ مین ہے کہ ارث کے وقت مین علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزا جزا حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مر جانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث اس حالت مین مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصون کی ملک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصرا ہم ثم اعلم ان فی ترکۃ المیت حقوق اربعۃ قدم ہی ادعی ایسیدا ءس ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیا جاسے میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہے اور اجارہ کا گھر ترکہ لغت مین بمعنی متروک ہے اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہے جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہوگئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مر گیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہوگیا سو اگر اسے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولی کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہین سوا غلام کے اور مولی مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ ترمستحق ہے مولی سے ہان اگر دیت دیکر کچھ باقی رہے تو اس سے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اسپر لوگون کے دین ہین مالک کی زندگی مین پھر مالک مر گیا اور اسکا کچھ مال نہین سوائے اسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہین سوائے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ پر دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ فسخ ہوگیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی فانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہین ہوئے تکفین پر مگر بسبب متعلق ہوجانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہوجانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے اور یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہوگئے تھے بتجہیزہ ثم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ من ترکۃ میت سے ابتدا کیجاسے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ کفن مسنون یا بقدر اسکے

جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز و تکفین کوئی شامل ہے دفن و اسی طرح میں کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کا کفن سنت میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت میں لفظ او بمعنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہوگا کفن مسنون اور قیمت دیا جائیگا یہ دو سے دینا مقصود نہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہو سے مقرر ہو تا ہو اور دو سے درجہ میں تو کفن کفایت دیا جائیگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا مغسول اور عورت کے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے کپڑے پھٹ اور پیٹ سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جائیگا اور بعد تقسیم کے بھی ہر وارث ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اسکا کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر درست نہ رہا ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر دوبارہ کفن چورایا گیا ہو اور اسے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قرضداروں اور اہل وصیت نے لے لی تو وارثوں سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر انکے میراث کے اور انکو کفن دیا جائیگا اسی طرح ہر بار ہوگا تا انتہا مال میراث کذا فی الطحطاوی وکل من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جائیگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد پھر میت تجہیز کے بعد اُن دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو بندوں کی جہت سے ہم جیسے بندوں کی طرف سے وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حقتعالیٰ کی طرف سے ہے چنانچہ زکوٰۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحۃ علی دین المرض ان جہل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فیستویان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید بشرالفرائض نے اسکو مشرح بیان کیا ہے کہ معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقت صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اسکا واجب ہونا اسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی و متوسط و ضعیف قوی وہ ہے جو تجہیز و تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا رہن اور متوسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض میں معاینہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو ہمیں وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ نافذ ہیں اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون شرح ملتقیٰ میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اس صورت میں مالک نہیں کذا فی الطحطاوی واما دین اللہ فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حقتعالیٰ کا چنانچہ زکوٰۃ سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں ہم دین خدا چنانچہ زکوٰۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلاً قضا نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نماز میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ فقہاء بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ انکا مطلب ظاہر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل بیان تو گنجائش رحمت الٰہی اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ان کمال نے کہا ہے کی

حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہ ہی کہ مال واجب ہو فی ذمہ کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہی اسواسطے کہ منافع حفاظت کا بدل ہی بخلاف زکوۃ کے اسواسطے
کہ امین تملیک مال واجب ہی بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد وصیت کی تنفیذ
مقدم کیجاوے اگرچہ وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہی اور وصیت مطلقہ عبارت ہی ربع مال یا ثلث مال کی وصیت
سے اور وصیت معینہ وہ ہی جو شی معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہی وہ یہ ہی کہ
بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درہم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کے مانند [illegible]
سے منقول ہی یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہی نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اُس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد یعنی وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جبکہ دوسرا
امر نہ پایا جاوے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پائے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا اور نہ کسی نے اسکو نکالا اور وہ کسی کا مدیون نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت
جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہی مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہی تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصیت کا
ثلث سے مطلب یہ ہی کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال حیز قسمت سے ساقط کیا جاوے نہ اسقدر کو جدا کرنا باقی مال سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا
فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے بسبب یہ کہ وصیت
کے مظنہ تفریط کا ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا سوال یہ ہی کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہی اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہی شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام
منظور ہو بوجہ مظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہی اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہی اور دین حق ہی ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش
کر سکتے ہین تو اُسکے ادا کرنے مین احتمال تھا تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فارغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادائے
وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابعا بل خامسا تقسیم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت
کیا جاوے میت کے وارثون مین ہم صرف ترکہ مین پہلے تجہیز و تکفین کا مرتبہ ہی پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان
حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہی جہان حقوق
متعددہ پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہی جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہی تو تمام
مال اسی کا ہی سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہی کہ ورثہ جمع ہی وارث کی اور علمائے فرائض کے عرف مین وارث وہ ہی جو باقی رہے بعد فنا
ہو جانے اُس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہی و بایمعنی حقتعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے والے ہین بعد فنا خلائق کے لیکن نسب اور
سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہی اس کتاب اللہ مین باپ اور مان اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹیون اور بھائی اور بہنون کی میراث
ثابت ہی او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہی چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات
کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ انکو دو جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہی اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہی جو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہو اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہی اور کشف المنار مین ہی کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے
کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہی خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا اصحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی
او الاجماع کجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

ہم اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی ہی کا حکم شرعی پر جس زمانہ میں کہ واقع ہوا اور مراد انسے اہل حل وعقد ہیں اسواسطے کہ غیر اہل حل وعقد کے اتفاق
کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو مصحفا بہ یفتی وقیل لا یورث وانما ہو للقاری
من ولدیہ صیرفیہ باحد ثلثة برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہی منجملہ تین جہات کے ایک
جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ مصحف ہو اسی
قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو میت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ سبب نکاح
صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہے نکاح فاسد وہ ہے جس میں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل جیسا کہ
متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے یا نہیں یعنی مثلا یہ کہ
تو ایک وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلا کتاب یا باغ آپ لے اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور کتاب القضا میں
مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسیواسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیا ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحطاوی
والمستحقون للترکة عشرة اصناف مرتبة کما افادہ بقولہ ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے آئندہ قول میں اسکو بیان کیا ہے فیبدأ
بذوی الفروض ای السہام المقدرة ترکہ کی تقسیم شروع کیجاے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ معین اور مصرح
ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوة والسلام اور اجماع امت سے سہام مذکورہ چھ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور دو ثلث اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی
اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وہم اثنا عشر عشرة من النسب ثلثة من الرجال وسبعة من النساء واثنان من السبب وہما الزوجان اور تمام اہل فروض
بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے ان میں تین مرد ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا
دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات
ال للجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیة لانہا اقوی پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی
سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اسمیں واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر
اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وہی العصبة السببیة پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث
شروع کیجاے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد ارث شروع
کیجاے آزاد کرنیوالے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولاء سے کچھ حق نہیں سواے اسکی ولاء کے جسکو انھوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی
اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک
کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیة بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین کوئی نہیں تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے
حقوق کے یعنی بقدر نسبت انکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قال ابن الکمال ہم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی
خارج ہو گئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا
ابن الغنائمی نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں نہ رکھا جاوے بلکہ
المفتون کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاوے کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہة السبب بنسبت اور شخصوں کے اور اسی طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی روح الشروح اور حاشیہ
عمر زادہ میں قنیہ سے ہے کہ بنات معتق اور انکے ذوی الارحام وارث ہو سکتے ہیں ہمارے زمانہ میں جنکے معتق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانہ میں

زوجین پر رد میراث ہوگا اور اسکو مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہے انتہی پھر ترجمہ زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوی یہ ہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال
تو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد الواحد شہید
میں بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہی اور شرح میں قنیہ سے مذکور ہی کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی بھی
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ مرضی ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوی الارحام پھر ذوی الارحام ہیں یعنی جب اہل فروض نسبیہ در عصبات مذکورہ نہوں تو ترکہ
میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا
اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہو اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال سے انکو دیا جاتا
ہی قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جنکا نہ حصہ مقرر ہی اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں یا اسکے باپ
کی طرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب من جہتہ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ثم بعدہم مولی الموالاۃ کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولی الموالاۃ
ہی چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء میں گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولا سے موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت میں
معنی دوستی کے ہی اور اصطلاح شرع میں یہ ہو کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہی میرے مال کا تو وارث ہوگا جبکہ میں مروں اور میری طرف
سے خونبہا دینا اگر میں کسی کو قتل کروں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہو گئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا جب
وہ مرے گا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافا للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہی ابن کمال نے
کہا شرائط ولاء یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ اسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال
یا مولا سے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط میں اختلاف ہی اور اسی طرح اسلام کی شرط میں اختلاف ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
ملخصا ثم للباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولا الموالاۃ کا ہی سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہی اور وراثت مولا سے موالاۃ
مروی ہی حضرت عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوای ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہی اور اسپر دلیل ہی قولہ تعالی والذین
عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہی اور امر وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف خصوصا
پر دلالت کرتی ہی اور وہ استحقاق کی دلیل ہی اور اگر امر بسبیل احسان او مروت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاتوہم نصیبا او اس بیان سے دفع ہو گیا وہ قول کہ آیۃ
کریمہ میں قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت میں فاتوہم نصیبہم کہنے سے ترتب نہیں ہوتا بلکہ مراد وہ عقد بالیمین ہی بنا بر عادت کے اسطرح پر کہ ہر واحد متعاقدین دوسرے
کا ہاتھ پکڑتا ہی بسعاقدہ کیوقت اور احادیث اسمیں بہت ہیں انجملہ تمیم داری کی حدیث ہو کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے
پاس آتا ہو اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہو تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہو تو زیادہ تر حقدار ہو اسکی زندگی اور موت میں انتہی یعنے زندگی میں اسکی طرف سے
دیت جنایت کی دیگا اور موت کے بعد اسکی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی ملخصا من ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہیں ہوا صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ زید نے
خالد کو کہا کہ میرا بھائی ہی تو زید مقر ہی اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہو وہ مقر علیہ ہی یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی
وارث نہیں اور اسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ انکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہو نہ غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہو کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پر کہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جبکہ مقر مرجاوے
اسی اقرار پر جسکو اسنے کیا ہی چنانچہ یوں اقرار کرے کہ یہ میرا بھائی ہی یا بہن اور مانند اسکے انتہی فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او قبل اقرارہ او شہد بہ رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

دون احم الورثۃ وان رجع المقر تو اگر مقر لہ کا نسب ثابت ہوگیا اسطرح کہ مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے
اقرار کے ساتھ گواہی دی تو رجوع اسکا نسب حقیقۃً ثابت ہوجاویگا اور مقر لہ مقر کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہوجا
مقر لہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون مثلاً
زید کی اولاد یون کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے مانع ارث یا مین معتبر ہے لیکن جب
مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شروح السراجیۃ سیما روح الشروح
وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسیطرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون
مین مذکور ہے خصوصاً روح الشروح مین اور التنبیہ مین نے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح مین ہم طحطاوی سے کہا کہ شارح آمین یعنی تصدیق مقر لہ
سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہوگیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے درحالیکہ یہ قول بلا وجہ ہے
اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی عبارت آئین مین صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی انتہی ملخصاً ثم لمن
اوصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ پاویگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت
کی ہو ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کیونکہ ان
اسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جسکے واسطے جو موصی معین
کر دیگا وہ پورا اسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقر لہ
اسواسطے کہ مقر لہ مین ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمین قرابت کا کچھ احتمال نہین ہم کہتے ہین حال مقر لہ کا قوی تر ہے اس احتمال
کر شاید یہ مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی قدر پر مقتصر ہوگیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع
بیت المال لانہ مال فیئ للمسلمین پھر مراتب مذکورہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال مین رکھا جاوے ارث کے راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لا وارثی
مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے اور روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضیٰ سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اسکا حق بیت المال مین سالانہ
دو سو درہم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا مین نہ پاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج بیمارون کا اور کفن
موتی اور نفقہ یتیم اور جو عاجز ہو کسب اور پیشے سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموانعہ علی ما ہنا اربعۃ اور موانع ارث کے بنا بر اس مقام کے چار ہین ہم جب اسباب ارث کے ذکر
ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کے تحقق مین فقط اسباب کا وجود کافی نہین بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے
مقتضی سے مسبب نہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اسکے اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح
یا صاحب ولا کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہوجاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذرجانے کی
مدت کے داخل ہوجاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہوگیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہے ولد نسب اور نکاح اور ولا جو فقط میت
کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصاً کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا
اگرچہ ملک ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو
حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث
ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی رح نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اسکا مال اسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اسکے حریت کے جو اسمین ثابت ہے

نہ ہا تو اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک اسکے بالعکس ہی تو ذمی اور مستامن میں اُنکے نزدیک توارث ہی اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں اسلئے کہ حربی مرگیا دار الحرب میں اور اُسکا باپ یا بیٹا ذمی ہی دار الاسلام میں تو ذمی اُس حربی کا وارث نہوگا
اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہو تو یہ حربی اُس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الکافی او حکما کمستامن و ذمی وکحربیین
من دارین مختلفین کترکی وہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکما ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا جیسا کہ دو حربی دو ملکوں مختلف
کے جیسا کہ ترکی اور ہندی کہ آپس میں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے قولہ کحربیین کو اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں
میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ یہ قبیل اختلاف دارین سے ہی حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اُسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف
کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک مختلف میں ہیں حکما تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے کحربیین کے کہتا مثلین
کہتا انقطاع عصمت اختلاف دارین اسطرح ہی کہ ہر ایک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہی اور مار ڈالتا ہی جب اسکو پاتا ہی تو آئین اس کلام
کی طرف سے اشارہ ہی کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونوں دار مختلف نہیں ہیں بلکہ ہمنزلہ ایک ملک کے ہیں
کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے کہ انمیں نہیں ہی مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا اعتبار اختلاف لشکر اور
سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہی نہ مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور
اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہی تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہی تو انمیں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب دار الاحکام
نہیں بلکہ دار قہر ہی تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہی انتہی اور روح الشروح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود
وسعت اور تباعد کے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہی شارع کی نظر میں چنانچہ کافروں کے دین باوجود یکہ نفس الامر میں کثرت
سے ہیں ایک ہی ملت ہیں شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی قلت بقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی واقعی کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث
کے باقی رہ گئی ہیں مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے
آویگا یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق ... مرگئے تو انمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ
مانع نہیں اسواسطے کہ مصطلحات میں مانع ارث وہ ہی جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جس نے ابہام
تاریخ موتی کو مانع کہا اُسنے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل ذکرہا فی الکنز مبسوطۃ فی تنقیحہا منہا رضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور
منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہی وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں پائی جاتی ہی کہ بیان کیا ہی کنز میں منجملہ پہلا یہ ہی کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے
لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اُسکا لڑکا کون ہی تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا کذا الو اشتبہ
ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبر فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذ المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جاے
مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نپاوینگے اپنے باپوں کی منیہ میں اتنا زیادہ
بیان کیا ہی مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپس میں صلح کرلیں تو انکو میراث لینا جائز ہی آپس میں نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہو وہ دونوں کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی
صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انہیں کی ہی بلا شک ... مگر عدم تعیین مانع ہی پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اُسکا حق ہی اور جو
دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد اذ منہا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے
ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہی کہ اُسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

ماں کی ماں صدیق اکبر کے پاس آئی اور بولی کہ میرے ناتی کا حصہ مجھکو دیجیے صدیق رض نے جواب دیا کہ نہ تیرا حصہ کتاب اللہ میں ہے نہ میں پاتا ہوں اور تیری بابت
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ میں نے سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب سے دریافت کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو
سدس دیا ہے پھر اس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھکو دیجیے تو صدیق رض نے کہا کہ نہ کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے
کچھ حصہ میں پاتا ہوں لیکن مجھکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الجوہرۃ عن الاکمل بعضاً و السدس لبنت الابن
فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائی کے پورا کرنے کے واسطے ہم جبکہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا
تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورت میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک
پوتی کو نصف اور دو پوتیوں کو یا زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ انکا بھائی بھی ہو تو بھائی انکو عصبہ کریگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص
ہیں از انجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملیگا دوسرا حال یہ ہے کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر انکے ساتھ
بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو انکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو ثلثین سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں کل ساقط ہو جاتی ہیں اور
یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کے لفظ
بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جب بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و
السدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیاں
کے پورا کرنے کے واسطے ہم یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہو تو نصف تو سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں جیسا ہم کہہ آئے
کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور یہی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاوینگی تیسرا
یہ کہ اگر انکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو انکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات
عصبات پانچواں یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی
ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ہوئے پانچ احوال تو مذکور ہوچکے اور چھٹا حال یہ کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ
سدس پاتی ہے چنانچہ ابھی مصنف نے اسکو بیان کیا اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر جبکہ انکے ساتھ بھائی ہو تو
انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی و السدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین
فصاعداً من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد انکی عورتوں کے برابر
ہیں حصہ میں ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد
سے شاکرہ نے نکاح کیا اس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہیں طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے
تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہو تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے
سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اس واسطے کہ انکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من له السدس ای کما مر اور تہائی ماں
کے واسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہوں جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ اسکے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی
ولها ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمناہ اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں
وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلها حینئذ الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں ہے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے

یحوز العصبة بنفسه وھو کل ذکر فالانثی لاتکون عصبة بنفسها بل بغیرھا او مع غیرھا لم یدخل فی نسبته الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبة کولد الام فانه
ذو فرض وکاب الام وابن البنت فان ھما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہی جسکے رشتہ مین میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے
عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہی پھر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ
وہ صاحب فرض ہی نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور نواسا اسواسطے کہ وہ دونون ذوی الارحام سے ہین نہ صاحب فرض ہین نہ عصبہ ما افضلتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہی اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنی جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند
اہل فروض ہون یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اُسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند الانفراد یحوز جمیع
المال بجہة واحدة اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت مین تمام مال کو لیتا ہی ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہون فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا
فقط ایک عصوبت کی جہت سے شیخ اخفا رہین ہی جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تا کہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہی جبکہ اُسکے ساتھ عصبہ نہو
اسلیے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو دو جہت سے سب مال پایا بلکہ وہ جہت برخلاف عصبہ بنفسہ
کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہی ثم العصبات بالنفسہ اربعة اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جہات
چار قسم ہین میت کا جزء پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جزء پھر میت کے دادا کا جزء میت کا جزء چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزء
چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزء چنانچہ چچا اور اُسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات مین زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی
پھر اُسکے بعد اُس سے جو فروتر ہو وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزء مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا
بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پرپوتا اور پوتے کا پوتا الخ لیکن تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہی دلیل نقلی تو قرآن مجید مین موجود ہی یعنی
باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہین کیا تا کہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہی صرف
مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہی فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہی کہ اُسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اُسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی نے بقدر
حصہ پدری کے اُسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال مین اُسکی خواہش کی گویا رعایت رکھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنی
باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہین ہی تو میت کا باپ عصبہ ہو کر متروکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبة وذا سہم کما مر اور باپ
ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان مین طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ مصنف اس
مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وھو ابو الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہی یعنی باپ کا باپ
جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا پھر دادا الی غیر ذلک اما ابو الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہی ذوی الارحام
مین داخل ہی نہ عصبات مین ثم جزء ابیہ الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جزء یعنی سگا بھائی میت کا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلا بھائی
مقدم ہی بھتیجون پر ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہی اگرچہ ابن الاخ سافل ہو
یعنی بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوة عن الجد وان علا قول ابی حنیفة وھو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل وعلیہ الفتوی بھائیون کی دادا
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہی امام ابوحنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہی فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین رح اور شافعی رح کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے قول پر
فتویٰ ہی یعنی بھائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہی ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیون کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

پھر سے بھائی سافل ہون اعمام پدری سے مقدم ہین ثم عم الاب پھر یعنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہی پھر اُسکا سوتیلا چچا ہی ثم ابنہ پھر اعمام پدری
کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہی ثم عم الجد پھر یعنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہی پھر
اسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک اسی طرح ان سے اوپر جد کے اعمام بعد اُنکا بیٹا اسی طرح مقدم ہی یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہی و اگرچہ عم پدری کے فرزند او
عم جدی کے فرزند سافل ہون کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ھم اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ اُنپر باعتبار اُنکے ابدان
کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اُنکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہی اور دس بھتیجے اور ہین یا ایک چچیرا بھائی ہی اور دس چچیرے بھائی اور ہین تو مال کے
گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق
معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہین بیٹا ہونا پدر ہونا بھائی ہونا چچیرا ہونا و بعد ترجیحھم بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بالوین
و الاب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات و لو انثی کالشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب
اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اُنمین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا جیسا کہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہی قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات
مین سے جو شخص میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہی اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہی سوتیلے بھائی پر ہم درجہ
مراد قرابت کی جہت ہی یعنی تقدیم مین اول جہت معتبر ہی تو جز میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہی پھر جبکہ جہت متحد ہوا اور دو عصبون مین سے
ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت مین بیٹا اور پوتا یکسان ہی لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہی تو اب تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ
قرب مین بھی عصبات برابر ہون تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہی اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر بھائیون اور
اور بھتیجون اور چچون مین اور چچیرے بھائیون مین اور فروع اور اصول مین قوت قرابت کی یعنی سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہین ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہی عصبات
بنفسہ کے اصناف کا [illegible] ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ محل ہی کیونکہ بہن مذکورہ عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ مع غیرہ ہی لیکن یہ جواب ہو سکتا ہی
کہ اُسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہی تو اُسکی ذیل مین بہن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون
دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مان کے فرزند باہم وارث ہوتے ہین نہ سوتیلی ماؤن کے فرزند ھم
یہ حدیث ترمذی مین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور تتمۂ حدیث مذکور کا یہ ہی الرجل یرث اخاہ لابیہ و امہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہی اپنے
سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا و الحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین و عند التفاوت فیہا یقدم الاعلی و حاصل کلام یہ ہی کہ درجہ برابر ہونے کے
نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہی اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اعلی یعنی اقرب مقدم ہوتا ہی ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا
سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہی باپ کی طرف سے بھی اور مان کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہی باپ کی طرف یا مان کی طرف اور تفاوت
درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال و یصیر عصبۃ بغیرہ البنات
بالابن و بنات الابن بابن الابن و ان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین بیٹیان بیٹون کے ہونے سے اور
پوتیان عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین پوتون کے ہونے سے اگرچہ درجات مین سافل ہون ھم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہی (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ
الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد مین وصیت کرتا ہی مرد کے واسطے دو عورتون کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہی تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا
اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا و علی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیان اور بیٹے
ہون اسی طرح بہنین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے و الاخوات لابوین او لاب باخیہن اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین اپنے بھائی کے ہونے سے ھم اور بہنون کا

عصبہ ہونا اپنے بھائیون کے ہونے سے حق تعالی کے کلام سے ثابت ہی وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین پس اربع ذوات النصف والثلثین بہن
عصبہ ہوجاتی ہین تو عصبہ بغیرہ چار عورتین ہین بیٹی پوتی سگی بہن اور سوتیلی بہن کے حصۃ البیان عصبہ ہوجاتی ہین اپنے بھائیون کے ہونے سے ہم اور جس عورت کا حصہ فرض نہین اور اسکا بھائی
عصبہ ہی تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عمہ اور عم خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہی ابن العم کا بنت العم
کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن ابن وان سفل صاحب منزلہ او فوقہ اگرچہ بہنون کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے
بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کردیتا ہی اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اُس بہن کو جو اُس سے اونچی درجہ والی ہو ہم عصبہ بغیرہ مین بھائی سے مراد وہ ہی
جو برادر حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو سو حقیقی برادر ین ہین ہوتا ہی بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے
ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہی تو پوتا اپنی بہنون کو عصبہ کردیتا ہی اور چچیرے بہنون کے جو درجہ مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ
کردیتا ہی جو ان سے اسفل ہی درجہ مین تو انہین سے اُس عورت کو بھی عصبہ کردیتا ہی جسکا کچھ حصہ نہین چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع
غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس ہم مصنف نے
عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھ یا پوتیون کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون کے ساتھ
عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونون جمعون سے جنس مراد ہی ہم سراجیہ اور اُسکی شرح مین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہی واللہ اعلم
چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اُسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر
الف لام جنس کا ہی تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہی وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی ماں کا مولی ہی
ہم ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اُسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہی پھر باہم لعنت کرکے زوجین مین فراق ہوگیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہی
طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اُسکے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اُس شخص کے مانند ہوگیا جسکو باپ کی جانب سے
کچھ قرابت نہین تو اب یہ واجب ہوا کہ اُسکی ماں کے موالی اُسکے وارث ہون اور وہ اُنکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مرگیا اور اُسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو
چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اُسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب
مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولی کے
قرابت دار اُسکی میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہین اور اگر مولی مرگیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی
میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی والمراد بالمولی ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور یہان مولی سے
مراد وہ ہی جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونون کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اُسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اُسکو بشرح
بیان کیا ہی ماں کا مولی ہوا اسلئے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہی یعنی شرعًا اُنکا کوئی باپ نہین جس سے اُنکا نسب ثابت ہو اور وہ اُسکے وارث
ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث من توامہ
میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین
وہ مسئلہ یہ ہی کہ ولد الزنا اپنے توام سے ماں جائے بھائی کی میراث لیتا ہی اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہی
وختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہی غلام کا
آزاد کرنے والا ہم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہی کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

ہین دافع ہوا تو اسمین اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہو اور یہی قول ہو
علی مرتضےٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہو ذوی الارحام سے اور یعنی جمہور کا قول ہو اور فریقین کے دلائل مطولات مین
مذکور ہین ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اسکا عصبہ بنفسہ ہو بنا بر ترتیب مقدم کے
اس حدیث کی دلیل سے کہ ولاء قرابت ہو نسب کی قرابت کے مانند مصنف نے عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہو اسکے عصبہ بغیرہ پر یعنی آزاد کرنے والے کا
آزاد کرنے والا موخر ہو عصبہ نسبی سے اور بوجہ ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہو پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اسکا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل
پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد کو نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحاق ابن
راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث مین الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب سے مراد ولاء عتاقہ ہو نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصل ہو عتق کے سبب سے مانند قرابت
حقیقی نسبی کے کذا فی الطحاوی ملتقطا و اذا ترک المعتق ابا مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اور
مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہو اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہو اور ترکہ جدہ اسے عبد المولی واخاہ فہو للجد عند ابی حنیفۃ
المتقدم وقالا بینھما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہو جابر تر ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ مین مذکور ہو چکی اور
صاحبین نے کہا کہ دونون کے مابین مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس للنساء من الولاء نصیب لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا
ما اعتقن الحدیث اور یہان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتون کو ولاء میں کچھ حصہ
نہین مگر اُس غلام کا ولاء ہی جسکو عورتون نے آپ آزاد کیا ہو الی آخر الحدیث ثم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی ہین لہذا وہ ولاء عتاقت پانیکی موجب ہو
کے مبدل ہوئی اور یہ حدیث نکرہ ہی اس حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہی وہو ان کان فیہ شذوذ لکنہ تائد بکلام کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما ابداہ
واقرہ المصنف فی شرحہ اور یہ حدیث مین اگرچہ شذوذ ہی لیکن وہ بتائید ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی جیسا کہ سید شریف نے
فرائض شریفی میں اسکو بیان کیا ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویون کے مخالف روایت کرے
تو جسکی روایت مین راوی منفرد ہوا تو اسکو نظر کرنا چاہیے اگر اسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہی تو اسکی روایت
شاذ مردود ہی یعنے قبول کرنے کے لائق نہین ہی اور اگر اسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہی تو اگر اُس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہی تو وہ مقبول ہی اسکا انفراد
صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہین تو اسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہی جو قرن اول مین احاد ہو پھر قرن
ثانی اور بعد اسکے متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو انکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہی خصاف نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری
قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضےٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتون کو ولاء مین کچھ نہین کذا فی الطحاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ
بحال البتۃ الاب والام والابن وقیمتہا ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یون کہا
کہ چھ وارث کسی حالت مین محروم میراث سے نہین ہوتے البتہ یعنے یقینا باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کے واسطے
یا سدس ہی یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہی اور بیٹی تین حال سے خالی نہین اسکا یا نصف ہی یا ثلثین
یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ و فریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وہم غیر ہولاء الستۃ
سوا انکے کا تو عصبات اور ذوی الفروض اور ایک فریق وہ ہی جو ایک حال مین تو وارث ہوتے ہین اور دوسرے حال مین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ فریق سوا
ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنین وغیرہ

اعتق اور وہ بین دولا بین کا ان ادو بین اور ان اور ولا معتق اور معتق معتقین ۱۲

یعنی جسکے اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہی یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہی دو قاعدون کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبوں مین دونون اصلین یا ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے و الا وارث ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب منہم سوا ہم الابعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب اتحد الی السبب ام لا ایک اصل یہ ہی کہ انکے سوا سے جو کبھی محروم نہین ہوتے اور وارثون مین سے قریب تر بعید تر کو محجوب کردیتا ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہی خواہ دونون قرابت والے سبب ارث مین متحد ہون یا نہون ہم یعنی حجب کا حاصل یہ ہوتا ہی کہ اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہی چنانچہ عصبات مین مذکور ہو چکا کہ میت کا جزئیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہی اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی یعنی بیٹے کا باپ اپنے پوتے کا ہی حاجب ہی اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہی و علی ہذا القیاس فروی الفروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہی اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین سوتیلی بہنین سگی بہنون کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ کے بھائی ہی والثانی ان من ادلی بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہی کہ جسکی قرابت کسی بواسطہ ایک شخص کے ہو تو وہ وارث نہوگا اس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت اور اسکے بواسطہ باپ کے ہی تو پوتا دادا کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فرضہا اہم لعدم استغراقہا الترکۃ بجہۃ واحدۃ مگر مادری بھائی ہوتا ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہین پاتی ایک جہت سے یعنی ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ ماں کے ہی تو مقتضا اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث ہوتا مگر اسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوئی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض یا عصبات مین سے کوئی باقی نہین ہو تو ماں کے تو اب وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضا و ردا والمحروم کابن کافر او قاتل لا یحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ہم جبکہ محروم میں صلاحیت میراث کی اصلا نہی تو وہ استحقاق ارث مین میت کے مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے ہو فوات اہلیت کی وجہ سے ویحجب المحجوب اتفاقا کام الاب یحجب بالاب و تحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہی باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیۃ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہی باپ کے ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہی نانی کی ماں کو و کالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان و یحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنی بالکل محجوب ہو جاتی ہین اور بھائی بہنین ماں کی حاجب ہوتی ہین ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنی بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کردیتی ہین کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہی پہلی مثال حجب حرمان کی ہی اور دوسری حجب نقصان کی ویختص حجب النقصان بخمسۃ بالام وبنت الابن مع البنت والاخت لاب مع الاخت لابوین والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصون کو خاص ہوتا ہی ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم ماں تو محجوب ہوتی ہی ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنون کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہی بنت صلبی کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہی سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہی نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہی ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی و یسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب و ام بثلثۃ بالابن و ابنہ وان سفل و بالاب اتفاقا و بالجد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہو جاتی ہین تین شخصون کے ہونے سے انمین سے ایک بیٹا اور پوتا ہی اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہی باتفاق امام ور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران ثانی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت کے ہی اور بعضی مصنفین نے مصنف کے مانند فرضوں کے اور انکے مستحقون کو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب مین بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اسکے ذکر کرکے بیان کر دیے تو باب الحجب مین حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی و قالا یقاسمہم علی اصول زید و یفتی بالاول وہو السقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ و اصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ دادا سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوے دیا گیا ہی اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہی اور اصول زید کے مطولات فقہ مین شرح و مذکور ہین ہم نے اختصار کیا

مطلقا فافہم والاخری ذات قرابتین واکثر کام ام الام وہی ایضا ام اب الاب بہذہ الصورۃ

ام ... ام ... ام ... اب ... ام ... اب ... ام

ہذہ ذات قرابتین — ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہو صورت اسکی یہ ہے

ام ... ام ... اب شاکر ... ام ... محمود پسر شاکر ... ام کلثوم ایک قرابت والی ... اب حامد ... ام

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسیطرح کام الاب لکھا ہوا ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور غیر مہذب کو رد ہو چکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو مجوب کرتی ہے مطلقاً تو وجہ اس غلطی مصنف کو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانیں تو ایک قرابت والی یعنی اب اپنے قریب کے دو قرابت والی کی جگہ ہو اسکے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہا کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہاں یہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہو گا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا و توضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدتہ الی آخرہ اور جدہ ذوات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح اپنی نواسی سے کیا تو اُنسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ھم اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے یعنی اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اُسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ جمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا اُنسے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی ہے اور اسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا اُنسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے تو زینب سلیمہ کی ماں یعنی غطیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی نانی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم سے اور وہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے قسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے ہم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی حصہ اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس میں اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے

شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اسیطرح و یأخذ ابن عم هو زوج هو اور سید وغیرہ کی عبارت یا فذ احد ابنی عم ہو لینے دو چچیرے بھائیون مین جو اخیافی بھائی ہو میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ دو بھائی ہین ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا کہ وہ مرگیا اور دوسرے بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اُسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اُسکا اخیافی بھائی ہو چھوڑکر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحاوی حموی و کذا لو کان الآخر زوجا فله النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اُسکو نصف ملیگا فرضیت کے اعتبار سے ثم یقسمان الباقی بینهما نصفین بالعصوبة حیث لا مانع من ارثه بها فیرث بجهتی فرض و تعصیب وہ دونون پچھلی باقی مال کو آپس مین آدھا آدھا بانٹ لینگے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین ہی اسکی میراث سے فرض و تعصیب کی دونون جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونون جہتون سے تو پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس ہین اور دوسری صورت مین آدھا ہی اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا مرد تو یہ ابن العم کا جو حاجب ہوگا ابن العم ہونے کی وجہ سے زوجیت کی وجہ سے اور اخیافیت کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحاوی و ذا الفرض یحجب حاجبه اعدة فلیس الا لاخ والجد ادر فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایکہی جہت سے ہو تو یا نہین ہوتا اسکی وارثین سے باپ اور دادا کے حصے دو مال اور عصوبت باپ ہونا یا دادا ہونا فقط وقد یجتمع جهتا تعصیب کابن هو ابن ابن عم بان نکح ابن عمه فاولدا ابنا دیکھا ہون اور کبھی عصوبت کی دو جہتین جمع ہوجاتی ہین جیسے بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہوتے کی جہت سے عصبہ ہو اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہو لیکن اس مثال مین کلام ہو کہ یہان پر شیرہ ایگا فقط فرزندی کی جہت سے چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے نہ ملیگا کہ فرزندی کی جہت مقدم ہو اگر اسکا یون جواب دیا جاسے کہ اجتماع جہتین یہان پر ہی قطع نظر میراث سے کذا فی الطحاوی و کابن هو معتق اور جیسا کہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا پھر دختر داری کے تو بیٹا عصبہ ہو فرزندی کی جہت سے اور عتاق کی جہت سے بھی وقد یجتمع جهتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحهم المحارم و یتوارثون بهما جمیعا عندنا وعند الشافعی بأقوی الجهتین و تمامه فی کتب الفرائض و تقدم الاشارة الیه فی الغرقی اور کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہ متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتون سے نکاح کرلیتے ہین اور باہم وارث ہونگے دونون جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابون مین مذکور ہی اور اسکی طرف غرقیون کی فصل مین اشارہ آ چکا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہی اس عورت کا اور بھائی بھی ہی پھر اگر وہ مرگیا تو اسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اُسکی وارث ہوگی دونون جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجا و ابا او جدة و اخوة لام و اخوة لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدة السدس و ولد الام الثالث ولا شیء للاخوة لابوین لانهم عصبة ولم یبق لهم شیء اور اگر ایک عورت نے زوج اور مان یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا تو زوج نصف ترکہ لیگا اور مان یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لینگے اور سگے بھائیون کے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور انکے واسطے کچھ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے جو اصحاب فرض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھ باقی نہین ہی وعند مالک والشافعی یشترک بین الصنفین الاخرین کان الکل ولد ام اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک پچھلی دونون قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین شرکت کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشرکہ بفتح را رکھا ہی چنانچہ ابن کمال اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہی اور بعضون نے اسکو بکسر را مشرکہ بھی کہا ہی اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ و حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحاوی مختصراً و کذا الاخ فرض مالک والشافعی للاخت للابوین او لاب النصف وللجد السدس مع زوج و ام فتعول الی ستة اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی سگی بہن یا سوتیلی بہن کے واسطے نصف کو فرض

کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف ہم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکدریہ میں اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں و دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن کیواسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے اللذکر مثل حظ الانثیین اسواسطے کہ ہمارا مسئلہ دادا کے واسطے بہتر ہے سدس و ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی طرف توجہ سہم تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نہ بچا تو اصل مسئلہ پر تین سہم کو زیادہ کیا تو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونوں حصوں کا چار سہم ہوا انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر مستقیم نہیں لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ستائیس ہوئے زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے انکو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار اور زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں اسکو عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت پر اسکا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی شرح السراجیہ

وشرحها الشريفي ملتقطا وعند ابي حنيفة واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ہم تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کا حاجب ہونے سے باپ کی مانند قلت وحاصله انه ليس عند الحنفية مسئلة المشتركة اتفاقا ولا مسئلة الاكدرية على المفتى به کما میں کہتا ہوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باتفاق ائمہ اور صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قوله ويسقط بنو الاعيان بالابن والاب والجد ہم امام کے نزدیک جو دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں ہم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت میں بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر اسب تر ہیں معنی اصطلاحی سے اسواسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے وضده الرد کما سیجی اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجیے کہ عول میں سہام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادة السهام اذا كثرت الفروض على مخرج الفريضة ليدخل النقص على كل منهم بقدر فرضه كنقص ارباب الديون بالمحاصة عول اصطلاح میں عبارت ہے سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے بقدر حصہ متروکہ کی تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت مدیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور دا ماسا ہی پاتے ہیں ہم الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادائے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے جیسا کہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودة فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب المخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہو پھر تقسیم کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت برابر یکساں کی ہو بقدر حصوں کے کذا فی شرح الطحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

کو منا پھرتا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مر گئی زوج چھوڑ کر اور اسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہیں چھوڑا اسو زوج کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے تھے نصف ہی تو وہ
کہتا تھا کہ شریح قاضی نے مجکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اسکو طلب کیا یوں کہا کہ کچھ تیرے لیے باقی ہی ہمارے پاس پھر جب وہ آیا تو اسکو تعزیر دی اور کہا کہ
کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور برائی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہی اور ایسے حکم کی تحسین پہلے تو امام عادل نے کی نسبت کی ہی یعنی عول کا حکم امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ
کیا ہی انتہی مختصراً بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہی جبکہ چھ یعنی شش
یا آٹھ یا دس کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہی کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی واشار المصنف بقولہ ثمنا اسکے
سبعۃ عشر وتسعۃ الا تسعۃ فقط فتبصر ثلاثۃ عشر کزوجۃ وشقیقتین وام وخمسۃ عشر کہم وولد الام الخ الام اور بارہ عول کرتا ہی تیرہ یا پندرہ یا سترہ تک
طاق عدد میں حقیقت میں تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں ہو اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں
اور اخیافی بھائی ہو اور سترہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہوں علم جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت
مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول میں عورت اور مرد دونوں کا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ واربعۃ وعشرون لتعول الی سبعۃ وعشرین فقط کامرأۃ وبنتین
وابوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں اور باپ وارث ہوں اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے
ہیں اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفہ کی مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا
سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہیں ہی تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعا یعنی اسکا آٹھواں حصہ نواں ہو گیا اور خطبہ خوانی میں مشغول رہے سو لوگوں نے تعجب کیا آپکی فطنت
اور ذکاوت کا اور شمنی نے شرح ترتیب میں بیان کیا کہ ایک طالب علم نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جس خطبہ میں آپسے یہ سوال ہوا وہ خطبہ یہ تھا الحمد للہ الذی
یحکم بالحق قطعا ویجزی کل نفس بما تسعی والیہ المعاد والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعا انتہی خواہرزادہ کی شرح میں ہی کہ علی مرتضی کمال حاذق
و ماہر تھے علم حساب میں حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپسے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصہ میں تم اپنی کتاب یعنی قرآن میں پڑھتے ہو ولبثوا ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا اور
ہماری کتاب میں ثلث مائۃ سنین مذکور ہی اور تسعا نہیں تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہی تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو وہ شمس کے
حساب کے موافق ہی یعنی شمسی حساب پر ہی اور ہماری کتاب میں جو بیان ہی وہ حساب پر ہی یعنی قمری حساب کے موافق ہی اور تین سو شمسی یونانی عربی کے قمری حساب سے تین سو نو ہوتے ہیں
تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب سننے سے اور مسلمان ہو گیا ولہذا کہا گیا ہی کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود
اسقدر تبحر کے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے انکی نبوت کے اور یہ کلام ہی جیسا بعض علما نے
کہا کہ امام ابو حنیفہ رح معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضدہ کما مر اور رد ضد ہی عول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا علم مسائل فرائض کے تین
قسم ہیں فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑیں اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنیں اور دو
سوتیلی بہنیں چھوڑیں تو سوتیلیوں کا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنوں کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہوں مال متروکہ کے سہام سے اور
وہاں عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہی یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے
سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہوں اور وہاں عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنوں اور ماں کو چھوڑا تو بہنوں کے دو ثلث ہیں اور ماں کا سدس ہی
اور یہاں کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اسمیں حکم ہی رد کا یعنی سدس باقی انھیں وارثوں کو پھیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ ہی کہ اصحاب
فرائض کے سہام اکثر ہوں مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالیں عول کے مسائل میں مذکور ہو چکیں کذا فی العالمگیریۃ فینبغی فان فضل عنہا ای عن الفروض
والحال انہ لا عصبۃ ثمۃ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعا لفساد بیت المال یعنی جبکہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل

فرض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فرض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب
فروض پر بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے ہم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر قائم رکھتے ہیں اور انکے تابعین چنانچہ حنفیہ
وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک نے اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق
کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض
فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ رشتہ داری کے ثابت ہوا اور آیت
مواریث نے مال کے جز معین کا استحقاق واجب کردیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہے اس طرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موافق
کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انہیں وارثوں کو پھیر دیا جاتا ہے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو
علت بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور
معتق اور اسکے قرابت دار ہیں یعنی اگر وارث نہیں ہے کوئی نہ سوا ان کے سوا بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد
بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب ہے مشہور یہ ہے کہ فاضل
مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی الا علی الزوجین فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا
ہم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انہیں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو ان پر
قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بانہ وہم
من الراوی ترجمہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار
میں اسپر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور غلط ہے تو اسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا کہ نقل قول
عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہیں اور تحقیق شرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور کہتا ہو ابکی انتہی والمراد
وفی الاشباہ انہ یفتی فی زماننا لفساد بیت المال وقد بیناہ فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جائے بسبب فاسد ہونے بیت المال کے
اور ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہیں کتاب الولاء میں ہم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب رثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعۃ
اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ اولا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اسواسطے کہ
جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر انکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان اتحد جنس
المردود علیہم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو
چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو شروع سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تا کہ تطویل قطع ہو جائے یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہیں وارثوں کا ہے فرض اور رد
کی راہ سے اور ذاتیں انکی یکسان برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جائے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے دیا جائے
پھر دوسرے بار باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جائے تو دوبارہ قسمت کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود
علیہ جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو انکے سہام کے شمار
سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چونکہ جنس مردود علیہم کی
پائی نہیں گئی فمن اثنین لو سدسان ومن ثلثۃ لو ثلث وسدس ومن اربعۃ لو نصف وسدس ومن خمسۃ لو ثلثان وسدس تقسیم المسائل فان دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہوں اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور
ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونے کی یہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوا اور انہیں ایک ایک سہم
ہی فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور ترکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک کو یہ فائدہ حاصل ہوا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو
تین بار قسمت کرنے کی بے فائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہوں تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہوا اور ان کو
تین سہام میں تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور لہذا سہام کے تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور
سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہو یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہو تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہوا اور مجموعی سہام چار ہیں تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی
یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سے قرار دیے اور ترکہ کو چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور دو ثلث اور سدس کی صورت یہ
کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہیں یا ایک نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا ایک نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنیں خواہ
ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی مسئلہ چھ سے ہوا اور سہام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دونوں بیٹیوں کے چار سہم ہیں اور ماں کا ایک سہم ہے
تو ترکہ کے پانچ حصے کیے انہیں سے چار خمس بیٹیوں کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت میں تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا کل سہام
ماخوذہ بھی پانچ ہیں انہیں سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو ترکہ کے پانچ حصے کر کے بانٹ دیا لہذا انکے سہام کے تین خمس بیٹی کے اور ایک خمس
اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذہ ہونگے یعنی تین سہم اور دو اخیافی بہنوں کے دو سہم اور اسی طرح ماں کا ایک
سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور ترکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا اور مسافت کے واسطے ان دونوں قسموں کو ایک قسمت قرار دینگے ثانی کا حکم

والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وہو الزوجان فاعط فرض من لا یرد علیہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی
رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فہی من اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول
قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جس پر رد نہیں ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جس پر رد نہیں ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاوے اسکے کمتر مخارج سے
اور باقی رد کیا جاوے انکی ذاتوں پر جن پر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کو چوتھائی دی باقی رہے
تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اسکا مخرج چار ہے جس مخرج کو چار میں سے
ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہو گئی ضرب کی کچھ حاجت نہ ہوئی وان لم تستقم فان وافق ذلک الباقی رؤس من یرد علیہم کزوج وست
بنات ضرب وفقہا وہو ہنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وہو ہنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض
زوج کے باقی مستقیم نہ ہو تو اگر باقی میں اور انکی ذاتوں میں جن پر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیوں میں تو انکا وفق
جو کہ یہاں دو ہے اسکے مخرج میں ضرب کیا جاوے جس پر رد نہیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھ
ہم قل مخرج زوج چار ہیں پھر جب مخرج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر منقسم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق بالثلث ہے تو رؤس
بنات کے وفق کو جو یہاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی والا تو افق بل باین ضرب کل عدد رؤس من یرد علیہ فی

المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ہنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین
کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فہی لہ والباقی ثلثۃ اضربہا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ اور اگر
باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہ ہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثوں کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیاں ہوں تو مخرج یہاں چار ہے اس میں سے زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہیں تو چار کو پانچ میں ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کر کے
مضروب میں یعنی پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہے اسکو بھی مضروب میں یعنی پانچ میں ضرب کر کے حاصل ہونگے پندرہ
تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ہم یہ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اسکی بارہ سے ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا
کرو کیونکہ مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اس میں سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیوں پر مستقیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباین کی نسبت ہے
تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنی پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشریفیہ والرابع لو کان مع الثانی ما فی
الجنسین فقط لا الثلث فہنا نحکم الاستقراء اذ لا یرد مع الربع طوائف اصلا بالاستقراء اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسوں کے ساتھ
دو جنسوں سے بیان یعنی قسم رابع نہیں ہو سکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ ربع کا چار جنسوں کا اصلا نہیں ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ہم یعنی اگرچہ
قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اسکی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع میں تین جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ
من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسیں ہو جاتی ہیں اور حالانکہ ربع کا چار جنسوں کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا استقرا کی دلیل سے ولعل ہذا
نکتۃ اقتصارہ فیما مر فقط علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہو مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذر گیا ہم یعنی مصنف نے
جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع میں اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو
جنسوں کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی والا لصار او بالثانی بعضہ لا کلہ فتامل اور اگر اقتصار
علی الجنسین کا یہ نکتہ نہ ہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں یہاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سوا اسکو تامل کر ہم یعنی قسم ثانی کی بعض صورت
یعنی جسمیں دو جنسیں مجتمع ہوں مراد ہے نہ اسکی سب صورتیں اسواسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج
فرض من لا یرد علیہ علی مسائل من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ
یعنی احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو تقسیم کر ان وارثوں کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ تقسیم مستقیم ہو جاوے
چنانچہ زوجہ اور چار دادیاں اور چھ اخیافی بہنیں وارث ہوں ہم استقامت باقی کی نہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی المطلب و مختصرا
فمخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ مستقیم علی سہم الجدات وسہمی الاخوات لکنہ ینکسر علی احاد کل فریق کما سیجئ ہم تو مسئلہ
مذکورہ میں من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اس میں سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیوں کے ایک سہم اور بہنوں کے دو سہموں پر مستقیم ہیں لیکن ٹوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ
اسکی استقامت کا بیان اخیر باب میں آویگا ہم چار دادیوں کا حصہ ایک تھا وہ بغیر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنوں کا حصہ دو ہے وہ بغیر ٹوٹے نہیں بٹ سکتا وان لم یستقم
فضرب جمیع مسئلہ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل بہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو مرد علیہم کے تمام
مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج میں ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے
حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ
من یرد علیہ وہی خمسۃ لان للبنات الثلثین اربعۃ وللجدات السدس واحد فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین وہی مخرج فروض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھ
دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ یہاں پانچ ہے اسلیے کہ بیٹیوں اور
دادیوں کے دو فرض ہیں ثلثان اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر کے حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہے دونوں فریق کے فرض کا ہم من یرد علیہ

مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو بنات کے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو کل پانچ حصے منقسم ہوئے پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وہو سہم الزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فہی حق الزوجات الاربع من الاربعین پھر من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ مین ضرب کرو تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق ممن یرد علیہ وہی اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی وہی سبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علیٰ آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الآتیۃ فی باب المخارج لتصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کرو ان سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۲۸ ۳۵ ہوئے اٹھائیس بیٹیون کے ۷ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اسکی تصحیح کرو ان سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج مین تصحیح ہو گا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چارسو اور ۴۰ سہم سے ہم باجمال موجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی کیا مختصرا و تصح الاولیٰ من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ہم سفر بیت ہے کہ رحم اصل مین بیتہ ہے ولد کا اور اسکا ذکر بطور قرابت و صلت من جہۃ الولاد مستعمل ہے رحم ہوگئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی ہے کہا لغت مین ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو وہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فہو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض و عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور انکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رض روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین انکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکھا جاویگا اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی کا نفی کرنے والون کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالے نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہین کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والون کی دلیل آیت ہے (واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ) یا چہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا کتاب الفرائض اسی شرح مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہین ہوتا صاحب فرض اور عصبہ کے ساتھ سوائے زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ انپر رد کرنا فرض نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کی وجہ سے تمام مال کے لینے مین اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کبھی ہوتا ہے قرب درجہ سے اور کبھی قوت قرابت سے تو عصبات مین مقدم ہے اسپر اسی طرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہے کل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربہم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنی جیسے عصبات مین اقرب بعید کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام مین

---

۵ اور ایک نسخہ مین اربعۃ اخماس ہے والصواب ما ذکر ۱۲

۱ اسئلہ یعنی یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیۃ ۱۲

۲ یعنی قرابت رکھنا رحم ہے بعض ایسے مسائل مین بعض نسخ کتاب اللہ مین ۱۲

باب توریث ذوی الارحام

اقرب ہوسکے تو بعید وارث نہیں ہوتا ثم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابویہ ثم جزء جدیہ او جدتیہ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جزء
یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ نواسی اور نواسیاں پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیاں پھر قسم ثالث میت کے والدین کا جزء یعنی بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جزء یعنی دادا
اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جزء یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن درشرح میں و تقدیم جزء المیت ثم اولاد البنات و اولاد بنات
الابن وان سفلوا اور اسوقت میں یعنی جبکہ یہ قاعدہ مشہور ہوا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث میں ذوی الارحام
کی اقسام میں اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ نیچے درجہ کے سافل و نازل ہوں تو اگر میت کی نواسی
یا پوتی ہو اور نانا یا نانی ہو تو نواسی یا پوتی میراث لیگی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جزء مقدم ہوا ہے جیسے عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد
والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کا مقدم ہوا اور میت کا اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہیں اگرچہ نیچے درجہ بالا اور اونچے ہوں اور
جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطہ عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جس کی نسبت میں میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی
ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی
مختصراً ثم جزء ابویہ وہم اولاد الاخوات لابوین او لاب و اولاد الاخوۃ و الاخوات لام و بنات الاخوۃ لابوین او لاب وان سفلوا پھر والدین میت
کا جزء مقدم ہے یعنی سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں
یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد تمام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے
بھائیوں کی بیٹیوں کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہو گیا اور اخیافی
بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اس قسم میں اولی بالمیراث اقربہم الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے
اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا نواسا تمام مال کو بھائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا نواسا اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ
ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً و یقدم الجد علیہم خلافا لہما اور مقدم ہے نانا انپر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین کے کہ امام سے دو روایتیں ہیں
ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے نواسی اور نواسا پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اسپر فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ نواسی اور نواسا نانا پر مقدم ہیں
اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین کے نزدیک بھانجے اور بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں
اور امام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات میں دادا مقدم ہے میت کے بھائیوں پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیہ او
جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ہم یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے علی آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا
مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی مراد ہے وہم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں ہم یہ لوگ ماں کے
رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ بہنیں ہیں اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیافی
بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہیں کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہیں یعنی میت کے باپ کے اخیافی یعنی مادری بھائی ہیں اعمام
میں مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام سے مطلقاً خواہ سگی ہوں
یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی پھوپھیاں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اسکی جدہ
پدری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجہ میں برابر ہیں بھائی کی قربت اور بعد میں اسلئے حکم یہ ہے کہ انمیں جو منفرد ہوگا تمام
مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہو اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہو یا جہت مادری تو اقرب اولے ہے

یا بالاجماع بیٹے انکا اوسکے سوتیلے سے اور سوتیلا اوسکے بھائی اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر قوی ہونے مین برابر ہون اور تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر
قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی مان کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کے واسطے
تہائی ہو کذا فی الطحطاوی ثم خامسا بنات الاعمام وا ولاد ہولاء اور پنجم قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی ثم اخوال وخالات اور
اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الاباء والامہات واخوالہم وخالاتہم واعمام الاباء
الام واعمام الامہات کلہم وا ولاد ہولاء وان بعدوا اسطرح وسفلوا پھر اشخاص مذکورین کے بعد بہت باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور انکے ماموں اور خالائین
اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اور نیچے اور نیچے ہون ہم پہنچ جب میت کے
عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اسکی مان کے چچا اور ماموں اور خالہ کی طرف
تو اگر انمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بعدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمین سے قوی مقدم ہوگا خواہ مرد ہو یا عورت
اور اگر قرابت انکی برابر ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہو تو باپ کے قرابت والون کو دو تہائیان ہین اور مان کی قرابت والون کو ایک تہائی اسکے آخر تک اور پھر
اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہو پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کی طرف پھر انکے
بعد انکی اولاد کی طرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم مین ہم
قسم رابع مین چکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انمین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہو تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہو کذا فی الطحطاوی ولو استووا
فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث
کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہو اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہو اور صنف ثانی اور رابع مین نہین ہوتا ہان انکی
اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہو پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان وللقرابۃ الام الثلث
اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور مان کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہو ہم طحطاوی نے لکہا
یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور انکی اولاد مین ہوتی ہو نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ
اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو
فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رح کے ہم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہو اور اگر
مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نانی دو ثلث پاویگا اور نواسی ایک ثلث وان اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہنا البطن الثانی وہو ابن بنت وبنت بنت فمحمد اعتبر
صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثا لبنت
ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیہ وشروحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول
کی صفت مین چنانچہ نانی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد رح نے اصول کا اعتبار کیا ہو اور مال کو قسمت کیا ہو اس اول بطن پر جسمین اختلاف
ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہو یعنے نانی اور ناتن مین تو محمد رح نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہو بطن
ثانی مین ہمارے مفروضہ مسئلہ مین تو انہوں نے مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہو اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہو تو اب مال کی دو تہائیان نانی کی بیٹی
کی ہونگی جو اسکے باپ کا حصہ ہو اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اسکی مان کا حصہ ہو اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اسکی

شہروں میں بیٹے ہیں یہاں نہایت مختصر مذکور ہوا ہے جبکہ اصول میں اختلاف مع ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا
کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلائے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اسکی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو تین کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف کے نزدیک
مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کے اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور
ذوی الارحام کی اصناف اربعہ کے احکام جدا جدا طحطاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اُسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہے فمن شاء الاستقصار فلیرجع الیہا
وبہا اعتبر الفروع نقلا اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا اور یہاں ضمیر کا مرجع صدر میں مذکور نہیں ہوا لیکن ضمیر کا مرجع سراج الدین کے کلام میں
مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور تر
ان دو روایتوں میں سے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ہی مصنف کی شرح سراجیہ میں ہے وکذا فی الملتقی [illegible]
اور یہی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے ذکر کیا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کے
کا قول لیا ہے اسی قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے وفی الملتقی واقول محمد [illegible]
ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ [illegible] فاجعلہا بمنزلۃ [illegible] المال
بینہما نصفین [illegible] نصف الشقیقۃ بین اولاد ہا اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا گیا ہے سوال ہوا اس میت کا [illegible]
بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اسکا مال ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ [illegible] فرع کا اصول
میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اس وقت میں سگی بہن دو سگی بہنوں کے مانند ہوجاوے گی [illegible]
میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہوگی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اسکی
اولاد میں تین تہائیاں ہو کر تقسیم ہوگا ہم نے جو اب یہی ہے محمد کے قول پر اسکا سبب یہ ہے کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا
اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کو ایک ہی فرع
ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل میں
اعتبار نہ کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کے دو فرع ہیں لہذا اسکی بہن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور سکہ [illegible] سگے بھائی کو
ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کرکے اسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی [illegible]

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں جمع غرقی جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع
ہے حریق کی جیسے قتلی جمع ہے قتیل کی مراد لینے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر
کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا انپر دیوار یا چھت گر پڑی یا سفر کے بیچ میں مقتول ہوگئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ ہی
ایک ہی آن میں مر گئے لا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں یعنی ایک
غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر موت کا معلوم ہوجاوے اس طرح پر کہ یقین ہوجائے بے شبہ واقع ہو تو اسوقت پیچھے مرنے والا وارث ہوگا پہلے مرنے والے کا
ہم غرقی اور انکے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت
یہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اسمیں شبہ پڑ گیا اسکا حکم یہ ہے کہ اسکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہ زائل ہوکر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح
کرلیں اسواسطے کہ پاد آجانے سے ناامیدی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سبکی موت ساتھ ہی ہو پانچویں صورت یہ ہے کہ

سبقت اور میت کچھ معلوم نہو تو ان کچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن ہم زادہ محشی الدرر یعنی فلو جہل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم
ہو پھر مجہول ہوجاوے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اسکی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے جملہ پانچ صورتوں کے جو مذکور ہوچکیں کذا فی الطحطاوی اعطی کل الیقین
و وقف المشکوک فیہ حتی یظہر او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہوجاوے یعنے یاد پڑجاوے
اشتباہ کے بعد یا کہ وارث باہم صلح کرلیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما سبق یجعل کانہما
ماتا معا لتحقق التعارض بینہما ومشی علیہ العلامۃ قاسم فلیتنبہ میں کہتا ہوں اور شرح المجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء السراج سے منسوب
بمحمد اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مرگیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مرگئے ثبوت تعارض
کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ضوء السراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے ہے وہ صورت ثانیہ ہے تو منافی اور
تخالف دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بالکل نہیں ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی التعیین ہے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اسے تخالف قولین باقی نرہا
واذا لم یعلم ترتیبہم یقسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں جو اسکے زندہ وارث ہوں
تقسیم کیا جاویگا اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے ہم یعنے استحقاق میراث کے سبب میں یہاں شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے
کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب متیقن نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اسواسطے کہ ثبوت حکم کا شک سے نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی فرائض
شہود ہی یہاں ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمواس میں
بہت لوگ مرگئے تو عمر فاروق نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم
اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافروں میں میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق پر جبکہ کفار کا امر مسلمین کے حاکم کی طرف
مرافعہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع فیہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الاخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر میں
ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے مثلا مجوسی نے اپنی ماں سے
نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے
اور محجوب ہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الاخر ورث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر
وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہم نے اسکو آگے ذکر کردیا ہے باب عول سے پہلے صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی متروکہ پاویگی اور بہن
ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم لانہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث
بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان بہ والا فلا انتہی وصححہ فی الظہیریۃ اور کفار
وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اسکے مصنف نے کہا
کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاویں
تو باہم وارث نہونگے انتہی مافی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب
لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کردیا ہے

کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنے احکام شرعی میں نہ واقع میں ہم کہتے ہیں اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث
پائیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی ماں سے گی فرضًا اور ردًّا اور اگر ماں نہو تو ماں کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی و وقف
للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدة ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفلون احتیاطًا اور اٹھا رکھا جاسے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد
کا حصہ ان میں سے جسکا حصہ زیادہ تحمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثوں سے اسقدر حصے کا ضامن لیا جاوے
احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نکر ڈالیں ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹوں کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹوں کا حصہ اٹھا رکھا
جاسے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول صحیح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ ایک ابن واحد یا بنت پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر یہی ہوگا
جب تک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا و تعول لسبعۃ
وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد
فرض کیجیے اور ستائیس عول کریگا ۲۷ کی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیوں کے واسطے دو تہائیاں فرض ہیں ہم ۲۴ سے اسواسطے کہ مخرج اکثر ثمن زوجہ کا
والدین کے سدس کے ساتھ مخلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہیں ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہیں چار ماں کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بیٹا بیٹی میں
کے بین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونوں بیٹیوں کو ۱۶ ملیں چاہیئں اسلیے مسئلہ عول کریگا ۲۷ کی طرف قلت ہذا اسکے
کون الحمل من المیت والامثلۃ کثیرۃ میں کہتا ہوں یہ مثال اس تقدیر پر ہے کہ حمل میت کا ہو اور اگر حمل غیر میت کا ہو تو اسکی مثالیں بہت ہیں [illegible]
کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت ہی کا ہو تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی کما لو
ترکت زوجا واما حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی
چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہے
باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اسکے واسطے نصف مقرر ہوا اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہے ہم یہ مسئلہ چھ سے ہے نصف اور
ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الآخر لا کہم
واخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شیئ فینبغی ان یقدر انثی ونعول لتسعۃ احتیاطا میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک
تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی بھائیوں کو
چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اسکے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا تو لائق یہ ہے کہ اسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ
وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے میں اسواسطے کچھ باقی نہ رہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی بھائیوں کا
ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج
کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بھائیوں کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھینگے نو میں سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ قال ومن ترک حاملہ ان تات بابن
فلم یرثہ وان ولدت بنتا لہا الثلث [illegible] اور وہبانیہ میں ہے [illegible] اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے تہائی مقرر ہے یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے
ابھی مذکور کیا ثلث نصف عائل ہے اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات یہ فصل ہے مناسخات میں ہم مناسخہ لغت میں عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فقہاء الفرائض میں
مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثوں کے سہام انکے پچھلوں کی طرف منتقل ہوجاویں بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثوں کو پہنچ جاویں کذا فی الطحطاوی

یعنی ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ روس کے ہیں یعنے چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی انکے مافی الید میں جو نو ہیں اور انکے مسئلہ میں جو چھ ہیں تو
با ثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اسکو ضرب کیا تین تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۴۸ جبکے سہام سولہ تھے یعنے میت اول کے ورثہ کے سو وہ ایک دو میں
ضرب کرنے کے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلہ کا اور جسکے سہام چھ سے ہیں یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو دو لیگا تین میں ضرب کیا سو لیگا تین میت ثانی کے وفق
کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو میں ضرب
کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور باقی کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہو انمیں سے زوجہ کے دو سہم اور اسکے باپ کے چار سہم اور اسکی ماں کے دو سہم اور
میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے انمیں سے
ہر بیٹے کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۴۸ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحطاوی والشریفیۃ قولہ والا یکن بینہما موافقۃ بل مباینۃ ضرب کل الثانی فی کل الاول
فالحاصل مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلہ میں موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا کل تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول
میں موافقت اور مباینت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ میں دو جدہ ہے جو زوج اور دو بھائی چھوڑ کر مر گئی اور اسکے
بیٹی تو سہم میں چھ سہم اسنے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی ماں سے جو میت ثالث ہے پائے بطریق مذکور اور جدہ کی تصحیح
سے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر تقسیم نہیں ہو سکتا
کی وجہ سے تو بھائیوں کے روس کو اصل مسئلہ میں یعنے دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار انمیں سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو سہم
ہیں اور نو میں اور چار میں مباینت ہے تو تصحیح اول یعنے ۳۰ چار کو تصحیح ثانی یعنے ۳۰ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۰ تو جسکا حصہ ۳۰ میں تھا وہ چار میں ضرب کیا جائیگا
ضرب کیا جائیگا اور جسکے حصہ چار میں ہیں وہ جدہ کی مافی الید یعنے نو میں ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اسکی زوجہ کا حصہ دو تھا
۳۰ سے انکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اسکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا انکو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اسکی ماں کا حصہ ٹھہرا اور
میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دونوں فرزندوں میں
کا حصہ چھ تھا ۳۰ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل
ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے مافی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے
یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفیہ والطحطاوی
قولہ فتضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ اور جسکو ضرب کیا ہے ورثہ میت اول کے سہام کو
ضرب کرے تو مضروب میں یعنے تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے
اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا اسلئے سابقہ میں
قولہ ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مافی الید
میں علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقۃ تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلنا سابقا
فہم من یرث من المیتین ضرب نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ اور اگر
وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میتوں سے میراث پاتا ہو تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو

اور ضرب کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو تو پہلی صورت کی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کر ایک
عورت سے اور تین بیٹیان چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہو اور دوسرا تین سے اور میت ثانی
کے ہاتھ مین ایک ہو اور ایک مین اور تین مین مباینت ہو تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کا اول سے ایک سہم ہو اسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنے تین
تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے انکو ایک مین ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا
اور دوسری صورت کی یہ مثال ہو کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی مان اور دادا میت اول کے بھی وارث
ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہو اسواسطے کہ ثمن مان اور سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے
بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جبکہ بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث
ہو تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہو ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کر کے جو تصحیح کا وفق ہو اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ مین ہو وہ اپنا
حصہ لیگا چار مین ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہو میت ثانی کی مافی الید کا یعنے بارہ کا تو مسئلہ اولی مین زوجہ کے تین تھے انکو ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے
نو تھے انکو بھی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین مان کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اسکو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین مین
انکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثاني مقام الاولى وجعل الثالثة مقام**
الثانية في العمل وهكذا كلما مات واحد تقيم مقام الثانية والمبلغ الذي قبله مقام الاول الى ما لا يتناهى اور اگر وارثون مین تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے
تو مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جاویگا اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاوے عمل کرنے مین اور اسی طرح جبکہ ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرو
جو مبلغ کہ اسکے پہلے حاصل ہو چکا ہو اسکو مسئلہ اولے کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ہم یعنے ثالث کی موت قبل القسمت سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہو وہ
بجائے تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہو وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول و ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا
اسی طرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول و ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہو گئی تینون گویا ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا
اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہو گئی چارون مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی ما لا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عدد مناسخات کا
میراث کے مرتبہ واحد مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچھ فرق نہین ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہو جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا **وہذا علم العمل فلا تغفل** او
یہ جو مذکور ہوا علم ہو عمل کرنے کا سو اسمین غفلت نکیجیو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہو اسمین ہوشیاری اور بیداری لازم ہو اسواسطے کہ وہ دقیق
ہو اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہو کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہو مخارج مین ہم مخارج جمع ہو مخرج کی یعنے جاے خروج فروض سے اب ان قاعدون کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہو اور چونکہ سب فروض
کسور ہین تو انکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہو جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہو
مخارج کو تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہو مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین بین العددین کو پھر معرفت
حصہ ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثہ والغرماء **والفروض المذکورۃ فی القران نوعان الاول النصف ومخرج کل کسر منہ کالربع من اربعۃ الا النصف**
فانہ من اثنین فرض حصے جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہو اور مخرج ہر کسر کا اسی کسر کا ہمنام ہو چنانچہ ربع نکلا ہو اربعہ
سے سواے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہو اثنین سے یعنے دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہو کہ مخرج اور کسر حروف مین شریک

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام مین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہی کیونکہ اسکا مخرج دو ہی اور معلوم
کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہی ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہی ربع کے مخرج سے والربع من اربعة
والثمن من ثمانية والثانی الثلث والثلثان کلاهما من ثلثة والسدس من ستة اور منجملہ قسم اول ربع ہی چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض
کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہی دوسرا سین تے
کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال ستہ ہوگئی اور پہلے تے دوسری تے مین مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فنقول مثلا الثمن وضعفه وضعف ضعفه
او نقول النصف ونصفه ونصف نصفه فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہی تو مثلا تو یون کہہ کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا دونا یا تو یون
کہہ کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا اس کلام سے مراد یہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسیطرح
سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثلثین اور
ثلث کی تنصیف مین ہی اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اسکا سبب یہ ہی کہ انھون نے ان فروض مین اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا
مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلاکسر نکلتے ہین تو انھون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا
تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلاکسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفیہ قلت واخصر الکل ان
نقول الربع والثلث ونصف کل وضعفه مین کہتا ہون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر یہ عبارت ہی کہ تو یون کہہ کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا
نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہی اور ربع کا دوچند نصف ہی اور ثلث کا
نصف سدس ہی اور ثلث کا دوچند ثلثین ہی فاذا جاءت هذه الفروض احادا فمخرج کل فرض سمیه الا النصف کما مر پھر جبکہ مسئلہ فرائض
مین ان چھ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا سمی ہی سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلہ مین فقط ربع ہو یا
فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہی یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ و اذا جاء مثنی او ثلاث وهما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا
لجزء فذلک العدد ایضا یکون مخرجا لضعفه واضعافه کالستة فهی مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ
سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جس جزو کا مخرج ہی سو وہی عدد اسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ
ستہ یعنے چھ سدس کا اور اسکے دوچند یعنے ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہی ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فروض
جمع ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہی سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہی اور سبب اسکا یہ ہی
کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہی بلاکسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہی سو وہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود ہی
اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہی فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل الثانی ای الثلثة او ببعضه
فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبها من ضرب اثنین فی ثلثة پھر جب فروض
کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنے تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو اسوقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث
اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہی اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل
ہوا ہی ہم یہ مثال ہی اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفیہ مین اسکا یون
بیان ہی کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہی کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اس طرح کہ زوج

اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور ماں وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین
اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس
کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہون واختلاط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ زوجۃ ومن مر
فمن اثنی عشر لانہ کیہما من ضرب الاربعۃ فی الثلثۃ لموافقۃ الستۃ بالنصف یا اختلاط اور مجمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلہ
میں زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اسکا بارہ سے ہے بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین میں اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف
ہے ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کیے یعنے دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں یہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع
ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور کرتے ہیں اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیاں وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ
اسطرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ
اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط
ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مثالات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ سے ہے اسواسطے
کہ تمام نوع ثانی کا مخرج چھ ہی ہے یعنے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھ میں موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب کیا یعنے دو کو چھ میں
یا تین کو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی واختلاط الثمن من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فغیر متصور الا علی رأی ابن مسعود او
فی الوصایا فانہ حینئذ فمن اربعۃ وعشرین یا نوع اول میں ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی کے
ساتھ ہو متصور نہیں مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا میں البتہ ہو سکتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے حجب نقصان
چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربع سے ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب
میں متصور نہیں اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیاں ہون اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جدہ تو اسوقت میں صاحب ثلث
نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہے یا اسکی اولاد اور ماں یہاں محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد تو تمام تر ثلث سے محجوب ہیں تو
ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا میں اسطرح ہے کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور
ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہیں تو بارہ ہی ہوگی وصیت یعنے ۲۴ کو ۳۱ کی طرف عول کرکے قسمت کرینگے کذا فی الطحطاوی
مختصرا فاذا کان زوجۃ وبنتین وام فستۃ کیہما من ضرب الثانیۃ فی ثلثۃ لما قدمنا من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے
چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین میں اس وجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھ میں توافق بالنصف ہے ہم
بیان اسکا یہ ہے کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہے اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ میں اور آٹھ میں جو ثمن کا مخرج ہے
موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب کیا یعنے تین کو آٹھ میں یا آٹھ کو تین میں ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا تجتمع
الکسور من الاربعۃ فصاعدا فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلہ میں چار فرضون سے زیادہ جمع نہیں ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہے کہ کاہے پانچ
فرض بھی ایک مسئلہ میں جمع ہو جاتی ہیں جیسا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کاہے چھ فرض بھی
جمع ہو سکتے ہیں چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ خنثی مشکل ہے ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت نے
اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ہر یعنی پر خنثے کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ اسمین [illegible] ہوگیا اور کلام [illegible]

اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھ اُنکے عدد رؤس پر یعنی چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے تو یعنی اُنکے رؤس کو نصف
کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھیر تین کو اصل مسئلہ اور اُسکے عول مین یعنی پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلہ
مین سے تین سہم کا تھا اسکو مضروب یعنی تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ یعنی چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب یعنی
تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اسکی
ثانی سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا
اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس
مین موافقت ہے یا نہین اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی فاذا انکسر سہام فریقین
او اکثر و عدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور وارثون کے
رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلہ مین اور اُسکے عول مین یعنی اگر عول ہو تو اصل مسئلہ مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل
مسئلے مین اُسکے عول کے ساتھ ضرب کر کلام یہان سے اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اسکی شروح مین عول مذکور نہین مگر اسکا
فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین لڑکیان اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کثلاث بنات وثلثۃ اعمام فثلثۃ احد
المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین ہے اسکو سو تین
کو اصل مسئلہ مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین و ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور
اسکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین
ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ
ایک تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ اولا بین السہام
والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمے
جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی البعض کاربع زوجات وثلث جدات وستۃ عشر
عما ضربت اکثر الاعداد ولہذا فاضربہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا تصح اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین
یا چار گروہ پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تونے
کیا ہے دونون فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہو اسکا نام جزء سہم ہے اور اسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا
فی الطحطاوی سو اسکو ضرب کر اصل مسئلہ مین مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول مین اور اگر بعض عدد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ چار
زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اُنکے تداخل کے اصل مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انہین
سے مسئلہ صحیح ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ بارہ سے ہے تین دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین مباینت ہے تو
انکے تمام رؤس کو یعنی تین کو لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو انپر بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہے تو
انکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچون کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تباین ہے تو انکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا
پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہے تو اسی بارہ

تین اور ایک پانچ اور سات مین مباینت ہے تو جبکہ تمام عدد رؤس کو یعنے سات کو لیا تو چار سے پانچ عدد ماخوذ رؤس ہے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل
ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہین تو پہلے دو کو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل
ہوئے یہی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر یعنے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنے ۲۴ مین ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰ ہوئے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگیا سب فریقون
پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے ۲۱۰ مین ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیون
کا حصہ چار سہم کا تھا انکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیون کے سہم سولہ تھے انکو بھی مضروب مذکور کو
مین ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچون کا حصہ ایک تھا انکو بھی اسی مضروب مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے
اور مجموعہ ان حصون کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشریفی والطحطاوی ۔ نے کہا جزء سہم یہان عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا
اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث مین مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع مین مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہوا اور سہام
بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہوگیا شارح نے یہ تعلیل اسواسطے ذکر کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہوجاتی اب مصنف
تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہے **واذا اردت معرفۃ التماثل والتوافق والتداخل والتباین بین العددین** ہذہ مقدمۃ
یحتاج الیہا فی تقسیم الترکۃ اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کی کوئی سے دو عددون مین شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہے
ترکہ کی تقسیم مین یعنے اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہین ہوسکتا **فتماثل العددین کون احدہما مساویا للاخر** کثلثۃ وثلثۃ سو دو
عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہم اور ایسے دونون عددون کو متماثلین کہتے ہین اور یہان اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ
دونون عدد دو محل مین واقع ہون چنانچہ رؤس اور سہام مین اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجیے تو تین مطلق مین تعدد نہین تو متصف بمساوات نہ ہونگے قہستانی کذا فی الشریفی
والطحطاوی **وتداخل العددین المختلفین ان یعد اقلہما الاکثر ای یفنیہ او یکون اکثر العددین منقسما علی الاقل**
قسمۃ صحیحۃ بلا کسر کثلثۃ مع تسعۃ او ثلثۃ وستۃ اور دو عددین مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اسطرح ہے کہ عدد اقل
عدد اکثر کو فنا کردے اور مٹادے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہوجاوے تقسیم صحیحہ بدون کسر کے جیسے قسمت ہو نو یا چھ کا تین یا دو پر ہم اقل اکثر کو فنا کردے یعنے اگر اقل کو اکثر
سے دو بار یا زیادہ گرائین تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرایئے تو چھ بالکل فانی ہوجاوے اور اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرایئے تو کچھ
باقی نہ رہے تو ایسے عددون کو اصطلاح مین متداخلین کہتے ہین برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہین ہوتا اور شرح مین تداخل کی تعریف مین دو امر زیادہ
مذکور کیے ہین ایک یہ کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہوجاوے دوسرے یہ ہے کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف
فی العبارۃ کے ہے **وتوافق العددین ان لا یعد احدہما الاخر ای لا یفنی اقلہما الاکثر لکن یعدہما عدد ثالث کالثمانیۃ مع العشرین یعدہما اربعۃ فہما متوافقان**
بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونون کو تیسرا عدد فنا کردے چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونون کو چار فنا
کردیتا ہے تو آٹھ اور چار مین توافق بالربع ہے ہم توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء مین یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا مین معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح مین واحد
عدد مین داخل نہین اسواسطے کہ عدد عبارت ہے کمیت متالف من الوحدات سے اور واحد ایسا نہین ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجیے کہ
مرتب عدد مین واقع ہو یا کم ہو کے جواب مین پڑے تو اسمین واحد بھی داخل ہے تو یہان یون کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولیکن انکو عدد
ثالث جو واحد کے سوائے ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح مین مابین واحد اور کسی شے کے تداخل نہین بلکہ تباین ہے کذا فی الشریفی والطحطاوی
والتباین العددین ان لا یعد العددین المختلفین معا عدد ثالث اصلا کالتسعۃ مع العشرۃ اور دو عددون کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ

فصل بیان نسبت کا دو عددون مین ۱۲ ... ۱۲

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد واسطے فنا نہیں کرتا چنانچہ نو دس کے ساتھ یعنے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں مٹاتا اور واحد علی الاصح عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے انکی توضیح قول آیندہ سے شروع کی

وَاِذَا اَرَدْتَ مَعْرِفَۃَ التَّوَافُقِ وَالتَّبَایُنِ بَیْنَ الْعَدَدَیْنِ الْمُخْتَلِفَیْنِ اَسْقَطَ الْاَقَلَّ مِنَ الْاَکْثَرِ مِنَ الْجَانِبَیْنِ مِرَارًا حَتّٰی اِذَا اتَّفَقَا فِیْ دَرَجَۃٍ وَاحِدَۃٍ

اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہان تک کہ دونون عدد ایک درجہ مین متفق ہوجاوین ہم مثلا جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہوگئے واحد مین یعنے ایک ہی باقی رہا دونون عددون مین اسقاط کے وجہ سے فَاِنِ اتَّفَقَا فِیْ وَاحِدٍ تَبَایَنَا ولا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونون عدد متفق ہوجاوین واحد مین تو وہ دونون عدد متباین ہین اور ان دونون مین وفق نہین وَاِنْ تَوَافَقَا فِی اثْنَیْنِ

فَبِالنِّصْفِ اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کرین دو مین تو وہ دونون عدد متوافقین بالنصف ہین ہم مثلا اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہینگے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایا تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونون عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہین کذا فی الشرنبلالیۃ والطحطاوی یعنے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث ونظائرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونون عددون کو فنا کردیتا ہے وَثَلٰثَۃٍ فَبِالثُّلُثِ ہٰکَذَا اِلَی الْعَشَرَۃِ وَیُسَمّٰی الْکُسُوْرَ الْمُنْطَقَۃَ یا عددین مختلفین باہم متفق ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین ہم یعنے اگر عددین دو مین توافق کرین چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہین اور اگر تین مین توافق کرین چنانچہ نو اور بارہ ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اور اگر چار مین توافق کرین چنانچہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہین اور پانچ کے توافق مین متوافقین بالخمس ہین چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ مین بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات مین بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ مین بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو مین بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق مین متوافقین بالعشر ہین چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین یعنے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے انکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یون کہنا کہ نصف وثلث وربع الی آخرہ الکسور التسعۃ بخلاف کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت انکے مخرج کے ممکن نہین چنانچہ یون کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء انکو اصم یعنے گونگا کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہین کذا فی الطحطاوی وَاَحَدَ عَشَرَ فَبِجُزْءٍ مِنْ اَحَدَ عَشَرَ وَہٰکَذَا وَیُسَمَّی الْاَصَمَّ یا عددین نے توافق کیا گیارہ مین تو وہ دونون عدد گیارہ کے ایک جزء مین متوافق ہین اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ کسر ہے اصم ہی چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہوین جزء کا مخرج ہے تو وہ دونون عدد گیارہوین جزء مین متوافق ہین اور اسی طرح توافق ہونا بارہوین جزء مین چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ مین اور تیرہوین مین چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ مین اور اسی طرح انیسوین جزء مین توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ مین کذا فی الطحطاوی ملخصا انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہین اگر دونون برابر ہین تو عددین متماثلین ہین والا اگر اقل اکثر کو فنا کردے تو وہ متداخلین ہین والا اگر دونون کو تیسرا عدد فنا کردے تو وہ متوافقین ہین اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونون عددون کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہین اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق اور تباین یہ پہچانے جاتے ہین عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہین اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہان تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہین اور آخر مقسوم علیہ وہی دونون کا فنا کرنے والا ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہین کذا فی خلاصۃ الحساب وَاِذَا اَرَدْتَ مَعْرِفَۃَ نَصِیْبِ کُلِّ فَرِیْقٍ کَالْبَنَاتِ وَالْجَدَّاتِ وَالْاَعْمَامِ مَثَلًا مِنَ التَّصْحِیْحِ الَّذِیْ اسْتَقَامَ عَلَی الْکُلِّ فَاضْرِبْ مَا کَانَ لِکُلِّ فَرِیْقٍ مِنْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ فِیْمَا اَیْ فِیْ جُزْءِ السَّہْمِ الَّذِیْ ضَرَبْتَہٗ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ یَخْرُجُ نَصِیْبُہٗ مِنْ ذٰلِکَ الْفَرِیْقِ اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تصحیح سے جو

ہو جیسے ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلہ سے اسکو مضروب کر اس جزء سہم اور مضروب میں جسکو تصحیح مضروب کیا ہے اصل مسئلہ میں تو اس فریق کا حصہ مسئلہ ہو نکلا
ہم مثلاً بیان کی مثال مذکور میں جزء سہم یعنی مضروب ۲۱ اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلہ یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱ میں تو ۶۳ حاصل ہوئے
تو معلوم ہوا کہ ۶۳ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳ ہے و علی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات و جدات و اعمام ثم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد
ذلک الفریق فضربت سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب تخرج نصیبہ یعنی جبکہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت
کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر کہ اسکا حصہ نکل آویگا ہم تو مسئلہ مذکورہ میں بیان کرتے ہیں اور رؤس کی وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلہ میں
تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵
حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیبہ اصل مسئلہ سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنی دس پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہو
سو اسکو جبکہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلہ سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیوں پر قسمت
کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلہ سے ایک سہم
کا تھا پھر جب اسکو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا والا و
طریق النسبۃ اور ہر وارث کے حصہ کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی برخلاف اور طریقوں کے
وھو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفریق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ
یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کی طرف پھر اسی نسبت کی مانند دے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو ہم تو مسئلہ مذکورہ میں
تین سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تونے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰
اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہو جاتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکے عدد رؤس یعنی دس کی طرف نسبت
کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد رؤس
کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ اسکا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد
رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصہ کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ
چونکہ ہوا ہمیشہ سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علما نے اسکے تین طریقے ذکر کیے ہیں دو طریقے مذکور ہو گئے ایک طریقہ ضرب سہام
ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کریں فریق پر تو جو خارج قسمت کو
اسی فریق کے سہام میں ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تونے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵
ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیبہ میں جو اصل مسئلہ میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس
بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب
کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو جدات کے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی
واذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کلا واحدا او اعم لتقدم الغرماء علی قسمۃ المواریث کما فی شرح السراجیۃ للسید
اور جبکہ تو چاہے ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا یعنی فقط وارثوں میں یا فقط دائنوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں اسلئے کہ مقدم ہونے

ارباب دیون کے مواریث کی قسمت پر [illegible] مذکور ہوم وجہ اسکی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا اولے تصحیح و ایشاں میں اور کچھ باقی رہا تو
ارباب دیون میں اب قسمت کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی وارثوں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ اولے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثوں کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو ان
کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ چلپی زادہ میں ہے میں الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک میں الطائفتین
کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر سوا اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے چنانچہ اگر بیٹے نے ماں اور باپ اور چار
بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ماں اور باپ کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہو گیا
او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیہ وغیرہا فی وفق الترکۃ واما بضرب
فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ اور ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہو تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح
کے نسخوں میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یوں ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کرنا فقط مباینت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہا کا مطلب
چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کر دیا ہے [illegible] اصل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہے پا ہو تو ضرب کئے جاتے ہیں ہر وارث کے سہام
تصحیح سے تمام ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کئے جاویں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کو وفق تصحیح پر تقسیم کیا
ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت مثل مباینت یا موافقت کے اس طریقہ میں تو تمکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں مباینت کا طریقہ اختیار کرے
اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ یعنی کیونکہ دونوں کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا بیان یہ ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنیں چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۲۵
اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا آٹھ کی طرف تو زوج کا انمیں سے تین ہے اور ماں کا ایک اور ہر بہن کا دو دو سہم اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھ میں مباینت ہے پھر نصیب
چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل ہونگے پھر اس [illegible] کو تصحیح یعنی آٹھ پر قسمت کرے تو نو اشرفیاں
اور ایک اشرفی کے تین [illegible] خارج ہونگے تو یہ حصہ ہے زوج کا اسی ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کرے ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت
کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کرے ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا
چھ اشرفیاں اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اسی مسئلہ میں ترکہ ۱۵ اشرفیاں فرض کیجئے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۱۲
اشرفیاں فرض کیجئے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تمکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ
میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اسمیں کو بسط کرنیکی حاجت ہوگی تا کہ ترکہ ایک جنس ہو جاوے
اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کرے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ کی تصحیح ہو گیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں
حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ اسی مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیاں اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض
کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیاں ہوئیں پھر تصحیح یعنی آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے
پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الشریفی وہذا المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے و تعمل کذلک فی معرفۃ
نصیب کل فریق منہم اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں ہم یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے [illegible]
اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا ہر فریق کا وہ حصہ ہوگا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ سابقہ میں [illegible] معلوم
ہو چکا اور تمکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا [illegible] حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہے [illegible]

پھر قسمت کیا جاوے باقی تصحیح یا دیون سے انکے سہام [illegible] ہونگے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث ہے ہم نے مسئلہ
سے موجود زوج کے چھ سے ہوا اور یہ چھ تقسیم ہو وارثوں پر انمین نصف [illegible] میں ہیں اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر
وخرج من بین الورثۃ فاطرح سہامہ من التصحیح وہی ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہی ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل
التخارج وحینئذ فیکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کرلی اپنے حصہ کی یعنے نصف میراث کی اُسپر جو اُسکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج
ہوگیا وارثوں کے درمیان سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سواے مہر کے ماں اور چچا میں تہائی کرکے بقدر انکے سہام کے تصحیح قبل تخارج
قسمت کردے اور اسوقت میں دو سہم ماں کے ہونگے اور ایک سہم چچا کا یہا ہم یعنے جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہوجانے
سے سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق نہ آوے ولا تغییر واقع فیہ ہنا لا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی اور جائز
نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل جاوے ہم اصل مال چھ سہم تھے اسکی تہائی
دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہوکر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہوا حینئذ فیکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف
الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب مجمع البحرین وغیرہما علی ما عزیت من نسخ الشیخ
فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہوگا
اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہوا ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کہتا ہوں اور یہی قول ہے زوج کو نابود فرض کرنا حق اور
ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کہ گئے ہیں جیسا ان کتابوں کے نسخوں کو جو میرے پاس تھے دیکھا اسواسطے کہ ان دونوں
مصنفوں نے باقی مال کو یعنے تین سہم کو نہ چچا کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے
ہے ہم اور یہ جو [illegible] سے یہ محمول ہے جبکہ اسکا حق مخالف ہوتا ہو اسکے دخال اور اسکے فرض عدم سے اور جسکا حال اسطرح مخالف نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر بجاے چچا کے باپ ہو تو اسکے دخول کا
اعتبار کرنا لازم نہیں سو اسواسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونوں تقدیر میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کرلی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ یعنے
ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے اور اگر یوں فرض کیجیے
کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہوگئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ ماں کے دو سہم ساقط کردیے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا اسمین تین زوج کے اور ایک چچا
کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حررنا فتدبر علامہ قطب الدین محمد بن
سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہوچکا سو اسکو
تامل کرے قال مؤلفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ وقد فرغت
من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنے
محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا
پچھلی تاریخوں شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکہتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہم قاموس میں ہے کہ حصن کئی ایک موضع کا نام ہے شاید کہ شارح انمین
کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ
مینے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے ہم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ
تفسیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنے واحد میں یعنے اقلال لفظ مع توسیع المعنی یا اقلال بلا اخلال یا اقلال مبانی واکثار معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل

خلل ۱۲